مآثرِ حکیم الامتؒ

ارشادات و افادات

ڈاکٹر محمد عبد الحی مدظلہٗ

ایچ ایم سعید کمپنی ادب منزل پاکستان چوک کراچی

وَقُل لِّعِبَادِي يَقُولُوا الَّتِي هِيَ أَحْسَنُ

مآثرِ حکیم الامّت رح

مع

افاداتِ عارفیہ

نظرِ ثانی و ترمیم شدہ تیسرا ایڈیشن

حکیم الامّت، مجددِ ملت، حضرت شاہ محمد اشرف علی صاحب قدس سرہٗ العزیز کی خانقاہ کا تفصیلی خاکہ، آپکی خصوصیاتِ زندگانی، تصوف و سلوک کے ضوابط، اجتہادی و تجدیدی انفرادیت اندازِ تعلیم و تربیت، دیگر مفید مضامین کا انتخاب اور افاداتِ عارفیہ میں حضرت کے ملفوظات کی تشریحات کو خاص ترتیب کے ساتھ مربوط کیا گیا ہے۔

ارشادات و افادات

عارف باللہ حضرت ڈاکٹر محمد عبد الحئی صاحب عارفی دامت برکاتہم

مرتب:- مسعود احسن علوی مرحوم

ایچ ایم سعید کمپنی
ادب منزل
پاکستان چوک، کراچی

بار چہارم جمادی الثانی ۱۴۱۰ھ (مطبوعہ ایجوکیشنل پریس پاکستان چوک کراچی) قیمت/ [illegible] روپے

اندکے از گل و از خوشبوئے گل

سعادتِ انتساب

یا رب اِن کو تو عطا کر نکہت حسنِ قبول
پھول کچھ میں نے چنے ہیں ان کے دامن کے لئے

میرے لئے بڑے عز و شرف کا مقام ہے کہ میں اپنے اس ناچیز مجموعہ "کیفیات قلبیہ" کو اپنے محسن حضرت ڈاکٹر محمد عبدالحی صاحب عارفی کے اسمِ گرامی کے ساتھ منسوب کروں۔

انہیں کو نذر کروں تحفۃً یہ گلدستہ
یہ میں نے جن کے گلستاں سے کی ہے گل چینی

احقر مسعود احسن

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

عرضِ ناشر

جب ہم تاریخِ تصوف پر نظر ڈالتے ہیں تو ہم کو پتہ چلتا ہے کہ صوفیائے کرام نے کسی مصلحت کی بنا پر تصوف کی تعلیمات کو ایک راز کی حیثیت سے اپنے مریدوں میں سینہ بہ سینہ منتقل کیا لیکن اس کے باوجود جو باتیں تصوف اور طریقت کے بارے میں منظرِ عام پر آئیں، ان کی روشنی میں کچھ مبصرین نے اس کو تو افلاطونی افکار اور ویدانتک فلسفہ کی پیداوار قرار دیا کسی نے عیسائیت کی آمیزش سے اس کو رہبانیت کی تعلیم تصوّر کیا اور کسی نے اس کے وجود کو قرآن وحدیث کے منافی قرار دے کر بدعت اور زندقہ سے تعبیر کیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مسلمانوں کا ایک طبقہ ان مبصرین کا ہم خیال ہو گیا۔

ایسے وقت میں اللہ تعالیٰ نے قوم میں ایک مجددِ طریق حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کو پیدا کیا جنھوں نے بر ہا برس کے غبار آلودہ آئینۂ تصوف کو جلا بخشی، خانقاہی نظام کے طلسم کو توڑا اور تصوف وطریقت کے تمام اسرار و رموز علی الاعلان ظاہر کر کے علمِ سینہ کو علمِ سفینہ بنا دیا جس کی وجہ سے نہ صرف تصوف کی اصل حقیقت آشکارا ہو گئی بلکہ اس پر لگائے ہوئے تمام مذکورہ بالا الزامات و اعتراضات سے بھی تصوف کا دامن پاک و صاف ہو گیا۔

اسی عظیم کارنامے کی کچھ تفصیلات آپ کو زیرِ نظر کتاب "مآثرِ حکیم الامتؒ" کے مطالعہ سے معلوم ہوں گی، لیکن یہاں حکیم الامتؒ کے افکار کا خلاصہ ان ہی کے الفاظ میں پیش کیا جاتا ہے۔ وہ فرماتے ہیں "اپنی ذات سے کسی کو ادنیٰ اذیت بھی نہ ہو یہی تصوف ہے۔ . . . طریقت عین شریعت اور سنت ہے اس کے خلاف جو کچھ ہے زندقہ ہے" اس کے علاوہ انھوں نے تصوف کے مختلف سلسلوں میں جو مغایرت پیدا ہو گئی تھی اس کا بھی یہ کہہ کر سدِّ باب کر دیا کہ "حضرت خواجہ معین الدین چشتی رح اور حضرت بہاء الدین نقشبندیؒ دونوں ایک ہیں مقصود دونوں کا ایک ہے صرف طریقِ تربیت میں فرق ہے۔ ان کو دو سمجھنا ایسا ہے جیسے بھینگا آدمی ایک چیز کو دو دیکھتا ہے۔"

اس کتاب کے معرضِ وجود میں آنے کی مختصر روئداد یہ ہے کہ عارف باللہ ڈاکٹر محمد عبد الحی صاحب

دامت برکاتہم۔ جو حکیم الامتؒ کے خلیفہ مجاز ہیں اور جن کو نہ صرف حلقۂ صوفیاء میں ایک مقتدر مقام حاصل ہے بلکہ حلقۂ علمی میں بھی وہ اپنی تصانیف خصوصًا اسوۂ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے کسی تعارف کے محتاج نہیں ہیں عرصۂ دراز سے اپنی مبارک مجلسوں میں حکیم الامتؒ کی تعلیمات پر مبنی نہایت موثر انداز میں وعظ و تلقین فرمایا کرتے ہیں جن سے ہزاروں طالبانِ حق فیض یاب ہو رہے ہیں۔ ان مبارک مجلسوں میں جناب مسعود احسن ایم اے (علیگ) لکچرار اسلامیہ کالج، کراچی بھی پابندی سے شریک ہوتے تھے اور جناب ڈاکٹر صاحب قبلہ کے مواعظ و ارشادات کو قلمبند کر لیا کرتے تھے سالہا سال کی مسلسل محنت اور کاوش کے بعد انھوں نے حکیم الامتؒ کے افکار، ان کی تعلیمات اور نجی زندگی کے حالات و معمولات کا ایک نادر مجموعہ مرتب کر لیا جس کو اگر حکیم الامتؒ کی تصوف کے موضوع پر لکھی ہوئی بے شمار کتب کا نچوڑ کہا جائے تو بیجا نہ ہوگا۔

افسوس ہے کہ یہ نادر مجموعہ مسعود احسن صاحب کی زندگی میں شائع نہ ہو سکا کیونکہ موصوف نے عین عالم شباب میں بعارضۂ سرطان وفات پائی اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو اپنے جوارِ رحمت میں جگہ عطا فرمائے، آمین! مسعود احسن صاحب کی وفات کے بعد قبلہ محترم ڈاکٹر صاحب مدظلہٗ کی توجہ سے اس کتاب کا پہلا ایڈیشن شائع ہو کر عوام و خواص میں بے حد مقبول ہوا جس کے بارے میں چند آراء ملاحظہ فرمائیے۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب دامت برکاتہم فرماتے ہیں "اس کتاب کے بارے میں کچھ لکھوانا مادح خورشید مداح خود است، کا مصداق ہے۔"

جناب مولانا محمد اطہر علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ اجل حضرت تھانویؒ ڈھاکہ سے ایک خط میں تحریر فرماتے ہیں "حضرت کے ملفوظات تو زندگی بھر دیکھے لیکن سوء استعداد سے وہ فوائد حاصل نہ ہوئے جو مآثر حکیم الامتؒ موسوم بہ افادات عارفیہ سے عطا ہوئے۔ سفر حضر میں ساتھ رکھتا ہوں۔ مجلس میں احباب کو پڑھ کر سناتا ہوں۔"

ڈاکٹر صاحب مدظلہٗ کے ایک مخلص مدینہ منورہ سے تحریر فرماتے ہیں "دوران ادائیگی فریضۂ حج خواب میں بشارت ہوئی کہ جناب رسولِ مقبول سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرما رہے ہیں کہ :

ڈاکٹر عبدالحی میرے مقبولین میں ہیں" پھر ڈاکٹر صاحب ایک کاغذ پیش کر کے کہتے ہیں "میں نے یہ یہ عنوانات قائم کئے ہیں" بعض عنوانات پر (✓) نشان بھی اپنے ہاتھ سے لگاتے ہیں (ایک فل اسکیپ کا غذ نیم تہ کیا ہوا ہے اس پر ڈاکٹر صاحب نے یادداشتیں یعنی نوٹ تحریر کئے ہوئے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب کی تحریر کو میں پہچان رہا ہوں) میں دل میں خیال کرتا ہوں کہ حکیم الامت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے مواعظ کا انتخاب ہے۔"

جب اس کتاب کا پہلا ایڈیشن ختم ہو گیا تو حضرت قبلہ ڈاکٹر صاحب مدظلہٗ نے اس کی مقبولیت اور مفادِ عامہ کے پیشِ نظر دوسرے ایڈیشن کی اشاعت کی ضرورت محسوس فرمائی لہٰذا موصوفِ محترم نے بعد نظرِ ثانی اس کتاب میں چند اور ضروری ابواب کا اضافہ فرمایا جن میں حضرت سید سلیمان ندوی قدس سرہ العزیز کا ایک اہم مقالہ "حکیم الامتؒ کے آثار علمیہ" بھی شامل ہے جس میں حکیم الامتؒ کے تبحرِ علمی پر وضاحت سے روشنی ڈالی گئی ہے۔ اس طرح یہ ایڈیشن پہلے ایڈیشن کے مقابلے میں زیادہ دلکش اور افادیت کا حامل ہو گیا ہے خدا کے فضل و کرم سے یہ دوسرا ایڈیشن بھی نہ صرف یہ کہ چند ماہ میں ہاتھوں ہاتھ ختم ہو گیا بلکہ اس کی مقبولیت اور مانگ میں مزید اضافہ ہوا لہٰذا حضرت قبلہ ڈاکٹر صاحب مدظلہٗ نے تیسرے ایڈیشن کی اشاعت کا فیصلہ فرمایا لیکن اس سے قبل موصوف نے ایک بار پھر نہایت محنت اور جانفشانی سے کتاب پر نظرِ ثانی فرمائی اور اکثر و بیشتر مضامین کو از سرِ نو حسنِ ترتیب سے آراستہ و پیراستہ فرمایا، اس کے ساتھ ساتھ ایک معرکۃ الآراء رسالہ "افاداتِ عارفیہ" جو دوسرے ایڈیشن میں شامل نہیں تھا اس تیسرے ایڈیشن میں شامل فرما کر اس کتاب کی افادیت میں چار چاند لگا دیئے ہیں۔

چونکہ یہ تیسرا ایڈیشن بھی اللہ کے فضل و کرم سے بہت جلد فروخت ہو گیا، اب یہ چوتھا ایڈیشن ہدیۂ ناظرین ہے جس کی کتابت بھی ہم نے از سرِ نو کروائی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا احسان ہے کہ اس مایۂ ناز چوتھے ایڈیشن کی اشاعت و طباعت کی سعادت بھی ہم کو نصیب ہوئی جس کے لئے ہم حضرت قبلہ ڈاکٹر صاحب مدظلہٗ کے از حد ممنون و مشکور ہیں۔ ہم نے اللہ تعالیٰ کی مدد سے اس ایڈیشن کو بھی زیورِ طباعت سے آراستہ کرنے میں اپنی طرف سے کوئی دقیقہ فروگذاشت

نہیں کیا ہے۔ اور ہماری دلی دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ صاحبِ ملفوظات و ناقلِ ملفوظات و جامع ملفوظات کو اجرِ عظیم عطا فرمائے اور حضرت ڈاکٹر صاحب دامت برکاتہم کو درجاتِ علیا سے نوازے اور حضرت محترم کا سایۂ عاطفت مدّتِ مدید تک صحت و تندرستی کے ساتھ رشد و ہدایت کے لئے قائم و دائم رکھے اور ان کے فیوض و برکات سے ہم سب کو زیادہ سے زیادہ مستفید فرمائے اور ہم سب کو ان تعلیمات پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

ادب منزل پاکستان چوک
کراچی
رمضان المبارک سنہ ۱۴۰۰ھ

طالب دعا
محمد شاہد زکی عفی عنہ

فہرست مضامین "مآثر حکیم الامت"

مضامین	صفحہ
عرض ناشر	۲
مکتوبِ گرامی ..... شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب مدظلہ	۱۱
تقریظ ... حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ	۱۳
نوشتۂ قلم ... حضرت سید علی سجاد صاحب رحمۃ اللہ علیہ	۱۵
نوائے غم ... حضرت بابا نجم الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ	۱۷
تاثرات ... مولانا محمد تقی عثمانی صاحب	۱۹
احوالِ واقعی ... مسعود الحسن صاحب مرحوم	۲۲
جذبۂ بے اختیار (نظم) حضرت ڈاکٹر عبد الحی صاحب مدظلہ	۳۱
خانقاہِ اشرفیہ (نظم) حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ	۳۲
خانقاہِ اشرفیہ	۳۳
محلِ وقوع	۳۴
عمارت خانقاہ	۳۶
اعلان انضباطِ اوقات	۴۴
مقام مسند	۴۵
معمولات اہل خانقاہ	۴۸
مختصر سوانحِ حیات	۵۱
معمولاتِ یومیہ	۵۴
معمولات اندرونِ خانہ	۵۹
معارفِ خیر	۶۱
آخری ایام زندگی	۶۲
سانحۂ ارتحال	۶۹
مزار شریف	۷۱
گیارہ وصیتیں	۷۲
ایک تعزیت نامہ	۷۵
ایصال ثواب کا معمول	۷۶
خصوصیات زندگانی - لباس	۷۷
اسوۂ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم	۷۸
اہتمام اتباعِ سنت	۷۹
طبعی و مزاجی کیفیت	۸۰
عاداتِ طیبہ	۸۳
چند امور میں خاص ضابطے	۸۶
نجی و خانگی حالات	″
ملازموں کے ساتھ معاملہ	۸۸
دینی رجحان	۹۰
حقوق و معاملات	″
مخالفین کے ساتھ معاملہ	۹۲
وقت کی قدر	۹۳
محاسبۂ نفس	۹۴

مضامین	صفحہ	مضامین	صفحہ
احترامِ دین	۹۷	فیضانِ تصانیف	۱۶۶
علماء وصوفیاء کے ساتھ معاملہ	؍؍	چند خاص اہم تصانیف	۱۷۱
احوالِ خصوصی	۹۸	ایک مشورہ	۱۷۳
انعاماتِ الٰہیہ	۱۰۴	چند خاص تصانیف	؍؍
فیضانِ مرشد	۱۰۷	چند کتب ملفوظات	۱۷۴
شانِ انفرادیت	۱۱۰	اشرف النصاب	؍؍
مجلس حکیم الامّت رح	۱۱۵	نصاب تصوف	۱۷۶
رنگِ مجلس	۱۱۹	اپنی تصانیف کے متعلق حضرتؒ کا یقین	؍؍
تاثراتِ مجلس	۱۲۰	حکیم الامت رح کے آثارِ علمیہ	۱۷۷
حضرت کا مسلک	۱۲۲	تصانیف کے انواع	۱۷۹
مسلک کی وضاحت	۱۲۶	موضوعاتِ نثر	۱۸۰
حقیقتِ خانقاہی	۱۲۷	قرآنِ پاک کی خدمت	۱۸۱
اعلانِ حق	۱۲۸	تجوید وقراءت ومتعلقاتِ علومِ قرآنی	؍؍
اصلاحِ رسومِ خانقاہی	۱۲۹		
تجدیدِ سلاسل	۱۳۱	ترجمہ وتفسیرِ قرآن	۱۸۳
اندازِ تربیت	۱۳۳	علومِ قرآن	۱۸۴
تنبیہ	۱۳۹	علوم الحدیث	۱۸۸
چند ملفوظاتِ تربیت	۱۴۱	علوم الفقہ	۱۹۴
تربیت السالک	۱۴۵	علم کلام	۱۹۵
بعض مضامین از تربیت السالک	۱۴۸	علم سلوک وتصوف	۱۹۶
خلفائے مجازین	۱۶۰	اصلاحات	۲۰۰
بیعت لینے کا طریقہ	۱۶۱	حیات المسلمین	۲۰۱
شجرہ حکیم الامت قدس سرہٗ	۱۶۲	حضرت کے مواعظ	۲۰۳
حضرت کا مرتبۂ علم	۱۶۳	ملفوظات	۲۱۵

مضامین	صفحہ
شریعت و طریقت	۲۱۶
نسبت و مقام کی تعریف	″
تعلق مع اللہ کی علامات	۲۱۷
سالک کے لئے ادائیگی حقوق کا اہتمام	۲۱۸
مجاہدہ کی حقیقت	۲۱۹
اتباع سنت کی برکت	۲۲۲
مشائخ بھی اپنی اصلاح سے مستثنیٰ نہیں	۲۲۳
سلوکِ کامل	۲۲۵
معصیت باعثِ ہلاکت	″
زیارت حضور صلی اللہ علیہ وسلم	۲۲۶
پریشانی کا علاج	″
شیخ کے پاس رہنے کے منافع	۲۲۷
اہلِ اللہ کی محبت	″
حق تعالیٰ کے اسم مبارک کی عظمت	۲۲۸
درود کا مخفف (صلعم) مناسب نہیں	۲۲۹
الفاظ قرآن کا ایک عظیم ترین نفع	۲۳۰
عورتوں کے عمل کا ثواب	″
عبادت کے بارے میں عجیب تعلیم	۲۳۱
مرض میں طاعات کا اجر کامل ملتا ہے	″
سفر میں سنتوں کا حکم	۲۳۲
وضو میں شک	۲۳۴
کبھی اپنی حالت پر نازاں اور دوسرے کی حالت پر طعن نہ کرے	۲۳۵
انسان کا کام صرف عمل میں کوشش کرنا ہے	۲۳۶
موت کے آسان ہونے کا طریق	۲۳۹
گناہوں کے بعد دو رکعت نماز توبہ پڑھنے کے مصالح	۲۳۹
قرض جلد ادا ہونے کا ایک عمل	۲۴۰
جمعہ اور عیدین عطر لگانے کی نیت	″
دوستوں کی دلجوئی بھی عبادت ہے	۲۴۱
ذاکر کو ذکر موقوف کرکے اذان کا جواب دینا چاہیے	″
درود شریف حق اللہ بھی ہے اور حق العبد بھی	۲۴۲
ذکر کے منافع	″
تمام اخلاقِ رذیلہ کا علاج	۲۴۳
بدنگاہی کا علاج	۲۴۴
غیبت کا ایک عملی جواب	″
بے تحقیق بات کا نقل کرنا گناہ ہے	۲۴۵
کبر کا آسان علاج	۲۴۶
غصہ کے چند علاج	۲۴۷
چھوٹوں سے معافی مانگنے کا طریق	۲۴۸
سائل سے کبھی تنگ دل نہ ہونا چاہیے	″
حسد کا علاج	″
کینہ کی حقیقت	۲۴۹
آداب طعام	″
برزخ میں روح کو جسد مثالی عطا ہوتا	۲۵۰
نفس کے مکر نہایت خفی ہیں	″
فوت شدہ نمازوں کی قضا کا طریقہ	″
ادب ظاہری اور ادب باطنی کا مفہوم	۲۵۲
حقوقِ معاشرت	۲۵۳
سنت کے موافق نماز کی فضیلت	۲۵۵

مضامین	صفحہ
اخلاقِ رذیلہ کا مختصر علاج	۲۵۵
شیخ کامل کی پہچان	۲۵۷
فرضیت زکوٰۃ دراصل ہمارے ہی نفع کے لئے ہے	۲۶۰
معصیت سے بچنے کا طریق	۲۶۱
شیطان کا ایک دھوکا	۲۶۳
گناہوں کو ہلکا سمجھنا نہایت بُرا ہے	″
محبتِ حق پیدا کرنے کا آسان طریقہ	۲۶۴
ایمانِ کامل کی علامت	۲۶۵
حرص ام الامراض ہے	″
شب برات کی ایک فضیلت	۲۶۸
ایک بہترین قابلِ عمل تدبیر	۲۶۹
معمولات پر استقامت ہی فوق الکرامت ہے	۲۷۰
حق تعالیٰ تک پہنچنے کا راستہ	″
مطابقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم اصل چیز ہے	۲۷۵
پڑھنے کا اثر تعویذ سے زیادہ ہوتا ہے	۲۸۱
عمر بھر یاد رکھنے کے لئے ایک قاعدہ	۲۸۲
کام کرنے کا ایک آسان طریقہ	۲۸۴
ایک قابلِ عمل نسخہ	۲۸۵
بعض خاص مضامین	۲۸۷
اصلاح انقلاب امت	″
معاشرت	۲۹۰
تفسیر تقلید و اجتہاد	۲۹۶
حکمت درود شریف	۲۹۸
ادب درود شریف	۳۰۲
زیارت روضۂ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم	″
خواب میں زیارت	۳۰۴
شب قدر و معراج	۳۰۶
لوگوں کے قبائح پر چشم پوشی	۳۰۸
وسوسہ فریب شیطان ہے۔	۳۰۹
سیر جزئیہ کا اتباع بہ نسبت قوانین کلیہ کے سہل تر ہے	۳۰۹
تبلیغ اعمال ضروری ہے	۳۱۰
تبلیغ کی اہمیت و فضیلت	۳۱۱
تبلیغ کے آداب و شرائط	۳۱۲
تبلیغ میں کوتاہی	″
توسل کی حقیقت	۳۱۳
نظم ملقب بہ نفیرِ غیب	۳۱۷
افاداتِ عارفیہ	۳۲۱
علم و عمل	۳۲۲
محاسبۂ نفس	۳۳۱
حقیقتِ سلوک	۳۳۴
استقامتِ دین	۳۳۷
غفلت زندگی	۳۴۱
عجز و نیاز	۳۴۴
عمر گرانمایہ	۳۵۱
ماضی و مستقبل اور خوف و رجاء	۳۵۵
حقیقتِ شکر	۳۵۹
موجودہ ماحول اور ہمارے فرائض	۳۶۱
احساس فراغت	۳۶۳
سعی اور اتمام	۳۶۵
معاملات اور معاشرت کی اصلاح پر توجہ	۳۶۹
وقت کی اہمیت	۳۷۰
پاس انفاس	۳۷۳
ذکر و فکر اور مقام شکر	۳۷۴
سُبل السلام	۳۷۶
حل مہمات	۳۸۷
اصلاح کا آسان طریق	۳۹۱

تمت

مکتوب گرامی حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب مدظلہ العالی

باسمہ سبحانہ

مکرم و محترم عالی جناب الحاج ڈاکٹر عبدالحی صاحب زادت معالیکم بعد سلام مسنون۔
جناب کا مبارک عطیہ مآثر حکیم الامت چند روز ہوئے پہنچا تھا اس کی رسید تو میں نے اسی دن ان صاحب کے نام لکھوا دی تھی جن کے واسطہ سے آیا تھا، اس ناکارہ کا معمول تقریباً ۲۰-۲۵ سال سے یہ ہے کہ عصر کے بعد کی مجلس میں اپنے اکابر کی کوئی کتاب سنوایا کرتا ہوں جس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ مہمانوں کا اور مقامی احباب کا بہت بڑا مجمع جمع ہو جاتا ہے، مجلس میں باتیں کرنی تو مجھے نہیں آتیں ہمیشہ طالبعلمانہ طبیعت رہی کہ کسی نے کوئی سوال کیا تو اپنی حیثیت کے موافق اس کا مختصر جواب دے دیا، اس کے بعد پھر سکوت، اور چپ بیٹھنے میں بجائے اس کے کہ وہ میرا منہ دیکھتے رہیں اور میں ان کا، یہی مناسب سمجھا کہ اپنے اکابر کے ارشادات لوگوں تک پہنچ جائیں تو ان کے لئے میرے سکوت یا فضول باتوں کے مقابلہ میں نافع ہوں۔

اس سلسلہ میں انفاس عیسیٰ اور دوسری کتاب تربیت السالک تو کئی دفعہ مختلف سالوں میں سنوانے کی نوبت آئی یہاں بھی پہلے سے ایک رسالہ سنایا جاتا تھا وہ ختم ہو گیا تو آج سے جناب کا مبارک رسالہ مآثر حکیم الامت سنوانا شروع کیا کتاب کے متعلق کچھ لکھوانا "مادح خورشید مداح خود است" کا مصداق ہے اس لئے بجز دعا کے اور کیا کر سکتا ہوں۔ جناب والا کے لئے جو منبع رسالہ ہیں اور اس سے پہلے حضرت حکیم الامت نور اللہ مرقدہٗ اعلی اللہ مراتبہٗ اور ان دونوں کے بعد جامع اور ناشر اور جملہ مدد کرنے والوں کے لئے دل سے دعا کرتا ہوں اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے جملہ حضرات کو ان کی مساعی کے بقدر اپنی شایانِ شان بہترین جزاء خیر عطا فرمائے، لوگوں کو اس مبارک رسالہ سے اور حضرت حکیم الامت نور اللہ مرقدہٗ کی دوسری تالیفات سے زیادہ سے زیادہ متمتع فرمائے۔
تقسیم کے بعد ہندوستان میں اپنے اکابر کی کتابوں کی طباعت کا سلسلہ تو تقریباً

بند ہی ہو گیا تھا اب بعض دوستوں نے سلسلہ جنبانی شروع کی ہے اگر طباعت کا سلسلہ مسلسل باقی رہتا تو اب تک سینکڑوں کتابیں طبع ہو چکی ہوتیں، اب از سرِ نو دوستوں نے سلسلہ شروع کیا ہے اللہ تعالیٰ ان کی مدد فرمائے، اکابر کی ان یادگار صدقات جاریہ کو تادیر باقی رکھے۔

فقط والسلام

حضرت شیخ الحدیث صاحب مدفیوضہ

بقلم حبیب اللہ۔ مدینہ منورہ

۲۰ رجنوری ۷۵ء

تقریظ از حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ دامت برکاتہ
مجاز بیعت حضرت حکیم الامت وصدر دار العلوم کراچی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خانقاہِ امدادیہ تھانہ بھون کہیئے یا ایک، دوکانِ معرفت اس کے دورِ اوّل کا تذکرہ ہی بزرگوں سے سُنا ہے، البتہ دوسرے دور میں سیّدی حضرت حکیم الامت قدس سرہٗ کی مجلس کو بحمد اللہ آنکھوں سے دیکھنے کا شرف حاصل ہوا ہے۔

ع نازم بچشمِ خود کہ جمال تو دیدہ است

اس مجلس کے جُرعہ نوش ملک بھر میں لاکھوں کی تعداد میں پھیلے ہوئے تھے اور بحمد اللہ اب تک بھی بہت سے موجود ہیں۔ کراچی میں ہمارے محترم بزرگ حضرت ڈاکٹر عبدالحی صاحب دامت برکاتہٗ کو حق تعالٰے نے حضرت سے بچند وجوہ خصوصی تعلق عطا فرمایا تھا خلیفہ مجاز تو بحمد اللہ اور بھی بہت ہیں مگر شیخ کا رنگ جن میں جھلکتا ہو وہ کم ہی ہوا کرتے ہیں۔ ہمارے محترم خواجہ عزیز الحسن صاحب مجذوبؒ نے فرمایا تھا، ؎

مجھے دیکھ آئینۂ یار ہوں میں
جِلا کردہ دستِ دِلدار ہوں میں

اللہ تعالیٰ مبالغہ اور تزکیہ من غیر حق سے محفوظ رکھیں۔ ڈاکٹر صاحب کو دیکھ کر مجھے مجذوب صاحب کا یہ شعر یاد آیا کرتا ہے اور جب ان کو دیکھتا ہوں تو عموماً اصغر گونڈوی کا یہ مصرع زبان پر بھی آجاتا ہے۔ ع

ابھی کچھ لوگ ہیں ساقی کی محفل دیکھنے والے

اب اس زمانہ میں تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ حق تعالیٰ نے حضرت حکیم الامت قدس سرہٗ کے فیوض و

برکات کو مسلمانوں میں عام کرنے کے لئے ہمارے محترم ڈاکٹر صاحب کو چن لیا ہے اللہ تعالیٰ ہم کو اور سب مسلمانوں کو آپ کے فیوض و برکات سے نفع عطا فرمائیں۔

محترم مسعودِ احسن صاحب نے ڈاکٹر صاحب کے ذریعہ حضرت حکیم الامت قدس سرہٗ کے ملفوظات و حکم کو مع ان کی اپنی ذوقی شرح و وضاحت کے جمع کر کے اس مقدس مجلس کا گویا ایک خاکہ لوگوں کے سامنے پیش کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر دے اس مجموعے کو پورا دیکھنے کی فرصت نہیں ملی۔ بعض بعض مواقع سے سُنا جس سے اندازہ ہوا کہ حضرتؒ کے علوم و حکم کو ماشاء اللہ بڑے سلیقے سے پیش فرمایا ہے، میں تو اس کے بارے میں صرف اتنا ہی کہہ سکتا ہوں ؎

حرف از زبانِ یار شنیدن چہ خوش بود!
یا از زبانِ آنکہ شنید از زبانِ دوست

اللہ تعالیٰ صاحب ملفوظات اور جامع ملفوظات کو جزائے خیر عطا فرمائے اور قبول فرمائے اور اس ناکارہ کو بھی اپنے عباد صالحین کے ساتھ ملحق فرمائے۔

وَمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ

دار العلوم کراچی نمبر ۳۱
۲۷ صفر المظفر ۱۳۸۶ھ

بندہ محمد شفیع عفا اللہ عنہ

نوشتۂ قلم حضرت سیّد علی سجّاد صاحبؒ

مجاز صحبت حضرت قبلہ مولانا شاہ محمد اشرف علی تھانویؒ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حکیم الامت مجدد الملت حاجی حافظ قاری مولانا محمد اشرف علی صاحب تھانوی قدس اللہ سرہ العزیز اپنی ایک نادر تصنیف "بوادر النوادر" کی نمکہ خامس میں تحریر فرماتے ہیں کہ آدمی دنیا میں ذخیرۂ آخرت جمع کرنے کے لئے آیا ہے پس اصل کام اس کا شغل دین ہے، لیکن بضرورت اسی شغل دینی کی اعانت اور تقویت کے لئے دنیوی مشاغل کی بھی اجازت عطا فرمائی گئی لیکن یہ اجازت دی گئی ہے بشرط اعتدال۔

پس اس قاعدہ کو پیش نظر رکھ کر جو چیز اس دائرے سے باہر ہو اس سے مجتنب رہے اور اسی قاعدے کی معرفت کے لئے کتب ورسائل دینیہ کا پڑھنا سننا اور علمائے کرام کی صحبت لازم سمجھے۔ ایک موقع پر حضرت مجدد الملت نے ارشاد فرمایا "میں نہایت مسرور ہوں کہ حاجی صاحب (امام العرب والعجم شاہ امداد اللہ صاحب قدس سرہٗ) کے علوم میرے ملفوظات کے ذریعہ سے محفوظ اور قلم بند ہوتے جاتے ہیں۔ یہ علوم وہ ہیں جو کتابوں میں نہیں مل سکتے ان کی قدر کچھ دنوں کے بعد ہوگی ان کی نظیر کتب تصوف میں کم ملے گی۔ اور یہ ایسے وقت کام دینے والے ہیں جب کہ بہت سے رہبر بھی کام نہ دے سکیں گے۔ یہ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی مقبولیت کا اثر ہے کہ لوگ ان کو شوق سے ہاتھوں ہاتھ لیتے ہیں کسی کو کوئی نوع ان میں سے پسند ہے اور کسی کو کوئی نوع۔

حضرت ابوہریرہ رضؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بندہ جب مرجاتا ہے تو اس کے اعمال کا سلسلہ منقطع ہو جاتا ہے مگر تین چیزیں ایسی ہیں کہ ان کا ثواب برابر ملتا رہتا ہے۔

۱۔ صدقۂ جاریہ ۲۔ وہ علم جس سے نفع اٹھایا جاتا رہے

۳۔ صالح اور نیک اولاد جو اس کے لئے دعا گو رہے یہ تین چیزیں باقیات صالحات میں سے ہیں

حوالہ جات مذکورۂ صدر کے بغور مطالعہ سے اور نظر غائر کے بعد مرتب و مؤلف افادات عارفیہ محترم مسعود احسن صاحبؒ کی مقبولیت اور مقام عبودیت کا اندازہ فرمائیے۔

حق تعالیٰ جل شانہٗ نے اپنی رحمت کاملہ سے ان کو حضرت مجدد العصر رحمۃ اللہ علیہ کے ممتاز خلیفہ مجاز ڈاکٹر عبدالحی صاحب عارفی سلمہٗ کی خدمت میں اسی کار خاص کی انجام دہی کے لئے توفیق عطا فرمائی۔ چنانچہ مرحوم نے موصوف عارفی سلمہ کی صحبت میں رہ کر خود بھی درجات عالیہ حاصل کئے اور دوسروں کے لئے بھی نجات اخروی اور ترقی درجات کے اسباب مہیا کر دیئے۔

موصوف مسعود احسن مرحوم یونیورسٹی کے تعلیم یافتہ ہونے کے باوجود راہِ طریقت و شریعت میں سرگرداں رہے اور دربار و سرچشمۂ فیوض و برکات امدادیہ اشرفیہ عارفیہ سے مستفیض ہو کر طالبین طریقت کے لئے مثالی نمونہ بنے اور پھر اپنی مساعی سے ملفوظات کا وہ نادر مجموعہ مرتب فرما گئے کہ جس کے مطالعہ سے سالکین حضرت حاجی صاحب قدس سرہٗ اور حضرت حکیم الامتؒ کے فرمودات سے مستفید ہو سکیں گے۔ موصوف مرض سرطان میں مبتلا ہونے کے باوجود علوم حقانی اور معارف کے اس گنجِ گراں مایہ کو ایک کوزہ میں بند فرما گئے ہیں بقول حکیم الامتؒ اس خزانہ کی قدر بعد کو معلوم ہوگی۔

حضرت مسعود احسن مرحوم کی اس دینی خدمت کو اللہ تعالیٰ شرفِ قبولیت عطا فرمادیں۔

احقر بارگاہ ایزدی میں دست بہ دعا ہے کہ اللہ رب العزت جملہ صاحبانِ ملفوظات اور مرتبین و ناشرین کو اپنی رضا نصیب فرمائے اور افراد امت کو اعمال صالحہ کی توفیق عطا فرمائے اور خصوصاً مرتب کتاب ہٰذا کو شہادت عظمیٰ اور درجاتِ علیا عطا فرمائے۔ آمین

احقر سید علی سجاد عفی عنہ

از رباطِ تن چو بگذشتی دگر معمورہ نیست
زادِ راہے برنمے داری ازیں منزل چرا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیمؕ

نوائے غم

جذباتِ محبت از حضرت بابا نجم احسن صاحب نور اللہ مرقدہٗ

زیرِ نظر کتاب "مآثر حکیم الامتؒ" کے مرتب مسعود احسن مرحوم نے مسلم یونیورسٹی علیگڑھ سے ایم اے کی ڈگری حاصل کی اور پاکستان آکر اسلامیہ کالج کراچی میں فارسی کے استاد (لکچرار) کی خدمت انجام دیتے رہے۔ ادبی ذوق اور مذاق سلیم کا اندازہ خود ان کی تحریر سے ہوتا ہے۔ سنجیدگی اور متانت کے ساتھ ساتھ خندہ روئی، خوش مزاجی، انکسار ہردلعزیزی کی خوبیاں ان کے اخلاق حمیدہ اور اوصافِ جمیلہ کی آئینہ دار تھیں باطنی نسبت وارادت ان کو حضرت مولانا مسیح اللہ خاں شیروانی مدظلہٗ العالی خلیفۂ مجاز حضرت حکیم الامت، مجدد ملت مولانا شاہ محمد اشرف علی تھانوی صاحب قدس سرہٗ سے حاصل تھی۔

مولانا مسیح اللہ صاحب مدت فیوضہٗ کی نظر مسیحائی نے ان میں عجیب مسعود و احسن انداز کی شانِ عشق وطلب اور حسن شناسی اور تشنگیٔ جمال پیدا کردی تھی۔ اسی کیفیت طلب میں انھوں نے کراچی میں ڈاکٹر عبدالحی صاحب عارفی خلیفۂ حضرت حکیم الامت تھانوی قدس سرہ العزیز کی مجالس خلوت وجلوت میں شوق حصول اور ذوق عرفان کے ساتھ حاضری کو اپنا معمول بنالیا تھا۔ مسعود احسن مرحوم کا یہ طریقہ تھا کہ وہ ڈاکٹر صاحب کی باتیں قلمبند کرتے رہتے تھے اور پھر انھیں اپنے اسلوب بیان میں ڈھال کر مضمون مرتب کرتے تھے۔ اس میں خود ان کا کیف وذوق قلبی شامل ہوتا تھا اسی لیے ان کی ہر سطر گویا ان کے دل کی آواز معلوم ہوتی ہے ڈاکٹر عبدالحی صاحب دامت فیوضہٗ کے ملفوظات کو ایک اعتبار سے بالواسطہ شیخ تھانوی نور اللہ مرقدہٗ کے ارشادات کا درجہ حاصل ہے مگر مسعود مرحوم کا معاملہ یہ تھا کہ وہ ڈوبے ہوئے تھے اس کیف میں کہ ؎

نہ حسنش غایتے دارد نہ سعدی راسخن پایاں (سعدیؒ)

وہ جناب حکیم الامت رح کے بلاواسطہ افادات سے قریب سے قریب درجے میں اور لذیذ سے لذیذ کیفیت کے ساتھ خود بھی لطف اندوز ہونا چاہتے تھے اور اس ذخیرۂ آبِ حیات کو دوسروں تک پہنچانے کی بھی حرص رکھتے تھے۔ بارہ سال کی مسلسل دماغ سوزی، کاوش اور کوشش کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے ان سے ایک اور بھی یہ کام لیا کہ حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی قدس سرہٗ کے مختلف مواعظ اور ملفوظات سے مختلف عنوانات کے تحت مضامین جمع کئے ہیں اور حضرت عارفی دامت فیوضہٗ کی مجلسوں سے خوب خوب خوشہ چینی کی ہے۔

مثلاً تصوف کی حقیقت، اخلاق باطنی، معاملات، معاشرت، عبادات بیانیات وغیرہ وغیرہ ان کی افادیت تو ان مضامین کے مطالعہ ہی سے واضح ہوگی، اور اگر ہم اپنے دلوں کو ٹٹولیں اور حالات اور ضروریات کی نبض صحیح طور سے پہچانیں تو یہ ظاہر ہو جائیگا کہ ان اکسیری نسخوں کی ہم کو بے انتہا حاجت ہے اللہ تعالیٰ ہماری دین سے ناواقفیت اور عاصیانہ بے تعلقی اور غفلت دُور فرمائے کارنامۂ مسعود سے استفادہ کرنے کے بعد انشاء اللہ ہمیں یہ محسوس ہوگا کہ ہماری رگوں میں حیات کا خون دوڑنے لگا۔ یہ مجموعہ ابھی تک شائع نہیں ہوا ہے

ناظرین اس کتاب سے استفادہ کریں اور جس مسعود احسن مرحوم کی کوشش اور محنت سے یہ جواہر گراں مایہ ان تک پہنچے ہیں اس کے لئے دعائے مغفرت فرمائیں۔

احقر العباد محمد نجم احسنؔ نگرامی
(مجاز صحبت حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی رح)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَكَفٰى وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰى

تاثرات

دین دراصل حفاظتِ حدود کا نام ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جو حدود مقرر فرمائی ہیں ان کی نظری اور قانونی تعریفات کا علم تو کتابوں سے ہو جاتا ہے۔ لیکن عملی زندگی میں ان کا اطلاق اس وقت تک ممکن نہیں ہوتا جب تک کوئی عملی نمونہ عرصۂ دراز تک آنکھوں کے سامنے نہ رہا ہو اور یہی وجہ ہے کہ ہر آسمانی کتاب کے ساتھ رسول کی شکل میں اس کا ایک عملی پیکر ضرور مبعوث کیا گیا ہے۔ مثلاً کتابوں سے یہ تو معلوم ہو سکتا ہے کہ تکبّر کی تعریف کیا ہے؟ تواضع کسے کہتے ہیں؟ مداہنت کا کیا مفہوم ہے؟ اور مدارات کیا چیز ہوتی ہے؟ لیکن عملی زندگی میں یہ پہچاننا کہ عزتِ نفس اور خودداری، کس جگہ تکبّر کی حدود میں داخل ہو گئی ہے؟ تواضع نے کہاں اذلالِ نفس کی شکل اختیار کر لی ہے؟ مدارات نے کس مقام پر مداہنت کی حدود کو چھو لیا ہے؟ دینی تصلّب کس جگہ غلو فی الدین بن گیا ہے؟ زہد کس موقع پر رہبانیت کی حد تک پہنچ گیا ہے؟ حقوقِ نفس کی ادائیگی کب نفس پرستی بن گئی ہے؟ عام لوگوں کے ساتھ کتنا اختلاط ضروری ہے اور کتنا مضر ہے؟ مخالفین کے ساتھ کس حد تک نرمی کا سلوک مفید ہے؟ اور کس موقع پر سختی ناگزیر ہے؟ اس قسم کے مسائل اتنے نازک اور اتنے باریک ہوتے ہیں کہ محض کتابیں انھیں حل نہیں کر سکتیں۔ یہ مسائل صرف اور صرف ایسے مرشدِ کامل کی صحبت اٹھانے اس سے ہر معاملۂ زندگی میں رہنمائی لینے اور اس کے اندازِ زندگی کا بغور مشاہدہ کرتے سے حل ہوتے ہیں جس نے ان مسائل میں پیغمبرانہ مزاج و مذاق اپنے اکابر سے ورثہ میں پایا ہو۔

آخری دَور کے حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے اندازِ تعلیم و تربیت کی یہ خصوصیت تھی کہ انھوں نے ہمیشہ اپنے متعلقین کو وظائف و اوراد کی

تعلیم سے زیادہ مذکورہ مسائل کی طرف توجہ دینے کی تاکید فرمائی اور عباداتِ نافلہ سے زیادہ مذکورہ معاملات معاشرت اور اخلاق کے شعبوں میں عملی تربیت پر زور دیا۔ اسی کا نتیجہ ہے کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے منتسبین میں ایک بڑی جماعت ایسی تیار ہو گئی جس کے رگ و پے میں اپنے اپنے ظرف و بساط کے مطابق اپنے شیخ کا مزاج و مذاق رچا ہوا تھا۔

انہی مقدس ہستیوں میں احقر کے شیخ و مربی سیدی و سندی حضرت ڈاکٹر عبد الحی صاحب عارفی مدظلہ العالی کی ذات گرامی ہے، جن کی پوری زندگی اپنے شیخ کا مجسم تذکرہ ہے اور اسی تذکرے کی مہک آپ کی مجلسوں میں اس طرح رچی بسی ہوئی ہے کہ ہم جیسے تشنہ کام حاضرین کا مشامِ جان بھی معطر ہوئے بغیر نہیں رہتا۔ آپ کی مجلسیں اپنے شیخ کے حالات، کمالات اور مقالات سے اس دل کشی کے ساتھ معمور ہیں کہ ہر مجلس زبانِ حال سے یوں کہتی محسوس ہوتی ہے کہ

وہ تو وہ ہیں، تمہیں ہو جائے گی الفت مجھ سے
اِک نظر تم مرا محبوبِ نظر تو دیکھو

بارہا خواہش ہوئی کہ ان مجلسوں میں حضرت ڈاکٹر صاحب مدظلہ العالی کے ارشادات کو قلم بند کر کے شائع کیا جائے، لیکن حاضریٔ مجلس کی محویت نے ہر بار قلم کو کند کر دیا۔ اللہ تعالیٰ جناب مسعود احسن علوی صاحب مرحوم کو مقامِ علیین کی سرمدی راحتوں سے نوازے مرحوم نے اس طرح ارشادات کو قلمبند کیا کہ بڑی حد تک مجلس کی جھلک الفاظ میں دکھادی۔

بہر کیف! اب یہ مجموعہ آپ کے سامنے ہے، اس میں آپ حضرت ڈاکٹر صاحب مدظلہٗ کی ان دل آویز مجلسوں کی ایک جھلک دیکھ سکیں گے جو یادِ شیخ سے سدا بہار رہتی ہیں۔ اس مجموعہ کی نمایاں ترین خصوصیت یہ ہے کہ یہ دوسری سوانح کی طرح حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے تاریخی حالات پر نہیں بلکہ آپ کے مزاج و مذاق کی جھلکیوں پر مشتمل ہے اس میں آپ کے اندازِ زندگی، آپ کی نشست و برخاست، آپ کے طرزِ تربیت، آپ کے عارفانہ افادات اور آپ کے ان معاملاتِ زلیست کا تذکرہ ہے جو ہر ہر قدم پر انسان کی

رہنمائی کرتے ہیں، جن کے سننے سے دین کا راستہ آسان اور دلکش نظر آنے لگتا ہے اور جن کے ذریعے دل میں نیکی کی امنگ، طاعات کا شوق اور اتباع سنت کا ولولہ بیدار ہوتا ہے۔

یہ ایک تذکرہ ہے حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ کے مزاج و مذاق، شان تربیت اور اندازِ زندگانی کا اور بیان ہے ان کے عاشق صادق عارف باللہ حضرت ڈاکٹر عبدالحی صاحب عارفی مدظلہ العالی کا۔ اس کے بعد یہ ناکارہ قارئین سے اس کے سوا اور کیا عرض کر سکتا ہے کہ ؎

داستانِ عہدِ گل را از نظیری می شنو
عندلیب آشفتہ تر می گوید ایں افسانہ را

آج اس احساس سے دل مغموم ہے کہ مرحوم کی یہ ایمان افروز تالیف ان کی زندگی میں اشاعت پذیر نہ ہو سکی اب بطور ان کی یادگار کے اس کو شائع کیا جا رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کی اس مخلصانہ سعی جمیل کو مشکور و مقبول فرماویں اور اس کے صلہ میں ان کی روح طیبہ کو اپنے مقامات قرب و رضا میں مراتب عالیہ عطا فرمائیں آمین اور اس کتاب سے طالبانِ حق کو زیادہ سے زیادہ مستفیض فرماویں اور اس کی اشاعت کے معین اور ناشر کو جنھوں نے بڑی فراخدلی، اور نیک نیتی سے اعانت فرمائی ہے اجر دارین نصیب فرماویں۔ آمین

دار العلوم کراچی ۱۴
۱۹ر شعبان ۱۳۹۲ھ

احقر محمد تقی عثمانی مدیر رسالہ البلاغ
یکے از خدام حضرت عارفی مدظلہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

احوالِ واقعی

الحمد للہ! حضرت حکیم الامت مولانا شاہ محمد اشرف علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے سلسلہ میں مخدومی و محترمی جناب ڈاکٹر عبد الحی صاحب مدظلہ العالی کی زبان مبارک سے سُنتے ہوئے ارشادات کو "مآثرِ حکیم الامت" کے نام سے ہدیہ ناظرین کر رہا ہوں۔ میں نے ابتداءً ان مضامین کو صرف اپنی یادداشت و استحضار کے واسطے قلم بند کرنا شروع کیا تھا۔ رفتہ رفتہ عرفان و حقائق کا کافی سرمایہ ہو گیا۔ یوں تو میں نے اس مجموعے کے اکثر مضامین خود ڈاکٹر صاحب مدظلہ کو اور اپنے دوسرے بزرگوں کو سُنائے اور سب نے اظہار پسندیدگی فرمایا۔ جب ڈاکٹر صاحب مدظلہ سے میں نے اس کی اشاعت کا تذکرہ کیا تو انھوں نے فرمایا کہ پہلے حضرت مفتی محمد شفیع صاحب دامت برکاتہ (صدر دارالعلوم کراچی) سے استمزاج کر لو وہ اگر اجازت دیں تو کچھ مضائقہ نہیں۔ الحمد للہ مخدومی و مکرمی حضرت مفتی صاحب مدظلہ العالی نے نہ صرف یہ کہ اس کو بہ نظر استحسان دیکھا بلکہ خوش ہو کر چند سطور بھی بطور اظہار پسندیدگی تحریر فرمادیں۔ جو ہم سب کے واسطے بڑی طمانیت اور تقویت کا باعث ہوئیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے مراتب بلند فرماویں آمین۔

حقیقت یہ ہے کہ محترم حضرت ڈاکٹر محمد عبد الحی صاحب دامت برکاتہ اپنی مجلس میں حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی قدس سرہ العزیز کے ملفوظات کی اس انداز سے تشریح فرماتے ہیں کہ ملفوظات کا مفہوم نہایت جاذبیت کے ساتھ دل نشین ہو جاتا ہے۔

ڈاکٹر صاحب مدظلہ خود فرماتے ہیں کہ چونکہ میں حضرت والا قدس سرہٗ کی تعلیم و تربیت و توجہات و دعا کی برکت سے اور حضرتؒ کے مواعظ و ملفوظات کو بالمشافہ سننے اور کثرتِ مجالست و مکاتبت سے ایک عرصۂ دراز تک بہرہ اندوز اور شرف یاب رہا ہوں۔ حضرتؒ کے ساتھ مختلف تقریبات اور دعوتوں میں بھی شرکت کی ہے اور الحمدللہ چند بار حضرتؒ کے دولت خانہ پر بطور مہمان خصوصی رہنے کی سعادت بھی نصیب ہوئی ہے۔ اس لئے جی چاہتا ہے کہ جن لوگوں کو حضرتؒ کے ساتھ عقیدت و محبت ہے اور ان کو حضرتؒ کی زیارت کا موقع نہیں ملا۔ ان کے سامنے حضرتؒ کے مختلف حالات و خصوصیات اور تعلیم و تربیت کے انداز، اپنی استعداد و فہم کے مطابق پیش کروں اور حضرت کی تصانیف، مواعظ اور ملفوظات میں جو شان افادیت ہے اور حضرتؒ کو حکیم الامت ہونے کا جو خصوصی درجہ حاصل ہے اس کی اپنے الفاظ میں حتی الامکان تشریح و وضاحت کرتا رہوں، کیا عجب اس طرح اہلِ طلب میں حضرتؒ کی تصنیفات اور مواعظ و ملفوظات کی طرف توجہ ہو اور ان میں سمجھنے کی استعداد اور فہم سلیم پیدا ہو جائے اور زیادہ سے زیادہ تشنہ کامانِ رضائے الٰہی اپنی سیرابی اور کامرانی حضرتؒ والا کی تصانیف وغیرہ سے حاصل کر سکیں۔

وَمَا تَوْفِیْقِیْٓ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ ط

اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے ڈاکٹر صاحب مدظلہ کو تا مدتِ مدید صحت و عافیت کے ساتھ سلامت رکھ کر ان کے فیضانِ روحانی، تعلق مع اللہ اور نسبت مع اللہ کی برکت سے طالبانِ حق کو ہر شعبۂ زندگی میں فرائض و واجبات کی ادائیگی میں مصروف رہنے کے اہتمام کی توفیق عطا فرمائیں اور مجھے ہمیشہ اپنے نیک بندوں کے ساتھ وابستہ فرمائے رکھیں اور میں اسی میں اپنی سعادت سمجھتا رہوں آمین ثم آمین۔

الحمدللہ اس مجموعے کے تمام مضامین میں مفہوم تو من و عن حضرت ڈاکٹر صاحب

عارفی مدظلہ العالی کا ہے، لیکن دیکھنا یہ ہے کہ الفاظ و اندازِ بیان حضرت ڈاکٹر صاحب مدظلہ کا باقی رکھنے میں کہاں تک کامیابی ہوئی ہے اس کا فیصلہ ان حضرات کے ذمّہ ہے جو حضرت ڈاکٹر صاحب مدظلہ العالی کی مجلسوں میں حاضر ہوتے رہتے ہیں۔

حضرت ڈاکٹر صاحب مدظلہ العالی حضرت حکیم الامت مجدد الملت مولانا شاہ اشرف علی صاحب تھانوی نور اللہ مرقدہٗ کے ان چند منتخب خلفاء میں سے ہیں جن کی ذات بابرکات سے اس دورِ فتن میں عامۃ المسلمین خصوصاً جدید مغربی علم و فن کے جاننے والے اور دین کا علم رکھنے والے حضرات کو بیحد نفع پہنچ رہا ہے جیسا کہ حاضرینِ مجلس میں مختلف حیثیت کی شخصیتوں پر اور ان کے انداز اثر پذیری پر ایک سرسری نظر ڈالنے سے صاف ظاہر ہو جاتا ہے۔

حضرت ڈاکٹر صاحب مدظلہ العالی کی یہ خصوصیت ہے کہ حاضرین مجلس کو ایسے مؤثر طریقے سے روزمرہ کی زندگی میں خلوص کے ساتھ عمل کرنے کی تدابیر بیان فرماتے ہیں اور اس سے ایسی ترغیب حاصل ہوتی ہے کہ عمل کرنا آسان ہو جاتا ہے اور یہ بھی مشاہدہ اور تجربہ میں آجاتا ہے کہ اگر کوئی شخص انسانوں کی سی زندگی جو صحیح معنی میں شرافت کی زندگی ہے گذارنا چاہتا ہے تو بغیر دینِ فطرت اسلام پر عمل کئے ممکن نہیں۔ یہ تو عام مسلمانوں کے لئے حضرت ڈاکٹر صاحب کی مجلسوں کی افادیت کا تذکرہ ہے مگر ساتھ ہی ساتھ فن تصوف میں بھی حضرت موصوف کو ماشاء اللہ اتنی مہارت ہے کہ نہایت ہی سہل طریقے پر عام فہم الفاظ میں سالکوں کے پیچیدہ مسائل و رذائل کی گتھیوں کو حل کر کے سمجھا دیتے ہیں اور عمل آسان ہو جاتا ہے اور سالکِ طریق کی یاس کو آس سے بفضلہٖ تعالیٰ بدل دیتے ہیں۔ عمل کرتے ہی تنگی و دشواری دور ہوتی جاتی ہے، اور فائدہ محسوس ہونے لگتا ہے۔ حضرت ڈاکٹر صاحب مدظلہ کو حضرت مجدد وقت حکیم الامت قدس سرہٗ کے ملفوظات و مواعظ کے ان حصوں کو بھی جو ایک حد تک عالمانہ ہوتے ہیں

عام فہم اور سادے الفاظ میں بیان فرما کر عقدہ کشائی فرمانے میں بھی ید طولیٰ حاصل ہے جو صرف سُننے ہی سے اور تجربے ہی سے سمجھ میں آسکتا ہے۔

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے مطابق تصوف کو صوفیوں نے معمہ بنا رکھا تھا مگر حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے نئے سرے سے اس کی تجدید کی اور عامۃ المسلمین کے لئے کھلے الفاظ میں شریعت و طریقت کو ظاہر فرما دیا۔

اگر کوئی طالب حق اہل دل اس مجموعۂ افادات کو دیکھ کر طریقت کی حقیقت اور اخلاق کی پاکیزگی کا پتہ لگالے، باطنی بدعات اور گمراہیوں سے بچ جائے اور درویشی کی راہ کی آسانی اُس پر عیاں ہوجائے تو یہ بڑی رہنمائی ہے اور پھر بے تکلف اور سادہ زندگی بسر کرنا اور اپنے کو کچھ نہ سمجھنا اور ہمیشہ اپنی اصلاح کی فکر میں لگے رہنا، اگر ایسے اوصاف پیدا ہوجائیں تو مقصود حاصل ہے۔

یہاں میں یہ بھی ذکر کردوں کہ میرے لئے وہ کیا محرک تھا جس نے ڈاکٹر صاحب مدظلہ العالی کے ملفوظات قلمبند کرادیئے۔

جس وقت حضرت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ہوا تو میرا بالکل بچپن تھا پانچویں یا چھٹی کلاس میں پڑھتا تھا۔ بزرگوں سے ملنے کا اس وقت خود سے شعور بھی کیا ہوسکتا ہے، خاص طور سے ایسی حالت میں جب کہ ماحول بھی بزرگانِ دین سے کچھ غیر معتقدانہ اور بیگانہ وار ہو۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد جب کچھ ہوش آیا اور ان کی تصانیف و مواعظ وغیرہ پڑھے اس وقت بڑی حسرت دل میں پیدا ہوئی کہ کاش چاہے بے خیالی ہی سے دیکھتا ایک نظر حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھ تو لیتا۔ آج تخیل اور تصور یاد تو رکھتے کہ کسی جمال جہاں آرا کو دیکھا تھا۔ باوجود اتنے قریب ہونے کے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو نہ دیکھ سکا۔ کیسی محرومی کی بات ہوئی اِس جذبے نے مجھ کو آمادہ کیا کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے دیکھنے والوں ہی سے حضرت رحمۃ اللہ علیہ

کی بات سنوں اور اُسے ضبطِ تحریر کروں اور پھر اس حسرت پر ڈاکٹر صاحب کی بشارت سنی ؎

رہروِ عشق نا امید نہ ہو
داغ حسرت نشانِ منزل ہے

حقیقت یہ ہے کہ ڈاکٹر صاحب کے پاس بیٹھ کر بڑا سکون ملتا ہے۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے ایک اُنس کی کیفیت اور ان کی تعلیمات سے مناسبت پیدا ہوتی ہے اسی حسرت پر ایک دفعہ فرمایا کہ جب ان سے تعلق ہے تو پھر کاہے کی حسرت اور کہاں کا حرمان، ڈاکٹر صاحب ہی کے شعر ہیں ؎

کیسی بہاریں کیسا گلشن ہاتھ میں ہے جب ان کا دامن
حسرت دید اس برق نظر کی ہوش میں آ ئے ہوش کے دشمن

اللہ تعالیٰ ڈاکٹر صاحب کو تا مدت مدید صحت و عافیت کے ساتھ سلامت رکھے ایک مرتبہ کیسے مزے کی بات فرمائی کہ حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات کو طبیعت اگر قبول کرلے تو یہ بات خود اپنے ہی سلامتیِ ضمیر کی دلیل ہے۔ جو بات دل نشیں ہوجاتی ہے اس سے زندگی میں غیر شعوری طور پر بہتر تغیر پیدا ہوتا رہتا ہے، قبولِ حق سے قلب کی صلاحیتیں درست ہوجاتی ہیں اور یہ حالت ہوجاتی ہے ؎

کچھ یہی محسوس ہوتا ہے وفورِ شوق میں
ہر ادائے دوست جیسے میرے دل کا راز ہے

میں نے حضرت ڈاکٹر صاحب مدظلہٗ سے وقتاً فوقتاً اپنے تکمیل اشتیاق کے لئے حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی قدس سرہ العزیز کے بہت خصوصی اور نجی حالات دریافت کرتے رہنے سے معلومات کا ایک معتدبہ ذخیرہ جمع کرلیا ہے مثلاً حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا حلیۂ مبارک، لباس و پوشاک۔ نشست و برخاست کے انداز معمولاتِ

شب و روز، مزاجی و ذوقی خصوصیت، مجالست و مکاتبت کے طریقے وغیرہ۔

چنانچہ اس موجودہ اشاعت میں یہ سب باتیں بھی ایک مناسب ترتیب کے ساتھ مرتب کر کے ہدیۂ ناظرین کر رہا ہوں۔

اللہ تبارک و تعالےٰ مجھے اللہ والوں سے وابستگی اور ان کی محبت کے ثمرات سے مالا مال فرمائیں اور اسے میں ہمیشہ ہمیشہ اپنی سعادت سمجھتا رہوں۔ حضرتؒ کی تالیفات اور مواعظ و ملفوظات سمجھنے کی فہم سلیم پیدا ہو جائے اور زیادہ سے زیادہ تشنہ کامان رضائے الٰہی اپنی سیرابی اور کامرانی حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی تصانیف سے حاصل کر سکیں۔

ناظرین کو اپنے ممدوح حضرت ڈاکٹر صاحب مدظلہٗ کے مختصر حالات زندگی سے متعارف کرانے کے معاملہ میں ابھی کچھ سوچ ہی رہا تھا کہ دفعۃً خیال آیا اور اس خیال سے بڑی تقویت و مسرت محسوس ہوئی کہ ڈاکٹر صاحب عارفی مدظلہٗ کے محب یگانہ محترمی جناب مولوی نجم احسن صاحب نگرامی مدظلہٗ نے ان کے مطبوعہ کلام صہبائے سخن میں زیر عنوان تعارف جو کچھ ان کی ذات گرامی کے متعلق تحریر فرمایا ہے وہ اس قدر بصیرت افروز ہے کہ اس کے علاوہ کچھ اور لکھنے کی گنجائش ہے نہ ضرورت۔ چنانچہ حصول سعادت کے لئے اسی مضمون کو بعینہٖ ذیل میں درج کر رہا ہوں الحمد للہ اس سے میرا مقصود بھی خاطر خواہ حاصل ہے۔ وھو ہذا:

نقش فریادی ہے کس کی شوخیٔ تحریر کا

غالب مرحوم نے اپنی طرزِ نگارش کے متعلق یہ دعویٰ کیا ہے کہ "میں نے وہ طرز ایجاد کیا ہے کہ مراسلہ کو مکالمہ بنا دیا ہے" غالب کا یہ منشور شاہکار اردوئے معلّٰی۔ عود ہندی، اور رقعات غالب کے نام سے مزین بہ طباعت ہوا۔

ان رقعات کو آپ دیکھیں تو ان کے ایک مکتوب الیہ منشی نادر حسین صاحب ہاشمی رحمۃ اللہ علیہ بھی ملیں گے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ منشی نادر حسین صاحب ہاشمیؒ علم و ادب میں ایک خاص حیثیت

وو قار رکھتے تھے ان کے خاندان میں ایک روایت یہ بھی چلی آتی ہے کہ غالب نے منشی نادر حسین صاحب سے یہ فرمائش کی تھی کہ ان کے کلام میں سے منشی صاحبؒ اپنی پسند کے اشعار اشاعت کے لئے منتخب کر دیں۔

منشی نادر حسین صاحبؒ ضلع اٹاوہ صوبہ یوپی کے رہنے والے تھے اور نواب محسن الملک مرحوم (ناظم اعلیٰ ایم اے او کالج علیگڑھ) کے عزیز بلکہ اعمام میں سے تھے۔ علاوہ وجاہت دُنیوی و علمی کے اللہ تعالیٰ نے انھیں نعمت دینی و باطنی سے بھی نوازا تھا وہ مشہور بزرگ حضرت شاہ غلام رسول صاحب رسول نما کانپوری رحمۃ اللہ علیہ کے مرید خاص اور مجازین میں سے تھے ان محترم منشی نادر حسین صاحبؒ کی صاحبزادی ہمارے حضرت عارفی صاحب مدظلہٗ کی دادی تھیں حضرت عارفی صاحب مدظلہٗ کے جد امجد مولوی کاظم حسین صاحبؒ بڑے صاحب علم، صاحب دل صاحب باطن اور صاحب تاثیر و تاثر بزرگ تھے۔ مولوی کاظم حسین صاحبؒ مولانا شاہ ابوالخیر صاحب مجددی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید، تربیت کردہ اور مجازین میں سے تھے۔

مولوی کاظم حسین صاحبؒ منشی نادر حسین صاحبؒ کے عزیز اور داماد ہی نہ تھے بلکہ علوم مروجہ میں منشی صاحبؒ موصوف کے نظر کردہ خاص اور مستفیدین میں تھے۔ مولوی کاظم حسین صاحبؒ کی ایک نایاب اور نادر روزگار تصنیف موسوم بہ اسم تاریخی "نشید کاظم" ہے یہ کتاب شعر و سخن کے علاوہ تاریخ گوئی کا عجیب و غریب اور عدیم النظیر خزانہ ہے اور ایسا خزانہ کہ اب اس کے بعض حصص شاید آسانی سے سمجھ میں بھی نہ آسکیں۔

مولوی کاظم حسین صاحبؒ کے ایک صاحبزادے علی عباس صاحب مرحوم تھے جو حضرت عارفی صاحب مدظلہٗ کے والد ماجد تھے۔

عارفی صاحب کی ولادت بمقام ریاست کدورہ باؤنی۔ جھانسی۔ یوپی محرم ۱۳۱۶ھ مطابق جون ۱۸۹۸ء میں ہوئی۔ دادا نے پوتے کا نام "عبدالحی" رکھا اور ابتدا ہی سے اپنے آغوش شفقت و تعلیم و تربیت میں لے لیا۔ دادا کی چشم باطن نے پوتے کے امکانات ظاہری

دباطنی کو پہلے ہی سے پرکھ لیا۔ اور اس طرح پوتا دادا کی توجہات خاص کا مرکز و مہبط بن گیا ابتدائی تعلیم کے بعد عربی کی ابتدائی صرف نحو اور فارسی درسیات کی تکمیل مولوی کاظم حسین صاحب کی نگرانی اور براہ راست تعلیم و تدریس سے ہوئی۔ پوتے نے دادا سے علم بھی حاصل کیا اور علم کی چاشنی بھی پائی اور کاظمی صفائے باطن نے درد اور سوز و گداز کی کیفیات بھی پوتے کی رگ رگ میں پیوست کر دیں۔ اس کے بعد انگریزی تعلیم کی طرف توجہ ہوئی۔ اسکول کی ابتدائی تعلیم کانپور میں پائی پھر ایم اے او کالج علیگڑھ سے بی اے پاس کیا۔ قانون کی سند لکھنؤ یونیورسٹی سے ۱۹۲۶ء میں حاصل کی دس سال تک ضلع ہردوئی میں وکالت کی اور ۱۹۳۵ء میں وکالت ترک کر کے ذریعۂ معاش کیلئے ہومیوپیتھک طریقِ علاج اختیار کر لیا اور بحیثیت ہومیوپیتھک ڈاکٹر جونپور میں قیام پذیر ہو گئے۔

عارفی صاحب مدظلہ، کے جد امجد جناب مولوی کاظم حسین صاحب علیہ الرحمۃ کی محبت اور توجہات باطنیہ کی بدولت ذوق صحیح کے ساتھ سوز و گداز کی جو چنگاریاں غیر شعوری طور پر عارفی صاحب مدظلہ، کے دل میں پیدا ہو کر دبی ہوئی تھیں ان کے بھڑکنے اور سلگنے کی صورت یوں رونما ہوئی کہ اگست ۱۹۲۷ء میں جناب خواجہ عزیز الحسن صاحبؒ کی وساطت سے حضرت مجدد تھانوی نور اللہ مرقدہ، کی خدمت بابرکت میں حاضری اور شرف انتساب کی دولت حاصل کی۔

حضرت مجدد تھانویؒ کی توجہاتِ خاص نے عارفی صاحب مدظلہ کو اضطراراً باطنی طور پر جمال ہی جمال بلکہ یوسف جمال بنا دیا۔ عارفی صاحب مدظلہ، کی یہ آن اور پیر و مرشد سے تعلقِ خاص کا تاثر و انفعال ان کے کلام سے بے حجاب ظاہر ہوتا ہے۔

۱۹۳۶ء میں ترکِ وکالت کے فوراً بعد مجدد تھانویؒ نے ان کو خلعتِ خلافت اور اجازت بیعت سے سرفراز فرمایا۔ تیرہ چودہ سال سے عارفی صاحب مدظلہ، کا قیام کراچی میں ہے اور ان کے جسمانی و روحانی مطب دونوں اپنے اپنے دائرے میں خدمتِ خلق میں سرگرم ہیں، اللہ تعالیٰ ان کے فیوض و برکات کو تادیر جاری و ساری رکھیں۔ آمین۔

(ماخوذ از صہبائے سخن)

اللہ تعالیٰ سے میری دعا ہے کہ اپنے فضل و کرم سے ڈاکٹر صاحب مدظلہ العالی کو مدّت مدید صحت و عافیت کے ساتھ سلامت رکھ کر ان کے فیضان روحانی سے تعلّق مع اللہ کی کیفیت اور طالبان حق میں ذوق عبدیت اور بے طلبوں میں سچی طلب پیدا فرمائیں اور میں تو اپنے لئے اسی کو بڑی سعادت سمجھتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ مجھ کو اہل اللہ کی صحبت کی سعادت و توفیقِ دائم عطا فرمائیں ؎

گرچہ از نیکاں نیم لیکن بہ نیکاں بستہ ام
در ریاضِ آفرینش رشتۂ گلدستہ ام

یہ مجموعہ اپنے بزرگوں کو اگر پسند آجائے تو اپنے لئے دعاؤں کا متمنی ہوں اور یہی آرزوئے بیقرار اس مجموعے کو شائع کرنے کے لئے محرک ہوئی فقط والسلام

مرتب

کراچی (یکم جنوری ۱۹۶۷ء)

مسعود احسن عفی عنہ

جذبۂ بے اختیار

محفلِ سوز و گدازِ غم کو گرمائے گا کون
اہلِ دل کو اپنے دردِ دل سے تڑپائے گا کون
موجزن ہے کس کے دل میں آتشِ سیّالِ غم
مستیٔ خونِ جگر آنکھوں سے برسائے گا کون
کس پہ طاری ہے جنونِ شوق کی وارفتگی
یوں زباں پر والہانہ رازِ دل لائے گا کون
عارفی میرا ہی دل ہے محرمِ نازو نیاز
بعد میرے رازِ حسن و عشق سمجھائے گا کون

عارفی

خانقاہ اشرفیہ تھانہ بھون

عجب فرحت گہے ایں خانقاہ است

عجب نزہت گہے ایں خانقاہ است

یکے ساقی و مے خواراں ہزار اند

دو چشم مست او مشغول کار اند

دل اینجا میکند اللہ اللہ

کہ ہر دم بشنود اللہ اللہ

چہ صحت بخش ہست اینجا فضائے

دل اینجا بے دوا یابد شفائے

تعالی اللہ چہ عالی بارگاہے　　　کہ اینجا ہر گدائے بادشاہے

(خواجہ عزیز الحسن صاحب مجذوبؒ)

خانقاہِ اشرفیہ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

حضرت ڈاکٹر صاحب نے فرمایا:-

جی چاہتا ہے کہ حضرتؒ کی خانقاہ کی کچھ تفصیلات بیان کی جائیں - یہ باتیں بھی اس وقت مجھ سے سُن لیجئے ورنہ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ پھر کوئی دوسرا اس کو بیان بھی نہ کرسکے۔

چونکہ محبوب سے ایک خاص تعلقِ قلبی ہوتا ہے اس لئے اس سے تعلق رکھنے والی ہر چیز میں محبوبیت اور جاذبیت محسوس ہوتی ہے۔ تذکرہ میں بھی لطف آتا ہے اس کے سننے میں بھی انبساط و کیف ہوتا ہے ؂

کچھ یہی محسوس ہوتا ہے وفورِ شوق میں
ہر ادائے دوست جیسے میرے دل کا راز ہے

یہ ایک عجیب بات ہے اور شاید یہ بات مقدر ہو چکی تھی کہ اب سے تقریباً چالیس سال قبل میں حضرتؒ کی خدمت میں حاضر ہوا تھا اور خانقاہ میں مقیم تھا ایک دن خیال آیا کہ اس خانقاہ کے متعلق اور حضرت کے معمولات کے متعلق اور اہلِ خانقاہ کے متعلق کچھ یادداشت لکھوں، چنانچہ جہاں تک نظر گئی ایک ایک بات تحریر کرتا رہا۔ کافی مضمون ہو گیا مگر پھر اس کے بعد کبھی اس یادداشت کی یاد بھی نہ آئی۔ اب اس وقت جبکہ میں حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیم و تربیت کے متعلق کچھ عرض کیا کرتا ہوں اس تحریری یادداشت کا خیال ذہن میں آیا، تلاش کرنے پر الحمدللہ مل گئی۔ مطالعہ سے معلوم ہوا کہ اس وقت جو کچھ لکھ لیا تھا اب تو حافظہ ہزار یادیں تازہ کرے ان معمولی معمولی جزئیات پر ہرگز نظر نہ جائے گی۔

اب آپ مطالعہ کریں خود اندازہ ہوگا۔ اور آپ کے سامنے حضرت کی سادہ زندگی بے تکلف معمولات، ضابطہ اور نظم ونسق کی تصویر انشاء اللہ سامنے آجائے گی۔ میرا اپنا گمان ہے کہ یہ مضمون اپنے اندر بہت سی افادیت لیئے ہوئے ہے۔ اس کے مطالعہ سے آئندہ آنے والی نسلوں کے لئے اس مجدد العصر کی جائے قیام، نشست و برخاست کا نقشہ و خاکہ انشاء اللہ بہت سبق آموز ہوگا۔ وَمَا تَوْفِيْقِيْ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَظِيْمِ۔

محل وقوع

پہلے یہ سمجھ لیجئے کہ یہ خانقاہ کہاں واقع ہے۔ قصبہ تھانہ بھون ایک پرانا قصبہ ہے (ضلع مظفر نگر۔ یوپی۔ ہندوستان) جو سہارن پور اور دہلی شاہدرہ کے درمیان واقع ہے اس زمانہ میں یہاں کے اسٹیشن کا نام تھانہ بھون ٹاؤن تھا اسٹیشن اور قصبہ کے درمیان چند کھیت کا فاصلہ ہے جہاں سے آبادی شروع ہوتی ہے وہاں آگے چل کر داہنی طرف خانقاہ اشرفیہ کا پھاٹک ہے جو کافی بلند ہے اور اس میں کواڑ لگے ہیں۔ اس خانقاہ میں مسجد بھی ہے مدرسہ بھی، کتب خانہ بھی ہے اور مہمان خانہ بھی۔ یہ خانقاہ پختہ لکھوری اینٹ سے بنی ہوئی ہے کسی زمانے میں یہ خانقاہ دوکانِ معرفت کہلاتی تھی اس میں تین بزرگ رہا کرتے تھے۔

حضرت حاجی محمد امداد اللہ صاحب قدس سرہ العزیز

حضرت حافظ محمد ضامن صاحب شہید قدس سرہ العزیز

حضرت مولٰنا شیخ محمد صاحب قدس سرہ العزیز

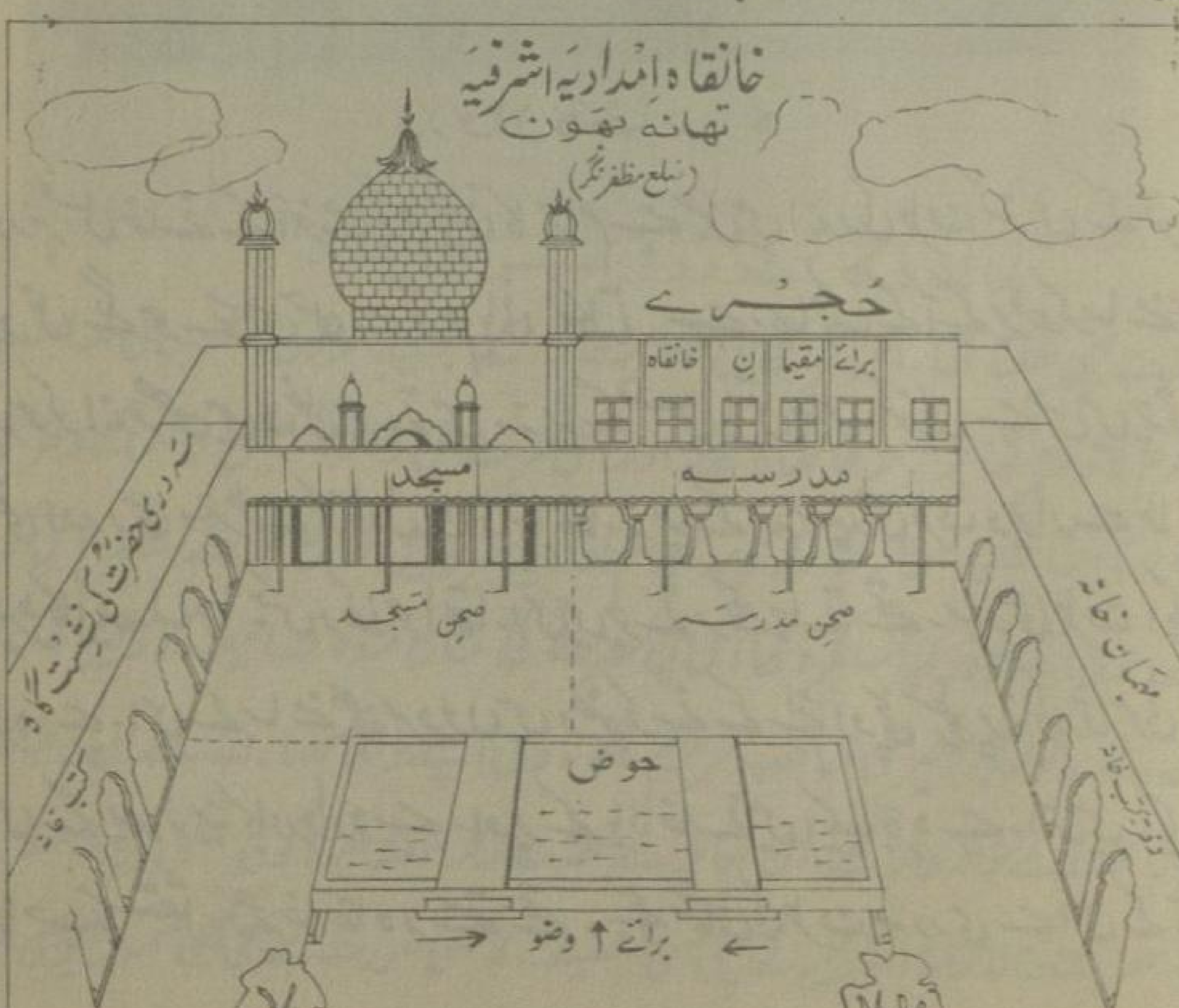
یہ تینوں بزرگ حضرت میاں جی نور محمد صاحب جھنجھانوی قدس سرہ العزیز کے خلفاء تھے۔

غدر کے زمانے میں حضرت حاجی امداد اللہ صاحب قدس سرہ العزیز مکہ معظمہ ہجرت کر کے تشریف لے گئے۔ حضرت حافظ محمد ضامن صاحبؒ شہید ہو گئے اور حضرت مولوی شیخ محمد صاحبؒ وفات پا گئے۔ خانقاہ کچھ عرصہ کے لئے خالی ہو گئی۔ پھر کچھ طویل مدت کے بعد حضرت حاجی شاہ محمد امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ (جو ہمارے

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے پیر و مرشد تھے) کے ایماء اور حکم سے حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اس خانقاہ میں سکونت اختیار کی اور آخر عمر تک تقریباً ساٹھ سال یہاں قیام رہا۔ رفتہ رفتہ یہ خانقاہ مرجعِ خلائق بن گئی۔ ملک کے گوشہ گوشہ سے لاکھوں طالبانِ حق اور تشنگانِ طریق مسلسل آتے جاتے رہے اور حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیم و تربیت سے مستفیض ہوتے رہے اور حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے بحرِ ذخارِ علوم و معارف اور حقائق سے سیراب ہوتے رہے اور حضرت کے مواعظ و ملفوظات سے بہرہ اندوز ہوتے رہے۔ اسی عرصۂ قیام و عرصۂ حیات میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے دین کے تمام شعبوں میں تقریباً ایک ہزار تصانیف کا ذخیرہ صدیوں تک کے لئے آئندہ نسلوں کے واسطے بہم پہنچایا ہے۔

ذٰلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء وما توفیقی الا باللہ العظیم

اور ملک کے ہر گوشہ میں حضرتؒ کے فیض یافتہ حضرت کی حیات ہی میں کثیر تعداد میں خلفائے مجازین کی صورت میں موجود تھے جن سے رشد و ہدایت کا سلسلہ جاری ہوا۔



عمارتِ خانقاہ

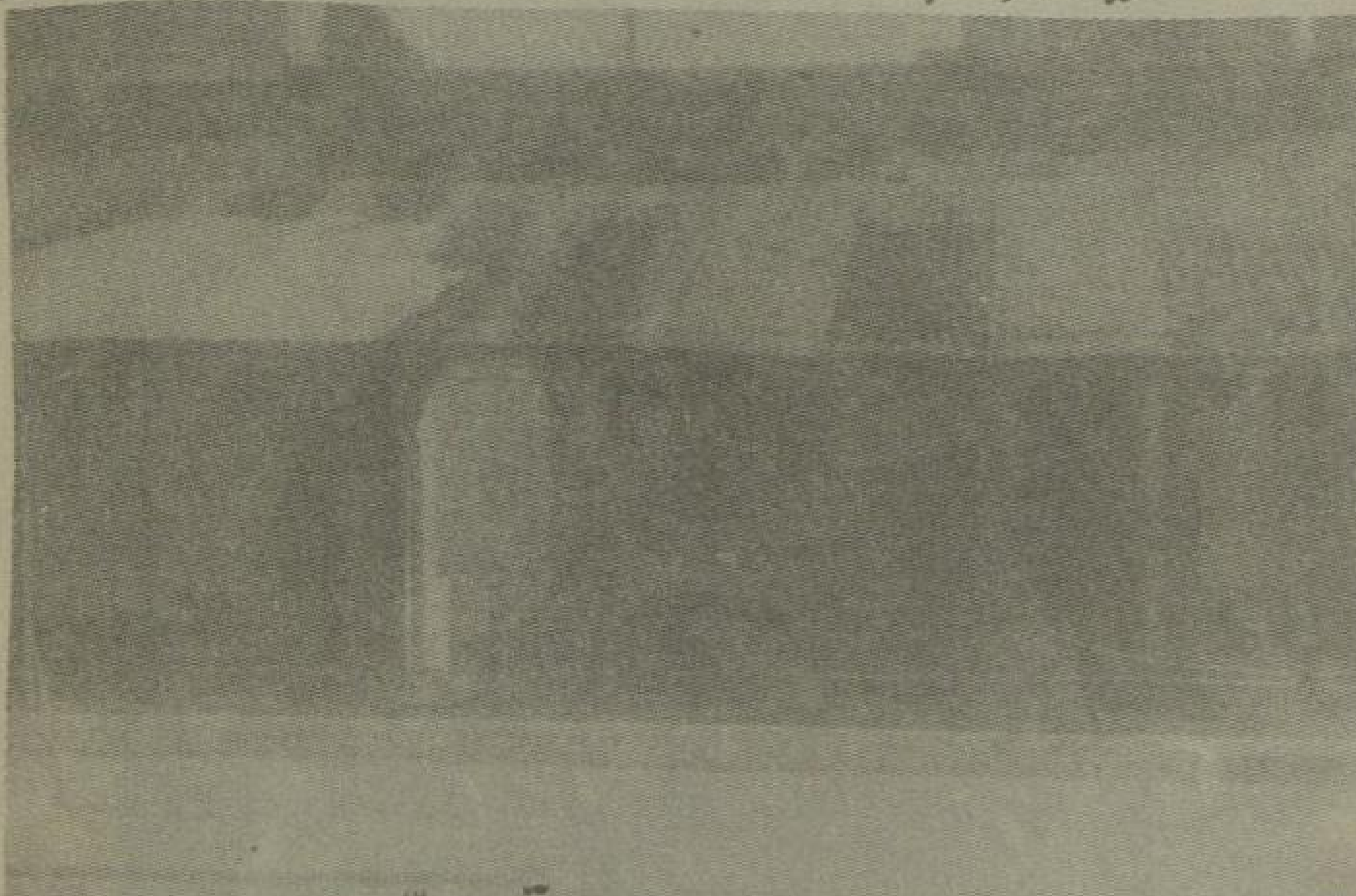
اس خانقاہِ مقدس میں جب داخل ہوتے ہیں تو پہلے اس کا پھاٹک ملتا ہے جو کافی بلند ہے۔ اس پھاٹک میں داخل ہوتے ہی اس کے ہر دو جانب دو مختصر غسل خانے ہیں



دروازۂ خانقاہ

اور ہر غسل خانے کے آخر میں گرم پانی کا حمام ہے جس میں اندر کی طرف کنویں کے قریب دو نل لگے ہوئے ہیں جن سے گرم پانی نکلتا ہے۔ پھاٹک کے آگے بڑھ کر سامنے سیڑھی پر ہو کر اندر صحن میں داخل ہوتے ہیں۔ زینہ کے متصل بائیں جانب کنواں ہے جس میں چرخی لگی تھی اور رسی و چمڑے کا ڈول پڑا رہتا تھا۔ زینہ کے بعد سیدھی طرف دیوار سے ملا ہوا چیڑ کا ایک لمبا سا بکس رکھا ہوا تھا۔ اس میں جوتے رکھے جاتے تھے۔ سیدھی طرف ایک حجرہ ہے۔ اس کے سامنے بھی سردیوں میں وضو کرنے کے لئے اونچی سطح پر نالی بنی ہوئی ہے اس کے بعد زینہ کا دروازہ ہے۔ اوپر کے بالا خانے میں ایک حجرہ ہے۔ اس میں ایک صاحب مستقل مقیمِ خانقاہ رہتے تھے۔ نیچے شمال کی طرف سہ دری ہے اس کے آغاز

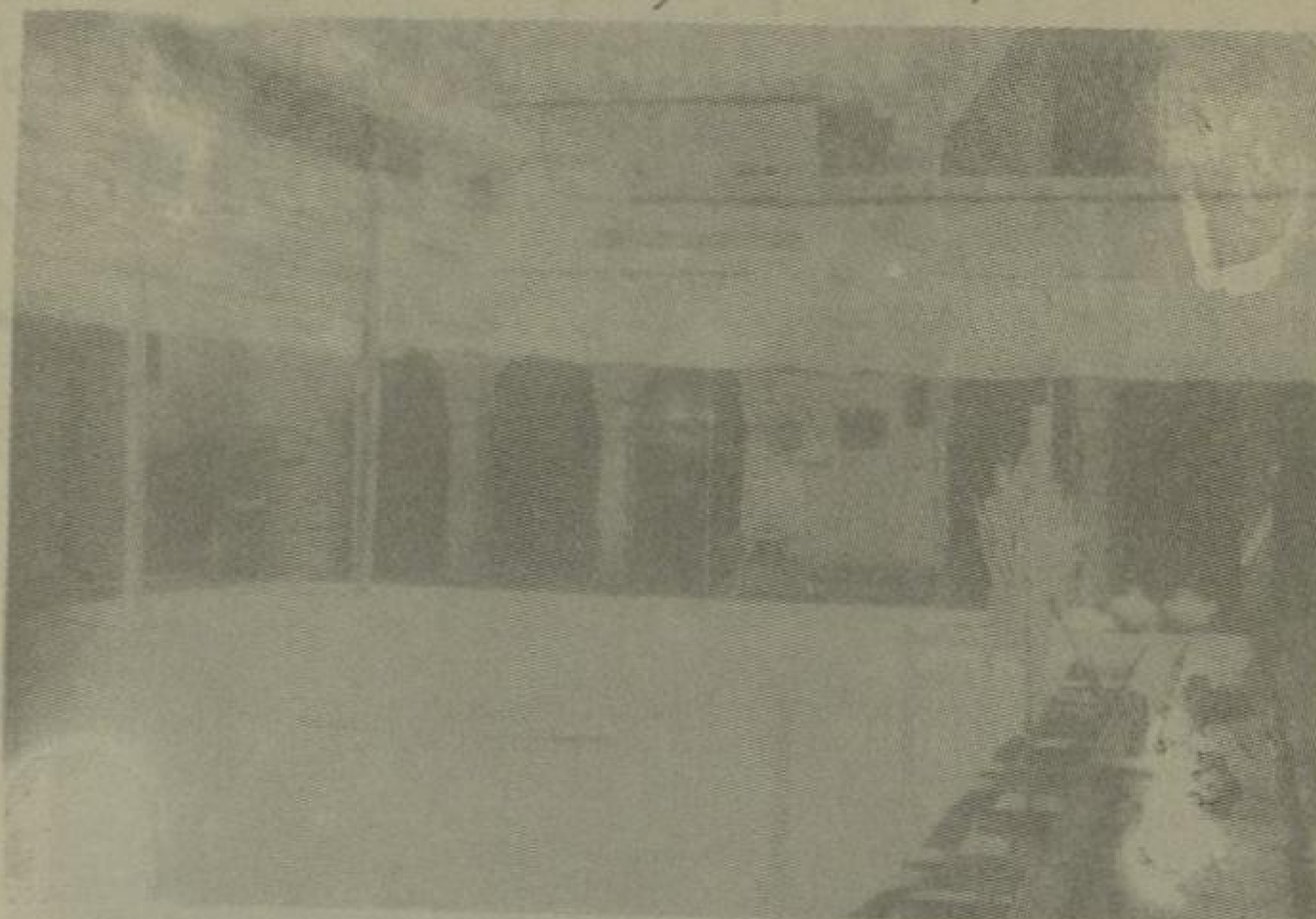
میں سیدھی طرف ایک الماری ہے ۔ اس میں خانقاہ میں روشنی کے لئے چھوٹے لیمپ ولالٹین وغیرہ رکھے جاتے تھے ۔ سہ دری کے باہر دیوار سے ملے ہوئے ادھر اُدھر چیڑ کے دو بکس رکھے ہوئے تھے جس میں طالب علم وغیرہ اپنے جوتے رکھا کرتے تھے ۔ سہ دری کے اندر چٹائی کا فرش بچھا ہوا تھا ۔ اس میں مدرس صاحبان مع اپنے طلبا کے درس و تدریس میں مشغول رہا کرتے تھے ، تفسیر و حدیث وغیرہ کا درس ہوتا تھا ۔ اس سہ دری کے اندر سامنے ایک کمرہ ہے ، جس کے اندر ایک دروازہ مشرق کی طرف باہر سڑک



خانقاہ کا اندرونی مشرقی حصّہ

کی طرف بھی کھلتا تھا ۔ اس کمرے میں حضرت رح کے بھتیجے مولوی شبیر علی صاحب مرحوم کا دفتر تھا جو مہتمم خانقاہ تھے اور اسی کمرے میں رسالہ "التبلیغ والنور" کا دفتر بھی تھا جو مولوی صاحب موصوف کے زیر اہتمام اور ایڈیٹری میں شائع ہوتے تھے ۔ اس کمرہ کے اندر ایک اور لمبا سا کمرہ تھا اس میں حضرت رح کی شائع شدہ تصانیف کا ذخیرہ تھا جس کے مالک مولوی شبیر علی صاحب مرحوم تھے ۔ وہی اپنے ذاتی مصارف سے ان کی طباعت و اشاعت کے ذمہ دار تھے اس معاملہ سے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا کوئی تعلق اور واسطہ نہ تھا حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کسی تصنیف کا کسی صورت سے بھی کبھی شمہ برابر بھی مالی

معاوضہ نہیں لیا اور نہ ہی حق تصنیف محفوظ فرمایا۔ بلکہ تمام تصانیف فی سبیل اللہ وقف فرمادی تھیں۔ جس کا جی چاہے شائع کرے۔ مولوی شبیر علی صاحب مرحوم سے امور متعلقہ خانقاہ وابستہ تھے اور ہر دریافت طلب امر انہیں سے متعلق تھا۔



دائیں طرف دفتر اس کے بائیں طرف مہمان خانہ سامنے مدرسہ

کمرے سے باہر کی سہ دری سے ملی ہوئی ایک اور سہ دری ہے۔ بیچ میں ان دونوں کے ایک محرابی دروازہ ہے۔ گویا دونوں مل کر ایک دالان ہے۔ اس سہ دری میں بھی طالب علم پڑھتے تھے۔ اس آخری سہ دری کے اندر تین دروازوں کا ایک وسیع کمرہ ہے جس میں چٹائی کا فرش بچھا ہوا تھا۔ اور اس کمرہ کے اندر ایک اور کمرہ مختصر سا تین در کا ہے اس میں چارپائیاں بھی رہتی تھیں۔ یہ دونوں کمرے مہمان خانے کے نام سے موسوم ہیں، اس میں تازہ وارد مہمان مقیم ہوتے تھے اور اپنا اسباب وغیرہ رکھتے تھے، پھر صحن کے غرب کی طرف ایک بڑا سا دالان ہے یہ دالان بھی طلباء کے درس و تدریس کے لئے تھا اس میں چھوٹے بچے قرآن شریف حفظ و ناظرہ پڑھتے تھے اس میں بھی چٹائی کا فرش تھا۔ اس دالان کے اندر متعدد مختصر حجرے بنے ہوئے ہیں جن میں

بعض طالب علم رہتے تھے۔ اس دالان کے سیدھی طرف ایک پتلا سا گلیارہ ہے اس میں بھی دونوں طرف حجرے بنے ہوئے ہیں اور دالان کے اور اس گلیارہ کے اتصال پر غرب کی طرف ایک زینہ ہے جس سے اوپر جاتے ہیں اور اس دالان کے چھت پر حجرے بنے ہوئے ہیں ان میں جو لوگ عرصہ تک مہمان رہتے تھے وہ مقیم ہوتے تھے گلیارے میں نیچے جو حجرے ہیں ان کی چھت پر بھی مختصر حجرے بنے ہوئے ہیں نیچے باہر والے دالان سے ملی ہوئی جنوب کی طرف مسجد ہے اس مسجد میں تین در ہیں مسجد میں اندر تین صفیں ہو جاتی تھیں۔ جس میں تقریباً چالیس آدمی نماز پڑھ سکتے تھے۔ مسجد کے باہر رنگین



گنبد مسجد

ٹین کا) سائبان ہے۔ اس میں بھی تقریباً تین صفیں ہوتی تھیں پھر اس کے آگے مسجد کا صحن ہے مسجد کے اندر مغربی جانب میں تین، چار گوشہ نما درجے ہیں۔ ان کے اندر داخل ہونے سے سیدھی طرف دیوار میں دو خوبصورت تختے جڑے ہوئے ہیں جن پر کلام پاک کی کئی جلدیں رکھی رہتی تھیں۔ سامنے والی الماری میں بھی کلام پاک اور مناجات مقبول کی کئی جلدیں رکھی رہتی تھیں۔ ان ملحقات مسجد میں رمضان شریف کے زمانہ میں لوگ معتکف رہتے

تھے مسجد کے فرش پر کھجور کی موٹی چٹائی بچھی ہوئی تھی باہر مسجد کے سائبان سے متصل جنوب
کی طرف حضرتؒ کی نشست کی سہ دری ہے، جس کا مفصل نقشہ آگے مذکور ہے صحن مسجد
کے آخر میں مشرق کی طرف دیوار میں ایک مختصر سی الماری ہے جس میں حضرت کی دوائیں وغیرہ مقفل
رہتی تھیں اس کے نیچے ایک لمبی سی منڈیر بنی ہوئی ہے جس کے آگے نالی بنی ہوئی ہے یہ جگہ
وضو کرنے کے لئے ہے، اس کے اوپر ایک بالاخانہ ہے جس میں مہمان مقیم ہوتے تھے
اس میں چار چار پائیاں بچھی رہتی تھیں - اس کمرے کے شمال کی طرف ایک دروازہ ہے
جس کے آگے تھوڑا سا چھت کا کھلا ہوا صحن ہے اس حجرے میں کئی کھڑکیاں ہیں، کمرہ
کشادہ اور آرام دہ ہے فرشِ مسجد کے اختتام پر مشرق کی طرف سائبان کے نیچے اور
کنوئیں کے درمیان ایک دروازہ ہے جس کے اندر ایک گلیارہ سا ہے - اس گلیارہ
میں بائیں طرف دو غسل خانے ہیں جن میں کواڑ لگے ہوئے ہیں - اس گلیارہ کے آخر میں ایک
دروازہ ہے جس میں ایک کواڑ لگا ہوا ہے، اس کو کھولنے کے بعد سیدھی طرف پھر ایک لمبا سا
گلیارہ ہے اس میں استنجا خانہ اور پاخانے بنے ہوئے ہیں - اندر داخل ہونے پر سب سے
پہلے بائیں ہاتھ کی طرف ایک درجے میں استنجے کے لئے مٹی کے ڈھیلے بھرے رہتے تھے
اس کے بعد دوسرے درجے میں پیشاب کے لئے جگہ بنی ہوئی تھی - استنجا کرنے کے بعد
ڈھیلے وہیں قریب ایک گوشہ میں ڈال دیئے جاتے تھے پیشاب خانہ کے درجے کے بعد
کئی ایک پاخانے کے درجے ہیں ان پاخانوں میں جا کر طاقوں میں استنجے کے ڈھیلے رکھ دیئے
جاتے ہیں اور فراغت کے بعد ڈھیلوں سے استنجا کر کے ڈھیلے وہیں کونڈے میں ڈال دیئے
جاتے تھے (پانی کا لوٹا وغیرہ وہاں نہیں لے جاتے نہ آبدست لیتے ہیں) اس گلیارہ کے
باہر جو مختصر گلیارہ میں غسل خانے ہیں ان میں پانی کا بدھنا پہلے سے بھر کر رکھ لیتے ہیں -
وہاں جا کر پانی سے استنجا کرتے ہیں اسی طرح پیشاب کا استنجا بھی وہیں پانی سے
پاک کرتے ہیں - پھر پانی کا بدھنا لا کر باہر حدود مسجد میں جو منڈیر بنی ہوئی ہے وہاں

رکھ دیا جاتا ہے۔ غسل خانے میں نہیں چھوڑا جاتا۔ خانقاہ کے وسطی صحن میں چاروں طرف ٹین کا سائبان پڑا ہوا ہے مسجد میں داخلہ کے پھاٹک کے سامنے سائبان کے بعد صحن میں حوض ہے جو تمام تر پٹا ہوا ہے۔ حوض لمبائی میں چوڑائی سے زیادہ ہے لیکن صرف شرقی جانب ڈیڑھ فٹ کے قریب چوڑائی میں کھلا ہوا ہے اور کافی لمبا ہے۔ وضو کے لئے بیٹھنے کی جو پٹڑی ہے اس کے آگے نالی بنی ہوئی ہے۔ اس کے بعد حوض کا کھلا ہوا حصّہ ہے۔ جب وضو کے لئے بیٹھتے ہیں تو رُخ مغرب کی طرف ہوتا ہے، اس حوض کے کھلے ہوئے حصّے کے اوپر پٹاؤ کے حاشیہ پر لوہے کا جنگلہ لگا ہوا ہے۔ حوض کے داہنی طرف مدرسہ کی سہ دری کا صحن ہے اور بائیں جانب مسجد کا مختصر سا صحن ہے دونوں صحن ایک ہی سطح پر ہیں درمیان میں معمولی نشان حد فاصل ہے جمعہ کی جماعت زیادہ ہوتی ہے تو نماز حوض کے پٹاؤ پر اور مدرسہ کے دالان و سائبان و صحن میں سب جگہ ہوتی ہے اور مسجد کی صفوں کا سلسلہ قائم رہتا ہے حوض کے شمال کی طرف تھوڑی سی کھلی ہوئی جگہ ہے اسی طرح جنوب کی طرف تھوڑی کشادہ جگہ ہے جہاں ٹین کے سائبان میں بیٹھ کر حضرت قبلہ وضو کرتے تھے اسی جگہ نالیاں بنی ہوئی ہیں جس کا پانی حوض کی پٹڑی کے نیچے نیچے ہو کر باہر نکل جاتا ہے، جہاں حضرتؒ وضو فرماتے تھے۔ اسی سائبان کے نیچے حضرت کا مصلیٰ بچھا رہتا تھا جہاں سنن و نوافل بھی حضرت اکثر پڑھا کرتے تھے۔ اسی سائبان کے نیچے سہ دری کی دیوار پر ایک اعلان ضوابطِ اوقاتِ حضرت کے معمولات کے متعلق نوواردوں کی اطلاع کے لئے لگا ہوا ہے اس کا دوسری جگہ ذکر ہے غسل کرنے کے واسطے باہر جانے والے پھاٹک کے اندر جو غسل خانے ہیں ان میں غسل کرنے کے لئے لوہے کے اور مٹی کے گھڑے رکھے رہتے تھے جاڑوں میں گرم پانی کے لئے حمام (سقاوہ) تیار کیا جاتا تھا۔ خانقاہ کے جنوب میں جس سہ دری میں حضرتؒ تشریف رکھتے تھے وہ چھ در کا ایک ہی دالان ہے۔ جس کے درمیان میں ایک محراب ہے گویا ایک لمبی شش دری ہے تخمیناً دس گز لمبی اور ساڑھے تین گز چوڑی پہلی

سہ دری میں پرانی جاجم کا فرش بچھا ہوا تھا۔ بیچ کے در میں کچھ اندر کی طرف اور کچھ حصّہ باہر کی طرف ایک کچی قبر ہے۔ برائے نام کچھ تھوڑی سی اونچی ہے۔ دالان کے فرش کے نیچے پوشیدہ رہتی ہے۔ اس خام قبر کے قریب ایک مٹی کا کونڈا پانی سے بھرا ہوا رکھا رہتا تھا۔ شاید چڑیوں کے پینے کے واسطے، یہ قبر سنا جاتا ہے کسی بزرگ[1] کی ہے جو بہت عرصہ پہلے اسی مسجد میں رہا کرتے تھے یعنی حضرت حاجی صاحبؒ کے زمانے سے بہت پہلے شاید ان کی دعا تھی کہ ان کی قبر پر ذکر اللہ ہوتا رہے چنانچہ دن رات ذکر اللہ ہی ہوتا رہتا ہے مشہور ہے کہ جن طالب علموں کو کلام پاک یا دوسری کتب کے پڑھنے میں دقت ہوتی ہے وہ اس سہ دری میں قبر کے قریب بیٹھ کر مطالعہ کرتے ہیں اور بہت جلد ان کا مطالعہ رواں ہوجاتا ہے۔ واللہ اعلم۔ اس پہلی سہ دری کے دروازوں کے سامنے جنوبی دیوار میں دو در کا ایک کمرہ ہے۔ جس میں کتب خانہ ہے اس میں ایک عالم صاحب بیٹھتے تھے اور استفتاء وغیرہ کے جوابات لکھا کرتے تھے۔ سہ دری کے اندر ایک گوشہ میں ایک لیٹر بکس آویزاں تھا اس میں مقیمانِ خانقاہ یا تازہ واردانِ خانقاہ اپنا حال لکھ کر حضرتؒ کے ملاحظہ کے لئے ڈال دیا کرتے تھے اور صبح کی نماز کے بعد حضرت ان کو نکال کر جواب تحریر فرماتے تھے۔ اس پہلی سہ دری کی شرقی دیوار میں ایک مختصر سی کوٹھڑی ہے اس میں چیڑ کے دو صندوق رکھے رہتے تھے جس میں ردّی کاغذ اور استعمال شدہ لفافہ و پوسٹ کارڈ وغیرہ ڈالے جاتے تھے۔ اس صندوق پر المونیم کا ایک لوٹا رکھا رہتا تھا جس سے حضرت وضو فرماتے تھے۔ حضرت کی چھڑی اور نعلین مبارک یہیں ایک کونے میں رکھے رہتے تھے۔ جو حضرت خود ہی رکھتے تھے اور خود ہی اٹھاتے تھے، یا کوئی خاص خادم اٹھا کر ساتھ لے جاتا تھا۔ کسی اور کو اس کی اجازت نہ تھی۔ اس کوٹھڑی کے دائیں طرف دیوار سے ملی ہوئی ایک آرام کرسی جس میں کپڑا لگا ہوا تھا رکھی رہتی تھی اور بائیں جانب لکڑی

---

[1] حضرت قاضی محمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ مصنف مصطلحات الفنون۔

کے اسٹینڈ پر لوہے کا ایک ترازو کا کانٹا وزن کرنے کا رکھا ہوا تھا۔ اس میں خطوط یا پارسل وغیرہ کا وزن کیا جاتا تھا۔ حضرت جس سہ دری میں تشریف رکھتے تھے اس میں



دائیں طرف سہ دری اس کے بائیں طرف پہلی سہ دری

جانے کے لئے اس پہلی سہ دری سے ہو کر جاتے تھے کیونکہ حضرت کی نشست کے سامنے کی سہ دری کے دروازے مسجد کے اندر کھلتے تھے اور وہ نیچے سے ایک فٹ تک بند بھی تھے اور لوہے کی دو دو سلاخیں بھی ان میں لگی ہوئی تھیں اس لئے اس طرف سے آمد و رفت نہ تھی۔

دل میں کس کی بزمِ عشرت کا سماں رکھتا ہوں میں
اپنی نظروں میں جمالِ دو جہاں رکھتا ہوں میں
کنجِ تنہائی کی مونس شامِ غربت کی رفیق
ایک تصویرِ خیالی حرزِ جاں رکھتا ہوں میں

اعلانِ انضباطِ اوقات:

سہ دری کے دروازے پر حضرت کی طرف سے حسب ذیل اعلان آویزاں تھا:۔

نظم الاوقات تاکہ نہ اہل حاجت کا حرج ہو نہ احقر کا

۱۔ صبح سے بارہ بجے تک مجھ کو متفرق ایسے کام رہتے ہیں جو تنہائی میں ہو سکتے ہیں اس وقت کسی سے ملنے میں یا بات چیت کرنے میں تکلیف بھی ہے حرج بھی ہے۔

۲۔ البتہ اوپر کے نمبر سے تین اشخاص مستثنیٰ ہیں۔ ایک وہ شخص جو تازہ آیا ہو اور صرف ملاقات کا مصافحہ کرنا چاہتا ہو، دوسرا وہ جو جا رہا ہو اور صرف رخصت کا مصافحہ کرنا چاہتا ہو۔ تیسرا وہ شخص جس کو ایسی حاجت ہو کہ اس میں مہلت نہیں ہو سکتی مثلاً درد زہ وغیرہ کا تعویذ لینا ہو یا فوری ضرورت کا کوئی مسئلہ پوچھنا ہو جس میں تاخیر نہ ہو سکے۔ مگر تینوں اشخاص کو چاہیئے کہ آتے ہی کہہ دیں کہ ہمارے اس وقت آنے کی یہ وجہ ہے تاکہ معلوم نہ ہونے سے پریشانی نہ ہو۔

۳۔ پھر بارہ بجے سے نماز ظہر سے فارغ ہو کر اپنی مجلس میں بیٹھنے تک میرے قیلولہ و نماز کا وقت ہے اس میں ملاقات سے اور نیز سب خدمات سے معافی چاہتا ہوں۔

۴۔ پھر جب ظہر پڑھ کر اپنی مجلس میں حاضر ہو جاؤں اس وقت سے عصر کی اذان ہونے تک عام اجازت ہے بیٹھنے کی ہر قسم کی بات چیت کی تعویذ وغیرہ مانگنے کی البتہ جمعہ کا دن تعویذ دینے سے مستثنیٰ ہے۔

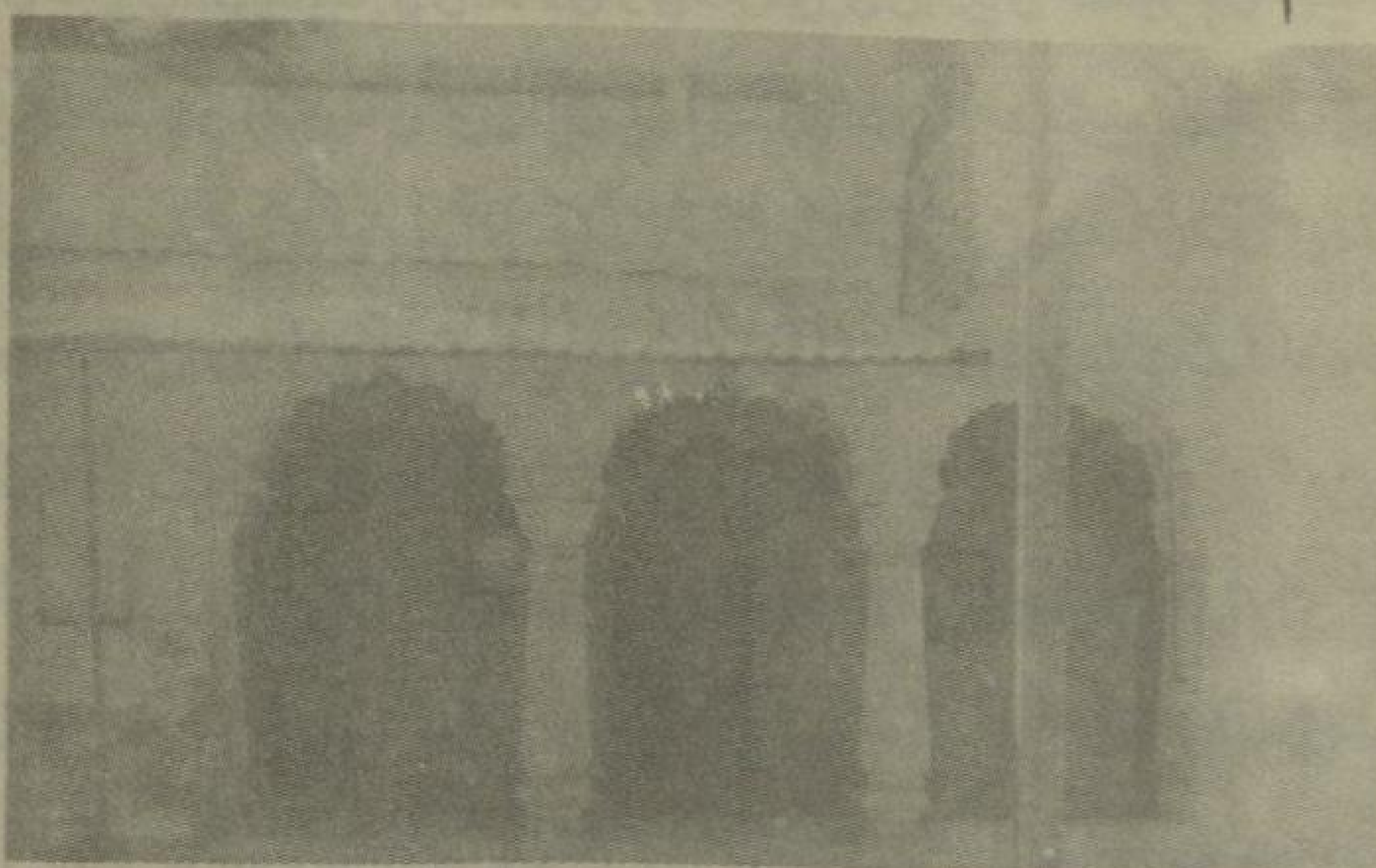
۵۔ پھر اذان عصر سے نماز سے فارغ ہونے تک کے لئے وہی قاعدہ ہے جو صبح سے ۱۲ بجے تک کے وقت کا ہے جو ۱ میں مذکور ہے اور وہی لوگ یہاں بھی مستثنیٰ ہیں جو ۲ میں مذکور ہیں۔

۶۔ عشاء کے بعد علی الاطلاق معذوری ظاہر ہے باستثناء ضرورت شدید۔

کتبہ احقر اشرف علی

در فیض است منشیں از کشائش ناامید اینجا
برنگ دانہ از ہر قفل می رُوید کلید ایں جا

مقامِ مسند



سہ دری حضرت رحمۃ اللہ علیہ

اگر فردوس بر روئے زمین است
ہمین است و ہمین است و ہمین است

جنوبی دالان کی دوسری سہ دری جہاں حضرتؒ کی نشست تھی وہ مسجد کے سائبان کے جنوب میں ہے۔ اس میں مسجد کی طرف تین دروازے ہیں۔ سہ دری کے اندر جنوبی دیوار میں ایک مثلث نما بہت ہی مختصر سا حجرہ ہے۔ اس حجرے کے دروازے سے ملی ہوئی جگہ پر حضرت تشریف فرما ہوتے تھے۔

اسی سہ دری میں مغرب کی طرف ایک دوسرا حجرہ ہے۔ یہ بھی مختصر و تنگ اور مثلث ہے۔ یہ دونوں حجرے حاجی امداد اللہ صاحب مکی رحمۃ اللہ علیہ کے وقت کے ہیں اور حضرت حاجی صاحبؒ بھی اسی سہ دری میں قیام فرماتے تھے اس سہ دری میں دھاری دار دری کا فرش بچھا رہتا تھا۔ جہاں حضرت رحمۃ اللہ علیہ تشریف رکھتے تھے اس جگہ فرش پر ہرن کی کھال بچھی ہوئی تھی جس کے حاشیہ پر سیاہ کپڑے کی گوٹ لگی تھی۔ اس سہ دری کی جانماز بچھی رہتی تھی اور سردیوں

میں اس پر روئی کا گدا بچھا دیا جاتا تھا۔ اس پر حضرت رحمۃ اللہ علیہ تشریف فرما ہوتے تھے۔ بائیں طرف گاؤ تکیہ رکھا رہتا تھا۔ حضرت کی نشست کے سامنے ایک چھوٹی سی چوکھونٹی چوکی نما میز رکھی رہتی تھی اس پر ایک لمبی سی الماری رکھی رہتی تھی جس کی اونچائی فٹ بھر ہوگی نیچے والی میز پر مختلف کتابیں رکھی رہتی تھیں۔ بیچ میں ایک جیبی گھڑی سفید چمڑے کے غلاف میں رکھی رہتی تھی، جس میں زنجیر بھی لگی ہوئی تھی۔ ایک ٹائم پیس ٹین کے بکس میں بند رکھی رہتی تھی۔ اسی نیچے والی میز میں دو درازیں تھیں جس میں قفل لگا ہوا تھا۔ اس کے اندر حضرت کے مختلف مدوں کی رقوم محفوظ رہتی تھیں۔

اوپر والی الماری میں سامنے کا تختہ نیچے سے اوپر کی طرف کھلتا تھا۔ اس میں بھی قفل لگا ہوا تھا۔ اس کے اندر بھی چند کتابیں اور بیاضیں وغیرہ محفوظ رہتی تھیں۔ اس الماری کے اوپر بھی چند کتابیں رکھی رہتی تھیں۔ ایک مجلد کاپی تھی جس میں دھوبی کے کپڑے لکھے جاتے تھے کچھ یادداشتوں کی کاپیاں اور ایک بلاٹنگ کا چپٹا سا رولر رکھا رہتا تھا۔ ایک شیشہ کا پیپر ویٹ بھی تھا۔ نشست کے سامنے والی میز کے نیچے ایک لکڑی کا قلمدان رکھا رہتا تھا جس کے اندر کپڑے میں ترکی ہوئی سیاہ روشنائی کی دوات تھی ایک جالی دار ڈبیا جس میں روشنائی خشک کرنے کے لئے ریت بھری تھی۔ ایک چاقو۔ ایک چھوٹی قینچی دو کلک کے قلم دو ہولڈر تھے، ایک سفید ہڈی کا اور ایک سبز لکڑی کا۔ اکثر حضرت باریک تحریر سفید ہولڈر سے لکھتے تھے۔ لفافوں پر پانی لگانے کا سرخ رنگ کا آلہ بھی تھا اس کے نیچے کی طرف ترا سپنج لگی ہوئی تھی۔ اس قلمدان کے نیچے کی کشتی میں تعویذ وغیرہ لکھنے کے لئے کاغذ کے ٹکڑے رکھے رہتے تھے۔ یہ ٹکڑے عموماً استعمال شدہ کاغذوں سے کاٹ کر رکھ لیتے تھے۔ میز کے ایک جانب ٹین کے پونگے رکھے رہتے تھے۔ حضرت کے سیدھے ہاتھ کی طرف سامنے الماری سے ملا ہوا جو پونگا رکھا ہوتا تھا اس میں ڈاک خانہ کے خطوط لائے جاتے تھے اور بھیجے جاتے تھے، ان پونگوں میں قفل لگا ہوتا تھا جس کی ایک کنجی حضرت کے پاس رہتی تھی اور ایک

پوسٹ ماسٹر کے پاس رہتی تھی حضرت مولانا جس وقت خطوط آتے تھے ان کو چاک کر کے اندر کے جوابی لفافوں کے اندر خطوط رکھ دیتے تھے جو چھوٹی میز پر بائیں ہاتھ کی طرف کنارے پر رکھے رہتے تھے۔ بعد ظہر جب تشریف رکھتے تھے اور مجلس عام ہوتی تھی اس وقت ان خطوط کے جوابات تحریر کئے جاتے تھے اور کبھی کبھی درمیان میں حاضرین سے کچھ گفتگو فرماتے جاتے تھے۔ نشست کی بائیں طرف دیوار میں ایک طاق ہے اس میں ایک کلاک نہایت خوبصورت رکھی ہوئی تھی اور اس طاق میں شیشہ دار فریم لگا تھا اس گھڑی میں آفتاب کے طلوع و غروب کے حساب سے وقت رہتا تھا۔ ایک دھوپ گھڑی خانقاہ کی شمالی چھت کے کونے پر نصب تھی جس کے وقت کے مطابق نمازیں ہوتی تھیں ۔ دالان کے غربی حجرے کے دونوں طرف ایک ایک طاق تھا۔ دائیں طاق میں کچھ متفرق کاغذات رکھے رہتے تھے اور بائیں طاق میں کچھ ادویات کی شیشیاں وغیرہ اور ڈبے اور سر میں ڈالنے کا تیل رکھا رہتا تھا۔ اسی طاق میں ایک تھیلی میں سنگِ لرزاں بھی رکھا ہوا تھا یہ عجیب و غریب چیز ہے نو انچ لمبا اور چھ انچ چوڑا پتھر ہے۔ انگلی سے دبانے سے سخت اور ویسے ہاتھ سے ہلاتے سے ہلتا تھا بلکہ ایک ایک کونہ ہلتا تھا، جہاں سے ہلاؤ وہیں سے ہلتا تھا۔ کسی نے حضرت کی خدمت میں ہدیتاً پیش کیا ہو گا واللہ اعلم۔ جہاں حضرت والا کی نشست تھی وہاں اوپر چھت پر ہاتھ سے کھینچنے والا ایک پنکھا لوہے کے تاروں میں آویزاں رہتا تھا جس میں پنج رنگی پیوند لگے ہوئے تھے۔ سامنے والے تین دروازوں میں ٹاٹ کے پردے بندھے ہوئے تھے، جو اکثر لپٹے رہتے تھے اور ضرورت کے وقت کھولے جاتے تھے۔ حضرتؒ کی نشست کے سامنے والی دیوار میں ایک الماری ہے مختصر سی جس میں پٹ لگے ہوئے ہیں وہ مقفل رہتی تھی اس میں شاید رقوم محفوظ رہتی تھیں واللہ اعلم۔

نشست کے سامنے سہ دری کے تینوں دروازوں میں نیچے کے حصے میں لوہے کی دو سلاخیں لگی ہوئی تھیں نشست گاہ کی بائیں طرف گاؤ تکیہ پر دو اور چھوٹے نرم تکیئے رکھے رہتے تھے

ایک سُرخ رنگ کا تھا۔ سیدھی طرف الماری سے ملا ہوا پیتل کا اگالدان رکھا رہتا تھا۔

دوسری جانب کاغذ رکھنے کا پتلا ساخانہ دار اسٹینڈ تھا۔ سہ دری کی غربی دیوار میں ایک طاق ہے اس میں مسواک رکھی رہتی تھی۔ اس کے نیچے ایک مطبوعہ نقشہ اوقاتِ نماز و سحر افطار کا ٹنگا رہتا تھا اور کھونٹی پر ایک چارخانہ دار رومال پڑا رہتا تھا جو سر کا تیل پونچھنے کے لئے تھا۔

یہ میں نے آپ کے تصورات کے سامنے اپنے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی نشست گاہ کا ایک نقشہ پیش کیا ہے تاکہ آپ کو یہ بھی معلوم ہو جائے کہ اس شہرۂ آفاق مجددِ عصر کی خانقاہ کا کیا انداز تھا۔

معمولاتِ اہلِ خانقاہ

نمازِ فجر کے بعد کچھ لوگ مسجد میں وظیفہ پڑھتے رہتے تھے اور کچھ اہلِ خانقاہ اور طالب علم کلامِ پاک کی تلاوت میں مشغول رہتے تھے اور کچھ لوگ ذکرِ جہری میں محو ہوتے تھے۔ پھر سورج نکلنے پر مدرسہ شروع ہوتا تھا۔ خانقاہ کے شمالی و غربی دالانوں میں جگہ جگہ مختلف جماعتوں کے طلباء اپنے اپنے اسباق میں مصروف رہتے تھے۔ چھوٹی جماعتوں کے لڑکے کلامِ پاک بلند آواز سے پڑھتے تھے۔ ساڑھے دس بجے کے بعد مدرسہ ختم ہو جاتا تھا اور ظہر کی اذان تک خانقاہ میں خاموشی رہتی تھی۔ ظہر کی اذان کے بعد لوگ وضو کر کے مسجد میں جمع ہوتے جاتے تھے۔ نماز کے بعد مدرسہ پھر شروع ہو جاتا تھا اور پھر طلباء کے پڑھنے سے خانقاہ گونجنے لگتی تھی۔ اذانِ عصر کے بعد مدرسہ ختم ہو جاتا تھا۔ نماز کی عملی تعلیم دینے کے لئے چھوٹی جماعتوں کے چھوٹے چھوٹے لڑکے وضو کر کے صف در صف نماز کے لئے کھڑے ہو جاتے تھے اور ایک لڑکا امام بنتا تھا اور قراءت کے ساتھ ساری نماز ادا کرتا تھا نماز ختم کر کے یہ لڑکے چھٹی پا کر اپنے مکان چلے جاتے تھے۔ عصر کی جماعت کے بعد چند اہلِ خانقاہ حوض کے پٹاؤ پر حلقہ باندھ کر بیٹھ جاتے تھے اور ختم خواجگان دانوں پر پڑھتے تھے (یہ سلسلہ اب بھی جاری ہے)۔

اس کے بعد ایک صاحب بآوازِ بلند ایک تختی پر لکھی ہوئی دعائیں پڑھتے تھے اور سب لوگ آہستہ آہستہ آمین کہتے جاتے تھے ان دعاؤں میں جمیع مسلمانوں کی فلاح دارین کے لئے دعا ہوتی تھی پھر خاص خاص دعائیں یعنی جو شخص اپنے مقاصد کے لئے دعا کرانا چاہے وہ بھی اس کے بعد کی جاتی تھیں۔ اس کا طریقہ یہ تھا کہ جو لوگ اس ختم خواجگان میں دعا کرانا چاہتے وہ اپنے مقاصد کے لئے دُعا کا مضمون لکھ کر دیتے تھے۔ اس ختم کی دعائیں ہمیشہ تیر بہدف ثابت ہوتی ہیں۔

اس کے بعد مغرب کے وقت تک پھر مسجد و خانقاہ میں خاموشی رہتی تھی۔ مغرب کی نماز کے بعد مسجد کے صحن میں اور مسجد کے دالان میں اور بیت الخلاء اور غسل خانوں میں اور مہمان خانوں میں روشنی کر دی جاتی تھی۔ لوگ اپنے اپنے کھانوں میں مشغول ہو جاتے تھے کہیں کہیں کوئی طالب علم اپنے سبق کے مطالعہ میں منہمک نظر آتا تھا اور کوئی ذکر و تسبیحات میں محو ہوتا تھا۔

عشاء کی نماز کے بعد ہر شخص اپنی اپنی جائے قیام پر چلا جاتا تھا۔ پھر کسی کو آپس میں باتیں کرنے کی اجازت نہ تھی اور خانقاہ کا پھاٹک بند کر دیا جاتا تھا۔ پھاٹک ایک خاص مقررہ وقت پر شب کو بند ہوتا اور فجر کی اذان کے بعد کھلتا تھا۔ پھاٹک بند کرنے سے پہلے آواز دے دی جاتی تھی کہ جس کو باہر جانا ہو وہ چلا جائے۔

جو شخص وہاں مہمان ہوتا تھا اس کے لئے ہر طرح کی راحت و ضرورت کا سامان مہیا رہتا تھا ہر نووارد اپنے آنے کی اطلاع مہتمم خانقاہ کو کر دیتا اور مہمان خانہ میں مقیم ہو جاتا تھا۔ اگر مہمان کی پہلے سے کوئی خصوصیت نہیں تو اس کے لئے یہ ضابطہ تھا کہ اگر حضرت رحمۃ اللہ علیہ اپنی سہ دری میں تشریف رکھتے ہوں، اور کسی خاص کام میں منہمک نہ ہوں تو جا کر مصافحہ کرے اور اپنا تعارف کرا کے واپس چلا جائے، وہاں زیادہ دیر نہ ٹھہرے۔ پھر جب بعد ظہر مجلس عام ہو اس وقت وہاں حاضر ہو اور اگر اپنا کچھ حال وغیرہ عرض کرنا ہو تو جاتے ہی اول مرتبہ نہایت مختصر و مفصل طریقے سے صاف صاف عرض کر دے۔ حضرتؒ والا کو زیادہ استفسار یا انتظار کی زحمت نہ دے۔ پہلی ملاقات میں ہرگز کوئی تحفہ یا ہدیہ پیش نہ کرے۔ کوئی بات نامکمل

یا گول مول الفاظ میں نہ کرے۔ بلکہ جس مقصد سے آیا ہو فوراً صاف صاف عرض کر دے جو بات حضرت دریافت کریں اس کا جواب بلا تاخیر فوراً واضح اور صاف لفظوں میں عرض کر دے۔ حضرت کے سامنے جب حضرت دوسری طرف متوجہ ہوں کھڑا نہ ہو بلکہ فاصلہ پر بیٹھ جائے اور نہایت بے تکلف ہو کر بیٹھے۔ بہت مؤدبانہ ہیئت نہ بنائے اس کو حضرتؒ پسند نہ فرماتے تھے مگر حدود ادب سے بھی متجاوز نہ ہو جو ہدایت کہ حضرت فرمادیں اس پر پورا پورا عمل کرے اور کسی غلطی یا فرو گذاشت کی دلیل و توجیہہ نہ بیان کرے بلکہ اپنی غلطی کا صاف لفظوں میں اعتراف کر کے معافی چاہے اور آئندہ کے لئے اس غلطی سے اجتناب کا وعدہ کرے۔ مہمان نووارد کے کھانے کا انتظام بھی آسان تھا۔ ایک ملاجی صبح و شام آتے رہتے تھے وہ کھانے کا انتظام بہت ہی قلیل معاوضہ پر کر دیتے تھے، اور دونوں وقت کھانا مسجد میں پہنچا دیتے تھے۔ خانقاہ کے باہر ٹیلے پر بھی ایک دوکان تھی اس میں بھی آسانی سے انتظام ہو سکتا تھا اور وہاں دودھ چائے وغیرہ بھی دستیاب ہو جاتی تھی۔ اگر کسی مہمان کے پاس موسم سرما میں بستر اوڑھنے کا سامان کم ہوتا۔ تو خانقاہ کے مہتمم مولوی شبیر علی صاحب مرحوم سے دستیاب ہو سکتا تھا اور بعد استعمال بوقت واپسی انھیں کو واپس کر دیا جاتا تھا غسل خانے اور بیت الخلاء کے متعلق انتظام اوپر درج ہو چکا ہے۔ اسٹیشن پر اسباب لیجانے کے لئے بھی آسانی سے انتظام ہو جاتا تھا اور بہت کم مزدوری ہوتی تھی۔ دھوبی چوتھے پانچویں روز شام کے وقت خانقاہ میں آتا تھا اور حسب ضرورت وقت پر کپڑے دھو کر دے جاتا تھا حجام بھی اکثر آتا رہتا تھا اگر کسی نووارد کو کوئی بات دریافت کرنا ہو تو مقیمان خانقاہ سے معلوم ہو سکتی تھی۔ نووارد و اجنبی کو اوقات مقررہ کے علاوہ کسی وقت از خود حضرت کے پاس جانے کی اجازت نہ تھی کیونکہ حضرت کے معمولات کے خلاف تھا۔

مقیمان خانقاہ کو مجلس کے علاوہ دوسرے اوقات میں اپنے حجروں ہی میں رہنے کی ہدایت تھی آپس میں جمع ہو کر ملاقات و گفتگو کی اجازت نہ تھی اور نہ قصبہ میں کسی کے یہاں آنے جانے کی اجازت تھی اگر اس کی ضرورت ہوتی تو پہلے حضرتؒ کو اطلاع کرنا ضروری تھا۔

مختصر سوانح حیات

حضرت حکیم الامۃ مولانا شاہ محمد اشرف علی صاحب قدس سرہ العزیز

ابتدائی حالات

حضرت حکیم الامت قدس سرہ العزیز کے حسب ونسب کا تعلق تھانہ بھون (ضلع مظفر نگر یو۔پی۔ انڈیا) کے ایک مقتدر خاندان سے تھا آپ کے آباو اجداد صاحبِ علم وجاہت واہل منصب تھے۔

آپ نسباً فاروقی تھے اور مسلکاً صابری چشتی تھے حضرت شاہ حاجی محمد امداد اللہ مہاجر مکی قدس سرہ العزیز کے خلیفۂ ارشد تھے اور منجانب اللہ تعالیٰ تمام علوم ظاہری وباطنی سے متصف ہوکر زبان اہلِ حق پر حکیم الامت مجدد ملت محی السنت اور حجۃ اللہ فی الارض تھے۔ ان تمام اوصاف کا شاہد ناطق ان کا دین متین کا تحریری وتقریری اصلاحی وتجدیدی کارنامۂ تبلیغ واشاعتِ دین ہے جو ان کی حیات ہی میں مسلمانوں کے ہر طبقہ کے خواص وعوام میں اپنی جامعیت ونافعیت کی بناء پر مقبول ہوا اور ملک کے گوشہ گوشہ میں پھیلا اور شائع ہوا اور خلق اللہ کو مستفیض کیا۔

آپ کی ولادت باسعادت ۵ ربیع الثانی ۱۲۸۰ھ چہار شنبہ کے دن صبح صادق کے وقت بمقام تھانہ بھون (ضلع مظفر نگر یوپی انڈیا) میں ہوئی۔

بچپن میں علوم فارسی وحفظ قرآن سے وطن ہی میں فارغ ہوئے پھر علوم دینیہ کی تکمیل دار العلوم دیوبند سے ۱۲۹۵ھ/۱۳۰۱ھ میں ہوئی اس وقت آپ کی عمر تقریباً ۲۰ سال تھی۔ آپ کی دستار فضیلت حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی قدس سرہ العزیز کے متبرک ہاتھوں سے ہوئی آپ کے اساتذہ میں حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ

اور مولانا محمد یعقوب صاحب دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ کی توجہات خصوصی آپ کے ساتھ وابستہ رہیں۔ تعلیم سے فارغ ہو کر آپ صفر ۱۳۰۱ھ میں بسلسلۂ ملازمت مدرسہ فیض عام کانپور تشریف لے گئے۔ کچھ عرصہ بعد بچند وجوہ وہاں سے قطع تعلق کر کے کانپور کی جامع مسجد میں ایک مدرسہ جامع العلوم کے نام سے قائم کیا۔ اور وہاں مستقلاً درس و تدریس میں مشغول رہے۔ اس عرصہ میں آپ کے عارفانہ و عالمانہ مواعظ و ملفوظات اور تہذیب و تربیت باطنی کا سلسلہ بھی جاری رہا جس کو اہلِ ذوق و اہلِ بصیرت قلمبند کرتے رہے۔ ابتدا ہی سے آپ کے علوم ظاہری و باطنی کے فیوض سے خواص و عوام میں بڑی ہردلعزیزی اور جاذبیت پیدا ہو گئی تھی۔

آپ نے پہلا حج بیس سال کی عمر میں اپنے والد صاحب کی معیت میں ۱۳۰۱ھ میں کیا۔ اس وقت قطب العالم شیخ العرب والعجم حضرت شاہ محمد امداد اللہ صاحب تھانوی ثم مہاجر مکی قدس سرہ العزیز سے دست بدست بیعت ہونے کا شرف حاصل کیا اس سے قبل ۱۲۹۹ھ میں حضرت حاجی صاحبؒ نے از خود بذریعۂ خط بیعت فرما لیا تھا دوسری بار ۱۳۱۰ھ میں جب حج کے لئے تشریف لے گئے تو پیر و مرشد کے ایماء و خواہش سے چھ ماہ ان کی خدمت میں قیام کیا۔ اس عرصہ میں حضرت شیخ کی مشفقانہ و مربیانہ تربیت باطنی اور توجہات خصوصی کے ساتھ تصوف و سلوک کے تمام اذکار و اشغال و ریاضات میں مشغول رہتے ہوئے ان کے علوم ربانی و فیوض روحانی سے کماحقہ مستفیض ہوتے رہے۔ چنانچہ حضرت شیخ نے آپ کی صلاحیت فطری اور استعداد وہبی کا اندازہ کرتے ہوئے نہایت مسرت کے ساتھ خلعت خلافت سے سرفراز فرمایا اور مستقبل کے لئے خاص بشارتوں اور وصیتوں کے ساتھ رخصت فرمایا منجملہ ان کے یہ بھی فرمایا کہ

"دیکھو جب کبھی کانپور میں مدرسہ کی ملازمت سے برداشتہ خاطر ہو جاؤ تو پھر اپنے

وطن تھانہ بھون میں ہماری دیرینہ خانقاہ اور مدرسہ کو از سرِ نو آباد کرنا اور توکلاً علی اللہ وہاں قیام پذیر ہو جاتا انشاء اللہ تعالیٰ تم سے خلائق کثیرہ کو نفع پہنچے گا۔ میری دعائیں اور توجہات تمہارے شامل حال ہیں۔"

حج بیت اللہ سے واپس کانپور آکر پھر درس و تدریس میں مشغول ہو گئے۔ اسطرح اپنی ابتدائی زندگی کے چودہ سال گذارے پھر خود اپنے شیخ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی قدس سرہ العزیز کے ایماء اور منشاء سے صفر ۱۳۱۵ھ میں مدرسہ کانپور سے قطع تعلق کر کے اپنے وطن اور اپنے پیر و مرشد کی یادگار خانقاہ "امدادیہ" میں قیام پذیر ہو گئے اور تھانہ بھون میں مستقل سکونت اختیار کر لی حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے مکۃ المکرمہ سے تحریر فرمایا۔

"بہتر ہوا کہ آپ تھانہ بھون تشریف لے گئے امید ہے کہ خلائق کثیر کو آپ سے فائدہ ظاہری و باطنی ہوگا اور آپ ہمارے مدرسہ اور مسجد کو از سرِ نو آباد کریں گے۔ میں ہر وقت آپ کے لئے دعا کرتا ہوں۔"

اس کے بعد یہ مجددِ وقت اپنی مسندِ رشد و ہدایت پر ایک نسخۂ اکسیر اصلاحِ اُمت لے کر بیٹھا اور حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے سینۂ پُر گنجینہ کی شرح فرمائی پھر آسمان کے نیچے ایک مہتم بالشان مجلس لگی۔ رنگ ڈھنگ بدل گئے پھر وضوحِ حق ہوا حقیقت منکشف ہوئی۔ طریق زندہ ہوا۔ اصلاح کا باب کھلا انسانیت تقسیم ہوئی اور گمراہی کے دروازے بند ہو گئے۔ ہندوستان کے گوشہ گوشہ سے طالبین مخلصین سمٹ آئے۔ سالکین و ذاکرین کی آمد و رفت ہوئی۔ علماء اور طلباء کے اجتماع ہوئے حضرت رحمۃ اللہ علیہ اپنی مجلس میں علوم و معارف و حقائق کے دریا بہاتے اہلِ ذوق حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی باتیں سنتے اور لکھتے۔ عارفین جھومتے اور اہل دل وجد کرتے اور تعلق مع اللہ کا وجدان حاصل کرتے۔ بڑے بڑے علماء و عقلاء اور فلسفی حضرت

رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے گردن جھکا کر بیٹھ جاتے وہ حقائق ومعارف جو عربی وفارسی زبان میں تصوف وسلوک کی بڑی بڑی کتابوں میں راز کی صورت میں مدون تھے اس دور آخر کے مجدد نے علی الاعلان بڑی سہل اردو، زبان میں سب کے سامنے ظاہر کر دیئے اور فن تصوف کے ایک ایک جزو کو ایسا بے غبار کر دیا کہ صدیوں تک تجدید کی ضرورت باقی نہ رہی اور اس شاہراہ پر دور دور تک کسی رہزن طریق کی مجال نہیں کہ دھوکا دے سکے۔

خانقاہِ امدادیہ تھانہ بھون میں توکلاً علی اللہ قیام پذیر ہونے کے بعد حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی ساری زندگی تقریباً نصف صدی سے زائد تک تصنیف وتالیف میں اور مواعظ وملفوظات ہی میں بسر ہوئی۔ ملک اور بیرون ملک ہزاروں طالبینِ حق وسالکین طریق، تعلیم وتربیتِ باطنی اور تزکیہ نفس سے فیضیاب اور بہرہ اندوز ہو کر بحمد اللہ امتِ مسلمہ کے رہبر اور مرشد بن گئے، جن کا فیضان روحانی اب تک جاری وساری ہے۔

ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء

معمولات یومیہ

صبح بعد اذان فجر آپ باوضو مکان سے تشریف لاتے تھے۔ آنے کے بعد اول سہ دری میں خط ڈالنے کا جو صندوق دیوار پر آویزاں تھا اس میں سے جو خطوط شب کو مقیمان خانقاہ اپنا حال لکھ کر ڈالتے تھے ان کو نکالتے اس کے بعد اپنی جائے نشست پر پہنچ کر گھڑی ملاحظہ فرماتے پھر اسی جگہ فجر کی سنتیں پڑھتے اس کے بعد مسجد میں آکر فرض نماز پڑھاتے (بعد میں ایک قاری صاحب کو امامت کے لئے مقرر فرما دیا تھا) نماز فجر میں لمبی سورتیں تلاوت فرماتے، سلام پھیرنے کے بعد شمال رخ ہو کر بیٹھ جاتے اور کچھ دیر تک کچھ وظیفہ پڑھتے اس کے بعد طویل دعا فرماتے دعا خاموشی سے مانگتے تھے۔ فارغ ہو کر سہ دری میں تشریف لے جاتے اس وقت تک خادم سہ دری سے باہر ٹین کے چھپر کے نیچے ایک مصلیٰ بچھا دیتا تھا اور قلمدان رکھ دیتا تھا حضرت وہاں

بیٹھ کر ان خطوط کے جواب تحریر فرماتے۔ اس کے بعد ملازم نیاز کو آواز دیتے جو ان خطوط کو مکتوب الیہ تک پہنچا دیتا یا ممبر مسجد پر رکھ دیتا وہاں سے مکتوب الیہ اپنا اپنا خط اٹھا لیتے۔ اس کے بعد حضرت سہ دری میں تشریف لے جاتے اور غربی حجرے میں سے ایک چھوٹا سا بکس نکال کر لاتے تھے جس میں ادویات، حلوہ جات، مقویات وغیرہ ہوتے تھے، پھر ان میں سے جو چیز استعمال کرنا چاہتے اس کو ایک برتن میں نکال کر استعمال فرماتے اور پھر حوض کے قریب اپنے ہی ہاتھ سے برتن صاف کرتے عموماً اس کے بعد چہل قدمی کے لئے باہر میدان میں تشریف لے جاتے مشی کے وقت روزانہ ایک منزل قرآن شریف پڑھ لیا کرتے تھے پھر وہاں سے واپسی پر اپنی سہ دری میں نماز اشراق پڑھتے۔ اس کے بعد پھر مکان پر تشریف لیجاتے حضرت کے دو گھر تھے ایک بڑی پیرانی صاحبہ کا دوسرا چھوٹی پیرانی صاحبہ کا ایک دن ایک گھر میں صبح و شام کا کھانا کھاتے اور روز و شب کا قیام فرماتے۔ دوسرے دن دوسرے گھر میں قیام فرماتے مکان سے خانقاہ واپس تشریف لاتے اور کچھ دیر تلاوت کلام پاک فرماتے اور مناجات مقبول پڑھتے۔ پھر تصنیف وغیرہ کے کام میں مشغول ہوجاتے۔ یہ حضرت کی تصنیفات کا خاص معین و مقرر وقت تھا جو ہمیشہ سفر و حضر میں قائم رہتا۔ تقریباً دو گھنٹہ تک اس طرح مشغول رہتے۔ اس کے بعد اگر کوئی باہر کے مہمان مقیم ہوتے تو حضرت فرصت ہونے پر ان کو مطلع کر دیتے کہ اب مجھے فرصت ہے جو صاحب آنا چاہیں آجائیں۔ اس وقت سوائے مہمانوں کے اور کسی کو اجازت نہ ہوتی تھی۔ اس وقت اہلِ مجلس سے حضرتؒ متفرق باتیں کرتے تھے۔ ان کے حالات وغیرہ دریافت فرماتے ورنہ خطوط کے جوابات وغیرہ تحریر کرتے رہتے اور کبھی کبھی کسی سے مخاطب ہو کر کسی خاص مضمون پر تقریر بھی فرماتے جاتے۔ سہارنپور سے جو گاڑی دس بجے کے بعد آتی تھی۔ اس کے وقت کے بعد خادم آکر دریافت کرتا کہ کوئی مہمان تو نہیں ہے۔ اگر کوئی صاحب تشریف لائے ہوتے تو حضرت فرما دیتے کہ اس قدر مہمان ہیں۔ جس گھر میں اس روز حضرت کا کھانا ہوتا وہیں مہمان بھی رہتا۔ اگر کوئی خاص قسم کا

مہمان ہوا تو مکان پر اپنے ساتھ کھانا کھلاتے ورنہ مہمان کا کھانا جہاں مہمان کا قیام ہوتا وہاں بھیج دیا جاتا۔ ساڑھے گیارہ بجے کے قریب حضرت اٹھ جاتے اور مکان پر تشریف لے جاتے اور کھانا تناول فرماتے اور اگر جی چاہا تو وہیں آرام فرماتے ورنہ اکثر خانقاہ میں واپس تشریف لے آتے اور اپنی جائے نشست پر قیلولہ فرماتے، اور سرسری طور پر اخبار وغیرہ اٹھا کر ملاحظہ فرماتے رہتے یا کچھ دیر کے لیے سو جاتے کبھی ایسا ہوتا کہ کوئی خاص خادم پاؤں دبانے لگتا، لیکن ایسا بہت کم ہوتا تھا۔ ظہر کی اذان کے بعد سہ دری کے سامنے ٹین کے سائبان کے نیچے بیٹھ کر وضو فرماتے پہلے مسواک کرتے منہ اور کہنیوں تک ہاتھ دھونے کے بعد رومال سے پونچھ لیتے پھر پاؤں دھوتے اور کپڑے سے خشک کر لیتے ظہر کی سنتیں سہ دری میں فرش پر کہیں پڑھ لیتے۔ پھر مسجد میں آکر نماز فرض پڑھاتے، سلام کے فوراً بعد دعا مانگتے جو بہت ہی مختصر ہوتی۔ کبھی تو سنّتیں اور نفل وہیں مصلے پر مسجد میں پڑھ لیتے۔ ورنہ سہ دری کے اندر یا سہ دری کے باہر ٹین کے سائبان کے نیچے پڑھتے، اس کے بعد پھر اپنی نشست کی جگہ پر متمکن ہوتے۔ اس وقت پھر مجلس عام ہوتی۔ ہر شخص کو اجازت تھی کہ وہ آکر بیٹھ سکتا تھا۔ اس میں مقیمانِ خانقاہ، باہر کے مہمان اور قصبہ کے لوگ شریک ہوتے جس کے ساتھ کچھ خصوصیت ہوتی اس کو اپنے بائیں طرف جدھر گاؤ تکیہ رکھا رہتا تھا غربی حجرے کے پاس بیٹھنے کی اجازت دیتے اس وقت باہر سے آئے ہوئے خطوط جو کم سے کم اوسطاً پچیس تیس روزانہ ہوتے سامنے چھوٹی ڈیسک پر رکھے رہتے تھے، حضرت کی تاکید تھی کہ خطوط ہمیشہ جوابی آنا چاہئیں تاکہ جواب میں آسانی ہو پہلے جوابی کارڈ اوپر رکھ لیتے ان کے نیچے لفافے۔ پہلے کارڈوں کا جواب تحریر فرماتے پھر لفافوں کا اس کے درمیان لوگوں سے گفتگو بھی فرماتے جاتے۔ اگر کسی خاص خط میں کوئی خاص بات ہوتی تو اس کا مضمون اہلِ مجلس کو سنا کر اپنا جواب بتلاتے جاتے۔ اس درمیان میں اکثر قصبہ کے مسلمان یا ہندو تعویذ مانگنے آتے رہتے۔ خط کا جواب لکھنا روک کر یا گفتگو ختم کر کے فوراً تعویذ تحریر فرما دیتے

اگر مسلمان ہوا تو تعویذ ورنہ ہندو کو کچے دھاگے کا گنڈہ پڑھ کر اور گرہ لگا کر دے دیا کرتے اکثر اس وقت لوگوں کے نامکمل جواب سے اُلجھ جاتے مثلاً جو لوگ صرف یہ کہتے کہ مولوی جی تعویذ چاہیئے یا اور کوئی ادھوری بات کہتے تو جب تک پوری بات خود اس کے منہ سے ادا نہ کرا لیتے اس وقت تک تعویذ وغیرہ مرحمت نہ فرماتے تھے جب سائل کی بے ڈھنگی بات سے طبیعت زیادہ الجھ جاتی تو فرماتے کہ تھوڑی دیر کے لئے باہر چلا جائے پھر وہاں سے آکر پوری بات کہہ دے اس وقت تعویذ لکھ دوں گا۔ اس وقت طبیعت مکدر ہو گئی ہے تعویذ لکھنا مفید نہ ہوگا۔ فرماتے تھے کہ حضرت حاجی صاحبؒ کا حکم ہے کہ جو تعویذ وغیرہ طلب کرے تو دے دیا کرنا۔ میرا جی خود اس سے گھبراتا ہے اور تعویذ وغیرہ دینا پسند نہیں ہے مگر حاجی صاحبؒ کے حکم کی تعمیل کرتا ہوں۔ لیکن اگر کوئی شخص دو سے زیادہ تعویذ بیک وقت مانگے تو طبیعت پر گرانی ہوتی ہے۔ برعکس اس کے کہ اگر ایک وقت میں پانچ چھ آدمی الگ الگ تعویذ لکھوائیں تو گرانی نہیں ہوتی۔ حضرت کا معمول تھا کہ جمعہ کے دن کسی کو تعویذ نہ دیتے انہیں اوقات میں کوئی خادم جس کو اجازت ہوتی حضرت کے سر میں تیل لگاتا مگر روز نہیں کبھی دوسرے روز نہ کبھی تیسرے روز اس کا اتفاق ہوتا تھا۔ حضرت یا تو خطوط کا جواب لکھتے رہتے یا باتیں کرتے رہتے یا فارغ ہوتے تو (انگوری دانوں کی) تسبیح پڑھتے رہتے۔ تین بجے دہلی سے آنے والی ریل کے وقت کے بعد خادم آکر دریافت کرتا کہ کوئی نیا مہمان تو نہیں ہے۔ یہ نشست عصر کی اذان تک رہتی۔ اس کے بعد لوگ اٹھ جاتے اور کچھ بیٹھے رہتے مکتب سے فارغ ہو کر طلباء بھی اکثر آکے بیٹھ جاتے پھر حضرت نماز عصر مسجد میں جا کر پڑھاتے۔ نماز کے بعد شمال رُخ ہو کر بیٹھ جاتے اور کچھ وظیفہ پڑھتے رہتے اس کے بعد دعا خاموشی کے ساتھ مانگتے رہتے۔ وظیفہ پڑھنے کی حالت میں موسم گرما میں کوئی خاص خادم حضرت پر پنکھا جھلنے لگتا۔ دعا کے وقت بند کر دیتا۔ نماز عصر سے فارغ ہو کر

حضرت اپنی سہ دری میں تشریف لے جاتے۔ اگر باہر سے آئے ہوئے خطوط جواب کے لئے باقی ہوتے تو جواب تحریر فرماتے یا اور کوئی کتاب وغیرہ دیکھنے لگتے یا کسی سے کوئی خاص گفتگو کسی خاص معاملہ کے متعلق ہوتی تو اس میں مشغول ہو جاتے لیکن اس کے لئے بہت مختصر وقت دیتے اس کے بعد مکان تشریف لے جاتے کچھ دیر بڑے گھر میں کچھ دیر چھوٹے گھر میں قیام فرماتے۔ دونوں گھروں میں آنے جانے میں جس قدر وقت صرف ہوتا اس کا اندازہ گھڑی سے مقرر کر لیا تھا۔ پھر ہر گھر میں ٹھہرنے کا برابر برابر وقت مقرر کر لیا تھا۔ جس میں ساری عمر کبھی کوئی فرق نہ آیا۔ ایک منٹ بھی اِدھر اُدھر نہ ہوتا۔

اس کے بعد مغرب کی اذان سے کچھ پہلے مسجد میں تشریف لے آتے نماز سے فارغ ہو کر مختصر دعا کرتے پھر یا تو ٹین کے سائبان کے نیچے یا اپنی سہ دری میں دیر تک نوافل پڑھا کرتے اگر کوئی کام ہوا تو کچھ دیر سہ دری میں رُکتے ورنہ مکان تشریف لے جاتے کھانا نوش فرماتے عشا کی اذان کے بعد نماز کے قریب مسجد تشریف لاتے اور سہ دری میں جا کر گھڑی ملاحظہ فرماتے پھر نماز فرض پڑھاتے اس وقت دعا فوراً اور مختصر کرتے۔ پھر یا تو مسجد میں ورنہ عموماً اپنی سہ دری میں تشریف لے جا کر سنت و نفل پڑھتے (وتر پڑھتے نہیں دیکھا شاید تہجد کے بعد پڑھتے ہوں) اس کے بعد لالٹین رکھ کر کبھی کوئی اخبار ملاحظہ فرماتے۔ یا اگر کچھ لکھنے کا کام ہوتا تو وہ کرتے جو ڈاک باہر سے آتی تھی اس کا جواب روزانہ تحریر فرما دیتے۔ ظہر کے بعد اگر کوئی پوری نہ ہوتی تو عصر کے بعد یا عشاء کے بعد تک تحریر فرما کر فارغ ہو جاتے بعض اوقات تہجد کے وقت تک ڈاک کا جواب لکھنے کا اتفاق ہو جاتا مگر روز کی ڈاک روزانہ لکھنا حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا خاص ضابطہ تھا۔ یہ معمولات تھے جن میں ذرہ برابر فرق نہ آتا خواہ سفر ہی میں کیوں نہ ہوں۔ جب بھی جائیے خواہ کتنے ہی طویل عرصہ کے بعد جائیے حضرت کو اسی ضابطۂ زندگی میں مشغول پائیے گا۔ ہر بات اپنے وقت پر ہو گی۔ ہر چیز اپنے مقام پر ہو گی یہاں کے معمولات و انتظامات مستقلاً گرمی و سردی، شام و سحر کی گردشوں کے ساتھ ہم آہنگ

نظر آئیں گے۔ دو چار سال نہیں بلکہ اپنی عمر کے ساٹھ سال حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اسی ضابطہ کے ساتھ گذارے اور اپنی زندگی کے کارنامے اور دینی خدمات سے آنے والی نسلوں کی رہنمائی کے لئے شمع رشد و ہدایت روشن فرما گئے۔

یہ وہ استقامت ہے جو یقیناً فوق الکرامت ہے۔

ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَّشَآءُ ط

معمولات اندرون خانہ

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے معمولات خانگی جو کچھ حضرت محترمہ و معظمہ چھوٹی پیرانی صاحبہ سے معلوم ہوئے وہ یہ ہیں۔

نماز فجر کے بعد ٹہلنے کے لئے تشریف لے جاتے اس کے بعد گھر تشریف لاتے اور مختصر قیام کے بعد خانقاہ تشریف لے جاتے۔ صبح کے ناشتہ کا کوئی معمول نہ تھا۔ دوپہر کو عام طور پر بارہ اور ایک بجے کے درمیان کھانا تناول فرماتے۔ خوراک بہت کم تھی بالعموم ڈیڑھ چپاتی اور کبھی کبھی دو چپاتی نوش فرماتے تھے۔ ابتداء میں ایک ہفتہ بڑے گھر اور ایک ہفتہ چھوٹے گھر میں قیام فرمانے کا معمول تھا جس گھر میں قیام ہوتا اس زمانہ میں حضرتؒ کے مہمان بھی اسی گھر میں کھانا کھاتے تھے اس کے بعد یہ روش تبدیل ہوگئی۔ پھر ایک روز ایک گھر میں اور دوسرے روز دوسرے گھر میں قیام فرمانے لگے۔ مہمانوں کے متعلق وہی روش قائم رہی اپنے اور مہمانوں کے کھانے کا خرچ علٰحدہ مرحمت فرماتے تھے۔ دوپہر کے کھانے کے بعد خانقاہ تشریف لیجاتے اور وہیں قیلولہ فرماتے۔ نشست کی جگہ جو دری بچھی تھی اسی پر آرام فرماتے پھر عصر کے بعد تھوڑی تھوڑی دیر کے لئے دونوں گھروں میں تشریف لے جاتے۔ شام کا کھانا عام طور پر کبھی عصر کے بعد اور کبھی مغرب کے بعد نوش فرماتے۔ عشاء کی نماز کے بعد جلد سو جانے کا معمول تھا درمیان شب میں جب بھی آنکھ کھل جاتی نوافل و تہجد میں مشغول ہوجاتے اور صبح کی نماز کے لئے مسجد تشریف

لے جاتے ۔عشاء کی نماز کے بعد دودھ نوش فرماتے صبح کی نماز کے لئے اگر مسجد میں قبل اذان پہنچ جاتے تو مسجد کا دروازہ کبھی نہیں کھلواتے تھے بلکہ مسجد کے دروازے پر جو چوکیاں بنی ہوئی ہیں ان پر آرام فرماتے ۔معمول یہ تھا کہ صبح کی اذان کے بعد مسجد کا دروازہ کھولا جاتا تھا۔کھانے میں اُڑد کی دال اور بڑیاں بہت مرغوب تھیں ۔پانی ہمیشہ بہت ٹھنڈا پسند فرماتے تھے گرمیوں میں برف استعمال فرماتے تھے ۔کھانے کے بعد پان کا سادہ پتہ منہ صاف کرنے کے لئے چبا لیا کرتے تھے ۔

اپنے ذاتی معمولی کام خود اپنے ہاتھ سے کر لیا کرتے تھے ۔بعض وقت گھر والوں کے کام میں بھی ہاتھ بٹا لیا کرتے تھے ۔اگر کسی معاملہ میں حضرتؒ سے مشورہ لیا جاتا تو پوری توجہ سے اس پر غور فرماتے اور پوری دلچسپی کا اظہار فرماتے ۔اہم معاملات میں قریبی عزیزوں سے خود بھی مشورہ طلب فرمانے کے عادی تھے ۔

پر تکلف اور قیمتی لباس کبھی پسند نہیں آیا ۔ہمیشہ سادہ لباس پہنا مگر صاف ستھرے رہنے کا ہمیشہ طبعاً اہتمام رہا ۔اسی طرح بستر اور دوسری استعمال کی چیزوں میں بھی سادگی اور اختصار ہی بہت پسند تھا ۔

دوپہر کے کھانے کے درمیان بھی کبھی کبھی ڈاک ملاحظہ فرماتے رہتے اور ان کا جواب لکھتے رہتے ۔ابتداء میں حضرتؒ والا گھر کا خرچ روزانہ مرحمت فرماتے تھے لیکن بعد میں پھر ماہوار خرچ دینے لگے ۔کبھی گھر والوں سے خرچ کی بابت استفسار نہیں فرماتے تھے کہ کہاں اور کیسے خرچ کیا اگر کبھی خود ہی بتا دیا تو سن لیا ۔

"حضرت کی دونوں بیویوں میں سے کسی سے بھی کوئی اولاد نہیں ہوئی ۔اکثر فرمایا کرتے تھے کہ اولاد کا ہونا اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمت ہے اور نہ ہونا بھی بڑی رحمت ہے ۔اگر میں صاحب اولاد ہوتا تو شاید یکسوئی کے ساتھ اس قدر کام نہ ہو سکتا جتنا کہ میں نے اس حالت میں کر لیا ہے ۔"

مَصارفِ خیر

حضرت کے وصال کے بعد یادداشتوں سے یہ پتہ چلا کہ جو کچھ آمدنی ہوتی تھی اس کو تین حصوں میں تقسیم فرماتے۔ دو حصے دونوں گھروں میں دیدیتے۔ ایک حصہ اپنے لئے رکھ لیتے مگر فرماتے کہ میرے پاس زیادہ روپیہ جمع ہو جاتا ہے تو مجھے وحشت ہونے لگتی ہے اس لئے جب معتدبہ رقم جمع ہو جاتی ہے تو اس کو بھی دونوں گھروں میں تقسیم کر دیتا ہوں۔ آخر میں اپنا حصہ کچھ نہ رکھتے بلکہ جو رقمیں آتی رہتیں اپنے پاس رکھتے جاتے اور جو ذاتی ضرورت ہوتی اس میں سے پوری کرتے رہتے۔ باقی مہینہ کے آخر میں دونوں گھروں میں تقسیم فرما دیتے یا اہل حاجت کو دیدیا کرتے تھے۔

علاوہ ان کے صدقات مالیہ جاریہ بھی حضرت اقدسؒ نے بہت کئے چنانچہ بعض کمپنیوں میں حصص خرید کر وقف فرما دیئے اور ایک قطعہ زمین خرید کر وقف فرما دی اور بعض باغات بھی خرید کر وقف فرما دیئے اور اسی طرح ایک مکان بھی، ان سب کے متعلق مفصل اور واضح طور پر سب شرائط وصایا میں لکھ کر شائع فرما دیئے، وقف کرنے کا تو اتنا شوق تھا کہ فرمایا ایک بار دل میں خیال پیدا ہوا کہ اگر میرے پاس کہیں سے ایک لاکھ روپیہ آجائے تو کیا کروں، چونکہ طبع مبارک نہایت ہی حساس تھی محض اس خیال کے آنے سے بھی الجھن پیدا ہو گئی اور جب اس کا مصرف ذہن نے تجویز کر لیا اس وقت سکون ہوا چنانچہ وہ مصرف یہ سوچا کہ سارے تھانہ بھون کی زمین خرید کر وقف کر دوں تاکہ ایک مقام تو خالص دار السلام ہو جائے۔

سبحان اللہ کیا جذبات تھے، کیا خیالات تھے، کیا حالات تھے علاوہ اوقاف مذکورہ بالا کے اپنا ایک بڑا کتب خانہ بھی جس میں زیادہ تر خود اپنی ہی تصانیف تھیں۔ مدرسہ سہارنپور میں بھیج دیا اور وقف فرما دیا۔ اسی طرح بعض اور متفرق کتابیں مدرسہ دیوبند اور مدرسہ سہارنپور اور دیگر مدارس میں موقع بہ موقع بھیجتے رہتے تھے نیز بڑی رقمیں صرف فرما کر بڑی بڑی اور مفید کتابیں تصنیف کرا کے شائع فرماتے رہے۔ مثلاً اعلاء السنن، بوادر النوادر، حیلۂ ناجزہ گو ان میں سے اکثر دوسروں کی بھیجی ہوئی رقوم سے شائع ہوئیں لیکن بوقت ضرورت خود بھی مالی شرکت فرماتے

اور خرید فرما کر بھی تقسیم فرما دیتے۔

صدقات مالیہ کا تو یہ حال تھا کہ شروع ہی سے برابر اپنے فتوحات مالیہ سے چوتھائی حصہ علاوہ زکوٰۃ کے صدقات نافلہ میں صرف فرماتے رہے اور اس سے زائد بھی چنانچہ اس مد کی کاپی الگ تھی۔ بعض خاص ضرورت کے مواقع پر بڑی بڑی رقوم اس مد میں پیشگی خرچ فرما دیتے تھے پھر مجرا ہوتا رہتا۔ اس طرح رُبع آمدنی کے حساب سے اپنی عمر میں ہزاروں بلکہ لاکھوں روپیہ صدقات میں صرف کر ڈالتے بلکہ ترکہ کا ربع حصہ کارہائے خیر میں صرف کئے جانے کی وصیت فرما گئے جن کی تفصیل مندرجہ وصیت ہے اور جس کے صرف کا انتظام اب بھی جاری ہے۔

اس کے علاوہ ہزارہا روپیہ لوگ حضرت اقدسؒ کو اعلیٰ درجہ کا امین اور مصارف خیر کا بہترین جاننے والا اور موقع شناس سمجھ کر اپنی طرف سے امور خیر میں صرف کرنے کے لئے بھیجتے رہتے تھے۔ ان کا ثواب حضرت اقدس کو الگ ملتا تھا۔ کوئی سائل خالی نہ جاتا حسب گنجائش و مصلحت ضرور کچھ نہ کچھ خدمت فرماتے بشرطیکہ خود کوئی گڑبڑ نہ کرے اور اصول صحیحہ جو بتائے جائیں ان پر عمل کرے۔ اہل خانقاہ، اہلِ قصبہ، متعلقین غیر متعلقین مقامی اور بیرونی سب حاجتمندوں کی ضروریات پر جہاں تک علم ہو سکتا۔ نظر رکھتے اور حسب مواقع اعانت فرماتے رہتے بعض خاص خاص مواقع پر بالخصوص اہلِ علم اور شرفاء کے اہل حاجت متعلقین کو بڑی بڑی رقمیں بھی عطا فرمائی گئیں۔ اور متعدد اہلِ حاجت کو ماہوار رقمیں بھی دی جاتیں۔ مگر بمصالح، سب سے شرط یہ تھی کہ بذریعہ پرچہ یا کارڈ ماہوار یاددہانی کی جایا کرے اگر کسی کو اصلاح کے سلسلہ میں کوئی ایسا مشورہ دیا جاتا جس میں خرچ کی ضرورت ہوتی تو سب سے پہلے مالی اعانت میں شریک ہونے کے لئے اپنے آپ کو پیش کرتے۔ مواقع خیر کے ہمیشہ متلاشی رہتے۔ بڑے بڑے چندے بھی کار خیر میں دیتے رہتے تھے۔ اکثر دیکھا کہ کبھی کپڑے مساکین کو تقسیم کئے جا رہے ہیں۔ کبھی نقد کبھی طعام، خیرات بھی بڑے انتظام سے اور اصول سے کرتے جیسا کہ ہر چھوٹے بڑے کام میں معمول تھا۔

قرض دینے کی بھی الگ مد تھی محض اعتماد کے مواقع پر بلا رقعہ وغیرہ بڑی بڑی رقمیں ہزار ہزار سے بھی متجاوز بے تامل بطور قرض عطا فرمادیتے تھے بعض نے ادائیگی قرض میں بہت لیت ولعل کیا اور پریشان کیا تو اس الجھن سے بچنے کے لئے فرمایا کہ بھائی اس سے تو صاف کہہ دو کہ دے سکتے ہو کر نہیں چنانچہ بعض کے عذر کر دینے پر کافی رقمیں چھوڑ بھی دیں۔

آخری ایام زندگی

حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی نوراللہ مرقدہٗ کے آخری ایام زندگی کے حالات دریافت کرنے پر ڈاکٹر صاحب نے فرمایا کہ جناب خواجہ عزیز الحسن صاحب غوری رحمۃ اللہ علیہ نے ہمارے حضرت قدس سرہ العزیز کے تمام حالاتِ زندگی نہایت تفصیل و وضاحت کے ساتھ اشرف السوانح کی ہر سہ جلدوں میں قلم بند فرمادیئے اور حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے آخری ایام زندگی کے مفصل حالات اور بعد وصال کے خاص خاص حالات بھی کتاب خاتمۃ السوانح میں تحریر فرمائے ہیں یہ کتابیں ملاحظہ کی جائیں انشاء اللہ تعالیٰ ہر قسم کی معلومات حاصل ہوں گی اور دین و دنیا کے منافع کی بہت کارآمد باتیں معلوم ہوں گی مجھ کو بھی ان آخری ایام میں حضرت رحمۃ اللہ کی خدمت میں حاضری کی سعادت نصیب ہوئی ہے۔ کچھ کچھ یادداشتیں اب بھی تازہ ہیں وہی عرض کر دوں گا۔

وصال سے تین چار سال قبل ہی سے حضرت رحمۃ اللہ کی صحت خراب ہونے لگی تھی ضعف معدہ کی شکایت تھی جس سے اسہال کی کیفیت پیدا ہو گئی تھی مختلف علاج ہوتے رہے اس سلسلہ میں حضرت دہلی بھی تشریف لے گئے دو بار لکھنؤ تشریف لے گئے کچھ دنوں کے لئے افاقہ ہو جاتا تھا پھر مرض عود کر آتا تھا۔ آخر میں چہرے اور پاؤں پر ورم بھی آگیا تھا ورم جگر تجویز کیا گیا تھا۔ روز بدن نقاہت اور ضعف بڑھتا رہا۔ کئی ماہ قبل سے خانقاہ تشریف لے جانا ترک ہو گیا تھا اور دونوں گھروں میں باری باری ہر دوسرے روز رہنا بھی ترک ہو گیا تھا اور مستقل قیام آخر میں چھوٹی پیرانی صاحبہ محترمہ کے مکان ہی پر ہو گیا تھا گرمی کا زمانہ تھا (جون ۱۹۴۳ء) اس لئے مکان کے اندر سامنے والے دالان ہی میں حضرت کا پلنگ اور نماز کے لئے تخت بچھا ہوا تھا۔

ملاقات کے لئے بھی صرف حضرت کے خدام اور خاص احباب ہی کو اجازت تھی اور وہ بھی ظہر اور عصر کے وقت کے درمیان تھوڑی دیر کے لئے آکر بیٹھ جانے کی۔

علاج یونانی حکیم محمد سعید صاحب گنگوہی کا ہو رہا تھا۔ مگر کوئی افاقہ نہیں ہو رہا تھا اسہال جاری تھے اور بدن گھلتا جا رہا تھا نقاہت اس قدر شدید ہوگئی تھی کہ بیٹھ کر نماز ادا فرماتے تھے۔

جب یونانی علاج سے نفع کی امید نہ رہی تو پھر خاص متعلقین نے حضرتؒ سے عرض کیا کہ انگریزی علاج کے لئے کسی معتبر ڈاکٹر کا مشورہ کر لیا جائے حضرتؒ نے اس کی اجازت دے دی۔ چنانچہ سہارنپور سے ایک مشہور ڈاکٹر بلوایا گیا حضرتؒ نے فرمایا کہ سب لوگ ہٹ جائیں ڈاکٹر کے آنے کے وقت صرف بھائی محمد مظہر صاحب شبیر علی صاحب اور عبدالحی موجود رہیں۔ ڈاکٹر نے بتایا کہ قلب بہت ضعیف ہو گیا ہے اور دوران خون کمزور ہونے کی وجہ سے جسم پر ورم آگیا ہے۔ حضرت رحمۃ اللہ سے یہ تجویز ظاہر کی گئی اور عرض کیا گیا کہ جب اتنی مدت دراز تک یونانی علاج سے نفع نہیں ہوا ہے تو پھر انگریزی علاج بھی کر کے دیکھ لیا جائے حضرت رحمۃ اللہ نے فرمایا کہ میں نے تمام عمر انگریزی علاج نہیں کیا اب کیا کروں، اس پر مولوی شبیر علی صاحب نے عرض کیا کہ ایسی حالت میں جب شریعت نے اجازت دی ہے تو پھر کیا مضائقہ ہے اس پر حضرتؒ نے گردن جھکالی، اور چند لمحات کے بعد فرمایا بہت اچھا بسم اللہ کر کے شروع کیجئے "میں کہاں کا ایسا متقی ہوں" اللہ اللہ حضرت کا اس وقت کیا مقام نیاز و بندگی تھا۔ شریعت کی کس قدر عظمت و احترام تھا باوجود گنجائش عذر کے بھی اس کے آگے سر تسلیم خم کر دیا۔ اور اپنی ساری عمر کے تقویٰ کو شریعت کی معمولی رخصت پر قربان کر دیا۔

پھر تین دن تک انگریزی علاج رہا۔ مگر اس سے بجائے فائدے کے نقصان ہی ہوا اس لئے بند کر دیا گیا۔ پھر حضرت رحمۃ اللہ نے مجھ سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ ہومیو پیتھک علاج میں بھی کوئی معقول دوا ضرور ہوگی۔ میں نے عرض کیا جی ہاں، بہت مجرب دوائیں ہیں۔ فرمایا بسم اللہ کر کے علاج شروع کرو۔ چنانچہ یہ سعادت بھی بفضلہ تعالیٰ مجھے نصیب ہوئی اور میرا علاج بھی تین روز تک رہا۔

مجھ سے حضرت نے شروع ہی میں نہایت آہستہ لہجہ میں فرمایا تھا کہ تم اطمینان سے علاج کرو، انجام مجھے معلوم ہے۔ مجھے سب سے زیادہ دشواری حضرت کے لیے غذا تجویز کرنے میں تھی۔ طبیعت بہت نازک اور لطیف ہو چکی تھی، زیادہ پرہیز برداشت نہ کر سکتے تھے۔ جب مرض کے لحاظ سے پرہیزی غذائیں تجویز کیں تو ایک دن تنہائی میں نہایت نرم لہجہ میں فرمایا:۔

"ہم نے تو کسی سے کبھی کوئی پرہیز کرایا نہیں، صرف معمولی نوک پلک درست کرتے ہوئے کہاں سے کہاں پہنچا دیا۔ یہ ساری پرہیز کی مشق میرے ہی لیے ہے؟"

حضرت کے یہ الفاظ دل و دماغ پر اس قدر اثر انداز ہوئے کہ کچھ بنائے نہ بنتا تھا، دل میں تھرتھری پیدا ہو گئی، جسم پر پسینہ آگیا، دماغ کچھ دیر کے لیے معطل سا ہو گیا، طبیعت کو سنبھال کر عرض کیا۔ حضرت! جو مرغوبات ہوں وہ بیان فرما دیں۔ ان شاء اللہ ان کی رعایت کی جائے گی حضرت کو انڈے بہت مرغوب تھے اور چا، اور چھاچھ۔ بس انھیں چیزوں کا استعمال زیادہ فرماتے تھے

اسی دوران حضرت کے بہت مخصوص اور بے تکلف تعلق والے حکیم محمد خلیل صاحب سہارنپور سے تشریف لے آئے اور انھوں نے حضرتؒ سے نہایت بے تکلفانہ انداز میں خود علاج کرنے کی اجازت لے لی۔ چنانچہ ان کا علاج شروع ہو گیا۔ ایک پرچہ پر حضرتؒ نے اپنے دستِ مبارک سے لکھ کر مجھ کو مطلع کیا کہ "آپ کچھ خیال نہ کریں۔ چونکہ حکیم صاحب میرے مزاج شناس ہیں، اس لیے وہ خود علاج کرنا چاہتے ہیں۔" اللہ اللہ! حضرتؒ کو اپنے خدام کی کس قدر دلنوازی منظور رہتی تھی۔ حکیم صاحب کا علاج ہوتا رہا مگر صحت و قوت میں برابر انحطاط ہوتا رہا۔

اس زمانے کی حضرتؒ کی چند باتیں یاد آ رہی ہیں۔ حضرت زیادہ تر آنکھ بند کیے ہوئے لیٹے رہتے تھے، کچھ استغراق کی سی حالت رہتی تھی۔ حکیم محمد خلیل صاحب نے حضرتؒ کے مزاج شناس ہونے کی وجہ سے دواؤں میں قلت اور غذا میں وسعت شروع کر دی جس سے حضرتؒ کو انبساط پیدا ہو گیا اور کچھ افاقہ محسوس ہونے لگا مگر پھر بھی آنکھیں بند کیے خاموش لیٹے رہتے تھے۔ لیکن حال

یہ تھا کہ ذرا سا افاقہ ہوا اور ملفوظات کا افادہ شروع ہو گیا کسی سے اس کی کوتاہی پہ باز پرس ہو رہی ہے کسی سے کوئی نصیحت کی بات فرما رہے ہیں، کبھی کوئی علمی و عملی دینی بات فرما رہے ہیں اپنے روزمرہ کے حسابات برابر اپنے قلم سے بعد مغرب لکھ لیا کرتے تھے۔ حضرتؒ کی بینائی اس عمر میں بھی اچھی رہی۔ کبھی طبیعت درست ہوئی تو خطوط کے جواب لکھوانا شروع کر دیتے تھے ڈاک میں روز کچھ نہ کچھ خطوط ضرور آتے رہتے تھے۔

خدام اگر عرض کرتے کہ حضرتؒ نے تو ہمیشہ ہم لوگوں کو مفید باتیں اور نصائح ہی فرمائے، اب اس وقت جبکہ ضعف زیادہ ہے کیوں زحمت فرماتے ہیں، بات کرنے میں تعب ہوتا ہوگا تو فرماتے کہ جی ہاں، مگر میں سوچتا ہوں کہ وہ لمحاتِ زندگی کس کام کے جو کسی کی خدمت اور نفع رسانی میں صرف نہ ہوں، اللہ اللہ! یہ تھا حضرتؒ کا احساسِ منصبِ تبلیغ۔

حضرت کے مزاج میں انتظام راسخ ہو کر عادت ثانیہ بن گیا تھا اس بیماری اور ضعف کے عالم میں بھی کسی کی کوئی بے ڈھنگی اور بد نظمی کی بات یا حرکت کا تحمل نہ تھا فوراً متنبہ فرماتے رہتے، کسی سے کوئی بات کہی یا کام کرنے کو کہا اگر ذرا بھی غیر معمولی تاخیر ہوتی تو فرماتے مجھے کیوں انتظار کی زحمت دیتے ہو فوراً جواب کیوں نہیں دیتے مجھے تکلیف ہوتی ہے، جو چیز جس جگہ رکھی جاتی تھی اس میں اگر کچھ فرق ہوتا تھا تو ناگواری کے ساتھ فرماتے تھے کہ اس چیز کو اپنی جگہ رکھو تاکہ وقتِ ضرورت وہ چیز آسانی سے مل جائے اپنے لیے زیادہ تکلف یا زیادہ اہتمام اپنے سامانِ راحت کے لیے بھی پسند نہ تھا۔

ایک دفعہ کسی نے عرض کیا کہ حضرت کو اسہال کی وجہ سے بار بار رفع حاجت اور طہارت کی بڑی اذیت ہے۔ فرمایا کہ ایک اذیت کو لے کر کیا کروں، آنکھ کھول کر دیکھتا ہوں تو اللہ تعالیٰ نے راحت ہی راحت کے سامان گرد و پیش میں جمع فرما دیئے ہیں، محبت کرنے والے اور تیمارداری کرنے والے ہر وقت سامنے ہیں۔ دواؤں اور غذاؤں کا باقاعدہ انتظام ہے، بستر اور دیگر راحت کے سب سامان موجود ہیں، اللہ تعالیٰ کے انعامات ہی انعامات ہیں، احسانات ہی احسانات ہیں الحمد للہ علیٰ ذلک۔

حضرت کے وصال سے شاید ایک ہفتہ یا عشرہ قبل کتاب بوادر النوادر طبع ہو کر آئی۔ جن صاحب نے طبع کرائی تھی انھوں نے اس کتاب کے بیس نسخے حضرت کی خدمت میں ہدیۃً ارسال کیے تھے، کتابیں جس وقت پیش کی گئیں حضرت اٹھ کر بیٹھ گئے اور بڑی مسرت کے اظہار کے ساتھ ایک ایک کتاب پر ہاتھ رکھ کر فرما رہے تھے کہ میری جان انکے انتظار میں اٹکی ہوئی تھی۔ پھر ان کتابوں کو چند مخصوص احباب میں تقسیم فرمایا۔ ایک جلد مجھ کو بھی حضرتؒ کے وصال کے بعد مولوی جمیل احمد صاحب قبلہ نے یہ کہہ کر دی کہ تمھارے لیے حضرتؒ نے علیحدہ رکھوا دی تھی۔ حضرت کا اس ناکارہ کے ساتھ یہ خصوصی تعلق معلوم ہو کر دل جذبات محبت و تشکر سے بے قابو ہو گیا، فرماتے تھے کہ ان کتابوں کے دینے میں کسی خاص بات پر کسی کو ترجیح نہیں دیتا بلکہ جس کو کچھ مناسبت قوی دیکھتا ہوں اس کو دے رہا ہوں۔ حضرتؒ فرماتے تھے کہ مجھے ہمیشہ اس معاملہ میں خلش رہتی تھی کہ چند احباب کے ساتھ جو خصوصیت کا معاملہ ہو جاتا ہے وہ دوسروں کے ساتھ نہیں بن پاتا، ممکن ہے دوسروں کی دل شکنی کا باعث ہوتا ہو۔ یا میری طرف سے بے انصافی ہوتی ہو مگر جب سے اس حدیث شریف پر نظر ہوئی کہ حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم بھی اپنے چند اصحاب کے ساتھ خصوصیت کا برتاؤ فرماتے تھے تو تسکین ہو گئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے آنے پر ان کو دیکھ کر تبسم فرماتے لیکن یہ معاملہ دوسرے اصحاب کے ساتھ نہ تھا۔ معلوم ہوا کہ اس طرح کا امتیازی سلوک غیر مستحسن نہیں ہے۔

ایک مرتبہ ایک شخص کا خط پڑھ کر حضرت کو سنایا گیا اس وقت حضرت آنکھ بند کیے ہوئے لیٹے تھے۔ خط میں دریافت کیا گیا تھا کہ نماز میں دل نہیں لگتا، کیا کیا جائے۔ فرمایا لکھ دو، کہ دل لگنا فرض نہیں ہے دل لگانا فرض ہے اور دل لگانے کا ارادہ اور نیت کر لینے ہی سے فرض ادا ہو جاتا ہے۔

ایک مرتبہ کسی صاحب کا بڑا طول طویل خط آیا، اس میں انھوں نے کچھ تو حضرتؒ کے ساتھ اپنی عقیدت مندی کا اظہار کیا تھا اور کچھ اپنی نادانی سے حضرتؒ کے ضابطۂ زندگی پر مہمل اعتراضات بھی

کیے تھے جو حدودِ ادب سے متجاوز تھے اور باعثِ اذیت تھے۔ خط سنکر فرمایا، خوب جی بھر کے برا بھلا کہا ہے مگر میں تو ایسے لوگوں کو معاف کر دیتا ہوں۔ کیوں بچارے میری وجہ سے مواخذۂ آخرت میں مبتلا ہوں، اگر جواب کے لیے ٹکٹ رکھے ہوتے تو یہ مصرع جوابًا لکھ بھیجتا۔ ع:-

بدم گفتی و خرسندم عفاک اللہ نکو گفتی۔ الخ

ایک بار حضرت کی خدمت میں کچھ ذی علم لوگ حاضر تھے، تفسیر بیان القرآن کا ذکر آگیا۔ فرمایا کہ اس تفسیر کی قدر ان لوگوں کو ہوگی جن کی نظر سے کم از کم بیس تفاسیر گزری ہوں، وہ دیکھیں گے کہ مشکل سے مشکل مقامات ترجمہ میں قوسین کے اندر چند الفاظ لکھ دینے سے کسی قدر واضح اور آسان ہو گئے ہیں۔ فرمایا کہ میرا گمان غالب یہ ہے کہ جو کچھ بھی میں نے لکھا ہے وہ منجانب اللہ مجھ کو الفاظ و معانی کے ساتھ القا ہوا ہے۔ میں نے خود سے کچھ نہیں لکھا۔

وفات سے صرف ایک روز پہلے بھی قریب عصر باوجود انتہائی نقاہت کے ملفوظات کا سلسلہ شروع فرما دیا، گو آواز بھی مشکل سے نکلتی تھی اور تقریر نہایت آہستہ آہستہ رفتار سے ٹکڑے ٹکڑے ہو کر زبان فیض ترجمان سے صادر ہو رہی تھی۔ صرف ایک مضمون یاد رہ گیا۔ بعض اعزہ کا ذکر فرمایا کہ میں تو خدا سے چاہتا ہوں کہ میرے اعزہ مجھ سے لاکھوں درجے بڑھ جائیں مگر افسوس ہے کہ اب تک کوئی بڑھا نہیں پھر اسی طرح رک رک کر فرمایا کہ میں نے تو ہمیشہ اپنے کو مویشی سے بھی بدتر اور کمتر سمجھا لیکن حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی جوتیوں کی برکت سے مجھے اول یوم ہی وہ بات نصیب ہوگئی کہ حضرت نے ایک ایسی بشارت دی جس کو میں نے اس لیے بھی ظاہر نہیں کیا کہ انگشت نمائی ہوگی، بڑے بڑے اکابر کا نام لے کر فرمایا جن کی جوتیوں کی خاک کے برابر بھی میں اپنے آپ کو نہیں سمجھتا کہ یہ اب ان سے بھی بڑھ چلے ہیں میں نے ہمیشہ اس کو آئندہ کے لیے بشارت و فالِ نیک سمجھا کیونکہ اب تک تو اس قابل میری حالت کبھی ہوئی نہیں۔

ویسے تو مختصر مختصر ارشاداتِ نافعہ موقع بہ موقع فرماتے رہے لیکن منقولہ بالا ملفوظ مسلسل ملفوظ کی صورت میں اور ملفوظ کی شان کا بالکل آخری ملفوظ تھا جس میں جوش واثر وغیرہ تو سب کچھ بالکل صحت ہی کی حالت کا سا تھا، ہاں روانی بوجہ غایتِ ضعف نہ تھی، فقرہ فقرہ رک کر فرما رہے تھے۔ مگر الفاظ تھے کہ جوش سے پُر، اور مضامین تھے کہ اثر سے لبریز تھے اور دل میں گھر کرتے چلے جا رہے تھے۔ ایک بار حضرت نے فرمایا کہ گو اپنی مثال دینا بُرا ہے لیکن کیا کروں، بضرورت کہتا ہوں کہ مجھ کو نہیں دیکھتے کہ میری کسی حالت سے بھی پتہ چلتا ہے کہ مجھے درویشی سے کچھ بھی تعلق ہے حالانکہ جو اتنے لوگ میری طرف رجوع کرتے ہیں تو آخر وہ کچھ تو مجھے سمجھتے ہوں گے، لیس زیادہ سے زیادہ دیکھنے والوں کو یہ خیال ہو سکتا ہے کہ ایک پڑھا لکھا، ایک عاقل اور ایک مدبر، ایک منتظم، ایک فلسفی شخص ہے۔ درویشی سے اس کو تو دور کا بھی تعلق نہیں معلوم ہوتا بس اسی طرح کیوں نہ رہا جائے۔ (ملاحظہ ہو خاتمۃ السوانح)

حضرت کے متعلق دوسرے مفصل حالات کتاب خاتمۃ السوانح پڑھنے سے معلوم ہو سکتے ہیں۔ حضرت کی صحت رفتہ رفتہ اس قدر گرتی جا رہی تھی کہ زیادہ تر خاموش اور آنکھیں بند کیے ہوئے لیٹے رہتے تھے، ایک بار فرمایا اب تو اس قدر بھی طاقت نہیں کہ زبان سے اللہ اللہ کرتا رہوں عرض کیا کہ حضرت دل سے تو کرتے رہتے ہیں، فرمایا جی ہاں الحمد للہ، دل ہر وقت مشغول الی اللہ ہے اور قلب سے ذکر اللہ جاری ہے۔

سانحۂ ارتحال

جس روز حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ہوا ہے اس روز ظہر کے وقت ہر دو حضرت پیرانی صاحبات سے فرمایا تھا کہ آج مغرب کے بعد رخصت کا وقت ہے اور کچھ اسی طرح سفرِ آخرت کی تیاری کی باتیں کرتے رہے۔ مغرب کے قریب فرمایا کہ مجھے دو باتوں کا بہت خیال ہے، نماز کا اور حق العباد کا۔ پھر دریافت فرمایا کیا مغرب کا وقت ہو گیا، کسی نے کہا دس منٹ باقی ہیں، فرمایا صاف کہو کہ دس منٹ آنے میں یا وقت جانے میں۔ عرض کیا دس منٹ وقت آنے میں ہیں۔ پھر

مغرب کے وقت نماز ادا کی اس کے بعد ایک صندوقچہ طلب کیا جس میں رقم امانت کی کچھ تھیلیاں رکھی ہوئی تھیں، ان تھیلیوں کو کھولا اور رقم گننے لگے۔ عرض کیا گیا کہ امانتوں کے ساتھ تو تحریری یادداشتیں رکھی ہوئی ہیں اس وقت رہنے دیجئے صبح دیکھا جائے گا، فرمایا کہ نہیں، تم کو معلوم نہیں۔ میں اللہ تعالیٰ کا حکم پورا کر رہا ہوں دیر نہ کرنا چاہیئے۔ اسی حالت میں حضرت رحمۃ اللہ پر نزع کا عالم طاری ہوگیا۔ اس وقت وہاں صرف گھر کی عورتیں موجود تھیں، مرد عشار کی نماز کے لیے مسجد گئے ہوئے تھے بیان کیا جاتا ہے کہ جس وقت روح پرواز کر رہی تھی، حضرت رحمۃ اللہ کے داہنے ہاتھ کے انگوٹھے اور متصل انگلی میں قلم کی گرفت جیسی صورت تھی اور اس کے درمیان بجلی کی سی چمک رہ رہ کر ہو رہی تھی۔ روح پرواز ہوجانے کے بعد یہ چمک بھی غائب ہوگئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔
مولوی ظفر احمد عثمانی (حضرت کے بھانجے) نے غسل دیا اور نماز جنازہ پڑھائی کئی ہزار لوگوں نے شرکت کی۔

اس دور کا مجدد اعظم قطب الارشاد حکیم الامت اور حجت اللہ فی الارض تریسٹھ[۶۳] سال تک بحسن و خوبی اپنا فرض منصبی ادا کرنے کے بعد شاداں و کامراں اپنے مالک حقیقی کی بارگاہِ رحمت و مغفرت میں ابدی عزت و شرف کے ساتھ باریاب ہوگیا اور یہ آفتابِ رشد و ہدایت دنیا میں دین متین کے ہر شعبہ کو منور و مجلّٰی فرما کر بظاہر ہمیشہ کے لیے افقِ آخرت میں غروب ہوگیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

حضرت اقدس قدس سرہ العزیز کی ولادت باسعادت ۵ ربیع الثانی ۱۲۸۰ھ کو بروز چہارشنبہ بوقت صبح صادق واقع ہوئی اور اس سرائے فانی اور قیام گاہِ عارضی کو بیاسی سال تین ماہ گیارہ دن اپنے وجودِ مسعود سے مشرف فرمانے کے بعد بالآخر قصبہ تھانہ بھون (ضلع مظفر نگر۔ یو۔پی) میں ۱۶ رجب ۱۳۶۲ھ شب سہ شنبہ یعنی ۱۹/۲۰ جولائی ۱۹۴۳ء بوقت نماز عشاء اپنی دائمی آرام گاہ جنت الفردوس کو رحلت فرما گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

تاریخ ولادتِ کرم عظیم . . . . ۱۲۸۰ھ۔
تاریخ وفات۔ قطب زماں۔ حکیم الامت مولوی اشرف علی ۱۳۶۲ھ

مزار شریف

تھانہ بھون اسٹیشن سے باہر آنے پر سامنے زرعی کھیت ہیں ان کے داہنے ہاتھ کی طرف ایک باغ ہے جس میں کچھ آم کے اور کچھ مختلف اقسام کے درخت ہیں اس باغ کی چاروں طرف سے حد بندی کر دی گئی ہے ۔ اس باغ کا نام تکیہ مشہور ہے۔ یہ تکیہ قبرستان کے لیے مخصوص ہے ۔ اس تکیہ میں جب پھاٹک سے اندر داخل ہوتے ہیں تو دس پندرہ قدم کے بعد چار دیواری سے ملی ہوئی داہنی طرف ایک پختہ چبوترا اور اس کے اوپر ایک پختہ دالان تعمیر ہے اس چبوترے کے سامنے نیچے کچھ فاصلہ کے بعد حضرت والا کا مزار ہے ۔ یہ کچی قبر ہے ۔ چاروں طرف زمین بھی کچی ہے اور اس کے علاوہ نشان کا کوئی پتھر وغیرہ نہیں ۔

حضرتؒ کی پائنتی کی طرف حضرتؒ کے بھائی (جو دوسری والدہ سے ہیں) منشی محمد مظہر صاحب کی قبر ہے اور بڑی پیرانی صاحبہ کی قبر بھی وہیں متصل ہے اس تکیہ میں میرے دو بچے ایک سات سالہ اور ایک نو ماہ کا مدفون ہیں ۱۹۴۷ء میں دونوں بچوں کا بعارضہ چیچک وہاں انتقال ہو گیا تھا۔



گیارہ وصیّتیں

۱ - میں اپنے سب دوستوں سے استدعا کرتا ہوں کہ میرے معاصی صغیرہ و کبیرہ عمداً خطاً کے لیے استغفار فرمائیں۔

۲ - میرے بعض اخلاق سیہ کے سبب بعض بندگانِ خدا تعالیٰ کو حاضراً و غائبانہ میری زبان و ہاتھ سے کچھ کلفتیں پہنچی ہیں اور کچھ حقوق ضائع ہوئے ہیں، خواہ اہلِ حقوق کو اس کی اطلاع ہوئی ہو یا نہ ہوئی ہو۔ میں نہایت عاجزی سے سب چھوٹے بڑوں سے استدعا کرتا ہوں کہ لِلّٰہ دل سے ان کو معاف کر دیں، اللہ تعالیٰ ان کی تقصیرات سے درگذر فرمائینگے میں بھی ان کے لیے یہ دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان کو دارین میں عفو و عافیت عطا فرمائیں۔ معذرت کرنے والے کی تقصیر سے درگذر کرنے کی بڑی فضیلت آئی ہے۔ الخ

۳ - اس جنس کی کوتاہیاں جو دوسروں سے میرے حق میں ہوگئی ہوں۔ بطیبِ خاطر گزشتہ اور آئندہ کے لیے محض خدا تعالیٰ کو راضی کرنے کو اور اپنی خطاؤں کی معافی کی توقع پر وہ سب معاف کرتا ہوں۔

۴ - میں اپنے دوستوں کو خصوصاً اور سب مسلمانوں کو عموماً بہت تاکید کے ساتھ کہتا ہوں کہ علمِ دین کا خود سیکھنا اور اولاد کو تعلیم کرانا ہر شخص پر فرضِ عین ہے خواہ بذریعۂ کتاب یا بذریعۂ صحبت، بغیر اس کے کوئی صورت نہیں کہ فتنِ دینیہ سے حفاظت ہو سکے۔ جن کی آج کل بے حد کثرت ہے اس میں ہرگز غفلت یا کوتاہی نہ کریں۔

۵ - طالب علموں کو وصیت کرتا ہوں کہ نرے درس و تدریس پر مغرور نہ ہوں۔ اس کا کارآمد ہونا موقوف ہے۔ اہل اللہ کی خدمت و صحبت و نظرِ عنایت پر اس کا التزام نہایت اہتمام سے رکھیں ؎

بے عنایاتِ حق و خاصانِ حق
گر ملک باشد سیہ ہستش ورق

۶۔ جو مدرسہ دینیہ فی الحال یہاں میرے تعلق سے جاری ہے وہ ایک خاص شان کا مدرسہ ہے۔ میرا دل یوں چاہتا ہے کہ میرے بعد بھی اس کے بقاء کی طرف توجہ رکھی جاوے اور خدا تعالےٰ اس مدرسہ کی خدمت کی جس کو توفیق دے تو وہ اس کے طرز کو جس کا ایک مہتم بالشان جزو تربیت اخلاق و اصلاح نفس ہے نہ بدلے کہ انشاء اللہ تعالیٰ اس میں بہت خیر و برکت کی امید ہے۔

۷۔ دینی و دنیوی مضرتوں پر نظر کرکے ان امور سے خصوصیت کے ساتھ احتیاط رکھنے کا مشورہ دیتا ہوں۔

۱۔ شہوت و غضب کے مقتضاء پر عمل نہ کریں۔ ۲۔ تعجیل نہایت بری چیز ہے۔ ۳۔ بے مشورہ کوئی کام نہ کریں۔ ۴۔ غیبت قطعاً چھوڑ دیں۔ ۵۔ کثرتِ کلام اگرچہ مباح کے ساتھ ہو اور کثرت اختلاطِ خلق بلا ضرورتِ شدیدہ و بلا مصلحت مطلوبہ اور خصوصاً جب کہ دوستی کے درجہ تک پہنچ جاویں، پھر خصوصاً جب کہ ہر کس و ناکس کو رازدار بھی بنا لیا جاوے نہایت مضر ہے۔ ۶۔ بدون پوری رغبت کے کھانا ہرگز نہ کھائیں۔ ۷۔ بدون سخت تقاضہ کے مقاربت نہ کریں۔ ۸۔ بدون سخت حاجت کے قرض نہ لیں۔ ۹۔ فضول خرچی کے پاس نہ جائیں۔ ۱۰۔ غیر ضروری سامان جمع نہ کریں۔ ۱۱۔ سخت مزاجی اور تند خوئی کی عادت نہ کریں، رفق اور ضبط اور تحمل کو اپنا شعار بنا ویں۔ ۱۲۔ ریا و تکلف سے بہت بچیں، اقوال و احوال، طعام اور لباس میں بھی احتراز کریں۔ ۱۳۔ مقتداء کو چاہیئے کہ امراء سے نہ بدخلقی کرے اور نہ زیادہ اختلاط کرے اور نہ ان کو حتے الامکان مقصود بنا وے بالخصوص دنیوی نفع حاصل کرنے کے لئے۔ ۱۴۔ معاملات کی صفائی کو دیانات سے بھی زیادہ مہتم بالشان سمجھیں۔ ۱۵۔ روایات و حکایات میں بے انتہا احتیاط کریں اس میں بڑے بڑے اور فہیم لوگ بے احتیاطی کرتے ہیں خواہ سمجھنے میں یا نقل کرنے میں۔ ۱۶۔ بلا ضرورت بالکلیہ اور ضرورت میں بلا اجازت و تجویز طبیب حاذق شفیق کے کسی قسم کی دوا ہرگز استعمال نہ کریں۔ ۱۷۔ زبان کی غایت درجہ ہر قسم کی معصیت اور لایعنی سے احتیاط رکھیں۔ ۱۸۔ حق پرست رہیں اپنے قول پر جمود اور اصرار نہ کریں۔ ۱۹۔ تعلقات نہ

بڑھاویں۔ ۲۰۔ کسی کے دنیوی معاملہ میں دخل نہ دیں۔

۸۔ میں اپنے تمام منتسبین سے درخواست کرتا ہوں کہ ہر شخص اپنی تمام زندگی بھر یاد کر کے ہر روز سورہ یٰسین شریف یا تین بار قل ہو اللہ شریف پڑھ کر مجھ کو بخش دیا کرے۔ مگر اور کوئی امر خلافِ سنت بدعات عوام و خواص میں سے نہ کریں۔

۹۔ حتے الامکان دنیا و ما فیہا سے جی نہ لگاویں اور کسی وقت فکرِ آخرت سے غافل نہ ہوں۔ ہمیشہ ایسی حالت میں رہیں کہ اگر اسی وقت پیامِ اجل آجائے تو کوئی فکر اس تمنا کا مقتضی نہ ہو۔ " لولا اخرتنی الی اجل قریب فاصدق واکن من الصالحین " اور ہر وقت یہ سمجھے شاید ہمیں نفس، نفسِ واپسیں بود۔ اور علی الدوام دن کے گناہوں سے قبل رات کے اور رات کے گناہوں سے قبل دن کے استغفار کرتے رہیں اور حتے الوسع حقوق العباد سے سبکدوش رہیں۔

۱۰۔ خاتمہ بالخیر ہونے کو تمام نعمتوں سے افضل و اکمل اعتقاد رکھیں اور ہمیشہ خصوصاً پانچوں نماز کے بعد نہایت لجاجت و تضرع سے حسنِ خاتمہ کی دعا کیا کریں اور ایمانِ حاصل پر شکر کیا کریں کہ حسب وعدہ " لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ " اس نعمت میں اضافہ ہو۔

۱۱۔ میرے ایصالِ ثواب کے لئے بھی جمع نہ ہوں، نہ اہتمام سے نہ بلا اہتمام۔ اگر کسی دوسرے اتفاق سے بھی جمع ہو جاویں تو تلاوت وغیرہ کے وقت قصداً متفرق ہو جاویں اور ہر شخص منفرداً بطور خود جس کا دل چاہے دعا و صدقہ و عبادات نافلہ سے نفع پہنچائے نیز میری مستعمل چیزوں کے ساتھ متعارف طریق سے تبرکات کا سا معاملہ نہ کریں۔ البتہ اگر کوئی محبت سے شرعی طریق سے اس کا مالک بن کر مخفی طور پر اپنے پاس رکھے مضائقہ نہیں۔ اس کا اعلان اور دوسروں کو دکھلانے کا اہتمام نہ کیا جائے۔

بس یہ گیارہ وصایا ہیں جن کو " اَحَدَ عَشَرَ كَوْكَبًا " سے بلحاظِ عدد تشابہ ہے ہدایت اور عمل کے لئے انشاء اللہ تعالےٰ کافی و وافی ہیں۔ اللہ تعالیٰ توفیقِ عمل بخشیں آمین ثم آمین

(اشرف السوانح)

ایک تعزیت نامہ

یہ تعزیت نامہ حضرت نے اپنے ایک ہم وطن عزیز کی وفات پر ان کے صاحبزادہ ظفر احمد صاحب[1] انجینئر کو لکھا تھا جو اس وقت لندن میں انجینئری کی تعلیم حاصل کر رہے تھے چونکہ حد درجہ سبق آموز اور مفید ہے لہٰذا نفع عام کے لئے نقل کیا جا رہا ہے۔

از اشرف عفی عنہ عزیزم سلمہٗ! السلام علیکم کئی روز ہوئے میں مدرسہ کو آرہا تھا، راستہ میں حافظ اعجاز کا چھوٹا بچہ مل گیا میں نے چھیڑ کے طور پر اس کو کچھ کہہ دیا، وہ بولا اللہ کرے بڑے ابا مر جاویں، اس وقت میں نے غور کیا کہ اس کلمہ کا مجھ پر کیا اثر ہوا۔ سو الحمد للہ یہ محسوس ہوا کہ جیسے کوئی مسافر گھر کا عیش و آرام چھوڑ کر کسی ضرورت سے سفر میں ہو جہاں اسکو ہر طرح کی کلفت کا ہر وقت سامنا ہو اور کوئی شخص اس کو کہے خدا کرے تو اپنے گھر پہنچ جاوے۔

یہ کہنے والا خواہ کسی نیت سے کہے لیکن اس سننے والے پر اس کا کیا اثر ہوگا ظاہر ہے کہ خوش ہوگا کہ اس نے مجھ کو بہت اچھی دعا دی اور اگر اس نے بد دعا کے قصد سے کہا ہوگا تو اس خوشی کے ساتھ اس کو تعجب بھی ہوگا کہ عجیب بیوقوف ہے کہ دعا کو بد دعا سمجھ رہا ہے بس بحمد اللہ تعالیٰ وہی اثر اس وقت مجھ پر ہوا۔ اور میں ہنسا کہ اس نے تو اپنے نزدیک انتہا درجہ کی بد دعا تجویز کی ہوگی مگر وہ واقع میں دعا ہے تو یہ اثر مجھ پر ہوا یہ نتیجہ کس چیز کا تھا صرف بزرگوں کی صحبت سے جو عقل و دین عطا ہوا تھا صرف اس کا اثر تھا ورنہ طبعاً تو ایسی دعا سب ہی کو ناگوار اور گراں گزرتی ہے اور اللہ تعالیٰ نے دولت عقل و دین اسی لئے عطا فرمائی ہے کہ ایسے موقع میں ان دونوں کو طبیعت پر غالب رکھے۔ خدا تعالیٰ کا فضل ہے کہ آں عزیز کو اللہ تعالیٰ نے دین بھی دیا ہے اور عقل بھی دی ہے اور اہل اللہ کی صحبت بھی میسر آئی ہے جس سے ان دونوں حالتوں میں کافی قوت اور اضافہ ہو گیا تو اگر کوئی ایسا موقع ہو تو ضرور دین اور عقل کو طبیعت پر غالب رکھو گے۔ اب ایسے موقع کی اطلاع دیتا ہوں۔

آں عزیز کے والد ماجد جو طویل مدت سے علیل تھے اور جن کی علالت کی اطلاع گھر سے آں عزیز کو ملتی رہی پس اس دار المشقت مسافر خانہ بلکہ پرخار دشت کو چھوڑ کر اپنے آرام گاہ وطن اصلی آخرت کو روانہ ہو گئے جس سے طبعاً آں عزیز متاثر ہوں گے اور یہ تاثر نہ عقلاً مذموم ہے نہ شرعاً بلکہ علامت ہے محبت و ترحم کی جو کہ ہر مسلمان کے لئے ہر مسلمان پر حق ہے خصوصاً جس سے زیادہ تعلقات ہوں خصوص سرپرست اور مربی کے لئے مگر ساتھ

---

[1] ظفر احمد تھانوی بجری انجینئر مجاز صحبت حضرت حکیم الامت رح

ہی یہ بھی مطلوب ہے کہ عقل و دین کو طبیعت پر غالب رکھ کر راضی برضا اور مفوض بقضا ہوں، نہ جزع فزع کریں نہ حدود سے متجاوز ہوں دل پر قابو حاصل کر کے مرحوم کے لیئے ایصالِ ثواب سے مدد پہنچا دیں خواہ عبادات بدنیہ، نوافل و تلاوتِ قرآن سے خواہ صدقہ مالیہ سے جس قدر اور جس طریق سے سہل ہو ممکن ہے کہ واقعہ قلب پر زیادہ اثر نہ کرے مگر ان کی فکر بجات طبیعت کو مشوش کرے سو اس کے متعلق یہ بھی واقعہ ہے کہ مرحوم اگرچہ اعمال میں آزاد تھے لیکن عقائد و جذبات و ملکات اور سب کو نفع رسانی خصوصاً اہل دین کی عظمت و احترام کی رعایت اور ترحم و ہمدردی وغیرہ وغیرہ یہ ایسے امور ان میں تھے جو حق تعالیٰ کی رحمت کو متوجہ کرنے والے ہیں پھر بیماری کی تکالیف بھی بروے حدیث گناہوں کا کفارہ ہو جاتی ہیں اور اس سب سے قطع نظر ثواب بخشنے سے وہی نفع ہو سکتا ہے جو اعمال سے ہوتا ہے سو یہ زندوں کے ہاتھ میں ہے۔

غرض صبرِ جمیل سے کام لیں اور صبر ہی کا تتمہ یہ بھی ہے کہ محض اس واقعہ سے متاثر ہو کر اپنا نظام عمل نہ بدلیں کہ اپنا نقصان کرنے سے ان کو یا کسی کو نفع نہیں پہنچ سکتا تو ایسے فعل عبث سے کیا فائدہ بس اپنا کام پورا کر کے وہاں سے آویں جیسا پہلے سے تجویز کر رکھا ہے اب دُعا پر ختم کرتا ہوں۔ دُعاگو اشرف علی

از تھانہ بھون۔ ۶ / ربیع الاول ۱۳۵۱ھ

ایصالِ ثواب کا معمول:

حضرت مرشدی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنا معمول بیان فرمایا کہ میں جو کچھ روزانہ پڑھتا ہوں اس کا ثواب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اور تمام انبیاء و صلحاء و عام مسلمین و مسلمات کو جو مر چکے ہیں یا موجود ہیں یا آئندہ پیدا ہوں سب کو بخش دیتا ہوں۔ زندوں کو بھی عبادت کا ثواب ملتا ہے۔ فرمایا قبر پر فاتحہ پڑھنے میں چند سورتیں جن کی خاص فضیلت آئی ہے ان کو پڑھتا ہوں مثلاً قُلْ هُوَ اللّٰهُ اکثر بارہ مرتبہ پڑھتا ہوں۔ ایک روایت میں ہے کہ بارہ بار پڑھنے کی خاص فضیلت ہے اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ۔ اِذَا زُلْزِلَتِ۔ قُلْ يٰۤاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ۔ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ۔ سورۂ ملکؕ۔ سورہ یسین۔

فرمایا۔ قبلہ کی طرف پشت کر کے فاتحہ پڑھنا چاہیئے تاکہ مردہ کا مواجہہ ہو۔ فاتحہ یا دعائے مغفرت کرتے وقت ہاتھ نہ اٹھانا چاہیئے۔

در واف علی الحاجہ

عزیز من ادعونی استجب لکم۔ کئی روز ہوئے کہ میں مدرسہ کو آرہا تھا
راستہ میں فقط اسی کا خیال رہا جب آیا پہنچ گیا۔ میں نے چپ چاپ اسکا طور
پر اسکو کچھ کہنا۔ سو مولا اللہ کی ترغیب اتنا مرجاؤں
اور سونے میں بہت غور کیا کہ اس کلمہ کا مطلب کیا اثر ہوا سو
محسوس یہ ہوئی ہو کہ جب کوئی مسافر گھر کا عیش و آرام
چھوڑ کر کسی ضرورت سے سفر پر جاتا اور اسکو ہر طرح کی
تکلیف کا ہر دفعہ سامنا ہو اور کوئی شخص اسکو کہے
خدا کرے تو اپنی گھر پہنچ جاوے۔ یہ کہنے والا خواہ کسی
منصب سے کم نہیں اس سننے والے پر اسکا کیا اثر ہوگا۔
ظاہر ہے کہ خوش ہوگا کہ اسنے مجکو سبب اپنی دعا علیہ فی
مدد اگر اسنے بد دعا کا قصد سے کہا ہوگا تو اس خوشی کا ساتھ اسکو
تعجب بھی کرتا ہے عجیب بیہودہ وقت ہے کہ دعا کو بد دعا سمجھا اس

پس بحمد اللہ کہ دعا کا اثر وہ کیفیت جو میں سمجھا اور میں سمجھا
کہ اسنے تو اپنی نزدیک رشتہ درجہ کی بد دعا تجویز کی ہوگی
مگر وہ واقع میں دعا ہی تھی یہ اثر جو مجھپر ہوا یہ نتیجہ
کس چیز کا تھا صرف بزرگوں کی صحبت سے جو عقل
و دین عطا ہوا تھا صرف اسکا اثر تھا ورنہ طبعاً تو اسکی
دعا سبب ہی ناگوار اور گراں ہوتی پر اللہ الحمد کہ اسنے
دولت عقل و دین اسی لئے عطا کی ہے کہ ایسے مواقع میں
ان دونوں کو طبیعت پر غالب رکھے۔ خدا کا شکر ہے
کہ آخر تک اسکا دین ہی دیا عقل بھی دی اور اہل اللہ کی
صحبت بھی بس اسکا شکر ہے ادنیٰ درجہ ان دو نعمتوں میں کافی ہوتی
اور رفتہ رفتہ ہو گیا تو اگر کوئی ایسا موقع ہو تو ضرور اپنی دین
و عقل کو طبیعت پر غالب رکھوں گا اور ایسے موقع کا انشاء اللہ وحسنہ

[illegible] والہانہ [illegible] ہے اور جس کی [illegible]

اطلاع [illegible] آخر [illegible] اس دار [illegible] مسافر خانہ

بلکہ [illegible] کو چھوڑ کر [illegible]

کو روانہ ہو گئے [illegible] طبعاً آنحضرت [illegible]

نہ عقلاً [illegible] بلکہ [illegible]

جو [illegible] مسلمان [illegible] ہر حق [illegible] خصوص [illegible] زمانہ

[illegible] خصوص [illegible]

مطلوب ہے [illegible] کو [illegible] راضی [illegible]

اور مفوض [illegible] نہ [illegible]

[illegible]

[illegible] عبادت [illegible] نوافل و تلاوت قرآن [illegible]

جس قدر [illegible] طریق [illegible] ممکن ہو [illegible] واقعہ [illegible]

زمانہ [illegible] نجات [illegible]

[illegible] متعلق [illegible] اگر [illegible]

لیکن عقائد [illegible] جذبات [illegible]

اہل دین کی [illegible] احترام کی [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible] اسلام [illegible]

سے [illegible] اپنا نظام [illegible] اپنا نقصان [illegible]

[illegible] نفع نہیں پہنچ سکتا [illegible]

خصوصیات زندگانی

گو مصور صورت آں دلستاں خواہد کشید
لیک حیرانم کہ نازش راچساں خواہد کشید

حلیۂ مبارک۔

عمر ۶۵ سال، کھلتا ہوا گندمی رنگ، وجیہہ چہرہ، سر پر برابر کے بال، داڑھی گول بھری ہوئی، سر کے بال اور داڑھی میں سفیدی غالب، دونوں بھویں قریب قریب ملی ہوئی، دُہرا بدن میانہ دراز قد۔ چہرہ گول رعب دار باوقار سنجیدہ اور متین، بادشاہوں کی سی شبیہہ، رفتار نہایت آہستہ گردن تھوڑی سی خم کرنے کی عادت، جسم کے قوٰی مضبوط اور پُر گوشت، آواز صاف و نرم، پیشانی پر ہلکا سا نشان سجدہ، آنکھیں بارونق پر کیف ہمیشہ نیچے کی جانب جھکی ہوئی جن میں ایک خاص اثر و رعب۔

لباس۔

چکن ڈوریہ یا تن زیب کی پنج کلی ٹوپی، کرتہ زیادہ تر چکن یا سفید ننیون کا زیب تن فرماتے تھے، اندر ایک بنڈی بند دار، کرتے کا بٹن اوپر کا ہمیشہ کھلا ہوا، شرعی پاجامہ، ازار بند کپڑے کا جس میں کنجیوں کا گچھا بندھا ہوا، کپڑے نفیس اور عمدہ وضع دار۔ رومال بڑا چار خانہ کا، جمعہ کے دن دھاری دار عمامہ زیب فرق مبارک، کپڑے ہفتہ میں دو بار ضرور تبدیل فرماتے تھے۔

جمعہ کے روز عطر لگاتے تھے۔ سردیوں میں اونی عبا زیب تن فرماتے تھے۔ سردیوں میں عام طور پر سر پر رومال باندھ لیتے تھے۔ اور اونی گرم چادر اوڑھے رہتے تھے۔ صبح و شام گرم موزہ پہنتے تھے۔ بعد میں اونی موزے وغیرہ پہننا چھوڑ دیا تھا۔

پر تکلف اور قیمتی لباس پہننا کبھی پسند نہیں رہا ہمیشہ سادہ لباس پہنا مگر صاف ستھرا رہنے کا ہمیشہ طبعاً اہتمام رہا۔

بستر وغیرہ میں کوئی خاص اہتمام پسند نہ تھا بجز اس کے کہ بستر صاف ستھرا ہو۔ شب میں تہہ بند باندھ کر آرام فرماتے تھے، سردیوں میں روئی کی مرزئی اور روئی کا جبہ استعمال فرماتے تھے اور صافہ باندھتے تھے پلنگ یا کوئی چیز ٹیڑھی یا بے ترتیب بچھی ہو تو ناگوار گذرتی تھی۔

جمعرات کے دن حجامت بنواتے تھے۔ سر کے بال پیچھے کچھ پٹھوں کی طرح تھے۔ لبیں بہت باریک قینچی سے ترشواتے تھے چہرہ پر کہیں بال درست کرانے کے لئے استرہ کا استعمال نہ کیا جاتا تھا۔ ہفتہ میں دھوبی ایک بار کپڑے لاتا کاپی میں تاریخ وار اندراج رہتا تھا، یادداشت تحریری سے دھوبی جو کپڑے لاتا تھا اس کی مطابقت فرماتے اور جو اجرت ہوتی فوراً ادا کر دیتے پھر اترے ہوئے کپڑے دھوبی کو دے کر اس کی یادداشت تفصیل کے ساتھ کاپی میں درج فرما لیتے۔

آداب انسانیت

اسوۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم۔

تعلیمات نبوت کی تجدید فرمانے والے اور ایک مجدد ملت کا منصب رکھنے والے کی یہی شان ہونا چاہیئے کہ اس کی زندگی کا ہر انداز "لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ" کا پورا مصداق ہو کیونکہ جب وہ مسلمانوں کو احیاء سنت کی تعلیم و تبلیغ کر رہا ہو تو خود بھی اس کی ساری زندگی اسی تعلیم کا عملی نمونہ ہونا چاہیئے۔ اس کے تمام عادات و معاملات اور اخلاقیات و معاشرت قدم بقدم اتباع سنت ہی کی صراط مستقیم پر ہوں۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت حکیم الامت، مجدد ملت شاہ محمد اشرف علی صاحبؒ کی فطرت سلیمہ ہی میں محبت سنت کی دولت ودلیعت فرمائی تھی۔ حضرت والا کا تمام ضابطہ حیات و انداز زندگانی اسی سے مرتب نظر آتا ہے اور یہ چیز آپ کے تمام کارناموں، اشاعت و تبلیغ دین اور انداز تعلیم و تربیت باطن میں ہر طرح ظاہر و نمایاں نظر آتی ہے۔

اس موضوع کی وضاحت کے لئے خود حضرتؒ کے ملفوظات جو وقتاً فوقتاً ارشاد ہوئے اور قلمبند ہو کر شائع ہوئے ہیں ان کے بعض اجمالی خلاصے اشرف السوانح سے نقل کر کے درج کئے جارہے ہیں تاکہ حضرتؒ کی ذاتی وصفاتی زندگی کی ایک ہلکی سی جھلک ناظرین کے لئے بصیرت افروز ہو۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے تمام ظاہری وباطنی اعمال کو اسوۂ حسنۂ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم میں اس طرح ڈھال لیا تھا کہ ایک شانِ محبوبیت پیدا ہو گئی تھی ؎

زفرق تا بہ قدم ہر کجا کہ می نگرم
کرشمہ دامن دل می کشد کہ جا ایں جاست

اہتمام اتباعِ سنّت۔

ایک دفعہ فرماتے تھے کہ مجھے ایک دن خیال آیا کہ ہم لوگ اتباع سنت کا بہت ذکر کرتے ہیں مگر اس کا کچھ حصّہ ہمارے اعمال میں ہے بھی کہ نہیں چنانچہ میں نے تین دن تک صبح سے رات تک کے اپنے تمام اعمال کا بغور جائزہ لیا دیکھنا یہ تھا کہ کتنی اتباع سنّت ہم لوگ عادتاً کرتے ہیں اور کتنی اتباع کی توفیق علم حاصل ہونے کے بعد ہوئی اور کتنی باتوں میں اب تک محرومی ہے۔ چنانچہ تین دن تک تمام امور زندگی کا جائزہ لینے کے بعد لائحہ عمل صاف ہو گیا۔ الحمدللہ علی ذالک۔

اس ہی جائزہ کے بعد حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے ایک وعظ فرمایا جس کا نام "الغالب للطالب" ہے اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام اعمال اور ارشادات کا ذکر ہے جن کی اتباع کے لئے ہم کو حکم دیا گیا ہے یا جن کا تعلق ادائے حق محبت سے ہے اس میں حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب حیات المسلمین کی روح ہشتم کی طرف توجہ دلائی ہے جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کا ذکر ہے حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو مطالعہ میں رکھنے کی بہت تاکید کی ہے اور فرمایا ہے کہ مجھے یقین ہے کہ اس کے مطالعہ سے ضرور نفع ہوگا انشاء اللہ تعالیٰ ضرور نفع ہوگا۔

حقیقت یہ ہے کہ اتباع سنت ہی میں ہمارے لئے حیات طیبہ ہے اور دین و دنیا کی فلاح ہے،

اور خود اللہ تعالےٰ نے اپنے فضل و کرم سے اپنے کلام پاک میں اس کا اعلان فرمایا ہے کہ جو بھی میرے محبوب نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا اتباع اپنے امور زندگی میں کرے گا اللہ تعالیٰ خود اس سے محبت فرمائیں گے ایک بندۂ عاجز کے لئے اس سے بڑا احسان و انعام الٰہی اور کیا ہو سکتا ہے ؎

حب ان کو اعترافِ محبت ہے عارفی
کیا اس سے بڑھ کے اور تمنا کرے کوئی

طبعی و مزاجی کیفیت

خوبی ہمیں کرشمۂ و ناز و خرام نیست
بسیار شیوہ ہاست بتاں را کہ نام نیست

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے حالات مفصلہ کے ساتھ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی مزاجی کیفیت کا کچھ بیان بھی مناسب معلوم ہوتا ہے۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے مزاج مبارک میں اس قدر سادگی اور بے تکلفی تھی کہ عام نظر میں کوئی بھی خصوصی بات مابہ الامتیاز معلوم نہ ہوتی تھی۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ امور شرعیہ اور اعمال سنت حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے امور عادیہ بن گئے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نہایت لطیف مزاج اور نازک طبع تھے کوئی بات بھی حد اعتدال سے ہٹی ہوئی نہ خود اپنے لئے اور نہ دوسرے کے لئے پسند تھی۔

اپنی مزاجی حالت کے متعلق فرماتے تھے کہ ہجوم سے طبیعت پر بہت بوجھ ہوتا ہے۔ ہاں یہ تو مجھے مرض ہے کہ دو چار اپنے ہم خیال احباب پاس رہیں بالکل تنہائی کو بھی جی نہیں چاہتا اور یہ تو بارہا فرمایا کرتے تھے کہ جس کام کے سامنے آتے ہی اس کی فکر سوار ہو جاتی ہے اور جی چاہتا ہے کہ جہاں تک ممکن ہو اس سے جلد فراغت ہو جائے۔

فرماتے تھے اگر کسی وقت کوئی ضروری کام یا خاص بات یاد آجاتی ہے تو فوراً کاغذ پر اس کی یادداشت لکھ کر رکھ لیتا ہوں تاکہ دماغ اس میں الجھا نہ رہے۔ پھر وقت پر فراغت کے

ساتھ وہ کام کر لیتا ہوں۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ میں کسی شخص کو جس کا کوئی کام مجھ سے متعلق ہو کبھی دیر تک منتظر نہیں رکھتا۔ اولین وقت پر اس کو اس طرف سے فارغ کر دیتا ہوں۔ اسی طرح خود بھی کسی کام کے لئے منتظر رہنا برداشت نہیں ہوتا۔ چاہتا ہوں کہ جس کے ذمہ جو کام کیا ہے۔ وہ اس کو انجام دے کر فوراً مطلع کر دے۔

چھوٹے بچوں سے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو بہت دلچسپی تھی۔ کبھی کبھی بچوں کے ساتھ بڑی خوش طبعی اور مزاح فرما لیا کرتے تھے۔ فرماتے تھے کہ اطباء نے مقویات و مفرحات کی بڑی فہرست لکھی ہے لیکن دو چیزیں چھوڑ دیں ایک تو روپیہ جو مقویات میں بڑا درجہ رکھتا ہے اور دوسرے چھوٹے بچے جو مفرحات میں بڑا اثر رکھتے ہیں۔ ✓

حضرت رحمۃ اللہ علیہ قیمتی سامان اپنے استعمال میں رکھنا پسند نہ فرماتے تھے بہت سادہ اور مختصر سامان اپنی ضروریات کے لئے استعمال فرماتے تھے۔

ضرورت سے زیادہ اپنے پاس کوئی چیز نہ رکھتے تھے اگر کسی نے ایسا ہدیہ دیا جو حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی ضرورت کا نہ ہو خواہ استعمال کی چیز ہو خواہ کھانے پینے کی ہو تو حضرت رحمۃ اللہ علیہ احباب سے اس کا ہدیہ تو قبول فرما لیتے تھے لیکن اس چیز کو اپنے خاص متعلقین کے ہاتھ بہت ہی معمولی قیمت پر فروخت فرما دیتے تھے یا یوں ہی دے دیتے تھے اس سے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی شان تربیت بھی ظاہر ہوتی ہے کہ ہدیہ دینے والے کو سبق ہو جائے فرماتے تھے کہ سب سے آسان بات یہ ہے کہ جو ہدیہ دینا چاہے وہ پہلے سے استمزاج کر لے تاکہ فریقین کو انبساط خاطر و مسرت حاصل رہے فرماتے تھے کہ سب سے ہلکا پھلکا اور راحت و فراغت قلب کا ہدیہ تو نقد رقم کا ہدیہ ہے یہ ہر ضرورت مطلوبہ میں کام آ سکتا ہے۔

فرمایا مجھے تو اس قسم رہی سے وحشت ہوتی ہے کہ میری ملک میں ضرورت سے زیادہ چیزیں ہوں چاہے ان چیزوں سے خود مجھے سابقہ کبھی نہ پڑتا ہو لیکن خیال ہوتا ہے کہ میری ملک ہی میں

ایسی فضول چیزیں کیوں ہوں۔ آخر ان کا ہوگا کیا۔ بہت ہی الجھتی ہے طبیعت۔ کہ جو چیز کام میں نہ آوے وہ گھر میں کیوں رہے۔ مفت میں پہرہ چوکی دینا۔ حمال ہونا، مزدور بننا، فضول کا۔ درویسر خوب کہا ہے صائب نے ؎

حرص قانع نیست صائب ورنہ اسباب معاش
آنچہ ما درکار داریم اکثرے درکار نیست

فرمایا کہ مجھے خدا جانتا ہے۔ ذرا سی بات بھی فضول ہو تو اس سے نہایت انقباض ہوتا ہے، بلکہ ہنسی مذاق یہاں تک کہ فحش تک سے بھی چاہے وہ عقلاً منکر ہو لیکن اس سے انقباض نہیں ہوتا اور پھر سب فضول باتوں میں بھی اتنی ناگواری نہیں ہوتی جتنی ان فضولیات میں جن کو کہنے والا خود بھی سمجھے کہ یہ فضولیات ہیں۔

✓ فرمایا کہ جب کسی کام کو شروع کر دیتا ہوں تو اس سے قلب کو فارغ کرنے کا اس درجہ تقاضا طبیعت میں پیدا ہوتا ہے کہ جب تک ختم نہیں کر لیتا چین ہی نہیں آتا یہاں تک کہ بعض تصانیف کے ختم کے قریب رات رات بھر بیٹھا لکھتا رہتا ہوں اور ایک منٹ کو بھی آرام نہیں کرتا، اور فرمایا کہ چاہے توفیق یادِ خدا کی نہ ہو لیکن میں اپنی طرف سے تو قلب کو فارغ رکھنے کی کوشش ہی کرتا رہتا ہوں تاکہ اگر کبھی توفیق ہو تو آسانی سے حق تعالیٰ کی طرف قلب کو رجوع تو کر سکوں۔ اور اس وقت کوئی مانع توجہ الی اللہ سے نہ ہو، یہی وجہ ہے کہ الجھی ہوئی باتوں سے میری طبیعت پریشان ہو کر متغیر ہو جاتی ہے کیونکہ میں یہ چاہا کرتا ہوں کہ بات ختم ہو کر جلد یکسوئی حاصل ہو اور طبیعت اٹکی نہ رہے اور لوگ تو الجھی ہوئی باتیں کر کے طبیعت کو دیر تک خواہ مخواہ اٹکائے اور الجھائے رکھتے ہیں۔ (اشرف السوانح)

✓ بچپن ہی سے میرا دماغ اس کا عادی ہے کہ اگر کوئی معمولی سے معمولی بات بھی ہو مگر ترتیب کے ساتھ نہ ہو تو میری سمجھ میں نہیں آتی۔ نہ خود الجھی ہوئی تقریر کر دوں اور نہ دوسرے کی الجھی ہوئی تقریر سمجھوں۔ فطرتاً میرا دماغ کچھ ایسا ہی ہے۔

میری عادت ہے کہ میں کسی مضمون کے سمجھنے میں زیادہ تعب نہیں اٹھاتا بس جو سرسری توجہ سے سمجھ میں آگیا وہ آگیا ورنہ چھوڑ دیتا ہوں زیادہ کاوش نہیں کرتا بس اس پر عمل ہے۔ اذا لم تستطع شیئًا فدعہ۔ نیز دشوار طریق کو چھوڑ کر سہل طریق اختیار کرنے میں اس حدیث پر عمل کرتا ہوں۔

ما خیّر صلی اللّٰہ علیہ وسلم فی امرین الا اختار ایسرھما

حضرت کسی کام میں اگر کسی شخص کی بے پرواہی اور بے خیالی دیکھتے تو سخت ناگواری ہوتی اور اس کو متنبہ فرماتے۔

فرماتے تھے کہ کوئی شخص اگر اپنی کسی غلطی پر خواہ مخواہ کی تاویلات کرتا ہے اور صریحًا اعتراف سے گریز کرتا ہے تو ایسی حالت میں طبیعت میں تغیر پیدا ہو جاتا ہے۔

اسی طرح فرماتے تھے کہ بہت طویل خطوط سے خصوصًا جب غیر ضروری باتیں تحریر ہوں بہت کلفت ہوتی ہے اور ایک خط میں دو مختلف مضمون سے زیادہ اگر ہوں تب بھی گرانی ہوتی ہے۔ فرماتے تھے کہ اگر کوئی شخص ایک خط میں کوئی فقہی مسئلہ دریافت کرے اور اس کے ساتھ کوئی باطنی حال یا تصوف کے متعلق کچھ دریافت کرے تو اس وقت بھی ناگواری ہوتی ہے اور جواب میں تحریر فرما دیتے تھے کہ ایک خط میں صرف ایک ہی مضمون ہونا چاہیئے اگر پوچھنا ہی ہے تو الگ الگ خطوں میں مضمون مذکورہ لکھا جائے۔

عاداتِ طیّبہ

حضرت رحمۃ اللّٰہ علیہ فرمایا کرتے تھے "مجھے ابتداءِ عمر ہی سے پاک و صاف رہنے کا اور ہر کام وقت پر اور سلیقہ کے ساتھ کرنے کا اہتمام رہا اور ہمیشہ اس کا خیال رہا کہ میری وجہ سے کبھی کسی کو کوئی ناگواری یا میری بات ناگوار خاطر نہ ہو۔ اکثر و بیشتر شروع ہی سے اپنے حالات و اعمال کا جائزہ لیتے رہنے کی عادت ہے۔

فرماتے تھے کہ اہل تعلقات سے ان کے فرق مراتب کے ساتھ میں نے جو بھی معاملہ رکھا

الحمدللہ عمر بھر اس کو اسی طرح نباہا۔

جب کسی سے کوئی خاص کام ہوتا تھا تو خود اس کے پاس تشریف لے جاتے تھے۔ فرماتے تھے کہ مجھے اس کا خیال رہتا ہے کہ ممکن ہے وہ شخص اپنے کسی کام میں مشغول ہو اور میرے خیال یا لحاظ سے اس کو ملتوی کرنا پڑے۔

فرماتے تھے کہ میں روپیہ کو کبھی بائیں ہاتھ میں نہیں لیتا اور کبھی جوتا وغیرہ داہنے ہاتھ میں نہیں لیتا۔

دستی رومال کے ایک کونہ میں گرہ لگالیتے تھے تاکہ صرف اسی طرف سے ناک وغیرہ صاف کی جائے۔ ایک وقت میں کوئی کھانے پینے کی چیز اگر زیادہ مقدار میں سامنے آتی تو حضرت رحمۃ اللہ علیہ پر بار ہوتا تھا فرماتے تھے کہ تھوڑی مقدار میں اگر چیز ہو تو کھانے پینے میں انشراح رہتا ہے ضرورت ہوتی ہے تو اور طلب کر لیتا ہوں۔

فرماتے تھے کہ جب راستہ پر چلتا ہوں تو اچھا راستہ دوسروں کے لئے چھوڑ دیتا ہوں اس معاملہ میں مویشیوں تک کی رعایت رکھتا ہوں۔

کسی کا راستہ میں معتقدانہ انداز میں پیچھے چلنا پسند نہ فرماتے تھے، فرماتے تھے اگر چلنا ہو تو برابر رہ کر چلو ورنہ فاصلہ سے چلو۔

فرمایا کہ میری عادت نہیں کہ خود کسی کے معاملہ میں دخل دوں میرے اوپر غیرت کا غلبہ زیادہ ہے اس لئے خود کسی معاملہ میں دخل دینے کو دل نہیں چاہتا یہ خیال ہوتا ہے کہ یہ میرا تو کام نہیں میں کیوں دخل دوں کسی کو لاکھ دفعہ غرض پڑے اپنی اصلاح کا طریقہ دریافت کرے ورنہ مجھے کیا غرض پڑی ہے۔ اپنے آپ تو کسی کو اپنی اصلاح کا قصد نہ ہو اور میں اس کے پیچھے پڑتا پھروں۔ البتہ اگر کسی وقت شفقت کا غلبہ ہوتا ہے تو میں خود ہی نرمی سے کہہ دیتا ہوں۔

فرمایا کہ میں کھانے پر اصرار کرنے کو پسند نہیں کرتا۔ کسی کو بے بھوک کھلانا زہر دینا ہے۔

لوگوں میں یہ عرفی مرض ہے کہ خواہ مخواہ وقت ناوقت مہمان کو اصرار کر کے کھانا کھلانا چاہتے ہیں۔

فرماتے مجھے میں جب بیمار پڑتا ہوں تو ایسا کرتا ہوں کہ کوئی ایک طبیب اپنے علاج کے لئے تجویز کر لیتا ہوں (اور اپنے آپ کو اس کے سپرد کر دیتا ہوں) اور سپرد کرنے کے بعد اس طرح عمل کرتا ہوں کہ اگر اور کوئی بھی کچھ بتلاتا ہے (کیونکہ قاعدے کی بات ہے کہ جب محبت ہوتی ہے تو نفع کی چیز بتانے کو ہر شخص کا جی چاہتا ہے) تو میں کسی کی دل شکنی نہیں کرتا۔ کہہ دیتا ہوں کہ بھائی فلاں حکیم میرے معالج ہیں تم ان سے کہہ دو انھیں سمجھا دو اگر وہ مناسب سمجھیں گے تو مجھے بھی کوئی عذر اس کے استعمال میں نہ ہوگا۔ اگر ایسا نہ کروں تو میں کس کس کا علاج اختیار کروں۔ کیونکہ محبت میں ہر ایک شخص کچھ نہ کچھ ضرور بتانے لگتا ہے۔

فرماتے کہ اللہ تعالیٰ کی چھوٹی چھوٹی نعمتوں کی بھی میرے دل میں بڑی قدر رہتی ہے، کاغذ کے ٹکڑے، فیتہ، تاگا اور کوئی ایسی حقیر چیز جو کسی کام میں آسکتی ہو۔ اس کو بھی اٹھا کر محفوظ کر لیتا ہوں۔ وقت پر اس کا کام میں آجانا بڑی راحت کا سبب معلوم ہوتا ہے

اللہ تعالیٰ کی جس نعمت کے اجزائے کثیرہ سے اپنی ضرورت اور لذت پوری ہوتی ہو، اس کے اجزاء قلیلہ کو تلف کرتے ہوئے میرا دل لرزتا ہے۔

فرمایا کہ میں تو یہاں تک احتیاط کرتا ہوں کہ ایسے شخص سے بھی قرض نہیں لیتا۔ جس کی امانت میرے پاس ہو یا مجھے علم ہو کہ اس کے پاس روپیہ آنے والا ہے اور اسے بھی علم ہو کہ اسے علم ہے ہمیشہ ایسے شخص سے لیتا ہوں جو انکار کر سکے اور کسی قسم کا اس پر اثر یا دباؤ نہ ہو ان امور کا ضرور خیال کرنا چاہیئے۔

فرمایا کہ میری عادت یہ ہے کہ اول تو حتی الوسع کسی کی چیز عاریتاً نہیں لیتا اور اگر کبھی کسی مجبوری سے کوئی چیز لینی پڑی تو فراغت کے بعد اس کو فوراً ہی پہنچا دیتا ہوں تاکہ قلب مطمئن ہو جائے اکثر لوگ اس سے غافل ہیں۔ حالانکہ احادیث کے تتبع سے معلوم ہوتا ہے کہ تمام اخلاق کا خلاصہ یہی ہے کہ کسی کو دوسرے سے تکلیف نہ پہنچے۔

اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِّسَانِہٖ وَيَدِہٖ

چند امور میں خاص ضابطے

فرماتے تھے کہ ہدیہ لینے کا بھی میرے یہاں ایک ضابطہ ہے اجنبی شخص سے پہلی ملاقات میں کبھی ہدیہ نہیں لیتا کہہ دیتا ہوں کہ ہدیہ تو محبت کی چیز ہے جب فریقین میں آپس میں محبت اور بے تکلفی ہو اس وقت تو ہدیہ باعث مسرت اور باعث ازدیادِ محبت ہے اس کے بغیر ہدیہ لینا طبیعت میں حرص اور بے غیرتی کی بات ہے۔ مخلص احباب کو بھی اس کی تاکید کرتا ہوں کہ جلد از جلد اور زیادہ مقدار میں ہدیہ نہ دیا کریں اور کوئی ایسی چیز نہ دیں جو میری ضرورت کی نہ ہو مجھے فضول اور بے مصرف چیزوں کے جمع کرنے سے طبعاً وحشت ہوتی ہے۔

میں کسی سے فرمائش نہیں کرتا اگر ضرورتاً کسی چیز کی فرمائش کرنا پڑتی ہے تو اس کی قیمت ضرور ادا کرتا ہوں، فرمائش سے چیز منگا کر قیمت ادا نہ کرنا بڑی بے غیرتی کی بات ہے۔

کسی سے سفارش کرتا ہوں تو اس بات کا لحاظ رکھتا ہوں کہ میری وجہ سے اس کو کوئی گرانی نہ ہو صاف صاف لکھ دیتا ہوں کہ اگر کسی ضابطہ یا مصلحت یا وقتی لحاظ سے مناسب نہ ہو تو ہرگز ایسا کام نہ کریں۔

جب کسی کو قرض دیتا ہوں تو صرف اس قدر رقم دیتا ہوں کہ اپنی خود کوئی ضرورت مستقبل قریب میں اس کی وجہ سے نہ رکے یا واپسی قرض میں دیر ہونے سے طبیعت پر گرانی نہ ہو۔

کسی کی امانت جب رکھتا ہوں تو اس کی پوری تفصیل، تعداد، یا مقدار، رقم، تاریخ اور امانت رکھوانے والے کا پورا نام اور مفصل پتہ، یادداشت کے طور پر لکھ کر امانت کی تھیلی میں رکھ دیتا ہوں۔

اگر اہلِ خصوصیت کو بھی اپنے کسی کام کے لئے کچھ لکھتا ہوں تو جوابی خط بھیجتا ہوں۔

نجی و خانگی حالات

حضرتؒ کی دو بیویاں تھیں۔ دونوں کے رہائشی مکان الگ الگ تھے اولاد کوئی نہ تھی۔

حضرت فرمایا کرتے تھے کہ دونوں گھروں میں ہر طرح کے معاملات وضروریات زندگی اور ادائے حقوق میں چھوٹی چھوٹی باتوں تک میں مساوات کا بہت خیال رکھتا ہوں۔ الحمدللہ ان میں سے کسی کو بھی آج تک مجھ سے اس معاملہ میں کوئی شکایت نہیں ہوئی۔ جس قسم کے بھی ہدیے آتے ہیں ان کے تین مساوی حصے کر لیتا ہوں۔ ایک حصہ اپنے لئے اور دو حصے دونوں گھروں کے لئے۔ ان کے روزمرّہ کے اخراجات اور لوازمات و ضروریات خانگی کے لئے اندازہ وحساب کر کے ایک رقم ماہانہ دونوں کو دے دیتا ہوں۔ جس سے وہ راضی و قانع رہتی ہیں۔ بہت ہی کم ایسا ہوتا ہے۔ کہ کسی قسم کی فرمائش کریں، اپنے کھانے وغیرہ کا بھی حساب کر کے ان کی ماہانہ رقم میں شامل کر دیتا ہوں۔

جب گھر جاتا ہوں تو پہلے دروازے پر کنڈی کھٹکھٹا کر سلام کرتا ہوں جواب آنے پر اندر جاتا ہوں۔ اس کا خیال رکھتا ہوں کہ اگر کوئی عورت مہمان ہو تو اس کو پردے کا موقع مل جائے گھر والوں سے ہمیشہ خوش مزاجی اور نرمی کرتا ہوں اور ان کی باتیں دلچسپی سے سنتا ہوں اگر وہ کسی ایسے کام میں مشغول ہوں جس میں میں کچھ شرکت کر سکتا ہوں تو شریک ہو جاتا ہوں۔ ان کے اصلاح خیال و اصلاح اعمال پر ہمیشہ نظر رکھتا ہوں۔ گھر میں اپنی ضروریات کی چیزیں علٰحدہ رکھتا ہوں۔ اور جو چیز جہاں سے اٹھاتا ہوں پھر اسی جگہ رکھتا ہوں اوروں کو بھی اس کی تاکید کرتا ہوں۔ اس میں بڑی راحت و مصلحت ہے کہ ضرورت کے وقت ادھر ادھر تلاش کرنے میں پریشانی نہیں ہوتی۔ گھر والوں کے استعمال کی چیز اگر ضرورتاً استعمال کرتا ہوں تو جس حالت میں جس جگہ سے اٹھاتا ہوں اسی حالت میں اسی جگہ واپس رکھ دیتا ہوں اگر کوئی کھانا وغیرہ کسی برتن میں کسی کے یہاں سے آتا ہے تو تاکیداً برتن کو اسی وقت واپس کرا دیتا ہوں، تاکہ بھیجنے والے کو اس کے جلد واپس نہ ہونے سے تکلیف و حرج نہ ہو۔

اسی طرح سہواً چاہے کبھی خلاف ہو گیا ہو تو ہو گیا ہو مگر مجھے یاد نہیں کہ میں نے کبھی گھر میں کھانا کھا کر یہ کہا ہو کہ برتن اٹھا لو۔ بلکہ میں کہتا ہوں کہ برتن اٹھوالو۔ گو وہ محکوم ہیں لیکن ان کی حالت

کا جوان کو گھر میں اپنے محکومین پر حاصل ہے لحاظ رکھتا ہوں کیونکہ محکومین کا بھی احترام چاہیئے۔ پھر چاہے وہ خود اٹھالیں یا کسی اور سے اٹھوالیں۔ میں نوکرانی سے بھی خود کسی کام کے لئے نہیں کہتا بلکہ بیبی تو گھر میں کہتا ہوں اور وہ نوکرانی سے کہتی ہیں کیونکہ نوکرانی براہ راست انہیں کی محکوم ہے اس میں بھی ان کی حاکمیت کو ملحوظ رکھتا ہوں۔ نیز اجنبی عورت سے بلا ضرورت خطاب بھی ایک درجہ میں خلاف حیا ہے۔

دونوں ازواج کے اعزہ واقربا سے بھی ان کے مراتب کے لحاظ سے ہمیشہ حسن سلوک اور اور مراعات کا معاملہ کرتا ہوں۔ دونوں گھروں میں ایک ایک روز باری باری قیام کرنے کا معمول ہے لیکن بعد عصر روزانہ تھوڑی دیر کے لئے دونوں گھروں میں ہو آتا ہوں۔ جس قدر وقت ایک جگہ صرف کرتا ہوں گھڑی دیکھ کر اتنا ہی وقت دوسری جگہ صرف کرتا ہوں۔ کبھی ایک گھر کا ذکر دوسرے گھر میں نہیں کرتا اور نہ ہونے دیتا ہوں۔ الحمدللہ ان دونوں میں آپس میں محبت اور یگانگت بھی ہے۔ الحمدللہ طبیعت پر اس قدر قابو ہے اور عادت ہوگئی ہے کہ ایک گھر کے تاثرات کو دوسرے گھر تک جانے میں بالکل بھول جاتا ہوں اور قلب کو بالکل فارغ پاتا ہوں۔

فرماتے تھے کہ کوئی کیسا ہی محبوب مہمان ہو اور اس کے ٹھہرانے کو کتنا ہی جی چاہتا ہو کبھی اس کی مرضی کے خلاف اصرار نہیں کرتا اور جب جانے کو کہتا ہے تو نہایت فراخ دلی سے کہہ دیتا ہوں کہ جیسی مرضی ہو اور جس میں راحت ہو۔

ملازموں کے ساتھ معاملہ

فرماتے تھے کہ ملازموں کو بھی تنخواہ توقیر کے ساتھ دیتا ہوں۔ ان کے سامنے رکھ دیتا ہوں پھینک کر نہیں دیتا جیسا کہ متکبرین کا شعار ہے۔

جب گھر کے لوگ نہیں ہوتے اور صبح کو ملازم کے ساتھ گھر سے باہر جانا ضروری ہوتا ہے تو ملازم کے بیدار ہونے کے بعد میں قصداً کسی کام میں مشغول ہو جاتا ہوں تاکہ وہ باطمینان اپنی

ضروریات سے فارغ ہولے اور میرا ارادہ اور انتظار دیکھ کر اس کو عجلت نہ ہو۔ (اشرف المعمولات)
ملازموں سے کوئی ایسا کام نہیں لیتا جو ان پر بار ہو یا طبعاً ناگوار ہو جو کام اطمینان کے اور سمجھ کر کرنے کے ہوتے ہیں پہلے ملازم کو اچھی طرح سمجھا دیتا ہوں اور پھر اطمینان بھی کر لیتا ہوں کہ وہ میرا مطلب اور کام کی نوعیت کو اچھی طرح سمجھ گئے ہیں اپنی روزمرہ کی ضروریات اور راحت کے لئے بہت مختصر اور سادہ سامان رکھتا ہوں۔ مجھے تکلفات سے بالطبع وحشت ہوتی ہے۔
اپنے ضروری کام خود کر لیتا ہوں اس کے لئے نہ گھر والوں کو اور نہ ملازم کو کسی طرح مکلف نہیں کرتا اور نہ اپنا ایسا کام کسی پر منحصر کرتا ہوں کہ اس کے پورا ہونے کے لئے مجھے انتظار کرنا پڑے۔ مجبوری اور معذوری کی اور بات ہے۔ مجھے خود اپنی اور دوسروں کی فراغت قلب بہت عزیز ہے۔
دیکھنے میں یہ سب باتیں ہیں تو بہت معمولی اور ناقابل توجہ مگر تجربہ شاہد ہے کہ تمام حسنِ معاملت اور حسن معاشرت اور عافیت اور راحت کی روح رواں میرے نزدیک اپنی ذات سے کسی کو ادنیٰ ناگواری تک نہ ہو۔ یہی حاصل کل تصوف و سلوک ہے۔"
میں نے جب دیکھا کہ غفلت حد سے بڑھ گئی ہے اور اچھے اچھے پڑھے لکھے لوگوں کو بھی ان امور کا خیال نہیں تو اس کے متعلق بھی ایک رسالہ لکھنا پڑا۔ آداب المعاشرت اس کا نام ہے مجھے ایسے جزئیات کا بہت اہتمام ہے۔ بزرگوں کے یہاں بڑی بڑی باتوں کی تعلیم ہوتی ہے اور میں چھوٹا ہوں اس لئے میرے یہاں چھوٹی چھوٹی باتوں کی تعلیم ہوتی ہے۔ کیا معاشرت دین کے شعبوں میں ایک اہم شعبہ نہیں ہے، کیا اس کے متعلق قرآن و حدیث میں ضوابط و اصول اور ان پر کاربند ہونے کی تاکید اور عدم عمل پر وعید وارد نہیں ہے ضرور ہے۔
مگر افسوس اس دور حاضر میں ہم سب کو اس طرف بالکل توجہ نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ہماری زندگی وبال جان بن کر رہ گئی ہے اور محسوس ہوتا ہے جیسے عافیت ہم سے سلب کر لی گئی ہو۔

دینی رجحان

حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ مجھے دین کی باتوں کا بچپن ہی سے بہت شوق تھا یہاں تک کہ بہت چھوٹی عمر میں بھی جبکہ عربی کی محض ابتدائی کتابیں پڑھتا تھا اور صرف ۱۲-۱۳ برس کی عمر تھی پچھلی رات تہجد کو اٹھتا اور نوافل و وظیفہ پڑھتا تھا میری تائی صاحبہ کو میری یہ مشقت گوارا نہ ہوتی اور فرماتیں ابھی تیری عمر ہی کیا ہے کیوں تکلیف اٹھاتا ہے خصوصاً سردی کے زمانہ میں ان کا جی بہت کڑھتا تھا۔

مجھے دین کا شوق جس کی ایک فرع تہجد بھی ہے میرے ابتدائی استاد حضرت مولانا فتح محمد صاحب رح کے فیض سے پیدا ہوا تھا۔ وہ بڑے ہی بابرکت بزرگ تھے۔ مجھے بچپن ہی سے وعظ کہنے کا بہت شوق تھا چنانچہ اگر کبھی بازار سودا وغیرہ لانے کے لئے جاتا اور راستہ میں کوئی مسجد پڑتی اور اس وقت نماز کا وقت نہ ہوتا تو سیدھا ممبر پر پہنچتا اور کھڑے ہو کر کچھ خطبہ کی طرح پڑھ پڑھا کر وہاں سے چلا آتا۔

حقوق ومعاملات

فرماتے تھے کہ اہل تعلقات سے ان کے فرق مراتب کے ساتھ میں نے جو بھی معاملہ رکھا الحمد للہ عمر بھر اس کو اسی طرح نباہا۔

جب کسی سے کوئی خاص کام ہوتا تھا تو خود اس کے پاس تشریف لے جاتے تھے فرماتے تھے کہ مجھے اس کا خیال رہتا ہے کہ ممکن ہے وہ شخص اپنے کسی کام میں مشغول ہو اور میرے خیال بالحاظ سے اس کو ملتوی کرنا پڑے۔

حضرت فرمایا کرتے تھے کہ بعض وقت کسی کی تعزیت یا تقریب نکاح میں شرکت کا موقع ملتا ہے تو تعزیت کے وقت اہل تعلق کی دلدہی کرنے اور مصائب و رنج وغم پر صبر و تحمل اور اس کے اجر و ثواب کا بیان کرنے کے لئے اگر موقع ہوا تو کچھ نصیحت و وعظ کہہ دیتا ہوں اسی طرح تقریب نکاح کے موقع پر اگر انشراح ہوا تو نکاح کے برکات اور اس میں رسومات و بدعات کے منکرات پر

نصائح کے طور پر وعظ کہہ دیتا ہوں جس سے بہت نفع ہوتا ہے۔

مریضوں کی عیادت کے وقت ان کی تسلی اور شفاء کے لئے کچھ آیاتِ قرآنیہ پڑھ کر دم کر دیتا ہوں اور دعائے صحت کر دیتا ہوں۔

خطوط کے جواب التزاماً روز کے روز تحریر کر دیتا ہوں تاکہ مکتوب الیہ کو زحمت انتظار نہ ہو اگر کوئی دینی یا دنیوی معاملہ میں مشورہ لیتا ہے اور اس کو اس معاملہ میں تذبذب ہوتا ہے تو بقدر اپنے علم و تجربہ کے جو صحیح بات سمجھ میں آتی ہے عرض کر دیتا ہوں، اگر اس کے مطابق عمل نہ کیا جائے تو مجھے ناگوار نہیں ہوتا۔

شادی و غم کی تقریبات یا دعوت ولیمہ میں اگر کسی منکر شرعی کا احتمال ہوتا ہے تو شرکت نہیں کرتا اور اگر شریک ہونے پر اس کا علم ہوتا ہے تو خود اپنے کو اس سے بچانے کا اہتمام کر لیتا ہوں، صاحبِ خانہ کی دل شکنی یا توہین کے خیال سے اس وقت کچھ نہیں کہتا اور ایسے موقع پر تبلیغ جائز بھی نہیں۔ بعد میں کسی موقع پر یا مجلس عام میں ضرور ایسے امور پر متنبہ کر دیا کرتا ہوں۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ قصبہ میں اور اگر کہیں سفر میں اتفاق ہوا تو خاص اعزہ و احباب کی تقریبات میں بھی شرکت فرمایا کرتے تھے۔ اگر کوئی حضرتؒ کی دعوت طعام کرتا تو بہت خوشی سے قبول فرما لیا کرتے تھے۔

حضرتؒ کے مزاج میں غیرت بھی بہت زیادہ تھی اگر کوئی زیادہ کثیر رقم یا کوئی بہت زیادہ قیمتی ہدیہ استعمالی اشیاء کا پیش کرتا تو نہایت متواضعانہ انداز سے معذرت فرما لیتے۔

تبرکات حاصل کرنے کے معاملہ میں بھی حضرت خاص احباب سے بھی غلو کرنے میں منع فرماتے تھے، اپنے احباب اور اعزہ سے حضرت بہت کم کسی چیز کی فرمائش کرتے تھے اور اگر کسی ضرورت کی چیز کی فرمائش کرتے تو شرط کر لیتے تھے کہ اس کی قیمت ان کو قبول کرنا پڑے گی متعلقین اور احباب کی معمولی غلطیوں اور فرو گذاشتوں سے اکثر چشم پوشی فرما لیتے تھے۔

فرماتے تھے کہ مجھے اگر کسی سے ایذا یا تکلیف پہنچتی ہے تو ناگواری تو بہت ہوتی ہے مگر

ضبط کر لیتا ہوں اور اس کے خلاف دل میں کبھی انتقامی جذبہ پیدا نہیں ہوتا اور نہ اس کے لئے بددعا کرنے کو جی چاہتا ہے بلکہ عقل کو غالب کر کے اس کو معاف ہی کر دیتا ہوں جن لوگوں نے حضرتؒ کے اوپر اور حضرتؒ کے بزرگوں پر کفر کے فتوے لگائے ان کے متعلق بھی کبھی کوئی حرف ناشائستہ زبان سے نہیں نکالا اور نہ ان کے الزامات کی تردید کے لئے کوئی اقدام کیا۔ سیاست کے بحران کے زمانے میں بہت سی مقتدر ہستیوں نے حضرتؒ کے مسلک کے متعلق طعن و تشنیع کی اور اکثر لوگوں نے اور اخبارات نے بہت نامناسب الفاظ میں حضرتؒ کی مخالفت کی بعض لوگوں نے قتل کی بھی دھمکیاں دیں مگر حضرتؒ کوہ وقار بنے ہوئے خاموش ہی رہے اور کبھی کسی کو کوئی جواب نہیں دیا اور کسی سے کبھی مغلوب بھی نہیں ہوئے فرماتے تھے بحمداللہ مجھ پر حق واضح ہو گیا ہے اگر حق کی بقا اور حفاظت کے لئے مجھے اپنی جان بھی قربان کرنا پڑے تو انشاء اللہ دریغ نہ کروں گا۔

حضرتؒ اپنے مضامین کا کبھی اخبار میں شائع کیا جانا پسند نہ فرماتے تھے حضرتؒ کے جو بھی ملفوظات یا مضامین عام مسلمانوں کی ہدایت یا وضاحت حق کے متعلق ہوتے تھے وہ سب ماہوار رسالہ النور میں شائع ہوتے رہتے تھے۔ یہ رسالہ خانقاہِ اشرفیہ سے مولوی شبیر علی صاحب مرحوم کے زیر اہتمام شائع ہوتا تھا۔

مخالفین کے ساتھ معاملہ

مخالفین سے ایسے نرم و مہذب اور متین سلوک کی مثال شاید تاریخ مشاہیر پیش نہ کر سکے مخالفین سے ایسا نرم سلوک کرنے کے ساتھ ساتھ آپ ان لوگوں کے جذبات کا بھی بڑا احترام کرتے تھے۔ چنانچہ ایک اور موقع پر آپ نے ایک ایسی شکایت کے جواب میں لکھا کہ :۔

”میں اپنے مخالفین اور موذیوں (ایذا دینے والوں) کے جذبات کی بھی رعایت کرتا ہوں کہ ان کی نیک نیتی پر شبہ نہیں کرتا اور صبر تو ہر حال میں کرتا ہوں۔ فلاں مولوی صاحب کے جواب میں کبھی ایک سطر بھی نہیں لکھی۔ کافر، خبیث، ملعون سبھی کچھ بنتا رہتا ہوں۔ ابھی ابھی ایک عنایت فرما کا خط آیا تھا۔ اس میں

مجھ کو گدھا تک لکھا ہوا ہے۔ مگر میں ان مراقبات کو اپنا امام بناتا ہوں اس نے اپنی زبان، قلم یا قلب کو ملوث کیا۔ میرا کیا بگڑا۔ رہا رنج، وہ کوئی بگاڑ نہیں، محض خیال کے تابع ہے ممکن ہے اس شخص کی نیت اچھی ہو، مثلاً امر بالمعروف نہی عن المنکر اس لئے وہ معذور ہو، گو ہم بھی اس لئے معذور ہوں کہ ہم اپنے کو حق پر سمجھتے ہوں یا اپنی غلطی بھی نظر میں ہو، مگر اصلاح کا طریق ہماری رائے میں اس سے سہل اور اسلم ہو۔ اگر اس نے ہم کو ناحق بھی رنج دیا تو اپنی عاقبت خراب کی۔ ہم کو صبر کا ثواب ملا۔ نیز ایسے واقعات سے بھی بعض اوقات اپنی کوتاہیوں پر نظر ہو کر اصلاح کی توفیق ہو جاتی ہے۔ اگر یہ بھی نہ ہو تو کم از کم معتقدین کی عنایت سے جو عُجب و کبر پیدا ہو گیا تھا یا ہو سکتا تھا اس کا ازالہ یا انسداد ہو جاتا ہے۔ نیز خود بھی ایسے مخاطبات اپنے سے سرزد ہو جاتے ہیں۔ اپنی ناگواری سے ان کی ناگواری سامنے آجاتی ہے۔ ایسے مخاطبات سے اجتناب کی توفیق ہو جاتی ہے۔

وقت کی قدر

فرماتے تھے کہ مجھے انضباط اوقات کا بچپن ہی سے بہت اہتمام ہے جو اس وقت سے لے کر اب تک بدستور موجود ہے اور یہ اسی کی برکت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس قدر دینی کام مجھ سے لے لیا ہے۔ میں کبھی ایک لمحہ بھی بیکار رہنا برداشت نہیں کرتا۔ میرے استاد حضرت مولانا شیخ الہند محمود حسن صاحب دیوبندیؒ ایک بار تھانہ بھون تشریف لائے۔ میں نے ان کے قیام اور راحت رسانی کے تمام ضروری انتظامات کئے۔ جب تصنیف کا وقت آیا تو بہ ادب عرض کیا کہ حضرت میں اس وقت کچھ لکھا کرتا ہوں اگر حضرت اجازت دیں تو کچھ دیر لکھ کر پھر حاضر ہو جاؤں۔ فرمایا ضرور لکھو، میری وجہ سے اپنا حرج ہرگز نہ کرنا، گو میرا دل اس روز کچھ لکھنے میں لگا نہیں لیکن ناغہ نہ ہونے دیا کہ بے برکتی نہ ہو۔ تھوڑا سا لکھ کر پھر جلد ہی حاضرِ خدمت ہو گیا۔ حضرت کو تعجب ہوا کہ اس قدر جلد آگئے۔ عرض کیا حضرت صرف چند سطریں لکھ لی ہیں معمول پورا ہو گیا۔

فرمایا کہ مجھے بھی گو میں کچھ نہیں ہوں، صبح کی نماز کے بعد باتیں کرنے والے پر غصہ آتا ہے کہ یہ کیسا بے قدر ہے کہ ایسے نورانی وقت کو ضائع کرتا ہے۔ صبح کی نماز کے بعد سے طلوعِ شمس تک، یہ وقت ذکر اللہ کے لئے عجیب ہے اس کو ضائع نہ کرنا چاہیئے۔

فرمایا کہ ہر شخص کو چاہیئے کہ اپنے تمام کاموں کو انتظام کے ساتھ کرے اس سے اپنے کو بھی راحت ہوتی ہے اور دوسروں کو بھی۔

محاسبۂ نفس

حضرت والاؒ ہر وقت اپنے نفس کی نگرانی اور دیکھ بھال رکھتے تھے اور بوجہ دائمی مجاہدۂ نفس، دائمی ترقی فرماتے رہتے، اور یہ وہ ترقی تھی جو ہر وقت ہو رہی تھی اور جس کا کسی کو عام طور سے پتہ بھی نہیں چلتا اور یہی وہ اعمال باطنہ ہیں جن کے بارے میں حضرت والاؒ فرمایا کرتے تھے کہ وہ سالک کو کہیں سے کہیں پہنچا دیتے ہیں اور دوسروں کو اس کا علم بھی نہیں ہوتا ایسے شخص کو قلندر کہتے ہیں۔ اس کو عبادات نافلہ کا اتنا اہتمام نہیں ہوتا جتنا اپنے قلب کی نگہداشت کا اور اعمال قلبیہ کا، مثلاً جب کوئی واقعہ پیش آیا تو فوراً اس کے قلب نے اس واقعہ کے متعلق حق تعالیٰ کے ساتھ کوئی معاملہ صبر و شکر، تفویض، عبدیت وغیرہ کا کر لیا بس وہ ایک مستقل باطنی عمل ہو گیا اور اس درجہ کا ہوا کہ وہ اس کی بدولت کہیں کا کہیں پہنچ گیا اور چونکہ واقعات بہ کثرت پیش آتے ہی رہتے ہیں اور وہ ہر وقت اپنے قلب کی نگہداشت میں رہتا ہے اس لئے وہ ہر وقت باطنی ترقی کرتا رہتا ہے اور اس شخص سے بڑھ جاتا ہے جس کو عبادت نافلہ کا تو اہتمام بہت ہوتا ہے لیکن قلب کی نگہداشت کا اہتمام نہیں۔ بمصداق ارشاد حضرت مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ ؎

سیرِ عابد ہر شبے یک روزہ راہ
سیرِ عارف ہر دمے تا تختِ شاہ

(اشرف السوانح حصہ دوم صفحہ ۲۲۰)

فرمایا تعجب ہے کہ لوگوں کو اپنے عیب ہی نظر نہیں آتے حالانکہ واللہ اگر آدمی کی حس صحیح ہو تو گناہ تو گناہ ہیں اس کو اپنی طاعات بھی معاصی نظر آئیں۔ پھر یہاں جوش کے ساتھ تین بار قسم کھا کر فرمایا کہ مجھ کو تو اپنی نماز، اپنے روزے اور اپنے ہر عمل بلکہ اپنے ایمان تک میں شبہ عدم خلوص کا رہتا ہے اور ہم لوگ تو کیا چیز ہیں صحابۂ کرام سے بڑھ کر کون مخلص ہوگا، حدیث میں وارد ہے کہ اصحاب بدر میں سے ستر حضرات ایسے تھے جن کو اپنے اوپر نفاق کا شبہ تھا کہ کہیں ہم منافق تو نہیں۔

حضرت والاؒ بار بار فرمایا کرتے کہ گو میں متقی اور پرہیزگار تو نہیں لیکن الحمدللہ اپنی اصلاح سے غافل بھی نہیں۔ ہمیشہ یہی ادھیڑ بن لگی رہتی ہے کہ فلاں حالت میں فلاں تغیر کرنا چاہیئے فلاں نقص کی فلاں طریقہ سے اصلاح کرنی چاہیئے۔ بغرض مجھ کو اپنی کسی حالت پر قناعت نہیں۔

اسی طرح اس زمانے میں جب وعظ کثرت سے فرمایا کرتے تھے ایک بار فرمایا کہ جب میں اپنے اندر کوئی امر اصلاح طلب پاتا ہوں تو اس کے متعلق ایک وعظ کہہ دیتا ہوں جس سے بہت نفع ہوتا ہے چنانچہ وعظ الغضب اسی غرض سے کہا گیا تھا اسی سلسلہ میں یہ بھی فرمایا کہ اللہ تعالیٰ بڑے بڑے امراض نفس کے لئے ایسے ایسے ہی چٹکلے دل میں ڈال دیتے ہیں جن سے بفضلہ تعالیٰ بسہولت اصلاح ہو جاتی ہے (اشرف السوانح ج ۲)

فرمایا کہ عام لوگوں میں سے تو اگر کسی کے اندر ننانوے ۹۹ عیب ہوں ایک بھلائی ہو تو میری نظر بھلائی کی طرف جاتی ہے اور ان ننانوے عیبوں پر نہیں جاتی۔ اور جس نے اپنے آپ کو تربیت کے واسطے میرے سپرد کیا ہو تو اس میں اگر ننانوے ۹۹ بھلائی ہوں اور ایک عیب ہو تو میری نظر اس عیب پر جاتی ہے ان ننانوے بھلائیوں پر نہیں جاتی۔

اپنے نفس کے محاسبہ سے بحمداللہ کبھی غافل نہیں ہوتا جب کسی طالب یا سالک سے کچھ مواخذہ کرتا ہوں تو اپنے نفس پر بھی نظر رکھتا ہوں اور اللہ تعالیٰ کے مواخذہ سے پناہ مانگتا

رہتا ہوں۔

حضرت نے اپنی نشست کی جگہ کے سامنے والی چھوٹی میز پر ایک کاغذ پر لکھ کر رکھ لیا تھا۔ اکثر اس پر نظر فرماتے رہتے تھے۔

۵ کثرتِ ذکر، قلت تبلیاں
وقت ہیجانِ نفس، کفِّ لسان

اکابر سلف کی کتب میں بھی حضرت والا کے معمولات کی تائیدات بکثرت ملتی ہیں جن کو دیکھ کر یا سن کر حضرت والا کو بہت اطمینان اور سرور ہوتا تھا اور فرمایا کرتے تھے کہ گو میں نے کتابیں دیکھ دیکھ کر اپنے معمولات مقرر نہیں کئے لیکن الحمدللہ بزرگوں کی برکت سے قلب میں وہی باتیں آتی ہیں جو سلف کا معمول تھیں لوگ تو سلف کی تائید سے افسردہ ہو جاتے ہیں کہ ہم موجد نہ رہے اور مجھ کو اس سے نہایت مسرت ہوتی ہے کہ الحمدللہ اب اپنی بات پر اطمینان ہو گیا۔
(اشرف السوانح ۲)

کئی بار فرمایا کہ گو میں اعمال میں تو بہت کوتاہ ہوں لیکن الحمدللہ اپنی اصلاح سے غافل نہیں ہمیشہ یہی ادھیڑ بن لگی رہتی ہے کہ فلاں حالت کی یہ اصلاح کرنی چاہیئے فلاں حالت میں یہ تغیر کرنا چاہیئے غرضیکہ کسی حالت پر قناعت نہیں اور گو میں نجات کو اعمال پر منحصر نہیں سمجھتا ہوں لیکن بندہ کے ذمہ یہ اللہ تعالیٰ کا حق ہے کہ اس کے اوامر کو بجالائے اور نواہی سے اجتناب رکھے اس لئے مجھ کو اپنے اعمال کی کوتاہی پر سخت ندامت ہے اور ہمیشہ اپنی اصلاح کی فکر رہتی ہے۔

فرماتے تھے کہ میں کبھی فرمائشی مضمون پر وعظ نہیں کہتا بلکہ جیسا موقع ہو یا دینی ضرورت ہو اس کی رعایت سے وعظ کہتا ہوں اور جب تک دل میں تقاضا نہ ہو وعظ نہیں کہتا بعض وقت جب اپنے نفس کے مکائد پر نظر جاتی ہے تو اُن کی اصلاح کے لئے بھی وعظ کہہ دیتا ہوں اس میں اپنی بھی اصلاح ہوتی ہے اور دوسروں کو بھی نفع ہوتا ہے۔

احترامِ دین

علماء اور صوفیاء کے ساتھ معاملہ

فرمایا کہ مجھے پیر جیون والی درویشی نہیں آتی میں تو ایک طالب علم ہوں۔ مجھ سے تو قرآن وحدیث کی باتیں پوچھی جائیں مجھے تو سیدھا سادہ قرآن وحدیث ہی آتا ہے اور میں تو اسی کو اصل درویشی سمجھتا ہوں نیز علماء کی اشد ضرورت ہے کہ انھیں کے وجود باجود پر دین کا دارومدار ہے بلکہ صوفیہ سے زیادہ علماء کی ضرورت ہے کیونکہ انھیں کی بدولت انتظام دین قائم ہے ورنہ کسی کو احکام دین اور ان کے حدود ہی کا پتہ نہ چلے درویشی تو اس کے بعد کی چیز ہے۔ میرے قلب میں محبت تو درویشوں کی زیادہ ہے مگر عظمت علماء کی ہے۔ اور حضرات صوفیہ کا تو ادب بڑے بھائی کا سا اور حضرات فقہاء کا ادب باپ کا سا ہے۔ اور اللہ تعالے کا معاملہ بھی حضرات صوفیہ کے ساتھ چھوٹے بچے کا سا معلوم ہوتا ہے اور حضرات فقہاء کے ساتھ بڑے لڑکے کا سا، کہ حرکتیں تو بچہ کی اچھی معلوم ہوتی ہیں اور اس کو بہت سی باتوں میں غیر مکلف ہی سمجھا جاتا ہے لیکن کام بڑے لڑکے ہی سے لیا جاتا ہے اللہ تعالیٰ حضرات فقہاء کو جزائے خیر مرحمت فرمائے دین کی بڑی ہی خدمت کی ہے اور امت کے لئے دین کا راستہ بالکل صاف فرما گئے ہیں ورنہ تاریک رہتا۔ قرآن وحدیث سے مستنبط کر کے ایسے ایسے اصول مقرر فرما گئے ہیں کہ قیامت تک کے لئے کافی ہو گئے ہیں اور کوئی کیسی ہی صورت پیش آئے اس کا حکم انھیں اصولوں پر بہ آسانی معلوم کیا جا سکتا ہے۔ بس دو جماعتیں امت کے لئے اللہ تعالے کی بڑی ہی رحمت ہیں حضرات فقہاء اور حضرات صوفیاء۔ یہ حضرات حکمائے امت ہیں۔ (اشرف السوانح)

حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ فقہی مسائل میں عوام کے عمل کے لئے جہاں تک گنجائش ہوتی ہے میں ضرور کوئی آسان راستہ نکال لیتا ہوں تاکہ عام طبائع پر مسائل شرعیہ

شاق نہ ہوں کیونکہ اَلدِّیْنُ یُسْرٌ۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو امور شرعیہ میں تاویلات اور دنیاوی مصالح کی آمیزش سے بالطبع نفرت تھی۔

فرماتے تھے کہ میں عذر کی حالت میں عزیمت کی بجائے رخصت پر عمل کرنا زیادہ پسند کرتا ہوں اس میں اپنے عجز کا احساس ہوتا ہے اور الیسانہ کرنے سے عجب پیدا ہونے کا اندیشہ ہے اور اللہ تعالیٰ کی رحمت کی ناقدری معلوم ہوتی ہے۔

میں اپنے نجی معاملات میں کبھی شریعت کے فتوے کے مقابلے میں اپنے تقوےٰ کی ادنیٰ حیثیت نہیں سمجھتا۔ جب کوئی معاملہ ہوتا ہے اہل علم سے مشورہ کر لیتا ہوں اور ان سے فقہی مسئلہ معلوم کر کے عمل کرتا ہوں۔ بطور خود کبھی عمل نہیں کرتا میں الحمد للہ کبھی طبیعت کو عقل پر غالب آنے نہیں دیتا اور کبھی عقل کو شریعت پر غالب آنے نہیں دیتا۔

مجھے اعتدال اور حفظ مراتب کا بڑا اہتمام ہے ہر شخص سے اس کے درجے کے موافق معاملہ اور برتاؤ کرتا ہوں بلکہ طبیعت میں یہاں تک احتیاط ہے کہ اگر کسی وقت مختلف قسم کی چند کتابیں جمع ہو جائیں تو ان کے رکھنے میں سب سے اوپر حدیث پھر اس کے نیچے فقہ پھر تصوف پھر اور کوئی کتاب۔ اسی طرح پہلے عربی پھر فارسی پھر اردو کی کتابیں رکھتا ہوں۔

اگر کہیں دینی کتاب رکھی ہو تو اس کے اوپر کوئی استعمالی چیز کا رکھنا بھی خلاف ادب سمجھتا ہوں۔

احوال خصوصی

حضرت حکیم الامت قدس سرہ العزیز نے ایک بار فرمایا کہ سالک کو اپنے حالات میں بیّن تغیر پیدا کرنا تو ضروری ہے لیکن رفتہ رفتہ اور اس طور پر کرنا چاہیئے کہ کسی کو پتہ نہ چلے، اور کوئی ایسی امتیازی صورت نہ اختیار کرے کہ لوگوں کی خواہ مخواہ نظریں اٹھنے لگیں اور

خواہ مخواہ بزرگ سمجھنے لگیں اور یہ خود حضرتؒ کا مذاق زندگی تھا واقعی حضرتؒ کو پہچاننا بہت ہی مشکل تھا اور ہر شخص کا کام نہ تھا۔ بقول مجذوبؒ ؎

اہلِ ظاہر تجھے سمجھے نہیں اے سادہ جمال
کوئی اس حسن کو پوچھے ہم ادا دانوں سے
لا ادھر جام کہ نااہل ہیں منکر ساقی
درخور ہر کس و ناکس ترا میپانہ نہیں

بلکہ جن لوگوں کو سمجھا جاتا ہے کہ انھوں نے پہچانا واللہ انھوں نے بھی کما حقہ نہیں پہچانا۔ آخر ایام زندگی میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ اکثر یہ شعر پڑھا کرتے تھے ؎

ہر کسے از ظنِّ خود شد یارِ من — وز درونِ من نہ جُست اسرارِ من

اکثر حضرت خواجہ صاحب مجذوبؒ کو مخاطب فرما کر فرماتے کہ خواجہ صاحب آپ نے مجھ کو پہچانا نہیں آپ نے میری کچھ قدر نہ کی۔ کیوں نہ ہو کاملین کا پہچاننا بہت مشکل ہوتا ہے کیونکہ تمکین تام حاصل ہونے پر ان کی حالت عوام کی سی ہو جاتی ہے حسب ارشاد حضرت اقدسؒ

ع خلوت و چلہ برو لازم نماند

انھیں حضور دائم کی ہر وقت کیفیت حاصل رہتی ہے اور جب بضرورت تبلیغ مخلوق کی جانب متوجہ ہونا پڑتا ہے تو اس وقت بھی ان کی نظر بواسطہ حق تعالےٰ ہی کی طرف رہتی ہے۔ اور توجہ الی المخلوق توجہ الی الخالق سے مانع نہیں ہوتی جیسے آئینے میں محبوب کی شکل نظر آرہی ہو تو آئینہ کا شیشہ اور چوکھٹا بھی پیش نظر ہوتا ہے لیکن عاشق کی ٹکٹکی محبوب کے عکس ہی پر بندھی رہتی ہے نیز کاموں کی نظر زیادہ تر قلب کی نگہداشت کی طرف رہتی ہے کہ وہ غافل نہ ہونے پاوے۔ غرض کاملین کا پہچاننا بہت مشکل ہوتا ہے اور بالخصوص ایسے وارث الانبیاء بزرگ کا پہچاننا تو بہت ہی مشکل ہے جو سچا وارث ہو اس سرورِ انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا جس کی شان میں لوگ یہ کہتے تھے مَالِ هٰذَا الرَّسُوْلِ يَأْكُلُ الطَّعَامَ وَ

یَمْشِیْ فِی الْاَسْوَاقِ۔ جو اس کا نمونہ ہو لَا تُلْهِيْهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللهِ۔ جو اس کا مصداق ہو وَاذْكُرْ رَّبَّكَ فِیْ نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَّخِيْفَةً وَّدُوْنَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ۔ جس کی یہ حالت ہو، دل بیار و دست لبکار۔ جو باہمہ بھی ہو اور بے ہمہ بھی ہو، جس کو ہر وقت باطنی مقام شہود حاصل ہو اور ظاہری اشغال مانع مشاہدہ نہ ہوں جس کا حال یہ ہو ؎

تو اے افسردہ دل زاہد یکے در بزم رنداں شو
کہ بینی خندہ بر لبہا و آتش پارہ در دلہا

جس نے ہزاروں کو تو ذاکر و شاغل اور عابد و زاہد بنا دیا لیکن خود قلندرانہ مشرب رکھتا ہے یعنی بظاہر نہ زیادہ ذکر کرتا نظر آتا ہو نہ زیادہ عبادت، بلکہ ہر وقت کسی نہ کسی شغل ظاہری میں منہمک دکھائی دیتا ہو کبھی تصنیف ہو رہی ہے کبھی خطوط لکھے جا رہے ہیں کبھی کسی سے علمی گفتگو ہو رہی ہے کبھی ملفوظات ہو رہے ہیں کبھی مزاح ہو رہا ہے کبھی کسی سے داروگیر ہو رہی ہے، کبھی کسی کو زجر و توبیخ ہو رہی ہے، کبھی امانتوں کی تھیلیاں سامنے رکھی ہوئی ہیں اور ان کا جائزہ لیا جا رہا ہے کبھی دواؤں کی شیشیاں سامنے رکھی ہوئی ہیں اور ان پر چٹیں لگائی جا رہی ہیں۔ کبھی سامنے رکھی ہوئی چیزیں الٹ پلٹ کی جا رہی ہیں اور ان کو مرتب کر کے رکھا جا رہا ہے اور حافظہ اس غضب کا ہے کہ ہاتھ ان کاموں میں مشغول ہیں بلکہ دماغ بھی وقت تصنیف مضامین دقیقہ کی طرف متوجہ ہے۔ اور زبان سے منزل کی تلاوت بھی ہو رہی ہے۔ ان سارے ظاہری اشغال کو تو سب دیکھ رہے ہیں اور باطن کی کسی کو خبر نہیں کہ کیا ہو رہا ہے، دل کو ہر وقت کس کی دھن لگی ہوئی ہے اور باطنی اعمال کیا کیا ہو رہے ہیں اور ان سے کیا کیا ترقیات ہو رہی ہیں۔ چنانچہ خود فرمایا کہ قلندروں کے ظاہری اعمال تو زیادہ نہیں ہوتے لیکن باطنی اعمال میں وہ بہت زیادہ بڑھے ہوتے ہیں جن کا درجہ ظاہری اعمال سے کہیں زیادہ ہے کیونکہ حوادث تو دن رات واقع ہوتے رہتے ہیں اور ان کا قلب ہر حادثہ کے وقت ایک خاص

معاملہ حق تعالیٰ کے ساتھ کرتا ہے جو ایک عمل باطنی ہے اور جس کی خبر دوسروں کو نہیں ہوتی۔ حالانکہ وہ برابر اعمال باطنہ میں مشغول ہیں اور ترقی کر رہے ہیں۔ بمصداق اس شعر کے جو صرف نقشبندیہ ہی پر نہیں بلکہ سب کاملین پر صادق آتا ہے ؎

نقشبندیہ عجب قافلہ سالارانند

کہ برند از رہ پنہاں بحرم قافلہ را

اس موقع پر حضرت اقدس کے بعض اعمال باطنہ کا ذکر بہت مناسب ہے جن کو اگر حضرت خود اتفاقاً ذکر نہ فرما دیتے تو ہم جیسے بے بصروں کو کبھی ان کا پتہ بھی نہ چلتا۔

سب سے اعلیٰ اور سب سے ارفع عمل باطنی تو کیفیت فنا و عبدیت تھی جو ہر وقت حضرتؒ پر نہایت شدت سے طاری رہتی تھی اور جس کے اثر سے متاثر ہو کر حضرت بارہا یہاں تک فرما دیا کرتے تھے کہ میں تو اپنے کو کتوں (اور ....) سے بھی بدتر سمجھتا ہوں اگر کسی کو یقین نہ ہو تو اس پر حلف اٹھا سکتا ہوں اھ۔ اللہ اکبر کیا ٹھکانا ہے تواضع کا۔ حقیقی تواضع اس کو کہتے ہیں اور واقعی جس پر حق تعالیٰ کی عظمت کا انکشاف ہو چکا ہو اس کی یہ کیفیت نہ ہو گی تو اور کیا ہو گی۔ چنانچہ ایک بار ایک صاحب نے اپنے خط میں کسی مضمون کے ضمن میں یہ مصرعہ لکھ دیا ؏

او بہ نازے عجبے من بہ نیازے عجبے

اس پر تحریر فرمایا کہ اس مصرعہ نے مجھے سر سے پاؤں تک ہلا دیا۔ کیا مجھے یہ پوری غزل مل سکتی ہے اھ۔ اسی واقعہ سے اندازہ کر لیا جائے کہ حضرت اقدسؒ پر حق تعالیٰ کی عظمت اور اپنی عبدیت کا کس درجہ انکشاف تھا جب ہی تو اس مصرعہ نے "او بہ نازے عجبے من بہ نیازے عجبے" جو دونوں کیفیتوں کا جامع ہے حضرت پر اس درجہ اثر کیا۔

ایک واقعہ اور یاد آیا ایکبار خواجہ صاحبؒ سے بطور راز کے فرمایا اور اس اہتمام اخفا کے ساتھ فرمایا کہ گو اپنا حال ظاہر کرنا مناسب نہیں لیکن آپ سے کیا پردہ۔ اس شرط سے کہتا ہوں کہ میری حیات میں کسی سے ظاہر نہ کیا جائے۔ وہ یہ کہ پہلے الحمد للہ شرعاً تو اطمینان تھا لیکن وجداناً یہ

سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ حضور سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم باوجود انکشافِ عظمتِ خداوندی اور انکشاف امورِ آخرت اور دل میں انتہا درجہ کی ہیبت و خشیت، پھر بھی اپنے اصحاب میں کیسے ہنس بول لیتے تھے۔ کیسے اپنی ازواج میں اٹھ بیٹھ لیتے تھے، گھر کے کام کاج کیسے کر لیتے تھے۔ کھا پی کیسے لیتے تھے، لیٹ کیسے لیتے تھے مگر اب الحمدللہ وجداناً بھی سمجھ میں آنے لگا ہے کہ ہاں ایسا ہو سکتا ہے۔ دونوں باتیں جمع ہو سکتی ہیں۔

فرمایا کرتے تھے کہ میں نے پڑھنے میں کبھی محنت نہیں کی جو کچھ اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا اساتذہ اور بزرگوں کے ساتھ ادب و محبت کا تعلق رکھنے کی بدولت عطا فرمایا اور الحمدللہ میں کہہ سکتا ہوں کہ میں نے اپنے کسی بزرگ کو ایک منٹ کے لئے بھی ناراض نہیں کیا اور جتنا میرے قلب میں بزرگانِ دین کا ادب ہے۔ آج کل شاید کسی کے دل میں اتنا ہو۔

حضرت والا کی خدمت میں بیٹھنے والے اور ملفوظات سننے والے بخوبی جانتے ہیں کہ حضرت والا سراپا ادب ہی ادب تھے بقول ع

"طرق العشق کلہ ادب"

اور اس ادبِ بزرگان ہی کی بدولت حضرت والا کو یہ کمالات ظاہری و باطنی نصیب ہوئے ہیں حسب ارشاد مولانا رومیؒ ؎

از ادب پرنور گشتست ایں فلک

وز ادب معصوم و پاک آمد ملک

اکثر طالبین کو حضرت والا پر کشف کا گمان ہوتا تھا جس کی حضرت والا بقسم نفی فرما کر اس کی وجہ یہ بیان فرمایا کرتے تھے کہ اللہ تعالےٰ کو تو سب کے قلوب کا حال معلوم ہے جو جس کے دل میں ہوتا ہے اسی کے مناسب مضامین میرے قلب میں ڈال دیتے ہیں اور میری زبان سے ادا کرا دیتے ہیں جس سے ان کی تشفی ہو جاتی ہے۔

حضرت والا کی دل سوزی اور شفقت پر خود حضرت والا کا ارشاد یاد آیا، فرمایا کہ میں ویسے تو

بہت آزاد مزاج ہوں لیکن تکلیف کسی دشمن کی بھی نہیں دیکھ سکتا جہاں کسی کو ذرا سی بھی تکلیف میں دیکھتا ہوں بس یہ جی چاہتا ہے کہ اپنا دل نکال کر اس کے سامنے رکھ دوں۔ بارہا قسم کھا کھا کر فرمایا کرتے تھے کہ میں اپنے آپ کو کسی مسلمان سے حتیٰ کہ ان مسلمانوں سے بھی جن کو لوگ فساق وفجار سمجھتے ہیں فی الحال اور کفار سے بھی احتمالاً فی المآل افضل نہیں سمجھتا اور آخرت میں درجات حاصل ہونے کا کبھی وسوسہ بھی مجھے نہیں ہوتا کیونکہ درجات تو بڑے لوگوں کو حاصل ہوں گے، مجھے تو جنتیوں کی جوتیوں میں بھی جگہ مل جائے تو اللہ تعالیٰ کی بڑی رحمت ہو اس سے زیادہ کی ہوس ہی نہیں ہوتی اور اتنی ہوس بھی بربنائے استحقاق نہیں بلکہ اس لئے کہ دوزخ کے عذاب کا تحمل نہیں۔ غرض مجھ کو صرف فعل سے نفرت ہوتی ہے فاعل سے نفرت نہیں ہوتی۔

ایک سلسلۂ کلام میں نہایت پر اثر اور بہت ہی پستی اور شکستگی کے لہجہ میں فرمایا کہ نہ علم کا اعتبار نہ عمل کا اعتبار نہ حال کا اعتبار نہ مقام کا اعتبار کسی شے کا اعتبار نہیں یہاں تک کہ جو سب سے ضروری چیز ہے یعنی ایمان اس کے بقاء کا بھی کیا اعتبار کیونکہ قضاء وقدر میں سب جکڑ بند ہیں کیا معلوم کس کے لئے کیا مقدر ہو چکا ہے۔ بارہا ایسا ہوتا ہے کہ آدمی جانتا ہے کہ یہ گناہ ہے اور یہ بھی جانتا ہے کہ اس سے بچنا بھی اختیاری ہے لیکن پھر اس میں مبتلا ہوتا ہے اور اپنے اختیار سے اپنے آپ کو اس میں مبتلا کرتا ہے آخر وہ کون ہے جو اس کو کشاں کشاں لے جا رہا ہے اور دلائل سمعیہ اور عقلیہ سے یہ بھی واجب ہے کہ جبر کا بھی عقیدہ نہ رکھو اور واقع میں جبر ہے بھی نہیں۔ بہت ہی نازک بات ہے اور بہت ہی ڈرنے کا مقام ہے، اپنی کیسی ہی اچھی حالت ہو ہرگز ناز نہ کرے۔ اور دوسرے کی کیسی ہی بری حالت ہو ہرگز اس پر طعن نہ کرے کیا خبر ہے کہ اپنی حالت اس سے بھی بدتر ہو جائے۔

ایک بار ایک صاحب سے فرمایا کہ بقسم کہتا ہوں کہ میں اپنے اندر کوئی کمال نہیں پاتا نہ علمی نہ عملی نہ حالی نہ قالی بلکہ مجھ میں تو سرا سر عیوب ہی عیوب بھرے پڑے ہیں اور اگر کوئی میری ایک تعریف کرتا ہے تو اسی وقت اپنے دس عیب میرے پیش نظر ہو جاتے ہیں دوسرے یہ کہ کسی نے

جو کچھ میرے بارے میں بُرا بھلا کہا ہوگا تو عدم واقفیت کی وجہ سے کہا ہوگا اس لئے وہ معذور ہے۔

تیسرے یہ کہ میں مدت سے یہ دعا مانگ رہا ہوں اور اب بھی تازہ کر لیا کرتا ہوں کہ اے اللہ! میری وجہ سے اپنی کسی مخلوق سے مواخذہ نہ کیجئے گا جو کچھ کسی نے میرے ساتھ برائی کی ہو یا آئندہ کرے وہ سب میں نے دل سے معاف کی اس لئے مخلوق خدا کو میری طرف سے بالکل بے فکر رہنا چاہیئے کوئی اپنے دل میں شبہ نہ رکھے میری طرف سے۔ بیفکر رہے میں پیشتر ہی سب کو دل سے معاف کر چکا ہوں بلکہ اگر کبھی ضرورت ہو تو میری طرف سے پوری اجازت ہے کہ جس کو مجھ سے کوئی شکایت ہو وہ مجھے کہہ سن سکتا ہے پھر فرمایا کہ اگر میں معاف نہ کروں اور دوسرے کو عذاب بھی ہوا تو مجھے کیا نفع حاصل ہوا۔

ایک بار فرمایا کہ اگر معاف نہ کروں تو کیا میں کسی کو اپنی وجہ سے دوزخ میں جلتا ہوا دیکھ سکوں گا استغفر اللہ۔ یہ بھی فرمایا کہ اس معافی میں حقوق مالیہ وغیرہ کو کوئی صاحب داخل نہ سمجھ لیں ورنہ لوگ میری چیزیں ہی اٹھالے جائیں صرف سب وشتم مراد ہے۔

انعاماتِ الٰہیہ

انعاماتِ الٰہیہ کے متعلق حضرت والا اکثر نہایت تشکر و امتنان کے ساتھ فرمایا کرتے کہ الحمد للہ۔ اللہ تعالےٰ کی طرف سے رات دن ایسی کھلی کھلی دستگیریاں اور عنایتیں ہوتی رہتی ہیں کہ بس آواز تو نہیں ہوتی لیکن معاملہ سب ایسا ہی ہوتا ہے جیسے ہر موقع پر یہ بھی فرماتے جاتے ہوں کہ دیکھ ہم نے تیرے ساتھ یہ عنایت کی دیکھ ہم نے تیری یہ دستگیری کی۔ (اشرف السوانح ۳ ج)

فرمایا کہ میں چاہتا ہوں کہ میں جس کے ساتھ جیسا معاملہ کروں میرے احباب اس میں مزاحمت نہ کریں کیونکہ جب اللہ تعالیٰ کسی سے کوئی کام لیتے ہیں تو اس کو اس کام کی سمجھ بھی عطا فرما دیتے ہیں۔ اس میں میرا کمال نہیں چنانچہ بعض کو تو میرا قلب فوراً قبول کر لیتا ہے اور بعض کو نہیں قبول کرتا۔ اور گو اس وقت میرے ذہن میں اس قبول و عدم قبول کی کوئی دلیل نہیں ہوتی لیکن بفضلہ تعالیٰ اکثر بعد کو میری شہادت قلب ہی ٹھیک نکلتی ہے۔ (اشرف السوانح)

فرمایا کہ میں الحمدللہ کسی کو اپنا معاون و مددگار نہیں سمجھتا۔ اللہ تعالیٰ کے سوا میری نظر کسی اور پر نہیں کہنے کی تو بات نہیں لیکن اس وقت ذکر آہی گیا تو کہتا ہوں کہ میں دنیا میں اپنے آپ کو بالکل اکیلا سمجھتا ہوں، سوائے اللہ تعالیٰ کی اکیلی ذات کے کسی کو اپنا نہیں سمجھتا بس یہی سمجھتا ہوں کہ میں دنیا میں بالکل اکیلا ہوں اور ایک اکیلے شخص کے ساتھ ایک اکیلی ذات ہے اور کوئی نہیں۔ لوگوں کی تو اپنے خدام اور محبت کرنے والوں پر نظر ہوتی ہے میری کسی پر بھی نظر نہیں میں کسی کو اپنا محب اور معین و مددگار نہیں سمجھتا، یہ بھی ایک وجہ ہے میری خشکی کی کہ میں کسی کو اپنا محب بنانا یا رکھنا نہیں چاہتا۔ ہر شخص سے آزادی کے ساتھ جو مناسب سمجھتا ہوں برتاؤ کرتا ہوں، الحمدللہ یہ کبھی وسوسہ بھی نہیں ہوتا کہ ایسا برتاؤ نہ کرو کہ فلاں شخص ہمارا ساتھ چھوڑ دے اور یہ بات میں دعوے سے نہیں کہتا بلکہ یہ کہتے ہوئے ڈر بھی لگتا ہے کہ خدا جانے اس میں کتنی واقعیت ہے۔ اپنے نزدیک تو واقعیت کے خلاف نہیں کہہ رہا۔ اگر کمی بیشی ہو اللہ تعالیٰ معاف فرمائے جیسے مرنے کے وقت ہر شخص اکیلا ہی جائے گا میں مرنے سے پہلے ہی اپنے آپ کو بالکل اکیلا سمجھتا ہوں کسی کو اپنا ساتھی نہیں سمجھتا۔ (اشرف السوانح)

حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے بارہا فرمایا کہ یہ جو اصلاح نفس کی سہل سہل اور نافع تدابیر اللہ تعالےٰ ذہن میں ڈال دیتے ہیں یہ سب طالبین ہی کی برکت ہے میرا کوئی کمال نہیں۔ اللہ تعالیٰ کو منظور ہے کہ میرے بندوں کی اصلاح ہو اور نفع پہنچے لہٰذا ایک ناکارہ سے خدمت لے رہے ہیں، ماں یہ ناز کرے کہ میں بچہ کو دودھ پلاتی ہوں بلکہ اللہ تعالیٰ ہی کو منظور ہے کہ بچے کی پرورش ہو اس لئے اس نے گوشت و خون میں بھی دودھ پیدا کر دیا ہے۔ اگر ماں بچے کو دودھ پلانا چھوڑ دے تو پھر دودھ ہی خشک ہو جاوے۔ اسی طرح اگر کنوئیں میں ڈول نہ ڈالا جاوے تو نیا پانی آنا بند ہو جاوے گا غرض شیخ اگر القا چھوڑ دے تو القاء ہونا بھی بند ہو جاوے اس لئے شیخ کو بھی ناز کا حق نہیں۔

فرمایا کہ میرے اندر نہ علم ہے نہ عمل، نہ کوئی کمال ہے لیکن الحمدللہ اپنے خلو کا اعتقاد تو ہے۔ اللہ تعالےٰ بس اسی سے فضل فرماوے گا انشاء اللہ تعالیٰ۔

فرمایا کہ امر اصلاح میں نہ میرے علم کو دخل نہ فہم کو، خدا نے ایک کام میرے سپرد کیا ہے وہ میری

مدد کرتے ہیں میرا کچھ بھی کمال نہیں۔ فرمایا کہ مجھ میں تو سراسر عیوب ہی عیوب بھرے پڑے ہیں۔

فرمایا، اللہ تعالےٰ کا شکر ہے کہ اس نے صحیح صحیح باتیں ذہن میں ڈال دی ہیں جن کی وجہ سے لوگ ظلمت سے نکل کر نور میں تو پہنچ گئے ہیں اور راستہ بالکل صاف نظر آنے لگا ہے جیسے بجلی والے بجلی جلا دیں تو ظلمت دفع ہو کر راستہ صاف نظر آنے لگتا ہے اس کے بعد اللہ میاں نے آنکھیں دی ہیں پاؤں دیئے ہیں ان سے کام لیا جائے تو بے کھٹکے راستہ قطع کر کے جہاں جانا ہے وہاں بسہولت پہنچ سکتا ہے۔ اب اگر کوئی پاؤں ہی نہ اٹھائے یا الٹے سیدھے قدم رکھتا ہوا اور ٹھوکریں کھاتا ہوا چلے، یا آنکھیں بند کر کے چلے تو بجلی والوں کا کیا قصور۔ اللہ تعالےٰ نے جو قرآن شریف میں فرمایا ہے ھذا بصائر من ربکم وھدی ورحمۃ اس کے متعلق میرے ذہن میں یہی نکتہ آیا تھا کہ بصائر تو گویا آنکھیں ہیں اور ہدیٰ راستہ اور رحمت منزل ہے۔

(اشرف السوانح حصہ دوم ص۳۳۲)

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ مجھ کو بحمد للہ اپنے بزرگوں کی برکت سے اس کی پرواہ نہیں کہ کوئی معتقد رہے گا یا غیر معتقد ہو جائے گا جو جس کا جی چاہے کرے۔ اگر سارا عالم بھی ایک طرف ہو جائے مجھ کو بفضلِ خدا اس کی پروا نہیں۔ پروا کی تو صرف ایک ہی چیز ہے وہ رضائے حق ہے اگر یہ حاصل ہے تو پھر سارا عالم اس کے سامنے گرد ہے۔ مسلمان کے لئے صرف یہی ایک چیز ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے راضی کرنے میں لگا رہے۔ اگر وہ راضی ہیں تو اس نے سب کچھ پا لیا اور حاصل کر لیا اور اگر یہ نہیں تو اگر تمام دنیا و مافیہا بھی اس کو مل جائے تو ایک مچھر کے پر کے برابر بھی وقعت نہیں رکھتی۔

فرمایا ایک بات سن کر آپ کو تعجب ہوگا مگر چونکہ وہ خدائے تعالیٰ کی نعمت ہے۔ اس لئے ذکر کرتا ہوں وہ یہ ہے کہ میں خود اپنے اوپر بھی احتساب کرتا رہتا ہوں جیسے دوسروں پر کرتا ہوں بلکہ یہ کہنا بھی سچ ہوگا کہ اوروں سے زیادہ اپنا آپ احتساب کرتا ہوں یہ اللہ تعالےٰ کا بڑا فضل ہے جو مصداق ہے ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ۔

ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا کہ ایک مدت سے بہت بڑا حصہ تصوف کا مردہ ہو چکا تھا۔ کام کرنے والوں کو بھی خبر نہ تھی کہ ہم کیا کر رہے ہیں اور اس کا انجام کیا ہے بس اندھیری کوٹھڑی میں اندھا دھند چلے جا رہے تھے کچھ ہوش نہ تھا خواہ سر پھوٹے یا ٹانگ ٹوٹے۔ اب الحمد للہ طریق کافی طور پہ واضح ہو گیا ہے۔ مدتوں کے بعد یہ طریق زندہ ہوا ہے گو اب بھی بدفہم لوگ اس فکر میں ہیں اور چاہتے ہیں کہ اصلاح کا باب بند ہو جائے، مگر چاہا ہوا تو حق سبحانہ تعالےٰ ہی کا ہوتا ہے اور کسی کے چاہنے سے ہوتا ہی کیا ہے۔ فرماتے ہیں :-

مَا يَفْتَحِ اللّٰهُ لِلنَّاسِ مِنْ رَّحْمَةٍ فَلَا مُمْسِكَ لَهَا وَمَا يُمْسِكْ فَلَا مُرْسِلَ لَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝

اب انشاء اللہ تعالےٰ صدیوں تک کے لئے طریق صاف اور بے غبار ہو گیا۔ اور پھر بھی اگر کچھ گڑبڑ ہوئی تو حق تعالےٰ اور کسی کو پیدا فرما دیں گے یہ ان کی رحمت ہے۔ جس سے چاہیں اپنا کام لے لیں کسی خاص شخص پر موقوف نہیں۔ اب بحمد للہ طریق بے غبار ہے صدیوں تک تجدید کی ضرورت نہیں جب ہو گی حق تعالیٰ کسی کو پیدا فرما دیں گے مگر اس چودھویں صدی میں تو ایسے ہی پیر کی ضرورت تھی جیسا کہ میں ہوں (للہ سخت) (افادات الیومیہ، ربیع الاول ۱۳۵۱ھ)

فیضانِ مرشد

حضرت شیخ العرب والعجم شیخ العلماء والمشائخ امام الطریق حاجی شاہ محمد امداد اللہ صاحب تھانوی مہاجر مکی قدس سرہ العزیز کی وہ مقتدر ہستی ہے جو سرچشمہ ہے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے جمیع انہار فیوض و برکات کا جن سے آج امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والتحیۃ بعنایات الٰہیہ شرقاً و غرباً متمتع و منتفع ہو رہی ہے اور جن کے آب طاہر و مطہر سے دنیائے اسلام کا ایک بہت بڑا حصہ سیراب ہو رہا ہے۔ جن سے حضرت حکیم الامت شاہ محمد اشرف علی صاحب تھانوی قدس سرہ العزیز کو شرف بیعت حاصل تھا۔ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ایسی بابرکت ہستی تھی کہ جس کے

محض تصور سے اور ادنیٰ ذکر سے بھی قلب میں ایک انشراح اور روح میں ایک کیف پیدا ہوتا ہے چنانچہ حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ادنیٰ ذکر سے بھی میرے دل میں ایسی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے کہ میں اس وقت اپنے حواس میں نہیں رہتا۔ گو دیکھنے والوں کو پتہ نہ چلے لیکن مجھ پر تو وہ حالت طاری ہوتی ہے مجھے تو اس کا اچھی طرح اندازہ ہے۔ (اشرف السوانح)

یہ حضرت حکیم الامت رح کا انتہائی ادب و عقیدت اور انتہائی منت شناسی اور ادائے حق محبت تھا کہ ساری عمر اپنے تمام کمالات کو اپنے شیخ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ ہی کی طرف منسوب فرماتے تھے اور نہایت وثوق کے ساتھ فرمایا کرتے تھے کہ مجھے تو اپنی حالت اچھی طرح معلوم ہے۔ آخر حضرت حاجی صاحب رح کی خدمت میں حاضری کے قبل بھی تو میں تحصیل علوم اور درس و تدریس میں لگا ہوا تھا۔ لیکن وہ باتیں جو حضرت حاجی صاحب رح کی خدمت میں حاضری کے بعد ذہن میں آنے لگیں وہ اس سے پہلے کبھی خواب و خیال میں بھی نہ آتی تھیں لہٰذا یہ حضرت حاجی صاحب رح کا فیض نہیں تو اور کیا ہے۔ (اشرف السوانح ۲)

فرمایا جب میں حضرت حاجی صاحب قبلہ قدس سرہٗ کی خدمت میں رہتا تھا تو حضرت کی خدمت میں حاضری کے سوا اور اوقات میں تمام ضیاء القلوب کے اذکار و اشغال کو بہ ترتیب روزانہ عمل میں لاتا تھا اور سمجھتا تھا کہ ان سب کا پورا کرنا ہر شخص کے لئے ضروری ہے۔ ایک روز حضرت کی خدمت میں یہ قصہ عرض کیا۔ حضرت ہنسے اور فرمایا کہ یہ سبق نہیں ہے بلکہ اس کی تو ایسی مثال ہے کہ عطار کی دکان پر اقسام مختلفہ کی ادویہ رکھی ہوئی ہیں تو ان کے رکھنے سے یہ غرض نہیں ہوتی کہ ہر مریض ان سب ادویہ کو استعمال کرے بلکہ غرض یہ ہے کہ جس مریض کے لئے جو دوا مناسب ہوگی وہ اس کو دی جائے گی۔ سو اسی طرح بہت سے طرق جمع کر دیئے ہیں اور ہر طالب کے لئے جو شغل مناسب ہوتا ہے وہ اس کو بتلایا جاتا ہے۔ پھر حضرت نے فرمایا، کہ دستر خوان پر اطعمہ مختلفہ رکھے جاتے ہیں نہ اس لئے کہ سب کھانوں کو سب ہی کھائیں بلکہ اس لئے

کہ جو کھانا جس کو پسند ہو وہ اس کو کھالے۔ اصلی غرض عقلاء کی تعدد اطعمہ سے یہی ہے، گو اہلِ عرف اس کی حقیقت نہ سمجھیں اور فرمایا کہ حضرت کی برکت سے یہ تحقیق نصیب ہوئی۔

(ملفوظات خبرت)

حضرت والا یوں تو اپنے پیر و مرشد کی خدمت میں رہ کر بفضلہٖ تعالیٰ سب ہی باطنی دولتوں سے مالا مال ہوئے لیکن ان کی خدمت میں دورانِ قیام خاص طور پر توحید کا انکشاف بدرجۂ کمال ہوا جو اساس شریعت و طریقت اور گویا فخر درویشی ہے اور جس کا ثمرۂ لازمی عبدیت ہے جو سلوک کا اعلیٰ ترین مقام ہے اور اسی قسم کی وہ دولتیں ہیں۔ جن کے حضرت حاجی صاحب خاص طور سے حامل تھے اور جو سلسلۂ امدادیہ کا طرۂ امتیاز ہیں اور جو حضرت حاجی صاحبؒ نے باذن اللہ تعالیٰ اپنے سینۂ مبارک سے حضرتؒ کے سینۂ مبارک میں بہ تمام و کمال منتقل فرما کر ہمیشہ کے لئے ودیعت فرمادی تھیں جن کے آثار ہمیشہ حضرتؒ کے اقوال و افعال، اعمال و احوال، نشست و برخاست، حرکات و سکنات سبھی میں روز روشن کی طرح ظاہر و نمایاں ہیں۔ اور ان ہی کی ودیعت باطنیہ کے آفتاب و مہتاب کی شعاعیں ہیں جو حضرتؒ کی تعلیم و تبلیغ کے ذریعے سے شرفا و غربا پہ پھیلی ہوئی ہیں۔ (اشرف السوانح)

فرمایا کہ میں بڑی مشکل سے کسی سے بدگمان ہوتا ہوں، بڑی چشم پوشی کرتا ہوں اور جب کسی پر خفا ہوتا ہوں تو محض اصلاح کے لئے ہوتا ہوں بغض اس وقت بھی نہیں ہوتا ہے۔ یہ حضرت حاجی صاحبؒ کی برکت ہے۔ (انفاسِ عیسیٰ)

ایکبار ایک صاحب حضرتؒ کے مضامین تربیت السالک سے پڑھ کر اہل مجلس کو سنا رہے تھے تو صرف حاضرین مجلس نہیں بلکہ خود حضرتؒ بھی متاثر ہو جاتے تھے اور بے اختیار فرماتے کہ بھلا یہ مضامین میں اپنی معلومات سے لکھ سکتا تھا ہرگز نہیں۔ یہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل تھا کہ طالبین کی اصلاح کے لئے میرے قلم سے بوقت ضرورت ایسے مضامین نافعہ لکھوا دیئے۔ چنانچہ اس وقت جب میں سوالات کو سنتا ہوں اور سوچتا ہوں کہ ان کا جواب کیا ہونا چاہیئے تو

بالکل سمجھ میں نہیں آتا۔ اور ہر سوال کو سُن کر تحیر ہوتا ہے کہ ایسے مشکل سوال کا کیا جواب دیا ہوگا اور جب جواب سنتا ہوں تو تعجب ہوتا ہے کہ کیا یہ میرا ہی لکھا ہوا جواب ہے کیونکہ ایسے جوابات واقعی میری معلومات سے کہیں زیادہ بلند ہیں۔ اگر یہ جوابات میری معلومات کا نتیجہ ہوتے تو میری معلومات تو اس وقت بھی وہی ہیں۔ اس وقت جوابات کیوں ذہن میں نہیں آتے اس سے صاف ظاہر ہے کہ اللہ تعالےٰ ہی کی تائید تھی ورنہ میری کیا حقیقت ہے کہ میں ایسے جوابات لکھ سکوں۔ یہ بطور تحدث بالنعمۃ کے ارشاد فرمایا نہ کہ فخراً کہ اگر انہیں سوالات کو دوسرے حضرات اہل طریق کی خدمت میں پیش کر کے جوابات حاصل کئے جائیں تب ان جوابات کی قدر ہو۔ اللہ تعالےٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ فن کے تمام ضروری مسائل کی تحقیق و تدوین کئی صدی تک کے لئے ہوگئی ہے اور ایسی تفہیم کے ساتھ کہ کئی صدی سے نہ ہوئی تھی یہ سب محض اللہ تعالےٰ کا فضل ہے اور بڑے میاں (یعنی حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی قدس سرہ العزیز) کی برکت ہے۔ ۱ھ

شانِ انفرادیت

ایک بار حضرت ڈاکٹر صاحب نے فرمایا کہ قرون اولیٰ اور ائمہ مجتہدین کے عہد زریں کے بعد اس امت مرحومہ میں حاملانِ شریعت و طریقت کے زمرے میں جس قدر مقتدر و مقدس ہستیاں گزری ہیں ان میں حضرت مولانا شاہ محمد اشرف علی تھانوی نور اللہ مرقدہٗ کی اس دورِ حاضر میں ایک بڑی نمایاں اور ممتاز شخصیت نظر آتی ہے۔ اللہ تعالےٰ نے ان کو ہر طرح کے ظاہری و باطنی اوصاف سے متصف فرمایا تھا۔ عالم، حاجی، حافظ اور قاری ہونے کے علاوہ صحیح معنوں میں حکیم الامت و مجدد ملت تھے اور قطب الارشاد تھے اور پھر صف اوّل کے مفسر و محدث تھے اور صف اوّل کے فقیہ و امام تصوف تھے۔ مبلغین و واعظین کی صف اوّل میں تھے۔ مصنفین و مؤلفین میں بھی اولیت کا درجہ رکھتے تھے۔ بلا تکلف و بے ساختہ اور بلا مبالغہ کہا

جاسکتا ہے۔

ع ۔ آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

کا صحیح مصداق تھے۔ ذٰلک فضل اللّٰہ یؤتیہ من یشاء۔ ان کی دین اسلام کی تبلیغی مساعی وجد وجہد ان کے علوم شریعت و طریقت میں حقائق و معارف کے تحریری و تقریری دفاتر خود ان کی جامعیت اور تبحر علمی کی آئینہ دار ہیں۔

ان کے تمام کارناموں کی مقبولیت کی دلیل یہ ہے کہ حضرت کی حیات ہی میں حضرت کی تصانیف دور حاضر کے مفسرین، محدثین، فقہا و صوفیا کی نگاہ میں مقبول و ممتاز ہوگئیں اور عامۃ المسلمین کے لئے شمع ہدایت بن گئیں۔ ذالک فضل اللّٰہ یوتیہ من یشاء۔

اس کے علاوہ حضرت والا رحمۃ اللّٰہ علیہ کے حکیم الامت، مجدد الملت اور قطب الارشاد ہونے کا ثبوت اس طرح بھی نمایاں ہے کہ دین کے پانچوں شعبوں میں جو افراط و تفریط پیدا ہوگئی تھی اس کو مٹا کر اور پھر شریعت اور سنّت کے صراط مستقیم پر لگا کر دین متین و شرع مبین کو واضح اور معتبر و مستند فرما دیا۔

اس دور حاضر کے شیون و فتن میں نہ مسلمانوں کے عقائد صحیح رہے تھے نہ عبادات نہ معاشرات نہ معاملات نہ اخلاقیات، سینکڑوں نئے نئے فتنے مختلف فرقوں میں مختلف شکلوں میں نمودار تھے۔ مغربی تعلیمات کے اثر سے زندقہ و الحاد کی وبا پھیل رہی تھی۔ عبادات میں افراط و تفریط تھی، رسومات و بدعات داخل کر لئے گئے تھے۔ معاملات میں، سود، رشوت، وراثت میں حق تلفی بے پردگی وغیرہ وغیرہ معاشرے میں مغربیت اور یہودیت و نصرانیت کے تمدن و تہذیب کا غلبہ ہوگیا تھا۔ اخلاقیات میں وہ ابتری پیدا ہوگئی تھی کہ آدمی انسانیت کے درجہ سے گر کر اسفل السافلین تک پہنچ گیا تھا جس سے ابلیسیت بھی پناہ مانگتی ہے، عوام الناس میں دین اسلام سے بے راہ روی اور بیگانگی تو جو کچھ تھی وہ تھی ہی خواص بھی جادۂ اعتدال سے دور ہو گئے تھے، عام اہل علم میں الا ماشاء اللّٰہ مصلحت اندیشی اور زمانہ سازی کا انداز پیدا ہوگیا تھا۔ رہنمایان قوم، منصب پرست

اور جاہ طلب ہو گئے تھے۔ اکثر صوفیاء خود بینی وریاکاری کے خوگر ہو گئے تھے۔ دینی اور دنیوی تعلیم گاہیں، اخلاق سے معرا ہو گئی تھیں۔ مختصر یہ کہ عالمِ اسلام میں تمام تر ابتری پیدا ہو چکی تھی۔ ہر طبقہ کے مسلمانوں میں دین ومذہب کا ہر شعبہ مسموم اور مجروح ہو چکا تھا، شریعت، سنت وطریقت کا صحیح مفہوم ہی مسلمانوں کے ذہن میں باقی نہ رہا تھا۔

اب اس حقیقت کو دیکھتے ہوئے حضرت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے کارنامۂ تبلیغ کو دیکھا جائے تو اس سے واضح ہو گا کہ حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ نے ان تمام شعبوں میں اصلاحِ امت کے لئے کس قدر جانفشانی کے ساتھ بے خوف وخطرہ کر بلا شرکت غیرے کام کیا ہے جو حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی مجددیت کی صریح دلیل ہے اور اہلِ علم اور اہلِ بصیرت دیکھیں گے کہ دین واسلام کی اشاعت وتبلیغ میں تفسیر واحادیث وفقہ وتصوف کی تصنیفات وتالیفات میں حضرت رحمۃ اللہ کا عظیم الشان عدیم المثال اور وسیع المقدار کارنامہ ایسی مخصوص انفرادیت کا حامل ہے کہ ایسی جاذبیت، جامعیت ونافعیت ومقبولیت کی کوئی دوسری مثال دور دراز زمانے تک کہیں نظر نہیں آتی اور انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ چند صدیوں تک مسلمانانِ عالم حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے انہیں اوصاف وکمالات ظاہری وباطنی کے فیوض وبرکات سے ہر شعبۂ دین میں فیضیاب وسیراب ہوتے رہیں گے اور وہی ان کے لئے معتبر حجت و سند ہو گی۔ فقط واللہ المستعان۔

اس کے علاوہ تحریک خلافت اور تقسیم ہند کے زمانے میں جو سیاسی ہیجان برپا تھا اور ملک کے اکثر وبیشتر ممتاز علماء اس وقت سیاست میں شریک تھے اس وقت بھی حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ نے حمایتِ حق وحفاظتِ حق کے لئے جس استقلال، جرأت وہمت سے تن تنہا کام کیا ہے وہ بھی بے مثال ہے اور حجۃ اللہ فی الارض ہونے کی دلیل ہے کیونکہ باوجود ہر طرح کی مخالفت، یورشوں، الزامات و اعتراضات یہاں تک کہ قتل کی دھمکیوں کے حضرت رحمۃ اللہ علیہ اپنے مقام سے ایک لمحے کے لئے بھی متزلزل نہیں ہوئے۔ کیونکہ حضرت والا اس تحریک کو اسلام اور مسلمانوں کے انجام کار کے لئے مضر و خطرناک سمجھتے تھے اس لئے اس وقت تقاضائے حالات کے مطابق مسلمانوں کی ہدایت اور ثابت قدمی

کے لیئے جو کچھ اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے صریح احکامات تھے ان کی وضاحت اور تبلیغ فرماتے رہتے تھے مگر عام جلسوں میں کبھی سیاسی تقریر نہیں فرماتے تھے اور نہ اخباروں میں اس قسم کے مضامین شائع کراتے تھے بلکہ حضرتؒ کا معمول یہ تھا کہ ان امور کے متعلق اگر کوئی سوال کرتا تو اس کا جواب رسالہ النور میں جو ماہوار خانقاہ اشرفیہ تھانہ بھون سے زیرِ نگرانی مولوی شبیر علی صاحب مرحوم شائع ہوتا تھا۔ اسی میں شائع ہو جاتا تھا۔ یا ملکی و سیاسی حالات کے متعلق حضرتؒ اپنی مجلس میں جو کچھ مضامین بیان فرماتے وہ ملفوظات کی صورت میں شائع ہوتے رہتے تھے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ علمائے دین کو سیاست میں نمایاں حصہ لینے سے ہمیشہ منع فرماتے رہتے تھے فرماتے تھے کہ سیاست ایسے لوگوں کے ہاتھ میں ہے جن میں نہ دین کا شعور ہے اور نہ شعائر اسلام کا ان میں اہتمام ہے اس لئے ان کے ساتھ شرکت عمل کرنے میں علماء کا وقار دینی ختم ہو جاتا ہے اور عوام کی نظر میں جماعت بندی اور شخصیت پرستی کے غلبہ میں علمائے برحق کی طرف سے بدگمانی اور بے اعتمادی پیدا ہو جاتی ہے۔

مختصر یہ ہے کہ حضرتؒ نے اس زمانے کی سیاست کی ظاہری شورش سے بالکل علیحدہ رہ کر مسلمانوں کی اسلامی سیاسی زندگی کے لئے ایک مستند و محفوظ لائحہ عمل پیش کیا اور اسی کی تبلیغ فرماتے رہے۔

(ملاحظہ ہو رسالہ صیانۃ المسلمین)

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے انضباط الاوقات پر نظر کی جائے تو یہ بات واضح ہو گی کہ ابتدا عمر سے آخر عمر تک تقریباً زائد از ساٹھ سال حضرت رح کے مواعظ و ملفوظات کا مراسلہ جاری رہا۔ سینکڑوں وعظ فرمائے۔ اور ہزاروں کی تعداد میں ملفوظات قلم بند کئے گئے اور برابر شائع ہوتے رہے۔ لیکن اس اہتمام کے ساتھ کہ کس موقع پر وعظ ہوا یا ملفوظات ہوئے۔ کس مقام پر ہوئے کس وقت ہوئے، کس دن اور کس تاریخ میں ہوئے یہ سب ایسا منفرد اہتمام ہے کہ جس کی نظیر یا مثال کہیں نظر نہیں آتی یہ بھی حضرت رح ہی کی شانِ انفرادیت کا ایک نمایاں طرہ امتیاز ہے۔

ذٰلک فضل اللہ یوتیہ من یشآء

کبھی یہ جگہ منزل اولیا تھی — فرشتوں کی محفل تھی بزم ہدیٰ تھی
یہ مسکن تھی اک دن حکیم امم کا — ہوا اس کی ہر اک مرض کی دوا تھی
یہ چھوٹی سی بستی یہ چھوٹی سی مسجد — یہ چھوٹی سی مجلس خدا جانے کیا تھی

منور رہا جس سے عالم دوبارہ
مجدد کی مجلس تھی۔ نورِ خدا تھی

حضرت مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندیؒ

مشک ختن میں تھی نہ گل نسترن میں تھی
خوشبو جو تیری زلف شکن در شکن میں تھی
اس سے نکل کے پھر نہ ہوئی ایک دن نصیب
آسودگیٔ روح جو تھانہ بھون میں تھی

حضرت مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندیؒ

مجلسِ حکیم الامتؒ

ایک بار حضرت حکیم الامت شاہ محمد اشرف علی صاحب تھانوی قدس سرہ العزیز کی مجلسِ مبارک کا ذکر فرماتے ہوئے حضرت ڈاکٹر صاحب مدظلہٗ نے یہ شعر پڑھا ؎

ہو بھی سکے گا مجھ سے بیانِ بزمِ یار کا
اندازہ کر رہا ہوں دلِ بے قرار کا

پھر یہ شعر پڑھا ؎

پھرتے ہیں آنکھوں میں ابتک جلوہ ہائے بزمِ دوست
کیسی کیسی صحبتیں خوابِ پریشاں ہو گئیں

کیا زمانہ تھا اور کیسی مجلسیں تھیں اور کیسے اصحاب مجلس تھے اللہ اللہ۔

اللہ تعالٰے ہمارے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے مراتب قرب بلند فرمادیں کہ انھوں نے اپنے مخصوص انداز رُشد و ہدایت سے اپنی مجالس میں سرور دو عالم رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی مجالس کی تصویر یہ کھینچ کر ہمارے تصوّرات کو نورانی بنادیا۔ بے ساختہ یہ شعر زبان پر آتا ہے۔

؎ جزاک اللہ کہ چشمم باز کردی
مرا با جانِ جاں ہمراز کردی

اس دورِ حاضر میں واقعی حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس ایک سچے وارثِ نبیؐ کی مجلس تھی۔

؎ شرف تجھ کو ملا بزمِ ولا کی باریابی کا
صحابی گو نہ تھا لیکن نمونہ تھا صحابی کا

آپ کو حضرتؒ کی مجلس کے حالات معلوم کرنے کا اشتیاق ہے اسلئے مجلس مبارک

کاایک ذہنی خاکہ آپ کے تصوّرات کے لئے پیش کر رہا ہوں۔ تاکہ آپ کو اندازہ ہو کہ اس مجدد ملت حکیم الامت کا اپنی مجالس میں طالبینِ حق کی رشد وہدایت کے لئے کیا انداز مجالست ومخاطبت تھا۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا لباس بہت ہی سادہ رہتا تھا کہ سفید ٹوپی چکن کا سفید سادہ کرتہ (اگریبان کھلا ہوُا) شرعی پاجامہ زیب بدن ہوتے ایک دستی رومال ساتھ رکھتے تھے۔ خانقاہ کی سہ دری میں فرش پر تشریف فرما ہوتے۔ فرش پر ایک دری کی جا نماز گرمیوں میں اور سردیوں میں روئی کا معمولی گدا ہوتا تھا۔ نشست کے سامنے ایک ڈیسک نما میز تھی جس پر مختلف قسم کی ضرورت کی چیزیں اور کچھ کتابیں رکھی رہتی تھیں۔

اب میں اپنے تصوّرات کو تازہ کر کے آپ کے سامنے اس مجلس کا نقشہ پیش کر رہا ہوں۔ ظہر وعصر کے درمیان کا وقت ہے داور مدت دراز تک روزانہ یہی وقت مجلس عام کا مقرر رہا، کچھ لوگ قصبے کے اور کچھ لوگ باہر سے آئے ہوئے شریک مجلس ہیں، عالم بھی ہیں اور عامی بھی۔ ذاکر وشاغل بھی ہیں اور کاروباری بھی۔ سب کے سب ہمہ تن گوش بنے ہوئے عقیدتمندانہ صورت سے سر جھکائے بیٹھے ہیں جو لوگ حاضر ہیں اور جو دُور ہیں۔ سب بیک وقت فیضیاب ہو رہے ہیں ؎

ساقی نے لطفِ خاص کے دریا بہا دیئے
نزدیک و دور عام ہے فیضان میکدہ

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے جواب طلب خطوط کا ڈھیر ہے ایک ہاتھ میں خط ہے اور ایک ہاتھ میں قلم جواب تحریر فرماتے جا رہے ہیں اور اہلِ مجلس کی طرف متوجہ ہو کر گفتگو بھی فرما رہے ہیں۔ کچھ خطوط سالکین کے ہیں جنہوں نے اپنے احوال وکیفیات باطنہ تحریر کئے ہیں ان کے جواب لکھے جا رہے ہیں کچھ خطوط فقہی مسائل کے متعلق ہیں جن خطوط میں کچھ اہمیت و خصوصیت ہے ان پر نشان لگا کر علیحدہ رکھا جا رہا ہے تاکہ ان کی نقل کرا کے (بغیر نام) رسالہ النور میں شائع کیا جائے (یہ رسالہ خانقاہ تھانہ بھون سے ماہوار شائع ہوتا تھا)

اس طرح بیک وقت سالکین کے احوال اور ان کے جوابات پر مشتمل ایک ذخیرۂ "تربیت السالک" کے نام سے جمع ہو رہا ہے، اور وہ خطوط جن میں خاص فقہی مسائل کے جوابات ہیں جمع کئے جا رہے ہیں جو امداد الفتاویٰ کے نام سے مرتب ہو رہے ہیں۔

منجملہ دیگر تصانیف کے یہ دو جلیل القدر کام اس مجدد عصر کی مجالس روزانہ کا کارنامہ ہیں جن کی افادیت و یادگار انشاء اللہ تعالےٰ صدیوں تک قائم رہے گی اور تربیت السالک تو حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی ایسی مجددانہ چیز ہے جس کی مثال سلف میں کہیں نہیں ملتی اب تک جو رموزِ باطنی اہلِ طریق کے سینہ بسینہ رہا کرتے تھے ان کو اس مجددِ طریق نے علوم سفینہ بنا دئے۔ غرضکہ یہ کام بھی ہو رہا ہے اور حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ گفتگو بھی فرما رہے ہیں اور یہ گفتگو بھی اہلِ دل حضرات قلمبند کرتے جا رہے ہیں۔ جو افادات یومیہ سے موسوم ہو کر جمع ہو رہے ہیں جو ہزاروں کی تعداد میں شائع ہوتے رہے اور جن میں صدیوں تک کے لئے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے علوم و معارف محفوظ کر لئے گئے۔

اسی اثناء میں اگر کوئی اجنبی شخص مجلس میں آگیا اور اس نے اپنا تعارف یا اپنے آمد کا مقصد ادھوری یا بے ڈھنگی باتوں سے ظاہر کیا تو حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کے لہجے میں تغیر پیدا ہو جاتا تھا اور جب تک وہ اپنی غلطی کا اعتراف نہ کر لے اور بات صاف نہ کرے اس سے برابر جرح فرماتے رہتے تھے، فرماتے تھے مجھے ناتمام اور گول مول باتوں سے سخت الجھن ہوتی ہے کیونکہ اس سے سامع کے دل میں ناگواری اور گرانی پیدا ہوتی ہے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا اسطرح معاملہ کرنے سے خود اس شخص کو اور اہلِ مجلس کو اپنی اس قسم کی کوتاہیوں پر ہمیشہ کے لئے تنبیہ ہو جاتی تھی۔ اس فہمائشی مکالمے کے بعد حضرت والا پھر احباب مجلس کی طرف اسی خندہ روئی اور تبسم آمیز انداز گفتگو کے ساتھ متوجہ ہو جاتے۔

اب دیکھئے اور سنیئے کہ حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ اپنے احبابِ مجلس کے ساتھ کس قسم کی باتیں فرمایا کرتے تھے۔

مجلس میں حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ مختصر مختصر مختلف اور گوناگوں مضامین بیان فرماتے تھے البتہ کبھی کسی خاص موضوع پر اتفاق تقریر ہوا تو دیر تک اور خاص اثر انداز جذبے سے طویل تقریر بھی فرمایا کرتے تھے۔ کبھی اگر کسی نے کوئی بات تحقیق طلب دریافت کی تو اس کی وضاحت فرما دیتے تھے۔ فقہی مسائل پر بہت کم گفتگو فرماتے تھے اگر کسی نے کوئی مسئلہ شرعی پوچھا تو فرماتے تھے کہ اس کے بتانے والے بہت ہیں جہاں چاہو پوچھ لو اور یہ شعر پڑھ دیا کرتے تھے ؎

ما قصۂ سکندر و دارا نہ خواندہ ایم
از ما بجز حکایت مہر و وفا مپرس

مجھ سے تو بس اللہ اور اللہ کے رسول ؐ کی محبت کی باتیں سنو اور یہی محبت دین کے تمام شعبوں کی روح رواں ہے ؎

ما انچہ خواندہ ایم فراموش کردہ ایم
الّا حدیث یار کہ تکرار می کنیم

اور اسی انداز محبت میں تصحیح عقائد و زادِ راہ آخرت کی باتیں کر رہے ہیں۔ اتباع شریعت و اتباع سنت کے لئے اہتمام اور اس کے حدود متعین فرما رہے ہیں اصلاح باطن و تزکیۂ نفس کے طریق کو واضح کیا جا رہا ہے۔ حسنات و رذائل کی تشریح کی جا رہی ہے اعمال ظاہر و باطن میں اختیاری و غیر اختیاری، مقصود و غیر مقصود کی حدیں قائم کی جا رہی ہیں۔ حکایات و روایات سے ان امور کو دل نشین کیا جا رہا ہے۔ آداب زندگی اور آداب انسانیت کی تعلیم کی جا رہی ہے۔ حقوق اللہ، حقوق العباد و حقوق النفس کے ادا کرنے کے طریقے بتائے جا رہے ہیں اور اس طرح اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت و محبت دل میں اتاری جا رہی ہے۔ مجاہدہ اور حصول تقویٰ کا معیار قائم کیا جا رہا ہے۔ روزمرہ کی زندگی اور خانگی حالات اور ازدواجی تعلقات میں خوشگواری پیدا ہونے کی باتیں کی جا رہی ہیں، ملکی و سیاسی حالات

پر روشنی ڈالی جارہی ہے مختصر یہ کہ حیاتِ طیبّہ حاصل کرنے کے لئے اور اللہ تعالےٰ کی رضا جوئی کے لئے تمام معارف وحقائق سہل لفظوں میں بیان کئے جارہے ہیں۔ غرضیکہ بلا تکلف یہ کہا جاسکتا ہے کہ ہمارے حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مجالس رشد و ہدایت میں حضور رحمۃ للعالمین صلے اللہ علیہ وسلم کی مجالس مبارکہ کی جھلکیاں پیدا فرمادیں اور صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی زندگی کے نمونے ہمارے سامنے پیش فرمادیئے اللہ تعالےٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو زیادہ سے زیادہ ان کی مساعیٔ دینیہ کا صلہ عطا فرمائیں۔ اور اپنے مقامات قرب ورحمت میں پیہم ترقیٔ درجات نصیب فرمادیں اور ہم تشنگانِ حق کو ان کی تعلیمات سے زیادہ سے زیادہ فیوض وبرکات و توفیق عمل عطا فرمائیں ے

یادِ آں روزے کہ درمیخانہ منزل داشتم
جامِ مے در دست وجاناں درمقابل داشتم

رنگِ مجلس

حضرت رحمۃ اللہ علیہ من جانب اللہ تعالےٰ منصب رشد و ہدایت لے کر آئے تھے حقائق ومعارف حضرتؒ کے مشاہدات میں سے تھے، باطن کی تعلیم و تربیت کا طریقہ اور اصلاح کا انداز عجیب وغریب تھا۔ ابنائے زمانہ کی نبضوں کو پہچانتے تھے، جب واردات وکیفیات باطنہ کا اظہار فرماتے تو دوران گفتگو کبھی سالکین کو قبض وبسط کی لطافتوں سے بھر دیتے کبھی خالی کردیتے۔ رہروانِ طریق کو ناز اور یاس سے بچا بچا کر رکھتے۔ اعتدال کی راہ پر چلاتے۔ خالی کرنے میں بھی کمال حاصل تھا اور بھرنے میں بھی۔ کوئی مجلس میں ناز لے کر جاتا اور رفتا ہو کر آتا، کوئی یاس لے کر جاتا اور بشارت سن کر آتا۔ جب سالک کو رذائل سے خالی کرنے پر آتے تو ندامت اور شکستگی کا عالم طاری ہوجاتا، اپنے عجز ونیاز کی حقیقت سامنے آجاتی سالکین ندامت سے روتے اور اپنے کو ملامت کرتے، جب حسنات اور محبت الٰہی سے بھرنے پر آتے تو رحمتوں کے اعلان سناتے بشارتیں دیتے۔ دل جوئی و دلنوازی فرماتے اور حاضرین اللہ تعالیٰ کی رحمت ومغفرت کا کھلا اثر محسوس

کرتے اور اس طرح سالکین کو ہلکا پھلکا رکھتے تشویشات سے بچاتے اور اصل کام میں سرگرم رکھتے۔ زبان میں اللہ تعالےٰ نے وہ تاثیر دی تھی کہ مجلس پر نظر ڈال کر کوئی مضمون ارشاد فرماتے تو ہر شخص یہی کہتا کہ میرے دل کی بات کہہ دی میرا عقدہ کھل گیا۔

دیکھنا تقریر کی لذت کہ جو اس نے کہا ؎
میں نے یہ جانا کہ گویا یہ بھی میرے دل میں ہے

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جیسے اللہ تعالیٰ لوگوں کے قلوب کی حالت حضرتؒ پر منکشف فرما رہے ہیں۔ حضرتؒ وہی فرماتے جس کی اہل مجلس کو ضرورت ہوتی۔

حاضرین کے قلبی تاثرات کا احساس فرماتے ہوئے لب ولہجہ ایسا اختیار فرماتے کہ لوگوں کی چیخیں نکل جاتیں۔ ذالک فضل اللہ یُوتیہ من یشاء

تاثراتِ مجلس

حضرتؒ کی مجلس کے اثرات بڑے قوی اور دیرپا ہوتے تھے۔ خود فرماتے کہ "یہاں سے کوئی خالی نہیں جاتا کم ازکم کان سب کے کھول دیئے جاتے ہیں" آج بھی ہمارے دل و دماغ میں وہ آفتاب جگمگا رہا ہے۔ حضرتؒ کا لب ولہجہ اب تک کانوں میں گونج رہا ہے تخیل اور تصور میں آج بھی اس مجلس کے تاثرات کار فرما ہیں ؎

کار فرما ہے ابھی تک جذبۂ پیرِ مغاں
مستیٔ رنداں وہی ہے گرمیٔ محفل وہی

اس آخر عمر میں حضرتؒ کا فیض روحانی یوں محسوس ہوتا ہے جیسے عالمِ برزخ سے فیض کی لہریں آتی ہوں۔ اسی جذبے سے متاثر ہو کر کبھی کہہ دیتا ہوں کہ بھائی جتنی باتیں مجھ سے سنتا ہوں سن لو، یہاں بیٹھ جاؤ میرے پاس، اور میری بات سنو اور میری بات یہ ہے کہ حضرتؒ یوں فرماتے تھے کہ:۔

"بزرگ بننا ہو، قطب بننا ہو، غوث بننا ہو کہیں اور جاؤ اور انسان بننا ہو تو یہاں آؤ۔"

اور فرماتے تھے کہ پہلے آدمی بنو، کیا بزرگی اور ولایت ڈھونڈتے پھرتے ہو، آدمیت سیکھو، بزرگی بچاری تو ایک دن میں ساتھ ہولیتی ہے مشکل چیز تو شرافت اور شعور انسانیت ہے۔

غور تو فرمایئے کہ حضرتؒ اپنی مجلس میں بار بار کیا اعلان فرماتے رہے۔ کس چیز پر زور دیتے رہے اور کن باتوں پر تنبیہ اور مؤاخذہ فرماتے رہے۔ کیفیات، مکاشفات، ذوقیات کرامات اور تصرفات کو تو چھوڑیئے۔ ایک درجہ میں حضرتؒ ان کو تو اہمیت دینے کے مخالف ہی رہے مگر میں پوچھتا ہوں جو لوگ واقف ہیں وہ بتائیں کہ معمولات یومیہ مثلاً تہجد، نوافل، ذکر و اذکار اور اوراد و وظائف کے چھوٹ جانے پر کسی سالک پر کیا حضرتؒ کبھی چیں بہ جبیں ہوتے تھے؟

کیا ان کے کسی عذر شرعی پر معمولات چھوٹ جانے سے کبھی تنبیہ اور مؤاخذہ فرمایا؟

لیکن اگر کوئی بے اصولی بات کرتا یا بے فکری کا ثبوت دیتا، حقوق واجبہ کا تارک ہوتا، معاملات میں بدانتظامی برتتا یا سلیقہ اور ڈھنگ سے کام نہ کرتا یا کسی کی ناگواری کا باعث ہوتا تو حضرتؒ فوراً تیور بدل لیتے۔ سخت اور تیز لہجہ بنا لیتے اور فوراً اصلاح فرماتے تمام اہل مجلس کو عموماً اور سالکین کو خصوصاً اس طرف توجہ دلاتے۔ کہ یہ تمام چیزیں دوسروں کی اذیت کا سبب بنتی ہیں اور اذیت نہ پہنچانا واجب ہے اور تم سب اس کے مکلف ہو، میں تو کہتا ہوں کہ اپنی ذات سے کسی کو ادنیٰ اذیت بھی نہ ہو یہی کل تصوف ہے ؎

کبھی بھول کر کسی سے نہ کرو سلوک ایسا
کہ جو تم سے کوئی کرتا تمہیں ناگوار ہوتا

تمام بزرگی، قطبیت، غوثیت اور کشف و کرامات کو نظر انداز کر کے اور تمام غیر ضروری چیزوں کو حذف کر کے حضرتؒ طالبین و مریدین کی صرف دو صفات پر نظر رکھتے، فرماتے تھے کہ میرے یہاں تو طالبین کے اندر دو باتیں دیکھی جاتی ہیں ایک تو یہ کہ اس کے اندر انسانیت ہو یعنی اپنے قول و فعل میں اس چیز کا خیال رکھے کہ اس سے کسی کو ایذا نہ پہنچے دوسرے میں اس کی کوشش

کرتا ہوں کہ سب سے اوّل طالب پر مقصود اور اس کے طریق کی حقیقت منکشف ہو جائے تاکہ عمل بصیرت سے ہو سکے۔

تو پہلے یہ معاملہ درست کرلو پھر مختلف کاروبار میں رہتے ہوئے بھی ہر مسلمان درویش ہے، جیسے صحابہؓ درویش تھے، پھر ہر مسلمان ولی ہے جیسے صحابہؓ ولی تھے، ہر مسلمان عاشق ہے، جیسے صحابہؓ عاشق تھے۔ ذَالِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ۔

حضرتؒ کا مسلک

حق تعالےٰ ہمارے حضرتؒ کے مدارج بلند فرمائیں۔ حضرتؒ مقصود طریق کو اچھی طرح سمجھا کر بڑا ہی احسان فرما گئے ہیں۔ طالبانِ راہِ حق کے لئے بڑی تسکین کا سرمایہ چھوڑ گئے ہیں۔

اس مجدّدِ وقت نے مسلمانوں میں صحابۂ کرامؓ کا سا مذاق پیدا کرنا چاہا اور کسی نہ کسی درجہ میں پیدا بھی کر دیا۔ حصولِ انسانیت و شرافت کے لئے روح کی پاکیزگی اور باطن کی ترقی اور دنیاوی زندگی کے لئے شریعت و سنّت کے معیارِ کامل کی طرف نشان دہی فرما گئے۔

حضرتؒ کی تربیت گاہِ باطن میں نہ کیفیات و ذوقیات تھیں نہ وجد و حال اور نہ رسمی مراقبے تھے نہ مجاہدے۔ بس اہتمام تھا تو شریعت کے احکامات کی بجا آوری کا تھا، دُھن تھی تو اپنے ہر اندازِ زندگی میں اپنے محبوب نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے ہر اندازِ زندگی کی اتباع کی تھی۔ فکر تھی تو نفس و شیطان کے مکائد سے بچنے کی تھی، اور تاکید تھی تو صرف یہ تھی کہ اپنے ظاہر کو بھی پاک و صاف رکھو اور اپنے باطن کو بھی طاہر و طیّب، اگر ان باتوں کی توفیق نصیب ہو جائے تو سمجھ لو کہ دونوں جہان کی دولت ہاتھ آگئی۔

تم سے لاکھ کوئی کہے کہ شریعت کے فضائل اور ہیں اور طریقت کے لذائذ اور، تو تم ہرگز دھوکا نہ کھانا۔

؎ در راہِ عشق وسوسۂ اہرمن بسے است ❊ ہش دار و گوش را بہ پیام سروش دار

حضرتؒ فرماتے تھے "ہم کو تو اللہ تعالیٰ نے اپنے تعلق اور اپنی بندگی کا یہ راز بتایا تھا کہ دیکھو اپنی روزمرہ کی زندگی میں یہ کرنا اور یہ نہ کرنا۔ یہ بات ہم کو پسند ہے اور یہ ناپسند۔ یہ چیز حلال ہے اور یہ حرام، یہ چیز پاک ہے اور یہ ناپاک، دیکھو اگر تم چاہتے ہو کہ ہم سے صحیح تعلق پیدا کرو ہماری معرفت حاصل کرو اور ہماری محبت سے سرشار ہو تو پھر ہمارے محبوب نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی اتباع کامل کرو۔ پھر تو ہم خود ہی تم سے محبت کرنے لگیں گے۔ بتاؤ اس سے زیادہ بڑی نعمت و دولت تم اور کیا چاہتے ہو"

یہ بھی ہمارے حضرتؒ کی تعلیم و تربیت، فرماتے تھے "دین متین ہی کے ظاہر و باطن کا نام شریعت و طریقت ہے جس طرح ظاہری اعمال کے لئے احکاماتِ الٰہیہ، فرائض و واجبات ہیں اسی طرح باطنی اعمال کے لئے بھی ہیں اور ہم دونوں کے ادا کرنے کے مکلف ہیں"

فرماتے تھے کہ اسی کے ساتھ ساتھ اور اسی طرح ضروری و لازمی حقوق العباد ہیں تم پر اپنے والدین کے اپنے بیوی بچوں کے، اپنے عزیز و اقارب کے، اپنے احباب اور کاروباری تعلق رکھنے والوں کے حقوق بھی کما حقہ' ادا کرنا فرض و واجب ہے، ان میں ذرہ برابر بھی کوتاہی کرو گے تو تعلق مع اللہ کی تم کو ہوا تک نہ لگے گی۔ چاہے عمر بھر کیوں نہ مروجہ رسمی تصوف کے مجاہدوں نوافل اور وظائف میں سر مارو۔

خدا کی مخلوق کو ناراض کرتے ہوئے بھی خدا کو راضی کر لو۔

ایں خیال است و محال است و جنوں

ایک مرتبہ حضرت والاؒ نے طریق باطن کے تمام مقامات کا تذکرہ فرمایا، تعلق مع اللہ اور درویشی کی راہ میں چلنے والوں کے حالات کا تذکرہ کیا اور پھر فرمایا "سب کا خلاصہ یہ ہے کہ فرائض و واجبات ادا ہو جائیں۔ احکاماتِ الٰہیہ کی تعمیل ہو جائے۔ حقوق العباد کی اہمیت واضح ہو جائے۔ بس۔ اگر درویشی کا حاصل یہ ہے تو سب کچھ ہے ورنہ کچھ بھی نہیں"

تعمیل احکامات کے دوران اگر باطنی کیفیات پیدا ہو جائیں تو نورٌ علی نور۔ اور اگر نہ ہوں تو

کچھ پروا نہیں اور آخرت کا کوئی نقصان نہیں ؎

ہے یہی کیا کم کہ ہوں میں بھی حریم ناز میں
التفاتِ حسن سے بے خود سہی ، غافل سہی

تم عجز و نیاز کا سلیقہ تو حاصل کرو، تم احکاماتِ الٰہیہ کی پابندی کر کے رضائے الٰہی حاصل کرنے کی حتی المقدور کوشش تو کرو پھر سب کچھ ہی مل جائے گا۔

؎ شاید یہی تسلیم محبت کا صلہ ہے
ہر دولتِ حسن و جہاں میرے لئے ہے

مگر تم عبادات و طاعات میں نفس کے غلط راستے سے آتے ہو اور نفس مقصود تک نہیں پہنچنے دیتا۔ طلب لذات میں اُلجھا دیتا ہے۔ شیطان راہ مار دیتا ہے۔ سالک کو کیفیات باطنیہ میں مبتلا کر دیتا ہے۔ جب وہ دیکھتا ہے کہ کیفیتوں اور لذتوں پر نظر جم گئی، مقصود سے نظر ہٹ چکی بس مطمئن ہے کہ طبیعت میں یہ کیفیت راسخ ہو جائے پھر تو جب چاہوں گا ماروں گا، نہ دین کا چھوڑوں گا نہ دنیا کا ؎

مچھلی نے ڈھیل پائی ہے چارے پہ شاد ہے
صیاد مطمئن ہے کہ کانٹا نگل گئی

شیخ کا کام یہ ہے کہ شیطانی راہوں سے نکال کر دین کے سیدھے راستہ پر لگا دے۔ اس طریق میں جہاں جہاں ابلیسی و نفسانی وساوس و خطرات کا شائبہ تھا، ہمارے حضرتؒ نے سب صاف کر دیا۔ اب مخدوش راستہ مت اختیار کرو۔ سیدھے راستہ پر ہو لو۔ سمجھ لو ایک دفعہ آستانِ یار یہی ہے بس سیدھی سادی عبادت کئے جاؤ، حکم کی تعمیل ہوتی رہے۔ کیفیات و ذوقیات سب فانی چیزیں ہیں، ان کی عطا ہے اگر مل جائیں ورنہ دنیا و آخرت کی فلاح ان پر منحصر نہیں ہے۔ نماز کا ایک بے کیف سجدہ بھی بڑی حقیقت رکھتا ہے۔ اللہ اللہ! نفس و شیطان نے مزاحمت کی، ماحول مزاحم ہوا، حالات نے مخالفت کی، مشاغل نے روکا مگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

کے ایک امتی نے آکر آستانِ یار پر سر رکھ ہی دیا۔ نماز میں مشغول ہو گیا، دل حاضر نہیں سکون نہیں، ذہن منتشر ہے۔ طبیعت مکدر ہے مگر سر ہے کہ آستانِ یار پر رکھا ہوا ہے۔ یہ شخص جو اس وقت سر بسجود ہے ایک دفعہ سمجھ چکا ہے کہ آستانِ یار یہی ہے پھر لاکھ موانعات سامنے آئیں مگر یہ ثابت قدم ہی رہتا ہے ؎

جبہ سائی سے اگر کچھ نہیں حاصل نہ سہی
کس طرح چھوڑ دے سنگِ درِ جاناں کوئی

یہ کچھ معمولی بات ہے یہ بندہ اس آستانہ پر سر بسجود ہے کہ اس عالم میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی کے علاوہ کسی کی مجال نہیں کہ وہاں باریاب ہو جائے۔ نہ ساجد ایسا نہ مسجود۔ ساجد و مسجود کا رشتہ برقرار رہنا چاہیئے۔ نفس کے اور ماحول کے تقاضے کچھ بھی ہوں، حالات کچھ بھی گزر جائیں واقعات کیسے بھی آن پڑیں مگر عبد کا معبود سے رشتہ نہ ٹوٹنے پائے۔ حالات سب منقلب ہونے والے ہیں۔ کیفیات سب فانی ہیں، باقی رہنے والی جو کچھ چیز ہے وہ یہ عمل صالح ہے۔ بس یہ دیکھے جاؤ کہ توفیق سجدہ ہے یا نہیں یہ مت دیکھو کہ کیف ہے یا نہیں۔

یہ مسلک بظاہر خشک سا معلوم ہوتا ہے لیکن درحقیقت اسی اتباع احکامات ہی سے ملے گا۔ جو کچھ ملے گا (صورت نماز کی بنالو۔ کیف ہو کہ نہ ہو۔ ضابطہ کا کام کرتے رہو پھر رابطہ بھی پیدا ہو جائے گا۔ یہ ضابطہ کا سجدہ رنگ لائے بغیر نہ رہے گا۔ طلب صادق ایک دن ذوقِ کامل پیدا کر دے گی۔ جب تم عبادتوں کو خالص اللہ تعالےٰ کے لئے کر لو گے اور یقیناً جلد ہی کر لو گے کیونکہ لذت و کیف کے تم طالب ہو نہیں پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کی برکت سے تمہارے لئے کائنات کی ایک ایک شے افزونیٔ ایمان کا سبب بن جائے گی)

مسلک کی وضاحت

بعض خاص اہل امتیاز و وجاہت نے حضرت والاؒ سے بیعت کی درخواست کی تو حضرت والاؒ نے پیشتر سب معاملات کو صاف صاف مگر نہایت لطافت و متانت اور تہذیب و شائستگی کے ساتھ تحریر فرمایا۔

آپ نے اپنی محبت سے جو خدمت مجھ سے لینا چاہی ہے اگرچہ میں اس کا اہل نہیں مگر احباب کی خدمت سے انکار بھی نہیں لیکن چونکہ آپ سے دلی خلوص اور بے تکلفی ہے، اس لئے خیر خواہی سے حسب ذیل امور کو آپ کی نظر میں لانا چاہتا ہوں تاکہ بصیرت سے رائے قائم فرما سکیں کسی مغالطہ کا احتمال نہ رہے پھر جو رائے قائم فرمائی جاوے گی میں اس کا اتباع کرنے کو تیار ہوں۔

۱۔ میں ایک خشک طالب علم ہوں اس زمانہ میں جن چیزوں کو درویشی کے لوازم میں سے سمجھا جاتا ہے جیسے محفل میلاد شریف، عرس، گیارہویں، نیاز، فاتحہ، قوالی و مثل ذلک میں ان سب سے محروم ہوں اور اپنے دوستوں کو بھی اسی خشک طریقہ پر رکھنا پسند کرتا ہوں۔

۲۔ میں نہ صاحب کشف ہوں نہ صاحب کرامت نہ صاحب تصرف نہ عامل۔ بس اللہ و رسول کے احکام پر مطلع کرتا رہتا ہوں۔

۳۔ اپنے دوستوں سے کسی قسم کا تکلف نہیں کرتا نہ اپنی حالت چھپاتا ہوں نہ اپنی کوئی تعلیم نہ کوئی مشورہ امور دینیہ کا، پھر عمل کرنے پر کسی کو مجبور نہیں کرتا عمل کرتا ہوا دیکھ کر خوش اور عمل سے دور دیکھ کر رنجیدہ ہوتا ہوں۔

۴۔ میں کسی سے نہ کوئی فرمائش کرتا ہوں نہ کسی کی سفارش، اسی لئے بعض اہل الرائے مجھ کو خشک مزاج کہتے ہیں۔ میرا مذاق یہ ہے کہ ایک کو دوسرے کی رعایت سے کوئی اذیت نہ دوں خواہ لفظی ہی اذیت ہو۔

۵۔ سب سے زیادہ اہتمام مجھ کو اپنے لئے اور اپنے دوستوں کے لئے اس امر کا ہے کہ کسی

کو کسی قسم کی اذیت نہ پہنچائی جاوے خواہ بدنی ہو جیسے مار پیٹ، خواہ مالی ہو جیسے کسی کا حق مار لینا یا ناحق کوئی چیز لے لینا، خواہ آبرو کے متعلق ہو جیسے کسی کی تحقیر کسی کی غیبت خواہ اذیت نفسانی ہو جیسے کسی کو کسی تشویش میں ڈال دینا یا کوئی ناگوار و رنج دہ معاملہ کرنا اور اگر غلطی سے کوئی بات ایسی ہو جاوے تو معافی چاہنے سے عار نہ کرنا۔

۶۔ نمبر ۵ کا مجھ کو اس قدر اہتمام ہے کہ کسی کی وضع کو خلاف شرع دیکھ کر صرف شکایت ہوتی ہے مگر نمبر ۵ کی کوتاہی دیکھ کر بے حد صدمہ ہوتا ہے اور دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اس سے نجات دے۔ (اشرف السوانح صـ ۱۶۹-۱۷۰ حصہ دوم)

یہ تھا ہمارے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک جس کو ہم نے اپنی استعداد کے مطابق کچھ اجمالاً بیان کر دیا۔

وَمَا تَوْفِيْقِيْ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَظِيْمِ ط

حقیقت خانقاہی

(ارشاد فرمایا کہ بڑے بڑے بزرگان طریقت جنھوں نے روحانی سلاسل کی بنیاد ڈالی تھی۔ ان کا مقصد اس کے سوا کچھ نہ تھا کہ (اللہ کی مرضی کے مطابق نفس کی اصلاح ہو جائے اور صحیح معنوں میں انسان انسان بن جائے)۔

طالبین سلوک نفس و شیطان کے کید اپنے شیخ سے بیان کرتے ہیں اور وہ علاج تجویز کرتے ہیں اور اس کے استعمال کے لئے تدبیریں بتاتے ہیں اختلاف استعداد و ہمت کی بناء پر مشائخ سالک کو رذائل سے اجتناب اور حسنات کے اکتساب کے لئے ریاضتیں اور مجاہدے تجویز کرتے ہیں کسی کے لئے مراقبے اور کسی کے لئے ذکر و اذکار۔ کسی طالب پر خوف کو غالب کرتے کسی کو رحمت الٰہی کی طرف متوجہ کرتے۔ جیسی جس کے لئے ضرورت سمجھتے اس کو اس طریق پہ لگا دیتے مقصود سب کا تزکیۂ باطن اور حصول رضائے الٰہی ہوتا ہے۔ یہی حقیقت تھی خانقاہی اعمال اور خانقاہی اسرار کی، رفتہ رفتہ نااہل لوگ خانقاہوں پر قابض ہو گئے۔ اور خانقاہی جانشینوں میں وہ صلاحیت نہ رہی جس سے حق و باطل میں امتیاز ہو۔ واجب اور غیر واجب،

ضروری اور غیر ضروری کو سمجھیں، سنت اور بدعت میں فرق جانیں، مختلف رسومات اختراع کر کے اہل خانقاہ خود فریبی، ریاکاری اور شخصیت پرستی میں مبتلا ہو گئے اور خانقاہیں صحیح تعلیم سے بیگانہ ہو گئیں۔ اتباع شریعت و سنت کی اہمیت اور اس کا اہتمام نہ رہا۔

حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ قطب العالم شیخ العرب والعجم حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ گو اصطلاحی عالم نہ تھے، مگر حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی طرف زیادہ تر اہل علم ہی گرویدہ تھے۔ آخر کوئی چیز تو حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ میں ایسی تھی جس کو یہ حضرات ان سے حاصل کرنا چاہتے تھے اور وہ بات وہی ہے جو میں کہا کرتا ہوں کہ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ تصوف کے مجتہد و مجدد تھے امام تھے، مدتوں سے طریق مردہ پڑا تھا حضرت کی برکت سے اس کی تجدید ہوئی۔ فی زمانہ خانقاہوں میں ہر جگہ تو بیٹھ گئے ریاکار اور منافق طریق۔ اب یہ تدابیر اصلاح نفس کی کون بتائے، اور کون اس کا طالب ہو۔ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ادراک روحانی نے یہ بات محسوس کی اور منجانب اللہ ان کے قلب و وجدان پر یہ القا ہوا کہ تمام سلاسل کی اصلاح کر کے ان کو ایک سلسلہ میں منسلک کر دیا جائے۔ کیونکہ مقصود سب کا انسان کامل صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع ہی تھا جس کا دوسرا عنوان تحصیل رضائے الٰہی ہے اور جس کا طریق یہی اعمال ماموربہا ہیں۔ رہے مجاہدے اور ریاضتیں، اذکار و اشغال وغیرہ۔ یہ نہ تو مقصود ہیں، اور نہ بذات خود طریق ہیں، ایک درجہ میں طریق پر آنے کی اور رسوخ حاصل کرنے کی تدبیریں ہیں، اور حصول مقصود کے لئے معاون و معین ہیں۔

اعلانِ حق

ایک مرتبہ حضرت نے فرمایا۔ اجی حضرت کس کا راز اور کس کا اخفاء۔ میں تو حق کو علی الاعلان پکار پکار کر ببانگ دہل ظاہر کرتا ہوں اور دین مبین و شرع متین کی صداقت کو واضح کرتا ہوں۔ میں تو دین کے اصول اور فروع سب کھلم کھلا ظاہر کر دیتا ہوں۔ اس زمانے میں اس کی ضرورت اور

اور سخت ضرورت ہے۔ ہزاروں اور لاکھوں قسم کی گمراہیوں اور تلبیسوں میں لوگ مبتلا ہو رہے ہیں اور لاکھوں راہزن اس راہ پر لگے ہوئے ہیں اس لئے اظہار حقیقت کرکے ان کے مصنوعی منصوبوں کو خاک میں ملا دینے کی ضرورت ہے، انھوں نے گمراہ کیا ہے اللہ کی مخلوق کو۔ اللہ تعالےٰ ہدایت عطا فرماویں، آمین۔

اصلاحِ رسوم خانقاہی

تربیت باطن کے جو طریقے بزرگوں نے تزکیۂ نفس کے لئے تدبیر کے درجہ میں اختیار کئے تھے اور علاج کے لئے تجویز کئے تھے اہل خانقاہ انہیں کو مقصود سمجھ بیٹھے تھے۔ نفس کشی کا سلسلہ، توہم پرستی، شخصیت پرستی، قبر پرستی، چلہ کشی، مراقبات، ذوقیات، کیفیات، خواب، مبشرات اور مکاشفات و کرامات و تصرفات اور کچھ غیر مسنونہ اوراد و وظائف اور ذکر و اذکار یہی سب کچھ میراث تھی خانقاہیت کی جو صدیوں سے چلی آرہی تھی۔ حضرت والاؒ نے دین کے پردے میں مسلمانوں کی اس طرح صریحی گمراہی کے انجام سے متاثر ہو کر سب خانقاہی رسم و رواج کو ختم کیا اور فرمایا کہ تم نے غیر مقصود کو مقصود سمجھ لیا، جو چیز مرکب ہے مذہب اور غیر مذہب سے۔ اس کو تم نے فرض و واجب کا درجہ دے دیا، ان رسومات ہی کو تم نے منتہائے کمال سمجھ لیا۔ کشفیات اور تصرفات کو تصوف کا اصل ثمرہ سمجھ بیٹھے تم مراقبوں اور حلقوں ہی میں گھر کر رہ گئے۔ نفسانی کیفیات کو روحانی لذت اور وجد و حال کو ارفع حالت سمجھنے لگے، مبشرات، فتوحات اور کرامتوں کو فخر و مباہات کا ذریعہ بنا لیا تعطل کو تفویض سمجھ لیا۔ مقصود تمہارے ہاتھ سے نکل گیا اور تم جادۂ شریعت و حقیقت سے دور جا پڑے۔

رہ گئی پھنس کر حدودِ شوق میں ؎
کچھ نہ نکلی ہمتِ پروازِ دل

ہمارے حضرتؒ نے تمام خانقاہی رسومات کو حذف کر دیا اور چاروں سلسلوں کی تعلیمات کی تجدید کی اور فرمایا کہ یہ نہ سمجھنا کہ کیفیات باطنیہ اور مقامات روحانیت ہمارے یہاں نہیں

الحمدللہ سب کچھ ہے کشف وکرامات وتصرفات وغیرہ اپنے مقام پر سب برحق، لیکن پھر بھی ان میں مادیت ہے ۔ اللہ تعالےٰ نے اہل حق، اہل اللہ کو اس سے بہتر اور قوی چیز عطا فرمائی ہے وہ ہے روحانیت اور اس کے لطائف و مدارج ہیں مگر روحانیت کی ترقی منحصر ہے۔ تعمیل احکام شرع پر کیفیات اور مکاشفات کو اس میں کوئی دخل نہیں۔ ساری طریقت اور تمام سلوک کا راز اِیَّاکَ نَعۡبُدُ وَاِیَّاکَ نَسۡتَعِیۡنُ اِھۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِیۡمَ صِرَاطَ الَّذِیۡنَ اَنۡعَمۡتَ عَلَیۡھِمۡ کے اندر مضمر ہے۔

وہ کون لوگ ہیں جن پر انعامات ہوئے ؟ انبیاء۔ صدیقین، شہداء اور صالحین ہیں انہیں کا مسلک اختیار کرو انہیں کی تقلید کرنے سے سب کچھ ملے گا۔ یہ اللہ تعالےٰ کے راستے پر چلے ہیں تم بھی ان کے پیچھے پیچھے ہو لو۔ ان کے یہاں صرف وہی ہوتا ہے جو اللہ تعالےٰ اور رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے بتلا دیا ہے۔

مپندار سعدی کہ راہِ صفا — تواں یافت جز در پئے مصطفا
خلاف پیمبر کسے رہ گزید — کہ ہرگز بہ منزل نخواہد رسید

شریعت وطریقت میں صدیوں کے جتنے نشیب و فراز تھے حضرتؒ نے سب ہموار کئے اور پھر حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی چوکھٹ پر طالبان حق وسالکین طریق کو لاکر کھڑا کر دیا۔ تربیت باطن دربار رسالت سے زیادہ اور کہاں میسر ہو گی۔

ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء

تجدید سلاسل

ہمارے حضرت نے جس طرح شریعت کی بدعات کو مٹایا ۔ اسی طرح طریقت کی بدعات کو بھی ختم کیا اور چاروں سلسلوں چشتیہ ، نقشبندیہ ، سہروردیہ ۔ قادریہ کی تجدید فرمائی اور صاف صاف وضاحت فرمادی کہ طریقت عین شریعت و سنت ہے ، اس کے خلاف جو کچھ ہے وہ زندقہ ہے ؎

مپندار سعدی کہ راہِ صفا | تواں یافت جز در پئے مصطفٰی
خلافِ پیمبر کسے رہ گزید | کہ ہرگز بہ منزل نہ خواہد رسید

ہمارے حضرت رحمۃ اللہ علیہ چاروں سلسلوں میں بیعت فرماتے تھے اور یہی حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی قدس سرہ العزیز کا مسلک تھا ۔ مگر نہ کسی سلسلے کی وہاں کوئی روایات تھیں نہ رسوم ۔ نہ تعلیم و تربیت کے وہ کورانہ تقلید کے انداز تھے ، روایتی حلقے ۔ توجہ ۔ مراقبے کچھ نہ تھے ۔ چاروں سلسلوں کی تعلیم کے مطابق سالک میں جس کی بھی صلاحیت اور استعداد فطری ہوتی تھی اس کو اسی راہ پر لگا دیتے تھے ۔ تمام سلسلوں کے بزرگوں کا یہی نصب العین تھا کہ سالکین اور طالبین حق کی اصلاح باطن اور تزکیۂ نفس کے لئے حسب ضرورت مجاہدے کرائے جائیں تا کہ ان کے قلوب کی صلاحیتیں درست ہو جائیں اور کیفیت تقوٰی پیدا ہو جو ذریعہ ہے حصول رضائے حق اور تعلق مع اللہ کا ۔ اس کے لئے وہ جو تدابیر اختیار فرماتے تھے وہ حدودِ شرع و سنت کے مطابق ہوتی تھیں کیونکہ تزکیۂ نفس وہی ہے جس کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم منجانب اللہ مامور تھے ۔ وَيُزَكِّيْ اَنْفُسَهُمْ اور تزکیۂ نفس کے بارے میں آپ کی شان میں آیاتِ قرآنی شاہد ہیں چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے احکامات و منشائے الٰہی کے مطابق اپنے صحابۂ کرام کی تربیت باطن و تزکیۂ نفس کی تعلیم فرمائی ، وہ تعلیم تمام تر احادیثِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں مدون و محفوظ ہے ۔ جیسے جیسے وقت گذرتا گیا اور عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے

بُعد ہوتا گیا، مسلمانوں کے اخلاق باطنیہ ماحول اور معاشرے سے متأثر ہوتے گئے اور ان میں بہت سی کوتاہیاں اور گمراہیاں پیدا ہوتی گئیں۔ پھر جو خانقاہیں مسلمانوں کی اصلاح اخلاق کے لئے قائم ہوتی تھیں وہی خود ضلالت و بدعات کا مرکز بن گئیں مگر ہر سلسلہ میں کچھ نہ کچھ اہلِ حق ضرور باقی رہے، البتہ ایک سلسلہ والے کو دوسرے سلسلہ والے سے کوئی ربط خاص نہ رہا۔ بلکہ ایک دوسرے کی تعلیم و تربیت سے بیگانہ ہی رہا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ عوام میں طریقت کے متعلق بہت سی غلط فہمیاں اور بدگمانیاں پیدا ہوگئیں اور خانقاہی اسرار و رموز کی بدولت طریقت کو شریعت سے کچھ جدا گانہ چیز سمجھنے لگے۔

ہمارے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ تعالیٰ نے اس عہدِ حاضر کا مجدّدِ طریقت بنایا تھا، اس لئے حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ نے اُس کی حقیقت کو سمجھا اور سارا خانقاہی طلسم توڑ دیا اور طریقت کے تمام اسرار کو علی الاعلان ظاہر فرما دیا اور ساری طریقت کا احکام شریعت ہی کی اتباع میں منحصر ہونا واضح فرما دیا اور چاروں سلسلوں میں جو مغایرت پیدا ہوگئی تھی اور آپس میں رقابت اور غلط احساس فضیلت پیدا ہوگیا تھا اس کو رفع فرما دیا اور سب کا منبع و مرجع شریعت غرّاہی کے واحد مرکز پر قائم فرما کر حقیقت طریق کو مستند و معتبر بنا دیا۔ ذَالِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاءُ

حضرت رحؒ کا ایک ملفوظ ہے :۔

فرمایا کہ نقشبندیہ، چشتیہ سب نام ہیں اور حقیقت سب کی ایک ہے یعنی اُولٰٓئِكَ حِزْبُ اللّٰهِ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝ نیز بعض نقشبندیوں کا مزاج چشتیہ ہوتا ہے اور بعض چشتیوں کا مزاج نقشبندیہ ہوتا ہے۔ یہ تقسیم ایسی ہے جیسے وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّ قَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا ۝

اسی طرح دوسرے سلسلوں کا بھی معاملہ ہے مگر ان قیود ہی کو لوگ مقصود بالذات سمجھنے لگے۔

جو شیخ چشتی ہو اسے سب مریدوں کو طریق چشت ہی سے تربیت نہ کرنا چاہیئے، اسی طرح جو شیخ نقشبندی ہو اُسے سب کو نقشبندیت کے ساتھ تربیت نہ کرنا چاہیئے بلکہ سب مشائخ کو لازم ہے

کہ طالب کی استعداد دیکھ کر جو طریقہ اس کے لیئے مفید ہو وہ تجویز کریں۔ بس چشتی بھی دونوں طریقوں سے کام لیں اور نقشبندی بھی۔ اس طرح ہر ایک کے مریدوں میں کوئی چشتی ہونا چاہیئے کوئی نقشبندی۔ اس سے سمجھ میں آگیا ہو گا کہ نقشبندی بننے کے لیئے یہ ضروری نہیں کہ سلسلۂ نقشبندیہ میں داخل ہو، تو جب ہی نقشبندی ہو۔ بلکہ چشتیت نام ہے تخلیہ کے زیادہ اہتمام کا، اور نقشبندیت نام ہے تحلیہ کے زیادہ اہتمام کا۔ پس جو تخلیہ کا زیادہ اہتمام کرے وہ چشتی ہے گو کسی خاندان میں داخل ہو، اور جو تحلیہ کا زیادہ اہتمام کرے وہ نقشبندی ہے گو سلسلۂ چشتیہ ہی میں داخل ہو۔ ایک سلسلہ میں داخل ہو کر دوسرے سلسلہ کے طریق پر چلنا کچھ ممنوع نہیں بلکہ اگر دوسرے سے مناسبت ہو تو شیخ کو ضروری ہے کہ اس طریق پر چلائے۔ خواجہ معین الدین چشتیؒ اور حضرت بہاؤالدین نقشبندیؒ دونوں ایک ہیں مقصود دونوں کا ایک ہے۔ صرف طریق تربیت میں فرق ہے۔ جو شخص ان کو باہم جدا سمجھے گا اور کسی ایک کی تنقیص کرے گا وہ دونوں دروازوں سے محروم رہے گا۔ ان کو دو سمجھنا ایسا ہے جیسے بھینگا آدمی ایک چیز کو دو سمجھتا ہے۔"

اندازِ تربیت

بر کفے جام شریعت بر کفے سندان عشق
ہر ہوسناکے نداند جام و سنداں باختن

ڈاکٹر صاحب نے فرمایا کہ ہمارے حضرتؒ اپنے وقت کے امام تصوف و مجتہد طریقت تھے، طالبین و سالکین طریق کے لیئے ایسے ایسے ضوابط اور دستور العمل مقرر فرماتے کہ ہر درجہ اور استعداد کا طالبِ حق ان کے مطابق صحیح طریقہ پر عمل کرنے سے بغیر کسی کاوش و تردد اور بغیر کسی مشقتِ شدیدہ کے مقصودِ طریق سے واقف ہو کر بہت جلد کامیاب ہو جاتے۔

(حضرتؒ فرماتے تھے میرے ذمہ تہذیب الاخلاق ہے تہذیب اعمال نہیں ہے جب اخلاق درست ہو جاتے ہیں تو اعمال خود بخود درست ہو جاتے ہیں اس لئے طالب و سالک کو پہلے ہی سے

اس بات کی فہم پیدا کر دیتے تھے)

حضرتؒ بیعت فرمانے میں عجلت نہ فرماتے تھے۔ فرماتے تھے کہ اس طریق میں یک طرفہ عقیدت کافی نہیں بلکہ باہمی مناسبت کی ضرورت ہے اور وہ کثرت مجالست اور مکاتبت سے پیدا ہوتی ہے۔ فرماتے تھے کہ رسمی بیعت ہاتھ میں ہاتھ لینے سے کوئی فائدہ نہیں بلکہ اصل چیز مصلح سے صحیح تعلق ہے اور اس کے ساتھ مخلصانہ جذبۂ اتباع ہے۔

طالب طریق سے حضرت پہلے ہی دریافت فرماتے تھے کہ اس کے ذہن میں بیعت کی کیا اہمیت ہے اور اس کی منظر میں اس کی کیا غایت ہے۔ اس معاملہ میں جب تک وہ اپنی فہم درست نہ کرلے تعلق قائم کرنے کی اجازت نہ دیتے تھے۔

طالب طریق کو اجازت تعلق کے بعد مسائل باطنہ کے متعلق زبانی گفتگو کی اجازت نہ تھی۔ بلکہ فرماتے تھے جو کچھ بھی دریافت کرنا ہو اور جس حال سے بھی مطلع کرنا ہو تحریر کے ذریعہ سے کیا جائے۔

تعلق بیعت کے بعد سب سے پہلے رسالہ قصد السبیل کا بغور تین مرتبہ مطالعہ کرنے کی ہدایت فرماتے تھے اور اپنے مواعظ اور بہشتی زیور میں ضروری مسائل کے مطالعہ کی تاکید فرماتے تھے۔

طالب سے فرماتے تھے کہ اپنی تمام روزمرّہ کی زندگی کا جائزہ لیتا رہے اور محرکاتِ نفس پر نظر رکھے اور اس کا اندازہ کرے کہ تعلق مع الخلق میں اس کے حسنات اور رذائل کس طرح کام کرتے ہیں۔ دین کے متعلق کس طرح شکوک اور اوہام پیدا ہوتے ہیں اور اس کو اتباع شریعت و سنت میں کس طرح کی دشواریاں پیش آتی ہیں۔

فرماتے تھے کہ مسلمان کی روزمرّہ کی زندگی میں تمام شریعت، تمام سنت اور تمام طریقت سے معاملہ رہتا ہے جس کا حاصل مختصر یہ ہے کہ :-

حقوق ۔ حدود اور حفظ حدود

حقوق تمامتر احکامات شرعیہ

حدود تمامتر اتباع سنت

حفظ حدود ۔ تمامتر طریقت

بس انھی تینوں باتوں کا حق ادا کرنا مسلمان کے لئے مقام عبدیت پر فائز ہونا ہے۔

(فرماتے تھے کہ طریق میں شیخ یا مصلح کے ذمہ طالب کے باطن کی اصلاح یعنی تزکیۂ نفس ہے جس کے لئے وہ تدابیر تجویز کرتا ہے اور طالب کے ذمہ اپنے حالات کی اطلاع کرنا۔ اور مصلح کی تجاویز پر بے چون وچرا عمل کرنا ہے۔)

فرماتے تھے کہ جن لوگوں کا مجھ سے اصلاح کا تعلق ہے ان کی معمولی معمولی کوتاہی پر بھی میری نظر رہتی ہے، ان کی کسی حالت سے بھی کسی معیوب یا منکر بات کا صادر ہونا مجھ کو سخت ناگوار ہوتا ہے اور اس معاملہ میں سخت دار وگیر کرتا ہوں۔ خواہ کتنا ہی قوی تعلق محبت کا ہو ہرگز مروت یا مسامحت سے کام نہیں لیتا لیکن جن لوگوں سے ایسا تعلق نہیں، بحمد اللہ میری نظر ان کے کسی عیب پر نہیں پڑتی بلکہ تعلق بنا ہنے کے لئے ان کی خوبیاں ہی میرے سامنے رہتی ہیں۔

حضرت اپنے مریدوں اور عقیدت مندوں سے بہت ہی بے تکلفی اور سادگی کے ساتھ ملتے جلتے اور خوش مزاجی اور خندہ پیشانی سے مخاطبت اور نشست وبرخاست رکھتے مگر حد ادب سے متجاوز ہونے کی کسی میں جرأت نہ ہوتی تھی۔

حضرتؒ کے ضابطۂ تعلیم وتربیت میں چند خاص بنیادی اصول تھے جن کی فہم پیدا ہو جانے سے طریق میں کوئی گنجلک، پیچیدگی یا ابہام باقی نہ رہتا تھا مثلاً مطالبات دین کو مفاد دنیا پر غالب رکھنا۔ عقل کو شریعت کا متبع رکھنا۔ اختیاری امور میں کوتاہی نہ کرنا اور غیر اختیاری امور کے درپے نہ ہونا۔ سالک کا تجویز ترک کرنا اور تفویض کو اختیار کرنا۔ مقصود شرعی کو پیش نظر رکھنا اور غیر مقصود کی طرف التفات نہ کرنا۔ کیفیات باطنیہ کو محمود سمجھنا اور مقصود نہ سمجھنا۔ طبعی امور سے مغلوب نہ ہونا بلکہ عقل کے فتویٰ پر عمل کرنا اور ہمیشہ عقل کو شریعت کا تابع رکھنا۔

تربیت باطن کے متعلق یہ حضرتؒ کے چند مجددانہ اصول تھے چنانچہ سالکین اور طالبین کو حضرت رحمۃ اللہ علیہ ہمیشہ ہدایت فرماتے تھے کہ اپنے تمام امور زندگی میں خصوصاً باطنی حالات و کیفیات میں وجدانیات و مکاشفات میں۔ جذبات وخیالات میں وساوس وخطرات میں انھیں معتبر و مستند اصول کو پیشِ نظر رکھ کر کام کریں۔ پھر جو بھی حالات پیش آئیں اور جن میں تردد و تشویش خاطر ہو ان کو تحریر کر کے مطلع کرتے رہیں اور جو بھی مشورہ ہو اس پر عمل کریں لیکن سوال کی وضاحت کا بار سائل ہی پر ڈالتے تھے تاکہ اس میں فکر اور غور و تدبر کا مادہ پیدا ہو۔ حضرتؒ خواب کو زیادہ اہمیت نہ دیتے تھے۔ فرماتے تھے کہ تعبیر ایک مستقل فن ہے اور مجھے اس سے کوئی مناسبت نہیں ہے البتہ کوئی بات برجستہ سمجھ میں آجاتی ہے تو لکھ دیتا ہوں ورنہ اکثر حضرتؒ خواب کے جواب میں یہی لکھ دیا کرتے تھے ؎

نہ شبنم نہ شب پرستم کہ حدیثِ خواب گویم ✤ چو غلام آفتابم ہمہ آفتاب گویم

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا یہ معمول تھا کہ سائل کی تحریر کے مقابل میں اسی کاغذ کے حاشیہ پر اپنا جواب تحریر فرما دیتے تھے تاکہ سوال و جواب ایک ساتھ رہیں اور کسی قسم کا مغالطہ پیدا نہ ہو۔

اس صورت سے جو خاص خاص حالات کے خطوط ہوتے تھے وہ ان کے جوابات کے ساتھ (بغیر نام کے) ماہوار رسالہ النور میں شائع کر دیئے جاتے تھے۔ اس سلسلہ مضامین کا نام تربیت السالک تھا جو بعد میں کتابی صورت میں مدون ہو کر شائع ہو چکا ہے۔ یہ طرزِ تربیت حضرتؒ کا بالکل مجددانہ ہے۔ حضرتؒ نے سالکین کے احوال باطنیہ اور امراض نفس کے معالجات اور تمام کیفیات وخطرات کی حقیقت کو دوسروں کی ہدایت و تنبیہ کے لئے شائع کر دیا ورنہ اس سے قبل مشائخ اپنے مریدوں کو خلوت ہی میں تعلیم فرماتے تھے جن کو رموز سینہ کہا جاتا تھا۔ جو مضامین شائع ہوتے تھے۔ پہلے حضرت رحمۃ اللہ علیہ ان پر نظر فرما لیتے تھے۔ تاکہ کوئی غلطی یا شک و شبہ باقی نہ رہے۔

سالک کی تربیت کے لئے اس کے علاوہ حضرتؒ نے آداب المعاشرت، صفائی معاملات، ارشاد الہائم، حقوق الاسلام وغیرہ کتابیں لکھیں اور ان میں آداب انسانیت بتائے۔ حیات المسلمین۔ تعلیم الدین۔ بہشتی زیور میں اس پر ابواب قائم کئے۔ حقوق المعاشرت۔ خیر الارشاد فی حقوق العباد۔ حرمات الحدود۔ حقوق اہلبیت وغیرہ جیسے پورے پورے وعظ میں حضرتؒ حسن معاشرت پر زور دے رہے ہیں صرف اس لئے کہ معاشرت دین کا اہم جزو ہے اور بغیر اس کے درست کئے سالک طریق کبھی کامیاب نہیں ہو سکتا۔

یہ عالم تعلقات، فرائض و واجبات کا بہت وسیع میدان ہے قدم قدم پر ان سے واسطہ ہے یہ ظاہری اور باطنی اعمال کی پرکھ ہے اور انسانیت کی کسوٹی ہے۔

فرماتے تھے کہ ارے بھائی جو اہمیت کی چیزیں ہیں انہیں کیوں نظر انداز کئے جا رہے ہو، جن چیزوں پر مواخذہ ہو گا ان سے کیوں بچنے کی فکر نہیں اور فرماتے تھے کہ حقوق العباد کا ادا کرنا اوراد و وظائف سے بدرجہا زیادہ ضروری ہے اس کے ترک سے مواخذہ ہو گا اور ترک وظائف سے کچھ مواخذہ نہیں یہ تو مستحب ہے۔ جو لوگ ضروری کام کو چھوڑ کر غیر ضروری کام اختیار کرتے ہیں وہ ہمیشہ مقصود سے محروم اور طریق میں سرگرداں اور نامراد رہتے ہیں۔ مثلاً رات کو مراقبہ کر لیا۔ کیفیاتِ باطنیہ سے دل میں محسوس ہوا کہ نور آ رہا ہے مگر عالم تعلقات میں صبح کو وہ نور جا رہا ہے اس کی فکر نہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ ایسے لوگوں کے دلوں میں اعمال واجبہ کی وہ عظمت و وقعت نہیں جو غیر واجبہ کی ہے۔ نوافل اور وظائف کی کثرت کو زیادہ موجب قرب سمجھتے ہیں اور کسی کو اذیت نہ پہنچانا اور حقوق ادا کرنا زیادہ موجب قرب نہیں سمجھتے اور اعمال واجبہ کو حقیر سمجھنے کا سبب ان اعمال کا عموم ہے کہ اس کو تو سب ہی کیا کرتے ہیں پھر اس میں خصوصیت ہی کیا۔ کوئی خاص امتیازی بات تو ہے نہیں۔ اس میں ولایت، قطبیت اور غوثیت کی کونسی چیز ہے اس میں نہ شورش ہے نہ سوزش نہ کوئی کیفیت ہے نہ وجد نہ حال۔ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ۔

ایسے لوگوں سے حضرت والا پوچھتے ہیں کیا نعوذ باللہ انبیاء علیہم السلام ایسے کاموں کے

اہتمام کے لئے مبعوث فرمائے گئے تھے جن کو تم حقیر سمجھتے ہو؟ توبہ کرنی چاہیئے ان فاسد عقائد سے، بس اصل مقصود اعمال واجبہ ہیں اور عموم ہونا ہی دلیل ہے ان کی افضلیت کی، لہٰذا بزرگ بننا ہو، قطب اور غوث بننا ہو کہیں اور جاؤ۔ انسان بننا ہو تو یہاں آؤ۔ یہ بات حضرتؒ اکثر اپنی مجلس میں فرمایا کرتے تھے۔

حضرتؒ نے ہر شعبۂ زندگی کی اصلاح فرمائی۔ آداب بندگی اور آداب زندگی سکھائے آداب انسانیت بتلائے اور لوگوں کو تربیت دے کر اس عالم تعلقات کے ایک ایک شعبہ میں اپنے مثالی نمونے قائم کئے۔

حضرتؒ اپنے خانقاہ کے تربیت یافتہ لوگوں کی بابت یوں فرماتے ہیں "دیکھو سرکاری ملازمین میں میرے تربیت یافتہ لوگ ملیں گے۔ علماء، صوفیاء اور مدرسین میں میرے مجازین ملیں گے۔ اطباء اور ڈاکٹروں میں، تاجروں میں، وکیلوں میں، انجنیروں میں میرے اجازت یافتہ ملیں گے۔ فقیروں میں اور نوابوں میں میرے مسلک کے لوگ ملیں گے۔ تمہارے لئے اس دور سے زیادہ فتنہ والا کوئی دور نہ ہوگا۔ بس دیکھو ان کی مثال سامنے رکھنا۔ ان کا دامن پکڑے رہنا۔ دیکھو دین کتنا آسان ہے۔ یہ سب تمہارے سامنے ہیں۔ سب اپنے اپنے کاموں میں لگے ہوئے ہیں۔ کوئی چیز ان کے لئے دین سے مانع نہیں، حارج نہیں۔ دیندار ہوتے ہوئے بھی سب اپنا اپنا کام انجام دے رہے ہیں۔ تحصیل معاش میں مصروف ہیں کوئی دشواری نہیں کوئی مشکل نہیں اب تمہارے پاس کوئی عذر نہ ہونا چاہیئے۔ تم کو صاف محسوس ہوگا کہ دین کس قدر آسان اور ہر شعبۂ زندگی میں قابل عمل ہے۔

جن لوگوں سے اصلاحی تعلق تھا حضرتؒ بڑی توجہ کے ساتھ ان کے خاص خاص حالات اور حرکات وسکنات پر نظر رکھتے تھے، خواہ کتنا ہی خصوصی وقریبی تعلق ہو۔ اس معاملہ میں کبھی مصلحت اور چشم پوشی نہ فرماتے تھے۔ معمولی معمولی غلطیوں پر برابر روک ٹوک کرتے رہتے تھے۔ کسی میں اگر بے پروائی اور بے خیالی یا بے فکری کی عادت دیکھتے تو اس کو بڑی سختی کے ساتھ

متنبہ فرماتے اور کام میں لگا دیتے۔ ذمہ داری کے کاموں میں غفلت برتنے پر سخت سرزنش و مواخذہ فرماتے۔ کسی کو بدنظمی اور بے پرواہی کے ساتھ کام کرتے ہوئے دیکھتے تو سخت ناراض ہوتے۔ لوگوں کی بدفہمی اور بے عقلی کی باتوں پر سخت دار و گیر فرماتے اور جب تک وہ صحیح بات نہ کریں اس وقت تک ان کو نہ چھوڑتے۔ بے ادبی اور بدتمیزی کی باتوں پر حضرتؒ کو سخت غصہ آجاتا تھا اور لہجہ بدل کر ان کی سخت فہمائش فرماتے۔ جن لوگوں میں غفلت یا شرارت نفس کا مادّہ ہوتا اور دوسروں کے لئے وجہ اذیت ہوتے تو حضرت ان کو سخت سزا دیتے۔ حضرتؒ کے سزا دینے کے انداز بھی ہر شخص کے لحاظ سے جداگانہ تھے۔ کسی کو مجلس سے اٹھا دیتے۔ کسی کو خط و کتابت کی ایک مدت تک کے لئے ممانعت فرماتے۔ کسی سے کچھ دنوں کے لئے مخاطبت ترک کر دیتے۔ کسی کو شدید غلطی پر قطع تعلق کی دھمکی دیتے۔ کسی کو امور مذکورہ کے ارتکاب پر سخت جرمانے تجویز فرماتے جو نفس پر شاق ہوں کسی کو انہی امور پر ایسے مجاہدے تجویز فرماتے جس میں ان کے نفس کو ذلت محسوس ہو وغیرہ وغیرہ۔ غایت ان سب مواخذوں سے سالک کی اصلاح ہی تھی۔ کیونکہ باوجود اس سخت گیری کے ہر معاملہ میں مشفقانہ اور مربیانہ انداز ہی ہوتا تھا۔ خود ہی فرماتے تھے کہ جب میں کسی سے خفا ہوتا ہوں تو برابر اس کی طرف متوجہ رہتا ہوں اور اس کے لئے دعائے خیر کرتا رہتا ہوں۔ اور عین اس وقت اللہ تعالیٰ سے اپنے لئے ہر مؤاخذہ سے پناہ مانگتا رہتا ہوں۔ اور یہ بات میری عادت میں داخل ہو چکی ہے۔ یہی سبب تھا کہ باوجود سزا پانے اور ڈانٹ پڑنے کے ہر شخص یہ محسوس کرتا تھا کہ حضرت کے غصہ سے دل روشن ہو جاتا ہے۔

تنبیہ

حضرت والا کے اس طریق اصلاح بطرز سیاست کے متعلق ایک ضروری تنبیہ بھی قابل عرض اور قابل غور ہے وہ یہ کہ اس طریق خاص کے اختیار کرنے کا ہر شخص ہرگز اہل نہیں، لہٰذا عام مصلحین اس کے اختیار کرنے کی ہرگز جرأت نہ کریں ورنہ وہ کورانہ تقلید کر کے اپنا بھی اور طالبین اصلاح کا بھی

نقصان کریں گے۔ یہ تو صرف ان خاص الخاص حضرات ہی کا منصب ہے جو نفسانیت سے نکل چکے ہیں اور جو حدود کی حفاظت پر پورے قادر ہیں محض تقلید سے اس منصب خاص کی اہلیت نہیں پیدا ہو سکتی۔ (از اشرف السوانح حصہ دوم)

میں کہتا ہوں کہ شریعت اور طریقت خانقاہوں میں نہ ملے گی حضرت کی مجالس میں ملے گی۔ حضرتؒ کی تعلیم و تربیت میں ملے گی۔ حضرتؒ کے مواعظ و ملفوظات میں ملے گی۔ روزمرہ کی زندگی میں جو وقت آتا ہے اپنے ساتھ ایک حکم لاتا ہے اس کا حق ادا کرتے رہنا۔ یہ شریعت ہے، اور اتباع سنت یہ ہے کہ جس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کام کیا ہے یا حکم فرمایا ہے اسی طرح کرنا۔ پھر یہی تمہاری مصروف زندگی دین ہے۔ کسی اور کو دین نہ سمجھ لینا، کیونکہ ؎

خلافِ پیمبر کسے رہ گزید ٭ کہ ہرگز بہ منزل نخواہد رسید

حضرتؒ کی مجلس میں حسنِ معاشرت اور خوش معاملگی پر بار بار کلام میں زور دیا جا رہا ہے۔ نظام الاوقات کی تاکید فرمائی جا رہی ہے۔ نظام اوقات کا حکم کلام پاک میں موجود ہے۔ انضباطِ اوقات پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم عمل کر کے بتلا گئے اور یہ ایسی اہم اور ضروری چیز ہے کہ دین و دنیا کی صلاح و فلاح اس میں مضمر ہے۔ یہ سب نورانی چیزیں ہیں راحت کی باتیں ہیں۔ انسانی مشاغل ہیں۔ پیغمبرانہ اعمال ہیں۔ جہالت سے نکلو۔ گمراہیوں سے بچو۔ ظلمتوں کو چھوڑو اور دین متین اور شرعِ مبین کو اپنا شعارِ زندگی بناؤ اور یہی غایت ہے تمہاری زندگی کی جس کے لئے تم پیدا کئے گئے ہو۔

اللہ تعالیٰ مدارج بلند عطا فرمائے ہمارے حضرت کا یہ ہم پر بڑا احسان ہے کہ طریق کو تمام چیزوں سے بچا کر ہم کو ضروری چیزوں کی طرف لے آئے۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ ہمیں بڑی دولت مل گئی۔ خوش قسمتی ہے کہ ہم حضرتؒ سے وابستہ ہیں اور خوش نصیب ہیں، اور اطمینان ہے کہ الحمدللہ صراطِ مستقیم پر گامزن ہیں۔

حضرتؒ کی تعلیم و تربیت کا انداز بہت مستند طور پر حضرتؒ کی زندگی ہی میں مدوّن ہو چکا

تھا، جو انشاء اللہ آئندہ نسلوں کے لئے رہنمائی کا بڑا سرمایہ ہے۔

چند ملفوظاتِ تربیت

ایک دفعہ تربیت باطن کے سلسلہ میں فرمایا ہاں جو خدا کی نعمت مجھ کو حاصل ہے اس کو بیان کرتا ہوں وہ یہ ہے کہ تربیت باطن کے متعلق خدا نے بہت آسان طرق عنایت فرمائے ہیں نیز امراض باطن کی تشخیص میں خدا نے فہم عطا فرمائی ہے اس میں رائے بہت ہی کم غلطی کرتی ہے اور اکثر جو تجویز کیا جاتا ہے وہ صحیح ہوتا ہے اور جو تجویز کیا جاتا ہے وہ نافع ہوتا ہے۔

فرمایا میرے یہاں تو صرف ایک چیز سکھائی جاتی ہے اور وہ انسانیت ہے۔ کوئی بزرگی کو ضروری سمجھ رہا ہے، میں انسانیت و آدمیت کو ضروری سمجھتا ہوں آدمی بننا ہو انسان بننا ہو تو یہاں آئیے۔ دیکھئے وضو نماز کے مقابلے میں کم درجہ رکھتا ہے مگر بدون وضو نماز نہیں ہوتی۔ تو میں وضو کراتا ہوں۔ ہر جگہ کا مطلوب جدا ہے۔ یہاں کا مطلوب فنا ہونا ہے اور اسی کی تعلیم ہے جس کی نسبت فرماتے ہیں ؎

افروختن و سوختن و جامہ دریدن
پروانہ زمن شمع زمن گل زمن آموخت

اسی سلسلۂ کلام میں فرمایا کہ انسان بننا فرض ہے بزرگ بننا فرض نہیں اس لئے کہ انسان نہ بننے سے دوسروں کو تکلیف ہوگی اور بزرگ نہ بننے سے اپنے ہی کو تکلیف ہوگی وہ یہ کہ دوزخ میں جائے گا خود تکلیف اٹھائے گا انسان ہوگا تو اس سے دوسروں کو تکلیف نہ ہوگی اس لئے میں انسان بنانے کی کوشش کرتا ہوں بزرگ نہیں بناتا۔ اسی سلسلہ میں فرمایا کہ میری روک ٹوک کی زیادہ وجہ یہ ہوتی ہے کہ میں چاہتا ہوں کہ ایک مسلمان سے دوسرے مسلمان کو اذیت نہ پہنچے اور مسلمانوں کا یہی مذہب ہونا چاہیئے ؎

بہشت آں جا کہ آزارے نباشد ٭ کسے را با کسے کارے نباشد

فرمایا کہ ہمارے یہاں تو بس اپنی نیند سوؤ۔ اپنی بھوک کھاؤ۔ چین کی زندگی بسر کرو۔ ہاں حدود کے اندر رہو۔ یہاں بحمد اللہ نہ کسی کی لگائی نہ کسی کی بجھائی۔ آزادی بڑی ہے۔

ذاکرین شاغلین کی بابت اس بات کی بھی نگرانی نہیں کرتا کہ کون شخص جماعت میں شریک ہے کون نہیں؟ ہاں اس بات کا خیال رکھتا ہوں کہ کوئی ایسا فعل نہ کیا جائے جس سے دوسروں کو تکلیف یا ایذا پہنچے یا دوسروں کے ضلال کا اس میں اندیشہ ہو یا صریح خلاف شرع ہو۔ باقی اگر ایک آدھ وقت کی جماعت بھی فوت ہو گئی تو کونسا ایسا بڑا جرم ہو گیا بعض ذاکرین کو میں دیکھتا ہوں کہ آج کل رمضان میں صبح کو سو جاتے ہیں اور بعد سورج نکلنے کے نماز پڑھتے ہیں کوئی تنبیہ نہیں کرتا۔ نہ یہ دیکھتا ہوں کون کام کر رہا ہے کون نہیں کر رہا ہے کون تہجد کو اٹھتا ہے کون نہیں کیونکہ ان باتوں کا تعلق حق تعالیٰ کے ساتھ ہے باقی جن باتوں کا تعلق مخلوق کے ساتھ ہے ان کی بابت مجھے خاص طور سے اہتمام ہے کہ مخلوق کو دوسرے سے کیوں ایذا پہنچے ؎

مباش در پئے آزار ہر چہ خواہی کن
کہ در شریعتِ ما غیر ازیں گناہے نیست

فرمایا کہ جو شخص مجھ سے بیعت کی درخواست کرتا ہے اوّل تو میں اس کو کتابیں دیکھنے کو لکھ دیتا ہوں۔ بالخصوص مواعظ کے مطالعہ کو تو میں اکثر لکھتا ہوں اور اس سے بہت نفع ہوتا ہے اور اگر کسی شخص نے یہ لکھا کہ ہم نے کتابیں دیکھی ہیں تو میں لکھتا ہوں کہ کتابیں دیکھ کر اپنی حالت میں کیا تغیر پیدا کیا۔ اس طریقہ سے وہ نفع ہوتا ہے جو کہ برسوں کے مجاہدے میں بھی نہیں ہوتا میں تو اوّل روز ہی کام میں لگا دیتا ہوں مگر لوگ قدر نہیں کرتے اصل چیز فکر ہے جب فکر میں پڑتا ہے تو راستہ تلاش کرتا ہے بس میں اوّل ہی گفتگو یا خط و کتابت میں طالب کے سر پہ بوجھ رکھ دیتا ہوں۔ بس اس کی وجہ سے اسے فکر پیدا ہوتی ہے اس فکر کی وجہ سے راستہ خود بخود منکشف ہونے لگتا ہے۔

فرمایا طالب علموں کو وصیت کرتا ہوں کہ درس و تدریس پر مغرور نہ ہوں اس کا کارآمد ہونا موقوف ہے اہل اللہ کی خدمت و صحبت و نظر عنایت پر اس کا التزام نہایت اہتمام سے رکھیں۔

ے بے عنایات حق و خاصان حق ؛؛ گر ملک باشد سیہ ہستش ورق

فرمایا کہ میں اپنے متعلقین (یعنی جو لوگ میرے ذریعہ سے داخل سلسلہ ہیں ان) کے لئے اوراد و وظائف و اذکار و اشغال کا اتنا زیادہ اہتمام نہیں کرتا جتنا اخلاق کی درستی کا اہتمام کرتا ہوں۔ اخلاق کا سنوارنا نہایت ضروری ہے۔ اس لئے اس کی زیادہ تاکید کی جاتی ہے۔ اس زمانے میں اکثر لوگ اخلاق درست نہیں کرتے۔ ہاں وظائف کے پابند ہو جاتے ہیں۔

فرمایا کہ مجھ کو بہ نسبت عقیدت کے محبت زیادہ پسند ہے کیونکہ عقیدت خیالی چیز ہے ذرا سی بات میں زائل ہو جاتی ہے اور محبت زائل نہیں ہوتی۔

فرمایا کہ میں آپ لوگوں کو ایک ضابطہ کلیہ بتائے دیتا ہوں اپنے ہر طرز عمل کو اس معیار پر جانچ لیا کرو۔ یاد رکھو کہ جس وقت اپنی نگاہ میں بھلے معلوم ہوں۔ اس وقت سمجھ لو کہ تم حق تعالیٰ کی منظروں میں بُرے ہو۔ کسی کمال سے، کسی جمال سے، کسی علمی تقریر و تحریر سے جب تم کو اپنے اندر حُسن ظاہر ہو اس وقت حق تعالیٰ کے نزدیک تمہارے اندر قبح ہو گا اور وہ قبح ہی خود بینی اور پندار ہے۔

فرمایا کہ بعضوں کو میں نے دیکھا کہ کسی بزرگ سے بھی ان کو مناسبت نہیں ہوئی اور نہ کسی سے مناسبت ہونے کی توقع رہی تو ان کے لئے بھی میں نے ایک راہ نکال دی کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کا راستہ ہے۔ اس میں کوئی طالب حق محروم نہیں رہ سکتا۔ میں نے کہا کہ بس تم ضروری احکام کا علم حاصل کرتے رہو خواہ مطالعہ سے خواہ اہل علم سے پوچھ پوچھ کر اور سیدھا سادہ نماز روزہ کرتے رہو اور جو امراض نفس تم کو اپنے اندر محسوس ہوں ان کا علاج جہاں تک ہو سکے اپنی سمجھ کے موافق بطور خود کرتے رہو۔ اور جو موٹے موٹے گناہ ہیں ان سے بچتے رہو اور بقیہ سے استغفار کرتے رہو اور دعا بھی کرتے رہو کہ "اے اللہ! ان کا بھی مجھے احساس ہونے لگے اور ان کے معالجات بھی میری سمجھ میں آنے لگیں اور اگر مجھ میں سمجھنے کی استعداد نہ ہو تو بلا اسباب ہی محض "اے اللہ" اپنے فضل سے ان عیوب کی اصلاح کر دیجئے"۔ بس یہ بھی نجات کے لئے بالکل کافی ہے

اور نجات ہی مقصود ہے۔ اس سے زیادہ کے تم مکلف ہی نہیں۔ جب میرے یہاں اتنی آزادی ہے اور میرا طریق سختی کا یا نرمی کا جیسا کچھ بھی ہے وہ سب کو معلوم ہے تو پھر بھی جو شخص میرے پاس آکر اپنی اصلاح کراتا ہے تو وہ اپنے ہاتھوں سختی میں پڑتا ہے جس کو یہ سختی گراں ہو وہ میرے پاس آوے ہی کیوں ؎

ہاں وہ نہیں وفا پرست، جاؤ وہ بے وفا سہی
جس کو ہو جان و دل عزیز اس کی گلی میں جائے کیوں

فرمایا کہ واقعی اللہ تعالٰی کا فضل ہے کہ میرے یہاں حقیقت طریق سے کوئی ناواقف نہیں اور یہ میرے کھرے پن کی بدولت ہے ورنہ میرے یہاں بھی خلط مبحث ہو جاتا، اب جتنے ہیں ان پر بفضلہ تعالٰی اطمینان تو ہے اور میرے نزدیک تو قریب قریب ہر شخص قابلِ اجازت ہے اور میں تو سب کو اجازت دے دیتا لیکن مصالح دینیہ کا مقتضا یہ ہے کہ صاحب اجازت میں کسی نہ کسی قسم کی کچھ ظاہری وجاہت بھی ہو دینی یا دنیوی مثلاً اہلِ علم ہو یا کسی معزز طبقہ کا ہو، تاکہ اس کی طرف رجوع کرنے میں کسی کو عار نہ آئے اور طریق کی بے وقعتی نہ ہو۔

فرمایا کہ بعض نے مجھ سے سوال کیا کہ شیخ کے ساتھ مناسبت ہونے نہ ہونے کی علامت کیا ہے تو میں نے ان سے کہا کہ گو یہ امر ذوقی ہے لیکن الفاظ میں اس کی تعبیر کئے دیتا ہوں۔ مناسبت کی علامت یہ ہے کہ شیخ کے کسی قول یا فعل پر اس کے (یعنی شیخ کے) خلاف طالب کے قلب میں کوئی اعتراض یا شبہ جزم یا تردد (یعنی احتمال صحت جانبین کے ساتھ) پیدا نہ ہو۔ (خطرہ کا جس میں جانب مخالف کے بطلان کا تیقن ہوتا ہے اعتبار نہیں) یہاں تک کہ اگر اس کے قول و فعل کی تاویل بھی سمجھ میں نہ آئے (کیونکہ اول تاویل ہی کرنا چاہیئے) تب بھی دل میں اس کی طرف سے انکار پیدا نہ ہو بلکہ اپنے آپ کو یوں سمجھائے کہ آخر یہ بھی تو بشر ہی ہے اگر اس کا کوئی قول یا فعل گناہ بھی ہو تب بھی کیا ہوا توبہ سے یا محض فضل سے اس کی معافی ہو سکتی ہے۔ ف سبحان اللہ تردد اور خطرہ میں کیا دقیق فرق بیان فرمایا ہے۔

فرمایا کہ الحمد للہ۔ اللہ تعالیٰ نے بس یہ مراقبہ اچھی طرح ذہن میں جما دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ حاکم بھی ہیں اور حکیم بھی رحاکم ہونے کی حیثیت سے تو انھیں اپنی مخلوق ومحکوم کے ظاہر اور باطن میں ہر طرح کے تصرف فرمانے کا ہر وقت کامل اختیار اور پورا حق حاصل ہے کسی کو مجالِ چون وچرا نہیں، اور حکیم ہونے کے اعتبار سے ان کا ہر تصرف حکمت پر مبنی ہوتا ہے گو ہماری سمجھ میں وہ حکمت نہ آوے چونکہ بفضلہ تعالیٰ، اللہ تعالیٰ کا حاکم اور حکیم ہونا اچھی طرح ذہن نشین ہو گیا ہے اس لئے بڑے سے بڑے حادثے میں جس کو پریشانی کہتے ہیں وہ الحمد للہ مجھ کو کبھی نہیں ہوئی۔ طبعی اثر ہونا اور بات ہے۔ (اشرف السوانح ص۳)

فرمایا مجھ کو سخت سے سخت حالات پیش آچکے ہیں لہٰذا احوال باطنی کا ایسا تجربہ ہو گیا ہے کہ کسی سالک کی کتنی ہی الجھی ہوئی حالت ہو اور وہ کیسی ہی باطنی پریشانی میں مبتلا ہو بحمد اللہ مجھ کو اس کے معالجے کے باب میں ذرا بھی تردد لاحق نہیں ہوا اور بفضلہ تعالیٰ ایسی ایسی تدبیریں ذہن میں آجاتی ہیں کہ ان کے استعمال سے وہ نہایت سہولت اور سرعت کے ساتھ اس حالت سے نکل جاتا ہے بالخصوص وساوس وخطرات کی تشخیص ماہیت اور تجویز علاج میں تو اللہ تعالیٰ نے مجھ کو ایسی بصیرت عطا فرمائی ہے کہ آج کل کم لوگوں کو ہو گی۔ فللہ الحمد والشکر۔ (اشرف السوانح)

تربیت السالک

انسان کی زندگی جو تمامتر نفس وشیطان کی جولانگاہ ہے اس میں ایک مسلمان کے لئے قدم قدم پر طرح طرح کے خطرات واندیشے درپیش ہوتے ہیں عالمِ تعلقات کے تمام محرکات ظاہری وباطنی اعمال پر اثر انداز ہوتے رہتے ہیں خواہ یوں عامیانہ زندگی میں اس کا احساس نہ ہو۔

لیکن جو لوگ ہوش وحواس کے ساتھ زندگی بسر کرنا چاہتے ہیں اور جن کو اپنی شرافتِ نفس کا خیال ہوتا ہے یا جو لوگ علم دین حاصل کرتے ہیں اور اس کا صحیح مصرف معاملات زندگی

میں کرنا چاہتے ہیں یا جو لوگ طریقت میں قدم رکھتے ہیں اور کسی اہل اللہ سے تعلق پیدا کر کے اپنے اعمالِ باطنیہ کی اصلاح کی طرف متوجہ ہوتے ہیں ان کو محرکات نفس و شیطان کا زیادہ احساس ہوتا ہے، ان کو مصلحت اندیشی و تاویل کوشی سے زیادہ کام پڑتا ہے ۔ان کو امورِ شرعیہ کی بجاآوری میں شیطان مصلحت اندیشی کی طرف متوجہ کرتا ہے اور لذائذ شہوانی میں مبتلا ہونے کے لئے نفس تاویلات کی راہ پر لگاتا ہے اور یہ دونوں باتیں رفتہ رفتہ بہت خطرناک ثابت ہوتی ہیں ۔دل سے دین کی عظمت و محبت جاتی رہتی ہے جس میں بعض وقت ایمان تک متزلزل ہوجاتا ہے۔

جن لوگوں کا میں نے اوپر ذکر کیا ہے ایسے بہت سے اشخاص نے اپنے دین و ایمان کی حفاظت کے لئے اور نفس و شیطان کے مکائد سے بچنے کے لئے حضرت حکیم الامت قدس سرہ العزیز سے رجوع کیا ہے، انھوں نے اپنے تمام تشویشناک حالات سے اور ہر طرح کے وساوس و خطرات سے اور ظاہری و باطنی اعمال میں دشواریوں اور پیچیدگیوں سے مطلع کرکے اس کا حل اور راہِ نجات طلب کی ہے ۔حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے ان کے لئے بہت ہی نافع اور صحت بخش اکسیری نسخے تجویز فرمائے۔ ان پر عمل کرنے سے الحمد للہ سائلین اور سالکین کو نفسِ مطمئنہ نصیب ہوگیا۔ یہ سب سوالات و جوابات کتابی صورت میں مدون ہو کر تربیت السالک کے نام سے شائع ہو گئے تاکہ دوسرے طالبانِ حق اور مریضانِ باطنی کے لئے رشد و ہدایت کا باعث ہوں ۔یہ کتاب تربیت السالک گویا طبِ روحانی کی قرابادینِ اعظم ہے اس میں آپ ہر قسم کے لوگوں کے حالات مطالعہ کریں گے ۔علماء ،صوفیاء ، انگریزی تعلیم یافتہ ۔کاروباری اور دفاتر کے لوگ، سب ہی نے اپنے اپنے مشکلاتِ زندگی اور امراضِ باطنی کے لئے رجوع کیا ہے مثلاً

بعضوں نے لکھا کہ باوجود مسلمان ہونے کے وہ اللہ تعالیٰ کے وجود اور امورِ آخرت میں متردد ہیں ۔اس معاملہ میں کیسے تسکین ہو ۔بعض نے لکھا کہ اسلام کی حقانیت میں بہت

شکوک و شبہات پیدا ہوتے ہیں کیا کیا جائے۔ کسی نے حق و باطل کے اشکالات و ترددات ظاہر کئے۔ کسی نے لکھا کہ عبادات خصوصاً نماز اور ذکر و اذکار میں بہت سے خیالات کا ہجوم ہوتا ہے ہزاروں وساوس و خطرات پیدا ہوتے ہیں۔ نماز ختم کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔ کسی نے لکھا کہ عبادات میں مشغول ہوتے وقت نہایت ناپاک اور نفسانی و شہوانی خیالات دل و دماغ کو ماؤف کر دیتے ہیں ان سے کیسے نجات ہو۔

کسی نے لکھا کہ نماز کیا ہوتی ہے محض ضابطہ کے رکوع و سجود ہوتے ہیں یہ بھی خیال نہیں رہتا کہ کے رکعت نماز پڑھی اس کا تدارک کیسے کیا جائے۔ کسی نے لکھا کہ مدتیں گزر گئیں دعا کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ قبول ہی نہیں فرماتے۔ آخر اس کی کیا وجہ ہے۔ کسی نے لکھا معلوم نہیں ہماری نمازیں اور دوسری عبادات قبول ہوتی بھی ہیں یا نہیں کس طرح تسکین ہو۔ کسی نے لکھا کہ اپنی ساری نمازیں اور عبادتیں محض عادتاً ہوتی ہیں یا ریاکارانہ انداز میں ہوتی ہیں۔ ایسی عبادات کا حاصل کیا ہے؟ کسی نے لکھا کہ یکسوئی خشوع و خضوع کی کیا حقیقت ہے اور یہ کس طرح حاصل کیا جائے وغیرہ وغیرہ۔ پھر کسی نے لکھا کہ میں دیکھتا ہوں کہ میں لوگوں سے کچھ خشونت و رعونت کے ساتھ معاملہ کرتا ہوں کیا یہ تکبر ہے اگر ہے تو اس کا کیا علاج ہے۔ کوئی لکھتا ہے کہ فی زمانہ غیبت سے بچنا تقریباً ناممکن ہے آخر اس معصیت سے کس طرح بچا جائے۔ کوئی لکھتا ہے کہ سخت مہلک مرض میں یعنی بدنگاہی میں مبتلا ہوں کوئی ایسی تدبیر بتائی جاوے کہ میں دنیا و آخرت کی ذلت اور تباہی و بربادی سے بچ سکوں۔ کسی نے اپنے عیب حسد کے متعلق۔ کسی نے حرص کے متعلق اور کسی نے زبان کے فتنوں کے متعلق اپنے حالات و معاملات لکھ کر ان سے بچنے کی تدابیر دریافت کیں۔ کسی نے اپنے آپ میں صبر و شکر۔ ایثار۔ تواضع، محبت وغیرہ کے فقدان کا حال لکھ کر ان کے حصول کے لئے عملی تجاویز دریافت کیں۔ اسی طرح کسی نے اپنے خانگی معاملات۔ ازدواجی تعلقات۔ صلہ رحمی کی ادائیگی اور معاملات و معاشرت کی خرابیوں اور کوتاہیوں کی تلافی کے لئے تدابیر دریافت کیں۔ کسی نے نفس کے بڑے بڑے ناپاک، خبیث

تقاضے تحریر کئے۔ کسی نے امور آخرت سے بے خوفی و بے حسی کی حالت لکھی۔ کسی نے تمام تر دنیا میں انہماک کا شکوہ کیا۔ کسی نے مکاشفات و تجلیات اور واردات و مبشرات سے مطلع کیا۔ کسی نے نفس لوامہ کی کشمکش کا ذکر کیا۔ کسی نے حصول محبت الٰہی اور رضائے الٰہی کے طریقے پوچھے۔ کسی نے سیر الی اللہ اور سیر فی اللہ کے احوال لکھے۔

ان تمام متذکرہ بالا امور کے متعلق حضرت مجدد ملت حکیم الامت حاذق طب روحانی نور اللہ مرقدہٗ نے فرداً فرداً ہر جزئیہ کا بہت ہی نافع اور تیر بہدف معالجہ تجویز فرمایا اور رباطن کے نازک مقامات کی عقدہ کشائی کی۔ یہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم ہے کہ جن لوگوں نے ان کیمیائی اور اکسیری نسخوں پر عمل کیا وہ اس طرح صحت یاب و تندرست ہو گئے کہ علاج معالجہ کی خود زندہ مثال بن گئے۔ یہ انداز تربیت اس مجدد اعظم کا اس دورِ حاضر میں نہایت عدیم المثال اور منفرد کارنامہ ہے جس نے عالم تصوف میں ایک زندۂ جاوید انقلاب پیدا کر دیا اور شاہراہِ طریقت صدیوں کے لئے ہموار و بے غبار ہو گئی۔ اور نفس و شیطان کی شرارتوں اور گمراہیوں سے مامون و محفوظ ہو گئی۔

اللہ تعالیٰ حضرتؒ کو ان کی مساعی جمیلہ و خدماتِ دین کو قبول و مشکور فرما کر اجر عظیم عطا فرمائیں اور اپنے مقاماتِ قرب و رضا میں اعلیٰ سے اعلیٰ درجات بالائے درجات عطا فرما کر ترقیِ پیہم عطا فرماویں آمین ثم آمین فقط۔

بعض مضامین از تربیت السالک

حال (حقیقتِ طریق) ایک طالب نے لکھا کہ بزرگوں سے حاصل کرنے کی کیا چیز ہے اور اس کا کیا طریقہ ہے؟

جواب۔ تحریر فرمایا کہ کچھ اعمال مامور بہا ہیں۔ ظاہرہ بھی باطنہ بھی نیز کچھ اعمال منہی عنہا ہیں ظاہرہ بھی باطنہ بھی۔ ہر دو قسم میں کچھ علمی و عملی غلطیاں ہو جاتی ہیں۔ مشائخ طریق طالب کے حالات سن کر ان عوارض کو سمجھ کر ان کا علاج بتلا دیتے ہیں ان پر عمل کرنا طالب کا کام ہے اور اعانت طریق

کے لئے کچھ ذکر بھی تجویز کر دیتے ہیں اس تقریر سے مقصود اور طریق دونوں معلوم ہو گئے۔

ایک طالب کو تحریر فرمایا کہ اس طریق میں مقصود تو بحمد اللہ معلوم ہے یعنی رضائے حق۔ اب دو چیزیں رہ گئیں۔ طریق کا علم اور اس پر عمل۔ سو طریق صرف ایک ہے یعنی احکام ظاہرہ و باطنہ کی پابندی اور اس طریق کی معین دو چیزیں ہیں ایک ذکر جس قدر پر دوام ہو سکے۔ دوسرے صحبت اہل اللہ کی جس کثرت سے ممکن ہو اور اگر کثرت کے لئے فراغ نہ ہو تو بزرگوں کے حالات و مقالات کا مطالعہ اس کا بدل ہے اور دو چیزیں طریق یا مقصود کی مانع ہیں معاصی اور فضول میں مشغولی۔ اور ایک امر ان سب کے نافع ہونے کی شرط ہے یعنی اطلاع حالات کا التزام اب اس کے بعد اپنی استعداد ہے حسب اختلاف استعداد حصول مقصود میں دیر سویر ہوتی ہے۔ میں سب کچھ لکھ چکا۔

ایک صاحب اجازت نے اپنے مفصل حالات لکھے جن میں یہ حال بھی تھا کہ اب اللہ میاں کا خیال بے کیف دل میں آتا ہے اور اس سے اس قدر انشراح قلب میں ہوتا ہے کہ میں بیان نہیں کر سکتا۔ لیکن دریافت طلب یہ امر ہے کہ میری عملی کوتاہیوں کے ہوتے ہوئے یہ انعامات الٰہی اور حضور کے فیوض لامتناہی میرے شامل حال ہو سکتے ہیں یا میرے نفس نے یہ خیالات تراشے ہیں؟ اس کا **جواب** تحریر فرمایا کہ قلب میں دونوں احتمالوں کا جمع ہونا ہی بڑی دولت ہے، جس کا حاصل **اَلْاِیْمَانُ بَیْنَ الْخَوْفِ وَالرَّجَا** (ایمان خوف اور امید کے درمیان ہے) ہے، مبارک ہو۔

حال۔ آج کل عبادات خصوصاً نماز سے بے رغبتی ہو جاتی ہے اور سخت سستی گھیرتی ہے ایک آدھ بار قضا بھی ہو جاتی ہے۔

ارشاد:۔ یہی صورت ہے کہ اولاً تکلف سے اس کام کو کیا جائے بعد چندے سہولت ہو جاتی ہے اس کی اعانت کے لئے اپنے نفس پر کوئی جرمانہ نقد جو نہ بہت سہل ہو نہ بہت گراں مقرر کیا جائے کچھ نوافل ایسی تعداد میں کہ نہ بہت سہل ہو نہ بہت گراں اپنے ذمہ لازم کی جاویں۔

۱۔ ایک طالب نے لکھا کہ میری تمنا ہے کہ شبہات نہ آئیں۔ تحریر فرمایا کہ کل یہ تمنا کرنا کہ بخار نہ آئے۔ اس سے پہلے یہ تحریر فرما چکے تھے کہ بلا اختیار شبہ آنا خدا تعالیٰ اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو سچا سمجھنے کے منافی نہیں۔

۲۔ ایک طالب نے لکھا کہ مجھ کو موت سے بہت وحشت و نفرت ہے حالانکہ وہی ذریعہ ہے خدا تعالےٰ سے ملاقات کا، اور صوفیائے کرام کے نزدیک تو موت سے زیادہ محبوب کوئی چیز ہی نہیں۔ تحریر فرمایا کہ یہ غلط ہے، بعض بزرگوں کو میں نے موت سے ایسے ہی ڈرتا ہوئے دیکھا ہے۔ منشا اس کا ضعف قلب ہے جو بالکل مذموم نہیں۔ انہی طالب نے یہ بھی پوچھا کہ صوفیائے کرام نے کیا ذرائع حاصل کئے جن کی وجہ سے ان کو موت سے نفرت یا کراہت بالکل جاتی رہی۔ جواب تحریر فرمایا کہ ان کی قوت قلب ہے یا قوت وارد، دونوں غیر مطلوب ہیں محض موہوب ہیں۔

ارشاد۔ یاد رکھو حصول مطلب کچھ زیادہ کام کرنے پر موقوف نہیں بلکہ بقدر ہمت طلب ہونا چاہیئے بزرگوں نے فرمایا ہے کہ مریض و ضعیف کی چھ رکعتیں قوی کی چھ سو رکعت کے برابر ہیں کیونکہ اس کو چھ رکعت ہی کی ہمت ہے اور ثواب دینے والے اللہ تعالیٰ عز شانہ ہیں وہ ہر شخص کی حالت اور ہمت کو اچھی طرح جانتے ہیں۔

حال۔ ایک مرض جو کہ سب سے بڑھ کر ہے وہ کم ہمتی ہے کہ مجھ سے کوئی کام نہیں ہوتا۔

ارشاد۔ جواب۔ جتنا بھی ہو جائے وہ بھی بے کئے ہوئے کام کی ندامت سے مل کر محروم نہ رہنے دے گا۔

حال۔ حضرت والا ایک چیز کی عرصہ سے طلب ہے مگر وہ ہاتھ نہیں آتی وہ یہ کہ ذکر حق قلب میں ایسا پیوستہ ہو جائے کہ بھولنے کی کوشش بھی کروں تو بھول نہ سکوں اور غیر کا خطور قلب میں ناممکن ہو جائے۔

ارشاد۔ یہ تو مجھ کو بھی نصیب نہیں نہ جی چاہتا ہے کیونکہ اس صورت میں مختار نہ رہونگا

مضطر ہو جاؤں گا۔

حال:۔ مرنے سے قلب گھبراتا ہے۔

ارشاد:۔ حدیث میں ہے حضرت عائشہؓ کا قول کُلُّنَا یَکْرَہُ الْمَوْتَ اور اس پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا نکیر نہ فرمانا مصرح ہے پس اس میں مذموم ہونے کا احتمال بھی نہیں یہ کراہت امر طبعی ہے۔

حال۔ ایک طالب نے لکھا کہ مجھ کو ایک ڈیڑھ ماہ سے پریشان کن خواب نظر آتے ہیں اس کے بعد ایک دن قبل کا ایک خواب بھی لکھا۔ اس کا یہ جواب لکھوایا کہ خواب کوئی مؤثر چیز نہیں کتنا ہی بُرا ہو یہ کوئی نقص یا عیب نہیں ہے نہ مرض باطنی ہے جس کے علاج کی ضرورت ہو۔

حال۔ ایک طالب نے لکھا کہ حضور جب کسی شخص میں فی الواقع خداداد فضیلتیں موجود ہیں تو اب ان موجودہ فضیلتوں کو کس طرح اپنے میں معدوم سمجھ کر اپنے آپ کو دوسروں سے ادنیٰ اور کمتر سمجھے۔

اس کا **جواب** یہ تحریر فرمایا کہ اکمل سمجھنا جائز ہے مگر افضل بمعنی مقبول حق اور اس کو مردود و مطرود سمجھنا جائز نہیں کیونکہ ممکن ہے کہ فی الحال اس کا کوئی عمل صالح ایسا ہو کہ اپنے تمام اعمال سے زیادہ پسندیدہ ہو اور اپنے میں کوئی رذیل ایسا ہو کہ اس کے سب رذائل سے زیادہ ناپسندیدہ ہو یا فی الحال نہ ہو تو فی المآل اس کا احتمال ہے۔ پس ان دونوں احتمالوں کا مستحضر رکھنا علاج کبر کے لئے کافی ہے انسان اس سے زیادہ کا مکلف نہیں۔

حال۔ ایک طالب نے لکھا کہ نماز میں بار بار توجہ کرنے سے وساوس کا ہجوم رہتا ہے۔

جواب تحریر فرمایا کہ عبد اپنے حد اختیار ہی تک کا مکلف ہے اور اختیار اسی قدر ہے کہ حدیث النفس کو قصد و ارادے سے نہ لاوے اور جب بلا قصد و ارادہ آجاوے اس کو دفع کرے، اور دفع کی سہل صورت یہ ہے کہ دوسری ایسی چیز کی طرف متوجہ ہو جاوے جس کا عبادت سے تعلق ہے۔

اس کی کئی صورتیں ہیں ایک یہ کہ ذات حق کی طرف متوجہ ہو جاوے خواہ تصور کے درجہ میں خواہ کسی تصدیق کے درجہ میں۔ مثلاً اللہ تعالیٰ مجھے دیکھ رہے ہیں۔ دوسرے یہ کہ حساب و کتاب کے آنے والے وقت کو مثل حاضر کے فرض کر لیا جاوے کہ گویا میں اللہ تعالیٰ کے روبرو حساب کے لئے کھڑا ہوں۔ اور تیسرے یہ کہ فرض کرے کہ یہ گویا بالکل آخری نماز ہے شاید اس کے بعد عمر ختم ہو جائے اور پھر نماز نصیب نہ ہو۔ چوتھے یہ کہ خانۂ کعبہ میرے سامنے ہے اور اس پر تجلیات نازل ہو رہی ہیں اور اس سے وہ تجلیات میری طرف آ رہی ہیں اور جتنی اچھی نماز پڑھوں گا وہ تجلیات زیادہ فائض ہوں گی۔ پانچویں یہ کہ جو الفاظ منہ سے نکلتے ہیں ان کی طرف توجہ رکھے۔ خواہ بلا تصور معانی کے خواہ مع تصور معانی کے اور اس توجہ کی سہل صورت یہ ہے، کہ کوئی لفظ یاد سے نہ پڑھے بلکہ مستقل ارادے سے پڑھے یا شیخ کامل اور کسی ایسی ہی چیز کا تصور تجویز کر دے اس کا استعمال کرے۔ ان تدبیرات سے وہ وساوس جو بلا اختیار آتے تھے دفع ہو جائیں گے اور اول اول جب تک اس طریق کی مشق نہ ہو گی۔ کبھی کبھی یہ تصورات زائل اور وساوس پھر حاضر ہو جاتے ہیں۔ اس کا علاج یہ ہے کہ جب متنبہ ہو، فوراً اس توجہ کی تجدید کر لی جاوے۔ رفتہ رفتہ توجہ الی العبادت کو رسوخ ہو جائے گا اور اگر اس رسوخ میں دیر ہو گھبراوے نہیں۔ اس عمل کو جاری رکھے کیونکہ یہ رسوخ کا مکلف نہیں عمل کا مکلف ہے حتیٰ کہ اگر عمر بھر بھی رسوخ نہ ہو تو مقصود میں کوئی خلل نہیں کمالات عبادت اور اجر اور قرب میں ذرا کمی نہ ہو گی۔

حال: ایک صاحب جائیداد رئیس وساوس کفریہ میں مبتلا تھے انھوں نے اپنا مفصل حال لکھ کر پیش کیا اور آخر میں عرض کیا کہ اگر حضور یہ اطمینان دلا دیں گے کہ وجود باری تعالیٰ دلائل عقلیہ قطعیہ سے ثابت ہے تو مجھے بلا دلائل معلوم کئے ہی اطمینان ہو جائے گا کیونکہ میں حضور کی عقل کا بیحد معتقد ہوں۔ اس پر حضرت والا نے غایت وثوق اور نہایت شد و مد کے ساتھ **جواب** تحریر فرمایا کہ خدا تعالیٰ کی قسم، اللہ تعالیٰ کا وجود ایسے دلائل عقلیہ قطعیہ سے ثابت ہے کہ بڑے سے بڑے فلسفی منکر کو بھی ساکت کیا جا سکتا ہے ذرا بھی گنجائش انکار نہیں۔

حال :۔ ایک صاحب نے تحریر فرمایا کہ ایک مرض شدید کا نہایت شاکی ہوں حتی الوسع وغیرہ کی کوشش کی لیکن کامیابی نہ ہوئی ۔ وہ مرض یہ ہے کہ بعض وقت وساوس و خطرات کا اپنے دل میں نشان بھی نہیں پاتا اور بعض وقت وساوس و خطرات کا اس قدر ہجوم ہوتا ہے اور وساوس و خطرات بھی وہ کہ شاید کسی دہریہ کو بھی نہ آتے ہوں اس وقت دل چاہتا ہے کہ کسی ترکیب سے خودکشی کر لوں تاکہ خس کم جہاں پاک کا مصداق ہو جاوے ایسے نالائق و ناہنجار کو دنیا میں رہنا ہی نہیں چاہیئے۔ اس لئے خدمت والا میں عرض پرداز ہوں کہ اس کے لئے خاص توجہ مبذول فرمادیں اور دعا سے امداد فرماویں **جواب** تحریر فرمایا دعا سے کیا عذر ہے مگر یہ حالت خود مذموم ہی نہیں جس کو ایسا مہتم بالشان سمجھا جاوے ۔ صحابہ رضؓ سے اکمل و افضل تو کسی کی حالت نہ تھی حدیثوں میں مصرح ہے کہ ان کو ایسے وساوس آتے تھے کہ وہ جل کر کوئلہ ہو جانا زیادہ محبوب سمجھتے تھے ان کو زبان پر لانے سے اور طبیب کامل صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو ان کے صریح ایمان کی علامت قرار دیا ۔ پس جو امر علامت ایمان ہو اس پہ اگر مسرت نہ ہو تو غم کے بھی کوئی معنی نہیں والسلام

حال :۔ ایک طالب نے لکھا کہ زبان پر ذکر اللہ ہے اور اندر خاک بھی اثر نہیں بفضلہٖ تعالیٰ اعمال میں تو فرق نہیں آتا مگر ظاہر ہوتا ہے کہ دل محبت سے خالی ہے **جواب** تحریر فرمایا کہ کون سی محبت سے دل خالی ہے اعتقادی و عقلی سے یا انفعالی اور طبعی سے اگر شق ثانی ہے تو مضر نہیں اگر شق اول ہے تو اس میں خالی ہونے کا افسوس نہیں ہوا کرتا۔ آپ کو افسوس کیوں ہے یہ افسوس خود دلیل ہے کہ آپ اس سے خالی نہیں ۔ انتہی طالب نے یہ بھی لکھا تھا کہ یہ تو یقینی ہے کہ حالت جیسی چاہیئے ویسی بالکل نہیں ہے **جواب** تحریر فرمایا کہ وہ دن ماتم کا ہوگا کہ جس دن یہ سمجھو گے کہ جیسی حالت چاہیئے تھی ویسی ہو گئی ۔ کیونکہ اس درگاہ میں تو حضرات انبیاء علیہم السلام بھی اپنی حالت کے متعلق یہی فیصلہ کرتے ہیں کہ جیسی حالت چاہیئے ویسی نہیں ہے مَا عَبَدْنَاكَ حَقَّ عِبَادَتِكَ کا حال ہوتا ہے۔

حال :۔ ایک طالب نے لکھا کہ نظر بد کے تقاضے کے وقت بندہ دل کو یہ تسلی دیتا ہے کہ

جس گناہ سے کچھ فائدہ حاصل نہ ہو اس کو کرنے سے کیا حاصل تحریر فرمایا کہ نہایت نافع اور مؤثر مراقبہ ہے۔

حال :۔ ایک طالب نے حسن کے دیکھنے کا مرض لکھا تھا حسب معمول استفسار کیا کہ حسن کا دیکھنا اختیاری ہے یا غیر اختیاری۔ انھوں نے جواب میں لکھا کہ بندہ کا دیکھنا اختیاری ہے مگر اس سے بچنے کے لئے استعمالِ اختیار دشوار معلوم ہوتا ہے۔ تنبیہاً تحریر فرمایا کہ کیا دشوار ہے کیا نفس کے روکنے سے کوئی بیماری ہو جاتی ہے یا سانس گھٹنے لگتا ہے یا اور کوئی تکلیف ناقابل برداشت ہو جاتی ہے۔

حال :۔ ایک طالب نے لکھا کہ مروت مجھ کو بہت ہے جس سے بعض دفعہ خلافِ شرع کام بھی سرزد ہو جاتے ہیں محض اس خیال سے کہ دوسرے کا دل نہ دُکھے۔ انکار اس قدر دشوار معلوم ہوتا ہے کہ پسینہ آجاتا ہے جواب تحریر فرمایا کہ دشوار ہونے سے غیر اختیاری ہونا لازم نہیں آتا جہاں مروت کرنا خلاف شرع نہ ہو۔ اس مروت پر عمل جائز ہے اور جہاں خلاف شرع ہو وہاں جائز نہیں، گو دشواری اور تکلیف ہو۔ اس تکلیف کو برداشت کرو اس کے سوا کوئی علاج نہیں۔

حال :۔ ایک طالب نے تحریر کیا کہ تابعدار معمولات ادا کئے جاتا ہے مگر قلب کی حالت بدستور ہے جواب تحریر فرمایا کیا یہ نعمت نہیں ہے کہ دو وقت کی روٹی ملے اور صحت و قوت بحال رہے گو اس میں ترقی نہ ہو۔

حال :۔ ایک طالب نے عرض کیا کہ جو کچھ معمولات ادا کرتا ہوں محض عادتاً ادا کرتا ہوں۔ فرمایا کیا اچھے کام کی عادت نعمت نہیں۔

۱۴۰۔ حال :۔ ایک طالب نے جو زیر تربیت تھے کچھ حوادث سے پریشانی اور کچھ بدنظری کی شکایت لکھ کر دعا اور اصلاح کی آسان صورت کی درخواست کی تھی اور یہ بھی لکھا تھا کہ ہر حسین شئی کے دیکھنے کا طبیعت میں اس قدر تقاضا پیدا ہوتا ہے کہ باوجود نیچی نظر کر لینے کے پھر

نظر اٹھ جاتی ہے حالانکہ حضرت والا کے فرمان کے بموجب عذاب دوزخ وغیرہ کو سوچتا ہوں لیکن کچھ طبیعت ایسی مجبور ہوتی ہے جس کا رکنا دشوار اور شاق نظر آتا ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ دل کے اندر سے کوئی پکڑ کر دل کو ابھار رہا ہے اس فعل بد سے نہایت ہی مجبور ہو گیا ہوں۔ اس کا حسب ذیل جواب ارقام فرمایا:۔

جواب۔ حرفاً حرفاً پڑھا۔ غیر اختیاری مصائب پر تو اجر ملتا ہے ان کے ازالہ کی بھی دعا کرتا ہوں لیکن مصائب اختیاریہ یعنی معاصی پر نہ اجر ملتا ہے اور نہ اس کے ازالہ کی دعا ہو سکتی ہے کیونکہ اس کا ازالہ تو خود عبد کا فعل ہے اس دعا کی تو یہ مثال ہے کہ اللہ فلاں شخص، فلاں کھانا کھانے لگے فلاں کھانا نہ کھاوے اس دعا کے کیا معنی البتہ توفیق کی دعا ہو سکتی ہے وہ بھی جب کہ فاعل اسباب کو جمع کرے اور اعظم اسباب قصد وہمت ہے اور اس کے متعلق جو عذر خط کشیدہ عبارت میں لکھا ہے بالکل غلط ہے سوچو کہ اگر ایسے موقع پر کہ نفس میں تقاضائے شدید ہو تمہارا کوئی بزرگ موجود ہو جو تمہاری اس نظر اٹھانے کو دیکھ رہا ہو تو کیا اس وقت تم ایسی بے حیائی کر سکتے ہو، اگر کر سکتے ہو تو تم لاعلاج ہو اور اگر نہیں کر سکتے تو معلوم ہوا کہ نظر از خود نہیں اٹھتی نہ مجبوری ہوتی ہے نہ رکنا شاق ہوتا ہے نہ کوئی ابھارتا ہے سب کچھ تم ہی کرتے ہو تو اس کے خلاف پر بھی تم قادر ہو سو تمہارا یہ عذر بیہودہ عذر ہے۔

حال:۔ ایک طالب نے لکھا کہ نماز اور ذکر کے قبل اور بعد اکثر یہ خیال آتا رہا کہ اتنی محنت بیکار ہے میں بزرگ تو ہو ہی نہیں سکتا۔ رہے احکام، اس کی پابندی کر لی جائے تو اس کے لئے زیادہ فکر کی کیا ضرورت ہے کیونکہ بخشائش تو رحمت پر منحصر ہے۔ الخ

جواب:۔ تحریر فرمایا کہ ایک علاج یہ سوچنا ہے کہ اعمال صرف مغفرت ہی کیلئے نہیں بلکہ مالک کا حق ہے مملوک پر اور مغفرت مستقل تبرع وعنایت ہے۔ فقط

بدگمانی:۔ ایک طالب کے استفسار پر بدگمانی کا یہ علاج تحریر فرمایا کہ جب ایسی بدگمانی قلب میں آوے اول علیحدہ بیٹھ کر یاد کرے کہ اللہ تعالیٰ نے بدگمانی سے منع فرمایا ہے تو یہ گناہ اور گناہ پر

عذاب کا اندیشہ ہے تو اے نفس! تو حق تعالیٰ کے عذاب کو کیسے برداشت کرے گا۔ یہ سوچ کر توبہ کرے اور دعا بھی کرے کہ اے اللہ میرے دل کو صاف کردے اور جس پر بدگمانی ہوئی ہے اس کے لئے بھی دعا کرے کہ اے اللہ اس کو دونوں جہان کی نعمتیں عطا فرما۔ دن رات میں تین بار ایسا ہی کرے اگر پھر بھی اثر رہے۔ اب اس شخص سے مل کر کہے کہ بلاوجہ مجھ کو تم پر بدگمانی ہوگئی تم معاف کردو اور میرے لئے دعا کردو کہ یہ دُور ہوجاوے۔

حال:۔ ایک طالب نے لکھا کہ خاکسار کو ایک مرض ہے کہ اگر کوئی شخص مجھے کسی قسم کی تکلیف و نقصان پہنچاوے تو چین نہیں آتا ہے جب تک کہ اس سے انتقام نہ لوں۔ اس کا **جواب** تحریر فرمایا کہ چین نہ آنا معصیت نہیں، صرف کلفت ہے جس کا تحمل مجاہدہ اور موجب اجر ہے تو چین نہ آنا مضر نہ ہوا بلکہ نافع ہوا۔ باقی کلفت کا علاج یہ معلم دین کا منصب نہیں لیکن تبرعاً یہ بھی لکھ دیتا ہوں کہ چند روز تحمل کرلے سے یہی عادت ہوجائے گی پھر اس درجہ کلفت نہ ہوگی۔

حال:۔ ایک طالب نے لکھا کہ میں اپنے کو کسی سے بڑا نہیں سمجھتا مگر باوجود اس کے نفس اس بات کو بالکل برداشت نہیں کرتا کہ ذلت ہو۔ بس دل یوں چاہتا ہے کہ کوئی عزت بلیشک نہ کرے بڑا قطعاً نہ سمجھے مگر کوئی بات ایسی نہ کرے جس سے ذلت ہو میلے کپڑے پہننے سے بھی عار آتا ہے کہ دیکھنے والے ذلیل سمجھیں گے۔ اس کا **جواب** تحریر فرمایا کہ شریعت میں یہی حکم ہے لَا یَنۡبَغِیۡ لِلۡمُؤۡمِنِیۡنَ اَنۡ یُّذِلَّ نَفۡسَہٗ جب تک حال غالب نہ ہو یہی طریق ہے مگر جب حال غالب ہوجاتا ہے تو ذلت کو عزت سے زیادہ عزیز سمجھتا ہے مگر وہ غیر اختیاری ہے اگر نہ ہو تمنا نہ کرے اگر ہوجائے ازالہ نہ کرے۔

ارشاد:۔ ایک اہلکار نے خط لکھا کہ بہت سے وظیفے پڑھے لیکن ترقیِ تنخواہ باوجود اچھے کام ہونے کے نہیں ملتی ہمیشہ محروم رہتا ہوں۔ اس یاس و اضطراب میں جناب کی طرف رجوع کرتا ہوں کہ آخر میں کیا کروں؟ تحریر فرمایا کہ جس قدر تدابیر امکان میں ہوں اس میں تدبیر مع دعا اور جو اختیار میں نہ ہو اس میں صرف دعا۔ اور اس کے بعد بھی ناکامی ہو تو صبر اور یہ سمجھنا کہ اسی میں

بہتری ہوگی اس سے زیادہ میں نہیں جانتا۔

حال:۔ ایک مرید نے لکھا کہ نہ نماز میں جی لگتا ہے نہ ذکر میں نہ کلام مجید پڑھا جاتا ہے اور دنیا کا کوئی کام بھی نہیں کہ فرصت نہ ہو۔

جواب ۔تحریر فرمایا کہ کام تو جس طرح بن پڑے کرنا ضروری ہے خواہ ناقص ہی ہو، تکمیل کا یہی طریقہ ہے۔ اگر بدنویس اس لئے مشق کرنا چھوڑ دے کہ اچھا نہیں لکھا جاتا تو اس کو اچھا لکھنا کبھی نہ آئے گا۔ اسی سلسلہ میں فرمایا کہ عمل ناقص کو بھی چھوڑنا نہ چاہیئے۔ جیسے بنیاد کے مضبوط ہونے کا اہتمام تو کرتے ہیں مگر اس کے خوشنما ہونے کے پیچھے نہیں پڑتے اس میں روڑے وغیرہ بھر دیتے ہیں اور بعد میں اس پر بڑے بڑے محل تعمیر کرتے ہیں اسی طرح عمل ناقص بنیاد ہے عمل کامل کی، بنیاد کے کمال اور نقصان پر نظر نہ کی جاوے۔ جو کچھ اور جس طرح ہو سکے کرتا رہے۔ اصول کے موافق ہونا چاہیئے اگرچہ اس میں کمی ہی ہو۔ جیسے نماز گو ناقص ہی ہو مگر ہو حدود میں تو وہ ہو جاتی ہے بلکہ ایسی عبادت پر اجر زیادہ ہوتا ہے جس میں جی نہ لگے کیونکہ وہ مجاہدہ ہے۔ یہ طریق بہت ہی نازک ہے محض کتابیں پڑھ لینے سے کام نہیں چلتا۔ فہم کامل اور ذوق سلیم کی ضرورت ہے اور یہ اس کو عطا ہوتا ہے جس پر حق تعالیٰ اپنا فضل فرماویں۔

حال:۔ ایک صاحب نے لکھا کہ نماز میں پورا پورا نشاط حاصل نہیں ہوتا اور ذکر میں سرور و نشاط کی کیفیت ہوتی ہے۔ فرمایا کہ ذکر میں بہ نسبت نماز کے ایک شان بساطت کی ہے اور نماز میں ایک شان بہ نسبت ذکر کے ترکیب کی ہے اس لئے ذکر میں اجزاء مختلفہ کی طرف توجہ نہیں ہوتی اس لئے یکسوئی جلد ہو جاتی ہے اور نماز میں توجہ اجزاء مختلفہ کی طرف ہوتی ہے اس لئے تشتت رہتا ہے اس کا علاج یہ ہے کہ نماز میں توجہ ایک طرف رکھی جاوے۔ جس کی صورت یہ ہے کہ قیام کے وقت اس طرف خیال نہ کرے کہ اس کے بعد قومہ کرنا ہے، وعلیٰ ہذا۔ بلکہ ہر رکن میں صرف اسی رکن کو مقصود بالاداء سمجھے اور اسی طرف متوجہ رہے اسی طرح دوسرے رکن میں الیٰ آخر الصلوٰۃ۔ اگر ایسا کیا جاوے تو نماز میں اس قدر یکسوئی ہوگی کہ ذکر میں بھی نہ ہوگی۔ کیونکہ ذکر میں گو کہ یکسوئی ہے مگر ہر

وقت خطرہ رہتا ہے کہ دوسرا شخص آکر اس یکسوئی کو فوت کرسکتا ہے یا خود ہی ذکر ترک کرکے کسی اور شغل میں لگ جائے اور نماز میں اطمینان ہے کہ سلام پھیرنے تک کوئی شخص اپنی طرف متوجہ نہیں کرسکتا نہ خود کوئی کام کرسکتے ہیں۔

وَهٰذَا الَّذِيْ كَتَبْتُ وَرَدَ عَلٰى قَلْبِيْ فِيْ فَرْضِ الظُّهْرِ وَجَرَّبْتُهُ فِيْهِ وَفِي السُّنَّةِ الْبَعْدِيَّةِ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ۔

اور یہ جو میں نے لکھا ہے ظہر کے فرض میں میرے قلب پر وارد ہوا اور میں نے اس میں اور بعد والی سنتوں میں اس کا تجربہ کیا۔ الحمد للہ۔

حال۔ ایک صاحب نے لکھا کہ لڑکیوں کی شادی کی بہت فکر ہے کوئی نسبت حسبِ دلخواہ نہیں آتی جو عقد کیا جائے اگر کہیں سے داڑھی والے لڑکے کی بات آتی ہے تو نہایت مفلوک الحال ظاہر ہوتے ہیں اور جس کو دال روٹی سے خوش دیکھا جاتا ہے تو وہاں داڑھی صفا چٹ۔ کئی جگہ محض اس وجہ سے انکار کردیا گیا۔ دعا کیجئے کہ حق تعالیٰ آبرو رکھیں اور اس معاملہ میں شرمندگی کی نوبت نہ آوے۔ ہر شخص کہتا ہے کہ میاں اس خیال کو چھوڑو آج کل داڑھی بڑی مشکل سے ملے گی۔

جواب تحریر فرمایا واقعی بڑی مشکل ہے میں پختہ رائے تو دیتا نہیں لیکن میرا خیال یہ ہے کہ اس زمانہ میں پوری دینداری ڈاڑھی والوں میں بھی نہیں ہے پس ایک داڑھی منڈوانے کا گناہ کر رہا ہے، دوسرا شہوت پرستی کا گناہ کر رہا ہے تو نِری داڑھی لے کر کیا کریں گے۔ اگر ہو تو حقیقی دینداری ہو جو بہت عنقا ہے پس اس صورت میں اگر اس میں تھوڑی سی وسعت کی جاوے یعنی صرف دو چیزوں کو دیکھ لیا جاوے ایک یہ کہ اعتقاداسلامیہ میں شک وشبہ یا تمسخر واستہزاء سے پیش نہ آوے۔ دوسرے طبیعت میں صلاحیت ہو کہ اہلِ علم اور بزرگوں کا ادب کرتا ہو۔ نرم خُو ہو کہ اپنے متعلقین کے حقوق ادا کرنے کی اس سے توقع ہو اور گنجائش مالی بقدرِ ضرورت ہونا ضروری ہی ہے تو ایسے شخص کو گوارا کرلیا جاوے۔ پھر جب آمد ورفت اور میل جول اور مناسبت ہوگی تو ایسے شخص سے بعید نہیں کہ

اس داڑھی کے معاملہ میں بھی اس کی اصلاح ہوجاوے۔

ایک طالب نے لکھا کہ معمولی سے خطرہ پہ پریشان ہوجاتا ہوں معلوم ہوتا ہے کہ مجھ میں توکل نہیں ہے اس معصیت سے بچنے کا علاج ارشاد فرمادیں۔ اس کا جواب تحریر فرمایا کہ نہ یہ معصیت ہے نہ توکل کے خلاف ہے کیونکہ توکل کی حقیقت ہے غیرِ متصرف حقیقی سے قطع نظر کرنا اور یہ قطع نظر اعتقاداً کرنا تو فرض ہے اور عملاً اسبابِ ظنیہ کے ترک سے بشرطِ تحمل مستحب ہے، اور جو اسباب عادۃً یقینی یا مثل یقینی کے ہیں ان کا ترک کرنا معصیت ہے۔ بجز اہلِ حال کے کہ ان کو اس کی بھی اجازت ہے اور یہ سب تفصیل اسباب دنیویہ میں ہے اور اسباب دینیہ کو ترک کرنا توکل نہیں ہے۔

ایک طالب نے لکھا کہ میری طبیعت کچھ شکی واقع ہوئی ہے۔ مخالفین کے اعتراض سن کر یا کسی کتاب میں دیکھ کر طبیعت متردد ہوجاتی ہے۔ اس سے بفضلہ تعالیٰ عمل میں تو کوئی فرق نہیں آتا، البتہ عبادت میں وہ پہلی سی دلچسپی نہیں رہتی اور دل رنجیدہ اور اندوہگیں سا رہتا ہے ساتھ ہی اس تردد کو مکروہ اور برا جانتا ہوں۔ **جواب** تحریر فرمایا کہ ایسی چیز مت دیکھو جس سے شک یا تردد پیدا ہو اور جو بلا قصد ایسی بات کان میں پڑ جاوے اور یہی حالت پیدا ہوجاوے تو اس کو کسی خاص تدبیر سے زائل کرنے کی ضرورت نہیں کہ اہتمام سے پریشانی بڑھے گی اور ہمیشہ کے لئے ایک مستقل شغل ہوجاوے گا بلکہ بجائے تدبیر کے اس سے بے التفاتی اختیار کرو اور کتنا ہی وسوسہ ستاوے بالکل پرواہ مت کرو البتہ دعا اور تضرع کرتے رہو، اور اس کو کافی سمجھو انشاء اللہ تعالیٰ بہت جلد طبیعت صاف ہوجائے گی اور جب عادت ہوجاوے گی تو قلب میں ایسی قوت پیدا ہوجاوے گی کہ وہ ایسی چیزوں سے متاثر نہ ہوگا یہ ہے حکمی نسخہ جو اللہ تعالیٰ کے فضل سے ابھی دو چار ہی دن ہوئے کہ عطا ہوا ہے جو بہت بڑا علم ہے والحمد للہ۔ اھ

ایک طالب نے لکھا کہ مختصر سے مختصر ذکر کا معمول رکھا تھا اس پر بھی مداومت نہیں ہوتی۔ جماعت نماز میں بھی اکثر مسبوق ہونے کی نوبت آتی ہے جب ایسا ہوتا ہے تو آئندہ کے لئے احتیاط

کا عزم کر لیتا ہوں مگر پھر جس دینی یا دنیوی مشغلہ میں ہوتا ہوں اس کو فوراً چھوڑ دینے اور جماعت اور تکبیر اولیٰ کی طرف سبقت کرنے میں غفلت ہوتی ہے جانتا ہوں کہ قصور اختیاری ہے اور استعمال اختیار کی کوشش بھی کچھ کرتا ہوں مگر غفلت سب پر غالب آجاتی ہے۔ الخ

اس کا **جواب** تحریر فرمایا کہ اس کا سبب ضعف جسمانی ہے جس کا اثر عزم پر طبعاً ہوتا ہے جس میں ایک گونہ غیر اختیاریت کا بھی درجہ ہے مگر یہ اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے کہ اس کا احساس ہے اور اس کا قلق ہے۔ اس میں لگا رہنا چاہیئے انشاء اللہ تعالیٰ اسی طرح کامیابی حاصل ہوگی۔ (اشرف السوانح حصہ دوم)

خلفائے مجازین

حضرتؒ کے خلفا مجازین بیعت و مجازین صحبت دونوں کی مکمل فہرست حضرتؒ کی حیات میں شائع ہو چکی تھی اور اسی کی نقل جناب خواجہ عزیز الحسن صاحب غوری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی نوشتہ کتاب خاتمۃ السوانح میں درج فرمائی ہے اور تحریر فرمایا ہے کہ "یہ فہرست ان حضرات خلفاء کی ہے جو حضرت کی وفات کے وقت حیات بھی تھے اور حضرت کے مجاز بھی تھے۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی حیات ہی میں حضرتؒ کی تربیت گاہِ رشد و ہدایت سے فیض یافتہ اور اجازت یافتہ اہل طریق ملک اور بیرون ملک کافی تعداد میں موجود تھے اور اب بھی الحمد للہ باقیات الصالحات موجود ہیں۔

یہ بھی حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی شانِ مجددیت تھی کہ عامۃ المسلمین کے لئے طریقہ کی عقدہ کشائی اور رہنمائی کے لئے اپنے مجازین کو دو جماعتوں میں منقسم فرمایا تھا۔

۱۔ مجازین بیعت و تلقین اور ۲۔ مجازین تلقین بواسطہ صحبت

ان دونوں میں جو مابہ الامتیاز بات تھی اس کو حضرتؒ والا نے خود واضح فرمایا جو میں اشرف السوانح حصہ دوم سے نقل کر رہا ہوں حضرت نے تحریر فرمایا:

"تقریباً دو ماہ ہوئے ایک روز قلب پر بے ساختہ وارد ہوا کہ بعض ایسے احباب کو جو تلقین کی کافی صلاحیت رکھتے ہوں گو اجتماع شرائط بیعت میں بعض خاص حالات کا انتظار ہے، تلقین بلا بیعت کی اجازت دے دوں اور ایسے حضرات کا لقب مجازِ صحبت تجویز کیا گیا بمعنی مجاز بالصحبۃ یعنی جن کو صرف بواسطہ صحبت کے منفع پہنچانے کی اجازت دی گئی اور تمایز کے لئے جماعت سابقہ کا لقب مجاز بیعت بمعنی مجاز بالبیعۃ قرار دیا گیا اگر ان مجازین صحبت میں حالات منتظرہ رونما ہو گئے۔ (جن کی تعیین اور فیصلہ میں صرف میں منفرد ہوں، خود اہل معاملہ کو منتظر رہنا منافی اخلاص ہے) اس حالت میں ان کو مجازین بیعت میں داخل کر کے شائع کر دیا جائے گا۔ اس فہرست کے علاوہ جو صاحب بھی دعویٰ حضرتؒ کے مجاز ہونے کا کریں وہ غلط ہے۔"

ان بہت سے نیّران بزم اشرفی تو غروب ہو چکے اور جو چراغ اب بھی روشن ہیں وہ بھی جھلملا رہے ہیں۔

طریق اخذ بیعت معمولہ حضرت اقدس قدس سرہٗ العزیز

خطبہ: اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم ، بسم اللہ الرحمن الرحیم ،

الحمد للہ نحمدہ ونستعینہ ونستغفرہ ونؤمن بہ ونتوکل علیہ ونعوذ باللہ من شرور انفسنا ومن سیئات اعمالنا من یھدہ اللہ فلا مضلّلہٗ ومن یضللہ فلا ھادی لہ ونشھد ان لا الہ الا اللہ ونشھد ان سیدنا ومولانا محمدًا عبدہ ورسولہ صلی اللہ علیہ وسلم اما بعد ۔ یایھا الذین اٰمنوا اتقوا اللہ وابتغوا الیہ الوسیلۃ وجاھدوا فی سبیلہ لعلکم تفلحون یایھا الذین اٰمنوا اتقوا اللہ و کونوا مع الصادقین ہ ان الذین یبایعونک انما یبایعون اللہ ید اللہ فوق ایدیھم فمن نکث فانما ینکث علیٰ نفسہ ومن اوفی بما عٰھد علیہ اللہ فسیؤتیہ اجرًا عظیمًا ہ یہ خطبہ پڑھ کر اس کا داہنا ہاتھ اپنے داہنے ہاتھ میں لے کر یہ کہلوا لے) توبہ کرتا ہوں شرک سے اور کفر سے اور بدعت سے اور تمام چھوٹے بڑے گناہوں سے اور ایمان لاتا ہوں اللہ پر اور اس کے سچے رسول پر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اور عہد کرتا ہوں کہ پانچوں وقت کی نماز پڑھونگا اور رمضان کے روزے رکھوں گا اگر مال ہوا تو زکوٰۃ دونگا اگر زیادہ گنجائش ہوئی حج کرونگا اور اللہ رسول کے سب حکموں کو جہاں تک ہو سکے گا بجالاؤنگا اور جن کاموں سے اللہ رسول نے منع فرمایا ہے جہاں تک ہو سکے گا اُن سے بچونگا اور جو کچھ خطا ہو جاویگی فوراً توبہ کر لوں گا بیعت ہوتا ہوں میں چاروں سلسلوں میں چشتیہ اور قادریہ اور نقشبندیہ اور سہروردیہ اے اللہ ان سب خاندانوں کی برکت ہم کو نصیب فرما اور قیامت کے روز ان بزرگوں کی جماعت میں ہم کو اٹھا آمین یا رب العٰلمین وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ سیدنا و مولانا محمد و آلہٖ واصحابہٖ اجمعین پھر دونوں ہاتھ اُٹھا کر دُعا مانگیں کہ اے اللہ اپنی محبت اور اپنے حبیب پاک کی محبت عطا فرما (وغیرہ مثلاً) اور اتباع شریعت کی توفیق دے اور ہر گمراہی سے بچا (وغیرہ وغیرہ)۔

شجرہ حکیم الامت قدس سرہٗ

از طفیلِ ذاتِ پاک و بہرِ ختم المرسلین   بہرِ حقِ اولیاء و بندگانِ صالحین

حضرتِ اشرف علیؒ[1] نورِ نگاہِ عارفین   رہنمائے راہِ حقؒ و رہبرِ دینِ مبین

حضرت امدادؒ[2] و نورؒ[3] و حاجی عبد الرحیمؒ[4]   عبد باریؒ[5]، عبد ہادیؒ[6] عضد دینؒ[7] مکی امین

شہ محمدیؒ[8] و محمدؒ[9] ۔ شہ محبؒ[10] و بو سعیدؒ[11]   شہہ نظامؒ[12] و شہ جلالؒ[13] و عبد قدوسؒ[14] فطین

سیدی شیخ محمدؒ[15] شیخ عارفؒ[16] عبد حقؒ[17]   شہہ جلالؒ[18] و شمسؒ[19] و صابرؒ[20] شہہ فریدؒ[21] و قطبِ دینؒ[22]

شہ معینؒ[23] و شاہِ عثمانؒ[24] زندنیؒ[25] مودودؒ[26] شاہ   شہہ ابو یوسفؒ[27] ولی و بو محمدؒ[28] ذو الیقین

شہہ ابی احمدؒ[29] ابی اسحٰقؒ[30] ممشاد علوؒ[31]   بو ہبیراؒ[32] شہہ حذیفہؒ[33] ابن ادھمؒ[34] شاہِ دین

شہہ فضیلؒ[35] و عبد واحدؒ[36] شہہ حسنؒ[37] حضرت علیؒ[38]   آتِنَا الْحَسَنٰتِ فِی الدَّارَیْنِ رَبَّ الْعٰلَمِیْن

؎ حضرت حسن بصریؒ

حضرتؒ کا مرتبۂ علم

ہمارے حضرت حکیم الامتؒ فرماتے ہیں، اللہ کا شکر ہے کہ مدتوں کے بعد طریق زندہ ہوا ورنہ مردہ ہو چکا تھا۔ طریقت میں افراط و تفریط پیدا ہو گئی تھی۔ منکرین طریق کا غلو الحاد کی حد کو پہنچ گیا تھا تو متبعین کا بدعات کی حدود میں داخل ہو گیا تھا، اب طریق بحمد للہ بے غبار ہے۔ اب صدیوں تک کسی نئے منظام کی ضرورت نہیں رہی، اور جب ضرورت ہو گی اللہ تعالیٰ اپنے کسی اور خاص بندے کو پیدا فرما کر اپنا کام لے لیں گے الحمد للہ اس چودھویں صدی میں طریق کی حقیقت واضح ہو گئی ہے اور یہ سب حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکیؒ کی دعا کی برکت ہے۔ یہ بزرگ اپنے زمانہ میں اس طریق کے مجدد تھے مجتہد تھے محقق تھے امام تھے۔ دیکھنے میں تو تھانہ بھون کے ایک شیخ زادے معلوم ہوتے تھے۔ علم درسی بھی بظاہر کچھ نہ تھا لیکن حالت یہ تھی ؎

بینی اندر خود علوم انبیاء
بے کتاب و بے معید و اوستاء

ان کے فیض روحانی اور نور باطنی سے تمام عالم منور ہو گیا ورنہ ہر چہار طرف سے زندقہ اور الحاد، نیچریت و دہریت نے دنیا کو گھیر لیا تھا حق تعالیٰ نے ایسے پُرفتن دور اور اس پُرآشوب زمانے میں ایسے شخص کو پیدا فرما کر اپنی مخلوق پر بڑا ہی فضل فرمایا اور انتہائی رحمت فرمائی۔ میرے پاس جو کچھ بھی ہے حضرت حاجی صاحبؒ ہی کی دعاؤں کا ثمرہ اور برکت ہے ورنہ میرے اندر کوئی بھی چیز نہیں، نہ علم ہے نہ فضل و کمال" اس بیان کے وقت حضرت کے اندر ایک جوش کی کیفیت تھی اور آنکھوں میں آنسو ڈبڈبا رہے تھے اہل مجلس پر بے حد اثر تھا اور قریب قریب

سب پر گریہ طاری تھا۔

حضرتؒ فرمایا کرتے تھے کہ "میں نے صرف درسیات کی کتابیں پڑھی ہیں اور ان میں بھی بعض کتابیں پوری نہیں پڑھیں۔ میری نظر زیادہ تر درسی کتابوں پر ہے بھی نہیں"۔ مگر حالت یہ تھی کہ تفسیر و احادیث تصوف و فقہ کے بڑے بڑے عمیق و دقیق علوم کو انتہائی سہل انداز میں بیان فرمادیا۔ لطیف نکات کی ایسی غائر تحقیقات فرمائیں کہ ایک دنیائے اہلِ علم انگشت بدنداں ہے۔ نظر ایسی نکتہ رس اور عارفانہ کہ بڑے بڑے صوفیاء اور عارفین کی نظر بھی وہاں نہ پہنچ سکی۔ بڑے بڑے غامض مضامین کو مثالوں سے پانی کر دیتے۔ متبحر علماء اور بڑے بڑے اہل فضل و کمال بھی حضرتؒ کی تحقیق اور تبحر علمی سے حیران رہ جاتے اور اس وقت حضرتؒ کی یہ شان معلوم ہوتی ؎

دید کے قابل ہے یہ منظر کہ ان کے روبرو
اہلِ دل اہل نظر کی بے بسی ہوتی ہے کیا

ہمارے حضرتؒ کو اللہ جل شانہٗ نے عالم ربانی و عارف حقانی کا منصب عطا فرمایا تھا حضرتؒ کا ہر وعظ اور ہر ملفوظ الہامی ہوتا تھا۔ شریعت و طریقت حضرتؒ کی طبیعت ثانیہ بن چکی تھی۔ ابتداء ہی میں جو ذوق سلیم تھا وہی آخر عمر تک قائم رہا جو کہہ دیا یا لکھ دیا حجت ہو گیا کیونکہ جو بات بھی کہی وہ اللہ اور اللہ کے رسول ہی کی بات تھی ؎

در پس آئینہ طوطی صفتم داشتہ اند
آنچہ استاذِ ازل گفت ہماں می گویم

جو بات کہی بلا تکلف کہی اور جو کہا وہ معیار بن گیا۔ ہر ملفوظ بحرِ بیکراں ہے اور ہر وعظ بحرِ ذخار۔ حق تو یہ ہے کہ وعظ کیا ہیں الہامات ہیں۔ حقائق ہیں۔ ان میں کیا ابتداء اور کیا انتہا۔

حضرتؒ ہمیشہ اپنے آپ کو ایک ادنیٰ طالب علم ہی کہتے رہے۔ کبھی کسی کمال کو اپنی طرف

منسوب ہی نہیں فرمایا۔

حضرت والاؒ کی دستار بندی حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ کے مقدس ہاتھوں سے ۱۳۰۰ھ میں ہوئی۔ اس سال دیوبند میں بہت بڑا اور شاندار جلسۂ دستار بندی ہوا تھا حضرت والاؒ نے جب سنا کہ دستار بندی ہونے والی ہے تو اپنے ہم سبقوں کو لے کر حضرت مولٰنا محمد یعقوب صاحبؒ کی خدمت میں پہنچے اور عرض کیا کہ حضرت ہم نے سنا ہے کہ ہم لوگوں کی دستار بندی کی جائے گی اور سند فراغ دی جائے گی حالانکہ ہم اس قابل ہرگز نہیں لہٰذا اس تجویز کو منسوخ فرما دیا جائے۔ ورنہ اگر ایسا کیا گیا تو مدرسہ کی بڑی بدنامی ہوگی کہ ایسے نالائقوں کو سند دی گئی۔ یہ سن کر مولانا محمد یعقوب صاحب کو جوش آگیا اور فرمایا کہ تمہارا خیال غلط ہے۔ یہاں چونکہ تمہارے اساتذہ موجود ہیں اس لئے ان کے سامنے تمہیں اپنی ہستی کچھ نظر نہیں آتی اور ایسا ہی ہونا چاہیے باہر جاؤ گے تب تمہیں اپنی قدر معلوم ہوگی۔ جہاں جاؤ گے بس تم ہی تم ہو گے۔ باقی سارا میدان صاف ہے۔ اطمینان رکھو۔

چنانچہ حضرتؒ کے استاذ مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ کا یہ ارشاد گرامی اس کا صحیح مصداق ہوا کہ ؎

گفتۂ او گفتۂ اللہ بود
گرچہ از حلقوم عبداللہ بود

حضرت کی دینی خدمات و تصانیف کا اس قدر عظیم الشان کارنامہ ہے کہ معاصرین میں کسی دوسری جگہ اس کی مثال موجود نہیں ہے

ایام مرض الموت میں ایک دن آنکھیں بند کئے ہوئے لیٹے تھے۔ آنکھیں کھولیں اور فرمایا "اگر تمام دنیا کے ایک ہزار منتخب عقلاء کسی ایک شرعی مسئلہ پر اشکال یا اعتراض لے کر آئیں۔ تو الحمدللہ یہ ناکارہ پانچ منٹ میں سب کو لاجواب کر سکتا ہے اور میں تو ایک معمولی طالب علم ہوں علماء کی تو بڑی شان ہے۔"

اللہ تعالیٰ نے حضرت کو علوم ظاہری و باطنی میں ایک خاص درجۂ کمال عطا فرمایا تھا۔ مگر سامنے علوم و معارف اور حقائق کا ایک ناپیدا کنار بحرِ ذخار تھا جس پر نظر پڑ رہی تھی اسی لئے علم کے جو مراتب حاصل کر چکے تھے اُن پر نظر نہ تھی اور فرما رہے تھے "میں تو ایک معمولی طالب علم ہوں" گویا حضرت کو ہر مقام پر یہی آواز آئی ؎

اے برادر بے نہایت درگہے ست
ہر کہ بروے می رسی بروے مایست

حضرتؒ یہ تواضعاً نہیں فرما رہے تھے بلکہ حقیقت کا اظہار فرما رہے تھے جس کی نظر حقیقت پر ہوگی تواضع تو اس میں خود بخود پیدا ہوگی تو حضرتؒ کی یہ تواضع بھی غیر اختیاری اور امرِ طبعی تھی۔

فیضانِ تصانیف

اللہ جل شانہٗ نے ہمارے حکیم الامت مولانا تھانوی قدس سرہ العزیز کو اس دورِ حاضر میں مجددیت و مجتہدیت کے منصب پر فائز فرمایا تھا۔ حضرتؒ نے مسلمانوں کی ہر شعبۂ زندگی میں بڑھتی ہوئی دینی و دنیوی تباہیوں اور بربادیوں کو محسوس فرمایا اور ان کی دین سے مغایرت کے اسباب پر نظر ڈالی اور دینی شعور کے بڑھتے ہوئے فقدان کا اندازہ کیا۔ پھر اپنی تمام زندگی مسلمانوں کے رشد و ہدایت اور تبلیغ دین کے لئے وقف کر دی۔ اللہ تعالیٰ کی نصرت و اعانت حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے ہمیشہ شامل حال رہی اور حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو اپنی حیات ہی میں اپنی مساعی اور کارنامۂ تبلیغ میں نمایاں کامیابی نصیب ہوئی اور ملک کے گوشہ گوشہ میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے تحریری و تقریری فیوض و برکات سے مسلمانوں میں ایک حیاتِ تازہ پیدا ہوگئی جذبۂ اسلامی بیدار ہو گیا اور اکثر و بیشتر مسلمانوں کے ہر شعبۂ زندگی میں ایک بہتر انقلاب پیدا ہو گیا۔ اب تک تمام معتبر و مستند علوم دینیہ، عربی و فارسی زبان میں مدوّن تھے مگر اس مجددِ وقت

کے فیضانِ ایمانی و روحانی سے اردو لٹریچر دینِ مبین کی حیات افروز دولت سے مالا مال ہو گیا۔

حضرت والا قدس سرہٗ العزیز کی تصانیف کثیرہ۔ تفسیر و احادیث اور فقہ و تصوف پر مشتمل ہیں اور ملفوظات و مواعظ ہزاروں کی تعداد میں موجود ہیں۔ دورِ حاضر کے خاص دینی علوم و فنون کے مبصروں نے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے دینی کارناموں کے پیشِ نظر یہ تسلیم کر لیا ہے کہ حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ اس عہد کے مجدد ملت، حکیم الامت و حجۃ اللہ فی الارض تھے چنانچہ اظہر من الشمس ہے کہ خواص و عوام کے لئے، علماء و صلحاء کے لئے طالبین و سالکین کے لئے مفید و کارآمد اور بصیرت افروز اعجازی و الہامی مضامین مدتوں تک منجانب اللہ حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کے قلم و زبان سے جاری رہے، شریعت و طریقت کے دقائق و حقائق کی تشریح و وضاحت ہوتی رہی۔

الحمد للہ علی ذالک

مسلمانوں کے لئے دین و دنیا کا کوئی شعبہ ایسا نہیں ہے جس پر حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کی سیر حاصل مستند و معتبر تصانیف اور مواعظ و ملفوظات نہ ہوں۔ نصائح و وصایا کا بھی نہایت جامع و نافع مکمل دستور العمل مرتب فرما دیا ہے، خود بھی بار بار ارشاد فرمایا ہے۔ بحمد اللہ و بفضلہ تعالےٰ سب ضروری کام ہو گیا ہے، صدیوں تک کے لئے دین کا راستہ بے غبار ہو گیا ہے آئندہ نسلوں کے لئے انشاء اللہ تعالےٰ میری ہی تصانیف۔ ملفوظات و مواعظ سے ضروری کام چلتا رہے گا یہ سب حضرت حاجی صاحب قدس سرہ العزیز کا فیض و برکت ہے۔

چند خاص اہم تصانیف

حضرت قدس سرہ العزیز کی یوں تو تقریباً ایک ہزار تصانیف ہیں اور ہر تصنیف اپنے مقام پر نہایت رفیع، جلیل القدر اور معتبر و مفید ہے مگر میں صرف چند ضروری کتابوں کی طرف توجہ مبذول کراتا ہوں جن کے مطالعہ سے انشاء اللہ تعالیٰ دین کا بہت ضروری علم حاصل

ہو گا۔

اس میں شک نہیں کہ چند کتابیں ایسی ہیں جن کے لئے ضروری ہے کہ کسی معتبر عالم سے سبقاً سبقاً استفادہ کیا جائے۔ سب سے زیادہ اہم اور ضروری کتابیں جن کا شروع ہی میں مطالعہ کیا جائے تو بہت مناسب ہے وہ اشرف السوانح ہر چہار حصہ ہے یہ کتاب اپنی نافعیت میں لاجواب ہے۔

یوں تو اس کتاب میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی حیات مبارک کے مفصل حالات ابتداء سے تا آخر مذکور ہیں مگر اس کے حصہ دوم میں حضرتؒ کا تمام کارنامۂ تبلیغ دین نہایت جامعیت و نافعیت کے ساتھ افادیت عام کے لئے بہترین ہدایت نامہ ہے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے جہاں تفسیر بیان القرآن اور کلید مثنوی جیسی مہتم بالشان اور عظیم المرتبت کتابیں اردو میں تصنیف فرمائی ہیں۔ اور التکشف نیز بوادر النوادر میں معارف و حقائق کی نہایت سلیس اردو میں وضاحت فرمائی وہاں روزمرّہ کی دینی ضروریات کے لئے چھوٹے چھوٹے رسالے اور کتابیں بھی تحریر فرمائیں جن سے مسلمانوں کے بچّے اور عورتیں تک مستفیض ہوئیں اور انشاء اللہ تعالےٰ ہوتی رہیں گی۔

چنانچہ بہشتی زیور اور بہشتی گوہر ان کی ایک زندہ و تابندہ مثال ہے یہ اردو میں دین کی ایسی بے مثال اور شہرۂ آفاق کتاب ہے جس میں حضرتؒ نے تمام قرآن و حدیث کے مضامین کے بحر ذخار کو کوزہ میں بند کر دیا ہے۔ مسلمانوں کی روزمرّہ کی زندگی میں دین و دنیا کی کوئی ایسی ضروری بات نہیں جو اس میں مذکور نہ ہو گویا دین اسلام کی یہ ایک مکمل انسائیکلو پیڈیا ہے۔ آج تک کوئی ایسی کتاب نہ تھی جس میں خاص طور پر عورتوں کے لئے تمام دینی معلومات اور ضروریات دنیوی کے لئے تمام مسائل اور علوم نہایت سہل طریقے سے اُردو زبان میں جمع کر دیئے گئے ہوں۔ اس کتاب میں جہاں عقائد، ایمان، عبادات، معاملات، معاشرت، اخلاقیات کے نہایت سہل زبان میں مضامین ہیں۔ وہاں پند و نصائح بھی ہیں۔ علاج معالجہ کی تدبیریں بھی ہیں۔

صنعت وحرفت جو گھریلو زندگی میں ممکن ہے اس کا بھی ذکر ہے۔ مختلف بیماریوں اور مشکلات کے لئے ضروری تعویذ اور مسنون عملیات و دعائیں بھی ہیں۔ مزید تفصیل تو مطالعہ ہی سے واضح ہوگی۔

اس کے علاوہ اور بھی بہت سی مختصر مختصر کتابیں حضرتؒ کی تصانیف میں ہیں، اہلِ ذوق ان کو فراہم کریں اور مطالعہ سے فائدہ حاصل کریں۔ حضرتؒ نے عام مسلمانوں خصوصاً دنیوی مشاغل میں مصروف رہنے والوں کے لئے شریعت وطریقت کا ضروری علم حاصل کرنے کے لئے چند کتابیں تجویز فرمائی ہیں جن کی فہرست مَیں آئندہ پیش کر دوں گا۔ ہر شخص ان کو پڑھ کر اپنی ظاہری و باطنی زندگی اللہ اور اس کے رسول کی سنت کے مطابق آسانی سے سنوار سکتا ہے اور تمام مکروہات ومنکرات اور ضلالت وگمراہی سے بچ سکتا ہے۔ حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی ہی میں چند بزرگوں نے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی تصانیف کے اقتباسات وانتخابات مناسب ترتیب وتبویب کے ساتھ جمع کرکے شائع کئے ہیں جو اپنی نوعیت میں بہت ہی کارآمد ہیں[1]۔ اور حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ نے ان کو پسند بھی فرمایا ہے اور خود بھی اپنے مجددانہ انداز کے الہامی مضامین کا انتخاب مرتب کرکے شائع کیا ہے اس مجموعہ کا نام "بوادر النوادر" ہے، جو حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے ذوقِ چمن بندئ علوم کا آئینہ دار ہے۔ حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی آخری ملاقات میں علامہ سید سلیمان صاحب ندوی رحمۃ اللہ علیہ (خلیفہ ارشد حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ) سے ارشاد فرمایا تھا کہ میری تصانیف سے انتخابات شائع کرتے رہنا۔ اتنے بڑے علامہ سے یہ فرمائش بڑی معنی خیز ہے۔

بظاہر اس ارشادِ گرامی کی اہمیت اس طرح مفہوم ہوتی ہے کہ چونکہ حضرتؒ کو اپنی تصانیف ومواعظ وملفوظات پر منجانب اللہ پورا یقین تھا کہ اس میں شریعت وطریقت کی اس طرح کامل وضاحت ہوئی ہے کہ وہ آئندہ نسلوں کے لئے بہت ہی کافی وشافی ہوگی اور جب ان کے مضامین

---

[1] ۔ انفاسِ عیسیٰ، کمالاتِ اشرفیہ۔ الرفیق سواء الطریق۔ اشرف المسائل وغیرہ۔

علامہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ جیسے متبحر عالم و صاحبِ ظاہر و باطن کے ذریعہ سے اشاعت پذیر ہوں گے تو نہایت پُراثر اور مستند و معتبر ہوں گے۔ دوسری بات ذوقاً یہ سمجھ میں آتی ہے کہ چونکہ حضرت سید صاحب قدس سرہ العزیز کو حضرت شیخ سے تعلق کے صرف ڈھائی سال ملے تھے اس لئے حضرت شیخ نے خود ان کی تقویت روحانی و ترقی و تکمیل باطنیہ کے لئے اور حصول مقصود پر تسکین و اطمینان کے لئے اپنی تصانیف میں غور و فکر کے لئے احتراماً اس طرح اشارہ فرمایا ہے۔ واللہ اعلم

مولانا عبدالباری صاحب رح (خلیفۂ راشد حضرت رحمۃ اللہ علیہ) نے ایسا ہی کام سرانجام دیا ہے اور متعدد کتابیں مختلف عنواناتِ مفیدہ کے تحت میں شائع کی ہیں جو ان کی بڑی قابل قدر یادگار اور حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ سے خصوصی تعلق رکھنے والے صاحبان علم کے لئے بہت سبق آموز اور رہنما ہیں۔ کاش حضرت رح سے تعلق رکھنے والے اہل علم حضرات اس طرف توجہ فرماتے۔ حصولِ سعادت کے لئے انسب و انفع طریقہ تو یہ تھا کہ اپنی تصانیف کے ساتھ ساتھ سالکین و طالبین کو حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ کی تصانیف ہی کی طرف متوجہ کیا جاتا حضرت علامہ رحمۃ اللہ علیہ کے مواعظ کی دل نشین تشریح کی جاتی۔ تاکہ لوگوں کے امور زندگی کی اصلاح ہوتی۔ ملفوظات کی وضاحت کی جاتی۔ تاکہ زندگی کے ہر شعبہ پر روشنی پڑتی اور بہتر تغیر پیدا ہوتا۔ کیونکہ یہ مضامین تمامتر صلاح و فلاح دارین کے لئے سرچشمۂ ہدایت ہیں اور ان میں دین و دنیا کی ہر قسم کی ضرورت اور ہر طرح کی مشکل اور ہر ممکن شک و شبہ، اعتراض اور اشکال کا حل موجود ہے۔

فسادِ عقائد۔ مذمومات عبادات و طاعات۔ رسوم و بدعات کی خرابیاں، معاملات میں منکرات کی آمیزش معاشرہ میں فسق و فجور کا طغیان، اخلاق باطنیہ میں نفسانیت کی آلودگی کا مؤثر علاج اور ان سے نجات کے لئے مفید اور آسان تدابیر کا کافی و شافی ذخیرہ ان مضامین

ے تجدید دین کامل۔ تجدید تصوف و سلوک۔ تجدید تعلیم و تبلیغ۔ تجدید معاشیات وغیرہ۔

میں موجود ہے۔

ملفوظ بابت تفسیر بیان القرآن

ایک بار حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تفسیر بیان القرآن میں سب الہامی مضامین ہیں چنانچہ اللہ تعالٰی نے اپنے فضل وکرم سے جو الفاظ و معانی الہام فرمائے بعینہٖ میں نے وہی لکھے۔ بجز دو ایک مقام کے جن کی میں نے نشاندہی کر دی ہے۔ یہ تفسیر میں نے کامل شرح صدر کے ساتھ لکھی ہے اس کی قدر تو ان لوگوں کو ہوگی جنہوں نے کم از کم بیس معتبر تفسیروں کا مطالعہ کیا ہو وہ دیکھیں گے وہ مقامات جہاں سخت اشکالات و اختلافات واقع ہوئے ہیں ان کا حل کیسی سہولت کے ساتھ قوسین کے اندر صرف چند الفاظ بڑھا دینے سے ہو گیا یہ اللہ تعالٰی کا محض فضل ہے۔

۲۔ نشر الطیب جو کہ سیرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر مختصر و جامع کتاب ہے اس کے متعلق فرمایا کہ جس گھر میں اس کا مطالعہ شوق و محبت سے کیا جاوے گا انشاء اللہ وہاں ہر طرح سے خیر و برکت ہوگی۔

۳۔ کتاب تعلیم الدین ایسی کتاب ہے جس میں دین کے پانچوں شعبے یعنی عقائد، عبادات و معاملات، معاشرات، اخلاقیات کے متعلق تمام مضامین کلام اللہ اور کلام رسول اللہ ﷺ ہی سے اخذ کر کے جمع کئے گئے ہیں اور تصوف کی اصطلاحات کی وضاحت کی گئی ہے اگر کم فرصت اصحاب صرف اپنے مطالعہ کو اسی پر منحصر کر لیں تو انشاء اللہ دنیا و آخرت کے لئے بڑا جامع و نافع، کافی و شافی ذخیرہ موجود ہے۔

۴۔ حیات المسلمین۔ اس کے متعلق حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کا ملفوظ ملاحظہ ہو:

ملفوظ بابت حیات المسلمین

فرمایا مجھ کو اپنی کسی تصنیف کے متعلق یہ خیال نہیں کہ یہ میرا سرمایۂ نجات ہے۔ البتہ

حیوٰۃ المسلمین کے متعلق میرا غالب خیال یہی ہے کہ اس سے میری نجات ہو جائے گی۔ اس کو میں اپنی ساری عمر کی کمائی اور ساری عمر کا سرمایہ سمجھتا ہوں مگر لوگ اس کو اردو میں دیکھ کر بے وقعت سمجھتے ہیں اس کی قدر ان علماء کو ہوگی جو حدیث شریف پڑھاتے ہیں وہ دیکھیں گے کہ کون اشکال کہاں پر کس ذرا سے لفظ سے حل ہو گیا ہے اور پھر یہ کتاب گویا ایک فہرست ہے ان اعمال کی کہ جن سے یقینی طور پر دنیا کی بھی فلاح حاصل ہوگی اور دین کی بھی۔ میں نے اس کو بہت سوچ سوچ کر لکھا ہے اس کے لکھنے میں مجھ کو تعب ہوا ہے میں اول اس کے مضامین لکھتا تھا پھر ان کو سہل کرتا تھا اس کے بعد دیکھتا تھا اگر کم سہل ہوئے تو پھر دوبارہ سہل کرتا تھا اور میں ہر ماہ اس کے ۲ دو ورق لکھا کرتا تھا اور وہ ۲ دو ورق بھی بعض مرتبہ کئی کئی بار کے مسودہ میں لکھے جاتے تھے۔ (حاضرین میں سے ایک صاحب نے بہشتی زیور کے سہل ہونے کی تعریف فرمائی)، اس پر فرمایا کہ اس کے اندر تو مسائل ہیں۔ اس کی تسہیل تو چنداں دشوار نہیں اور اس کے اندر احادیث کی شرح کی گئی ہے مگر ایسی شرح کی گئی ہے کہ جس سے سارے اشکالات کا حل ہو گیا ہے اگر کسی کے ذہن میں کوئی اشکال ہو تو وہ اس کے پڑھنے سے حل ہو جائے گا اور اس کی اسی شخص کو قدر ہوگی ورنہ اور کوئی کیا قدر کر سکتا ہے۔ میرا تو ارادہ تھا کہ میں ایک بار حیوٰۃ المسلمین کو خود پڑھ دوں گا مگر ہجوم کے احتمال پر موقوف کر دیا مسلمانوں کو جتنی ذلت اور پریشانی آج کل ہو رہی ہے اس کتاب میں ان سب کا علاج ہے۔

پھر ایک صاحب نے ملفوظ مسمیٰ بہ السلسبیل کی تعریف کی پھر اس کے بعد اس میں سے مختصر ملفوظ "الیم فی السم" کی بھی تعریف فرمائی تو حضرت نے ہنس کر ارشاد فرمایا کہ میں اس ملفوظ کو ایک رسالہ کہا کرتا ہوں۔ ایک رسالہ تو میرا بارہ جلدوں میں ہے یعنی تفسیر "بیان القرآن" اور ایک رسالہ میرا بارہ سطروں میں ہے یعنی "الیم فی السم" مگر یہ میزان کل ہے تمام سلوک کی لیکن اس میزان کل کی قدر اس کو ہوگی جس نے پوری چھان بین کی ہو، اور پوری تفصیل دیکھی ہو ورنہ کوئی کیا قدر کر سکتا ہے اس میں کوئی بات سلوک کی رہی نہیں۔

مکتوب ملقّب بہ "الیمّ فی السّم"

ایک طالب نے اپنے خط میں کوئی وظیفہ یا طریقہ پوچھا تھا جس سے طاعات میں ترقی اور معاصی سے اجتناب میسر ہو۔ جواب تحریر فرمایا کہ طاعات و معاصی دونوں امور اختیاریہ ہیں جن میں وظیفہ کو کچھ دخل نہیں، رہا طریقہ سو طریقہ امور اختیاریہ کا بجز استعمال اختیار کے اور کچھ بھی نہیں، ہاں سہولت اختیار کے لئے ضرورت ہے مجاہدہ کی جس کی حقیقت ہے مخالفت (بمعنی مقاومت) نفس۔ اس کو ہمیشہ عمل میں لانے سے بتدریج سہولت حاصل ہو جاتی ہے۔ میں نے تمام فن لکھ دیا آگے شیخ کے دو کام رہ جاتے ہیں ایک بعض امراض نفسانیہ کی تشخیص۔ دوسرے بعض طرق مجاہدہ کی تجویز جو کہ ان امراض کا علاج ہے۔ فقط

فرمایا۔ جب قصد السبیل لکھی ہے رمضان شریف کا مہینہ تھا مجھ کو بھی بہت مسرت ہوئی تھی اگر مناسبت ہو جائے تو انہیں کتابوں کو لے کر بیٹھ جائیے عمر بھر کی رہبری کے لئے کافی ہیں مثلاً قصد السبیل، تعلیم الدین، تربیت السالک وغیرہ۔

ایک مشورہ

فرمایا گو مجھ سے کوئی بیعت نہ ہو۔ لیکن عقیدت کے ساتھ میری کتابیں لے کر کونے میں بیٹھ جائے انشاء اللہ تعالیٰ واصل الی المقصود ہو جائے گا۔ اس ضمن میں آپ نے فرمایا کہ جو طالب علم کسی بزرگ سے بھی مناسبت نہ رکھتا ہو اس کے لئے یہ مناسب ہے کہ کتاب و سنت پر عمل کرتا رہے اور اپنی اصلاح و ہدایت کے لئے بارگاہ الٰہی میں دعا کرتا رہے انشاء اللہ تعالیٰ وہ بھی واصل الی المقصود ہو جائیگا۔

چند خاص تصانیف

تفسیر بیان القرآن (۱۲ جلد) ٭ مسائل السلوک ٭ اعلاء السنن (۱۸ جلد) ٭ نشر

الطیب فی ذکر النبی الجبیب صلی اللہ علیہ وسلم ؛ زاد السعید فی الصلوٰت علی النبی الوحید صلی اللہ علیہ وسلم ؛ تعدیل حقوق الوالدین ؛ امداد الفتاوٰی ؛ حیاۃ المسلمین ؛ صیانۃ المسلمین ؛ اغلاط العوام ؛ صفائی معاملات جزاء الاعمال ؛ اصلاح الرسوم اصلاح انقلاب ؛ حقوق الاسلام ؛ آداب المعاشرت فروع الایمان ؛ اکسیر فی اثبات التقدیر ؛ الانتباہات المفیدہ تعلیم الدین ؛ المصالح العقلیہ ؛ حفظ الایمان ؛ شوق وطن التکشف عن مہمات التصوف ؛ التشرف بمعرفۃ احادیث التصوف ؛ السنۃ الجلیۃ فی الچشتیۃ العلیہ ؛ کلید مثنوی معنوی ؛ مناجات مقبول ؛ تربیت السالک ؛ احکام التجلی ؛ الخطب الماثورہ ؛ موائد العوائد ؛ بوادر النوادر وغیرہ وغیرہ

چند کتب ملفوظات

ملفوظات حسن العزیز ۴ جلد ؛ افادات یومیہ ۷ جلد

کمالات اشرفیہ ؛ احسن الکلام ۔ کلمۃ الحق وغیرہ

اشرف النصاب

حضرت والاؒ نے ان لوگوں کے لئے جو دنیاوی مشاغل کی وجہ سے دین کا ضروری علم حاصل کرنے سے بھی محروم رہتے ہیں۔ احکاماتِ شریعت وسنت کے ضروری علوم جن کو ہر مسلمان کے لئے حاصل کرنا ضروری ہے ان کے لئے چند خاص خاص کتابوں کا ایک نصاب مقرر فرمایا ہے جس کے مطالعہ سے تمام ضروری فرائض و واجبات اور اوامر و نواہی کا علم ہر شخص کو حاصل ہو سکتا ہے ورنہ بغیر اس علم کے حاصل کئے ہوئے نہ دنیا ہی کی فلاح مل سکتی ہے نہ آخرت کے مواخذہ سے نجات ممکن ہے وہ نصاب ذیل میں درج ہے۔ کتابوں کا مطالعہ اسی ترتیب سے کیا جائے۔

۱۔ بہشتی زیور اور بہشتی گوہر ۲۔ حقوق الاسلام

۳۔ فروع الایمان	۴۔ جزاء الاعمال
۵۔ صفائی معاملات	۶۔ اصلاح الرسوم
۷۔ تعلیم الدین	۸۔ حیوٰۃ المسلمین
۹۔ آداب المعاشرت	۱۰۔ قیامت نامہ شاہ رفیع الدین صاحبؒ
۱۱۔ تبلیغ دین	۱۲۔ نشر الطیب
۱۳۔ قصد السبیل	۱۴۔ شوقِ وطن
۱۵۔ الانتباہات المفیدہ	۱۶۔ تسہیل المواعظ کے وعظ
اس کی تسہیل حل الانتباہات	جس قدر مل سکیں

ھدایت :۔

۱۔ اگر تسہیل المواعظ نہ مل سکیں تو ان کے بجائے اصل مواعظ کا مطالعہ کیا جائے اس کے بعد مزید ترقی وبصیرت کے لئے جس قدر ممکن ہو دوسرے مواعظ اشرفیہ (بالخصوص مواعظ ہفت اختر، طریق القلندر اور محاسن الاسلام)، اور ملفوظات اشرفیہ کا مطالعہ مناسب ہے۔

۲۔ مناسب یہ ہوگا کہ اس نصاب کے سلسلہ میں مندرجہ ذیل تفصیل کے مطابق تین سبق ساتھ ساتھ شروع کئے جاویں۔

۱۔ بہشتی زیور مع بہشتی گوہر

۲۔ مواعظ میں سے کوئی وعظ

(جب ایک وعظ ختم ہو جائے تو دوسرا وعظ شروع کر دیا جائے) اور

۳۔ باقی چودہ کتب میں سے کوئی کتاب

(ترتیب مذکورہ کے مطابق)

نصابِ تصوّف

حضرت والاؒ نے اہلِ تصوف اور سالکینِ طریق کے لئے بھی چند کتابوں کا ایک نصاب مقرر فرمایا ہے جس کا پڑھنا اور سمجھنا اور اس کے مطابق عمل کرنا نہایت ضروری ہے انشاء اللہ تعالیٰ اس کے مطالعہ سے سالکین کو نفس و شیطان کے مکائد معلوم ہوں گے اور ہر طرح کی بدعات وضلالت باطنیہ کی ضروری اور تفصیلی معلومات حاصل ہو گی۔

اگر کسی اہلِ علم سے سمجھ کر پڑھ لیا جائے تو زیادہ مناسب ہے۔

جس طرح کتابوں کی نمبروار ترتیب دی گئی ہے اسی طرح پڑھنے کی ہدایت ہے۔

۱۔ آداب المعاشرت	۲۔ معمولات خانقاہ	۳۔ رحمۃ المتعلمین حصہ اوّل
۴۔ تعلیم الدین باب اول و دوم	۵۔ التکشف حصہ اوّل	۶۔ فروع الایمان
۷۔ نُزہۃ البساتین	۸۔ وعظ راحت القلوب	۹۔ تبلیغ الدین
۱۰۔ جہاد اکبر	۱۱۔ قصد السبیل	۱۲۔ بقیہ تعلیم الدین
۱۳۔ التکشف حصہ دوم سوم	۱۴۔ مسائل السلوک	۱۵۔ کلید مثنوی دفتر ششم
۱۶۔ تربیت السالک (تمام)	۱۷۔ عوارف یا اس کا ترجمہ	۱۸۔ الدر المنضود
۱۹۔ ترجمہ آداب العبودیۃ	۲۰۔ ترجمہ تنبیہ المغترین	۲۱۔ اکمال الشیم
۲۲۔ رفع الضیق	۲۳۔ اصول الوصول	۲۴۔ الابتلاء لاہل الاصطفا

اپنی تصانیف کے متعلق حضرتؒ کا یقین

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں ایک بار کچھ مخالفین کی حضرتؒ کی تصانیف کے متعلق مخالفانہ کارروائیوں کا ذکر تھا۔ اس وقت حضرت نے بہت خوش کے ساتھ فرمایا کہ مخالفین سب اپنی اپنی کوششیں کرلیں آپ دیکھیں گے کہ انشاء اللہ تعالیٰ میری کتابیں ایسی پھیلیں گی کہ کسی کے روکے نہ رکیں گی (بفضلہ تعالےٰ ایسا ہی ہو رہا ہے) (اشرف السوانح)

حکیم الامتؒ کے آثارِ علمیہ

حضرت حکیم الامۃ مولانا اشرف علی رحمۃ اللہ علیہ کے علمی و دینی فیوض و برکات اس قدر مختلف الانواع ہیں کہ ان سب کا احاطہ ایک مختصر سے مضمون میں نہیں ہوسکتا اور یہی ان کی جامعیت ہے جو ان کے اوصاف و محامد میں سب سے اوّل نظر آتی ہے وہ قرآن پاک کے مترجم ہیں، مجوّد ہیں، مفسّر ہیں، اس کے علوم و حکم کے شارح ہیں، اس کے شکوک و شبہات کے جواب دینے والے ہیں، وہ محدث ہیں، احادیث کے اسرار و نکات کے ظاہر کرنے والے ہیں، وہ فقیہ ہیں، ہزاروں فقہی مسائل کے جوابات لکھے ہیں۔ نئے سوالوں کو حل کیا ہے۔ نئی چیزوں کے متعلق انتہائی احتیاطوں کے ساتھ فتوے دیئے ہیں۔ وہ خطیب تھے خطب ماثورہ کو یکجا کیا ہے وہ واعظ تھے ان کے سینکڑوں وعظ چھپ کر عام ہو چکے ہیں۔ وہ صوفی تھے۔ تصوف کے اسرار و غوامض کو فاش کیا ہے۔ شریعت و طریقت کی ایک مدت کی جنگ کا خاتمہ کر کے دونوں کو ایک دوسرے سے ہم آغوش کیا ہے۔ ان کی مجلسوں میں علم و معرفت اور دین و حکمت کے موتی بکھیر کر جاتے تھے۔ اور یہ موتی جن گنجینوں میں محفوظ ہیں، وہ ملفوظات ہیں جن کی تعداد بیسیوں تک پہنچ چکی ہے، وہ مرشدِ کامل تھے، ہزاروں مسترشد و مستفید ان کے سامنے اپنے احوال و واردات پیش کرتے تھے اور وہ ان کے تسکین بخش جوابات دیتے اور ہدایات کرتے تھے۔ جن کا مجموعہ تربیۃ السالک ہے۔

انھوں نے بزرگوں کے احوال وکمالات کو یکجا کیا اور اس ذخیرہ سے سب کو آشنا کیا، ان کی متعدد کتابیں اس مضمون پر ہیں۔ انھوں نے حضرات چشت کے احوال واقوال میں سے بظاہر اعتراض کے قابل باتوں کی حقیقت ظاہر کی اور ان کی تاویلات کیں ان کی کتابوں کے خلاصے، اقتباسات اور تسہیلات ان سے الگ ہیں جن کی ترتیب ان کے مسترشدین نے کی ہے وہ مصلح امت تھے، امت کے سینکڑوں معائب کی اصلاح کی، رسوم وبدعات کی تردید، اصلاح رسوم اور انقلاب حال پر متعدد تصانیف کیں وہ حکیم الامت تھے، مسلمانوں کے علاج اور نشاۂ واحیاء پر حیوٰۃ المسلمین وغیرہ رسائل تالیف فرمائے، غرض ان کی زندگی میں مسلمانوں کی شاید کوئی مذہبی ضرورت ہوگی۔ جس کا مداوا اس حکیم الامۃؒ نے اپنی زبان اور قلم سے نہیں فرمایا اور جس کی وسعت کا اندازہ تحقیق اور مطالعہ کے بعد ہی نظر آسکتا ہے۔

ان کی تصنیفات ہندوستان کے پورے طول وعرض میں پھیلیں اور ہزاروں مسلمانوں کی صلاح وفلاح کا باعث ہوئیں، اردو اور عربی کے علاوہ مسلمانوں نے اپنے ذوق سے ان کی متعدد تصانیف کا ترجمہ غیر زبانوں میں بھی کیا چنانچہ ان کی متعدد کتابوں کے ترجمے انگریزی بنگالی، گجراتی اور سندھی میں شائع ہوئے۔

ان کی تصانیف کی تعداد جن میں چھوٹے بڑے رسائل اور ضخیم تصانیف سب داخل ہیں آٹھ سو کے قریب ہیں۔ ۱۳۵۴ھ میں ان کے ایک خادم مولوی عبدالحق صاحب فتحپوری نے ان کی تصنیفات کی ایک فہرست شائع کی تھی جو بڑی تقطیع کے پورے ۸۶ صفحوں کو محیط ہے، اس کے بعد کے نو برسوں میں جو رسائل یا تصانیف ترتیب پائیں وہ ان کے علاوہ ہیں کہا جاتا ہے کہ ہر صدی کا مجدد اپنی صدی کے کمالات کا اعلیٰ نمونہ ہوتا ہے اگر یہ سچ ہے تو یہ صدی جو مطبوعات ومنشورات کے کمالات سے مملو ہے اور جس کا اہم کارنامہ خواہ حق کے اثبات واظہار میں ہو یا باطل کی نشرواشاعت میں، پریس اور مطبع ہی کے برکات ہیں، زبان و

قلم اس صدی کے مبلغ ہیں اور رسائل و منشورات دعوت کے صحیفے ہیں اس بنا پر مناسب تھا کہ اس صدی کے مجدد کی کرامت بھی انہی کمالات میں جلوہ گر ہو۔

علمائے اسلام میں ایسے بزرگوں کی کمی نہیں جن کی تصانیف کے اوراق اگر ان کی زندگی کے ایام پر بانٹ دیئے جائیں تو اوراق کی تعداد زندگی کے ایام پر فوقیت لے جائے، امام جریر طبری، حافظ خطیب بغدادی، امام رازی، حافظ ابن جوزی، حافظ سیوطی وغیرہ متعدد نام اس سلسلہ میں لئے جا سکتے ہیں۔ ہندوستان میں مولانا ابو الحسنات عبد الحی فرنگی محلی رحمۃ اللہ علیہ اور نواب صدیق حسن خاں صاحب مرحوم کے نام بھی اس سلسلہ میں داخل ہیں، اس سلسلہ کا آخری نام حضرت مولانا تھانوی علیہ الرحمۃ کا ہے۔

تصانیف کے انواع

مولانا کے رسائل اور تصانیف کی تعداد گو آٹھ سو کے قریب ہے، مگر ان میں چھوٹے چھوٹے رسالے بھی جن کو نئی اصطلاح میں مضامین و مقالات کہتے ہیں داخل ہیں، ان میں بعض اتنے مختصر ہیں کہ صرف صفحے دو صفحے میں ہیں۔ بعض ایسی ضخیم ہیں کہ کئی کئی جلدوں میں ہیں۔ بیشتر تصانیف نثر میں اور اردو زبان میں ہیں البتہ بارہ تیرہ رسائل و کتب عربی زبان میں ہیں جن کے نام یہ ہیں۔ سبق الغایات[1] فی نسق الآیات، انوار الوجود[2]، التجلی العظیم[3]، حواشی تفسیر[4] بیان القرآن، تصویر المقطعات[5]، التلخیصات[6] العشر، مائۃ دروس[7]، الخطب[8] الماثورہ وجوہ[9] المثانی، سبع سیارہ[10]، زیادات[11]، جامع[12] الآثار، تائید الحقیقہ اور تین فارسی میں ہیں، مثنوی زیر و بم[1] تعلیقات[2] فارسی، عقائد[3] بانی کالج۔

نظم و نثر: نظم میں مولانا کی تصنیف ہی ایک مثنوی زیر و بم ہے اور یہ طالب العلمی کے بعد ہی لکھی ہے۔ بظاہر اس میں ایک بیوقوف عاشق اور چالاک معشوق کا قصہ ہے مگر درحقیقت یہ نفس انسانی کی بصیرت افروز حکایت ہے ایک اور نظم اوراد رحمانی کے آخر

ہیں ہے مولانا کو فارسی کے بے شمار اشعار یاد تھے۔ حافظ اور مولانا رومی کے اشعار بیشتر نوک زبان تھے اور نظم کا ملکہ اور سلیقہ بھی تھا، مگر کبھی اس سے کام نہیں لیا۔ ایک دفعہ میں نے اپنے برادر گرامی قدر مولوی مسعود علی صاحب کو جو تھانہ بھون میں مقیم تھے۔ اپنے حاضر ہونے کے قصد سے مطلع کیا اور ریاض مرحوم کا یہ مصرع لکھ دیا:-

زندگی ہے تو فقیروں کا بھی پھیرا ہو گا

برادر موصوف نے یہ اطلاع مولانا کو دی اور یہ مصرع بھی سنا دیا تو فوراً فقیروں کو بدل کر یوں فرمایا۔

زندگی ہے تو سلیماں کا بھی پھیرا ہو گا

ایک دفعہ حضرت نے خاکسار کو ایک تسبیح عنایت فرمائی، تو خاکسار نے ایک بیت کہی

ع خواجہ بخشید مرا سبحہ صد دانہ بلطف ❊ دانہ انداخت و در حلقہ مرا کرد اسیر

وصل مرحوم نے موقع سے حضرت کو یہ سنا دیا تو فرمایا "تو بھئی مجھے بھی اس کا جواب کہنا پڑے گا" مگر کچھ فرمایا نہیں، سب سے آخر میں جب خاکسار نے از خود حضرت کی تحریک و اشارہ کے بغیر اپنے احساس سے مجبور ہو کر رجوع و اعتراف کا مضمون معارف میں شائع کیا اور ملاحظہ کے لئے بھیجا تو بہت مسرّت ظاہر فرمائی اور مثنوی کے وزن پر دس بارہ شعر لکھ کر بھیجے جو اس ہیچ میرز کے لئے وجہ سعادت ہیں یہ غالباً آخری نظم کی تصنیف ہے اور اس کا ایک نام بھی حضرت نے رکھ دیا ہے۔

موضوعاتِ نثر

تصانیف کا بیشتر حصہ اصلاحی اور فقہی ہے اور کم تر کتب درس کے متعلق، تاہم دو چار درسی کتابوں پر بھی رسائل ہیں۔ مذہبی تصانیف میں علوم القرآن، علوم الحدیث، کلام و عقائد، فقہ و فتاوٰی اور سلوک و تصوف اور مواعظ اکثر ہیں۔

قرآنِ پاک کی خدمت

اسلام میں علم کا سب سے پہلا سفینہ خود اسلام کا صحیفہ ہے، یعنی قرآن پاک، مولانا نے اس کی خدمت کی سعادت جس جس نوع سے حاصل فرمائی وہ بجائے خود ان کی ایک علمی کرامت ہے، کانپور کے زمانۂ قیام میں مطبع انتظامی میں تشریف رکھتے تھے۔ وہاں پر امت کے اولین مفسر قرآن حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کو خواب میں دیکھا۔ جن کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اَللّٰھُمَّ عَلِّمْہُ الکتاب کی دعا دی تھی اور بشارت سنائی تھی۔ مولانا فرماتے تھے کہ اس رویا کے بعد سے میری مناسبتِ قرآنی بہت بڑھ گئی تھی اور یہ رویا اسی کی طرف اشارہ تھا۔

قرآن پاک کی خدمت کی یہ سعادت نہ صرف معنوی حیثیت سے حاصل فرمائی بلکہ لفظ و معنی دونوں حیثیتوں سے وہ حافظ تھے اور بڑے جید حافظ و قاری تھے اور فنون تجوید و قراءت کے بڑے ماہر اخیر زمانہ میں پانی پت کے قاری عبدالرحمان صاحب پانی پتی رحمہ اللہ کی برکت سے قراءت سے ایک خاص مناسبت حاصل ہو گئی تھی۔ مولانا ایک دفعہ جب پانی پت گئے تو لوگوں نے ان کو بالقصد کسی جہری نماز میں امام بنا دیا۔ مولانا نے بے تکلف کسی تصنع کے بغیر ایسی قراءت فرمائی کہ قاریوں نے تعریف کی کہ صحتِ مخارج کے ساتھ تکلف کے بغیر اس قدر مؤثر قراءت نہیں سنی، مولانا کی قراءت کی خصوصیت یہ تھی کہ اس میں مخارج کی پوری صحت ہوتی تھی لیکن لہجہ میں عام قاریوں کی طرح بناوٹ نہ تھی اور نہ تحسین آواز کے لئے بتکلف اتار چڑھاؤ ہوتا تھا بلکہ فطری آواز بلا تکلف حسبِ موقع گھٹتی بڑھتی رہتی تھی اور تاثیر میں ڈوب کر نکلتی تھی کہ ہر چہ از دل خیزد بر دل ریزد۔

۱۔ تجوید و قراءت و متعلقاتِ علوم قرآنی

علوم القرآن میں سے یہ پہلا فن ہے مولانا نے اس فن پر حسب ذیل کتابیں تصنیف فرمائیں

۱۔ جمال القرآن یہ فنِ تجوید کا رسالہ ہے جس میں قرآن مجید کو ترتیل اور تجوید سے پڑھنے کے مسائل ہیں، مخارج اور صفاتِ حروف، اظہار واخفاء، ابدال وادغام وتفخیم و ترقیق اور وقف ووصل کے مسائل درج فرمائے ہیں۔

۲۔ تجوید القرآن اس مختصر منظوم رسالہ میں بچوں کی یاد کے لئے تجوید کے عام مسائل لکھے ہیں۔

۳۔ رفع الخلاف فی حکم الاوقاف، اوقافِ قرآنی کے بارہ میں قاریوں میں جو اختلاف ہے اس رسالہ میں اس کی توجیہ وتطبیق کی صورت بیان کی گئی ہے۔

۴۔ وجوہ المثانی، اس میں قرآن شریف کی مشہور قراتوں کے اختلافات کو قرآنِ پاک کی سورتوں کی ترتیب سے سلیس عربی میں جمع فرمایا ہے اور اخیر میں تجوید و قراءت کے کچھ قواعد تحریر فرمائے ہیں،

۵۔ تنشیط الطبع فی اجراء السبع، قراءت سبع اور اس فن کے رواۃ کی تفصیل درج کی گئی ہے۔

۶۔ زیادات علی کتب الروایات، اس میں قراءت کی غیر مشہور روایتوں کی سندیں ہیں، یہ وجوہ المثانی کے اخیر میں بطور ضمیمہ ہے۔

۷۔ ذنابات لما فی الروایات۔ یہ اگلے رسالہ کا ضمیمہ ہے۔

۸۔ یادگارِ حق القرآن اس میں قرآن مجید کے آداب اور تجوید کے مسائل کا مختصر بیان ہے، یہ تجوید القرآن کا اختصار اور ضمیمہ ہے۔

۹۔ متشابہات القرآن لتراویح۔ رمضان میں قرآن پاک کے حفاظ کو تراویح میں قرآن سنانے میں بعض مشہور مقامات پر جو متشابہات لگتے ہیں، ان سے بچنے کے ان میں چند قواعد کلیہ یعنی گر بعض آیات کے ضبط فرمائے گئے ہیں۔

۱۰۔ آداب القرآن۔ قرآن پاک کی تلاوت کے آداب، اور تلاوت کرنے والوں کی کوتاہیوں

کی اصلاح کے لئے ہدایات و تنبیہات ہیں۔

۲۔ ترجمہ و تفسیر قرآن

ا۔ ترجمہ ۔ قرآن پاک کا سلیس و با محاورہ اردو ترجمہ جس میں زبان کی سلاست کے ساتھ بیان کی صحت کی احتیاط ایسی کی گئی ہے، جس سے حقیر کی نظر میں بڑے بڑے ترجمے خالی ہیں، قرآن پاک کا سب سے صحیح اردو ترجمہ حضرت مولانا شاہ رفیع الدین دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا ترجمہ ہے، لیکن وہ بہت ہی لفظی ہے، اس لئے عام اردو خوانوں کی فہم سے باہر ہے۔ مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے اس ترجمہ میں دونوں خوبیاں یکجا ہیں، یعنی ترجمہ اور زبان فصیح ہے، اس ترجمہ میں ایک خاص بات اور ملحوظ رکھی گئی ہے کہ اس زمانہ میں کم فہمی یا ترجموں کی عدم احتیاط کی وجہ سے جو شکوک قرآن پاک کی آیات میں عام پڑھنے والوں کو معلوم ہوتے ہیں ان کا ترجمہ ہی اس میں ایسا کیا گیا ہے کہ کسی تاویل کے بغیر وہ شکوک ہی ان ترجموں کے پڑھنے سے پیش نہ آئیں، اور پھر قرآن پاک کے لفظوں سے عدول بھی ہونے نہ پائے۔ اسی لئے کہیں کہیں مزید تفہیم کی غرض سے قوسین میں ضروری تفسیری الفاظ بھی بڑھائے گئے ہیں، یہ مولانا کی عظیم الشان خدمت ہے۔

۲۔ تفسیر بیان القرآن، یہ بارہ جلدوں میں قرآن پاک کی پوری تفسیر ہے جس کو ڈھائی سال کی مدت میں مولانا نے تمام فرمایا ہے، اس تفسیر کی حسب ذیل خصوصیتیں ہیں۔ سلیس و بامحاورہ حتی الوسع تحت اللفظ ترجمہ، نیچے ف کے اشارہ فائدہ سے آیت کی تفسیر میں روایات صحیحہ اور اقوال سلف صالحین کا التزام کیا گیا ہے، فقہی اور کلامی مسائل کی توضیح کی گئی ہے لغات اور نحوی ترکیبوں کی تحقیق فرمائی گئی ہے، شبہات اور شکوک کا ازالہ کیا گیا ہے صوفیانہ اور ذوقی معارف بھی درج کئے گئے ہیں، تمام کتب تفسیر کو سامنے رکھ کر ان میں سے کسی قول کو دلائل سے ترجیح دی گئی ہے، ذیل میں اہل علم کے لئے عربی لغات اور نحوی تراکیب کے مشکلات

حل کئے گئے ہیں، اور حاشیہ پر عربی میں اعتبارات وحقائق اور معارف الگ لکھے گئے ہیں، ماخذ وں میں غالباً سب سے زیادہ آلوسی بغدادی حنفی کی تفسیر روح المعانی پر اعتماد فرمایا گیا ہے، یہ تفسیر اس لحاظ سے حقیقتہً مفید ہے کہ تیرھویں صدی کے وسط میں لکھی گئی ہے، اس لئے تمام قدماء کی تصانیف کا خلاصہ ہے، اور مختلف ومنتشر تحقیقات اس میں یکجا مل جاتی ہیں۔

عام طور سے سمجھا جاتا ہے کہ اردو تفسیریں صرف عوام اردو خوانوں کے لئے علماء لکھتے ہیں یہی خیال مولانا کی اس تفسیر کے متعلق بھی علماء کو تھا، لیکن ایک دفعہ اتفاق سے مولانا کی یہ تفسیر، مولانا انور شاہ صاحب نے اٹھا کر دیکھی تو فرمایا کہ میں سمجھتا تھا کہ اردو میں یہ تفسیر عوام کے لئے ہوگی، مگر یہ تو علماء کے دیکھنے کے قابل ہے، خود میرا خیال یہ ہے کہ قدیم کتب تفسیر میں راجح ترین قول مولانا کے پیش نظر رہا ہے، ساتھ ہی ربط آیات وسور کا ذوق مولانا کو ہمیشہ رہا ہے، اور اس کا لحاظ اس تفسیر میں بھی کیا گیا ہے، مگر چونکہ ربطِ آیات کے اصول سب کے سامنے یکساں نہیں، اس لئے وجوہِ ربط میں قیاس اور ذوق سے چارہ نہیں، اس لئے ہر مستند ذوق والے کے لئے اس میں اختلاف کی گنجائش ہے، اسی طرح مفسرین کے مختلف اقوال میں سے کسی قول کی ترجیح میں زمانہ کی خصوصیات اور ذوق ووجدان کا اختلاف بھی امر طبعی ہے، اس لئے اگر کلام سلف کے اصول متفقہ سے دور نہ ہو تو تنگی نہ کی جائے۔

۳۔ چونکہ مسلمانوں پر شفقت اور ان کی اصلاح کی فکر مولانا پر بہت غالب تھی، اس لئے وہ ہمیشہ ان کو گمراہیوں سے بچانے میں بجان ودل ساعی رہتے تھے، اردو میں شاہ عبدالقادر صاحب اور حضرت شاہ رفیع الدین صاحب کے جو ترجمے شائع تھے، وہ بالکل کافی تھے، مگر نئے زمانہ میں پہلے سرسید نے بضمن تفسیر اور پھر شمس العلماء ڈپٹی نذیر احمد صاحب نے اپنے نئے اردو ترجمے شائع کئے، تو انہوں نے پہلی دفعہ یہ کوشش کی کہ اپنے جدید عقائد کو پیش نظر رکھ کر ترجمہ کریں اور اولین توجہ زبان کی طرف رکھیں، اور اقوالِ سلف کی پروا نہ کریں، اس طرزِ عمل نے علماء کو مضطرب کر دیا، اور ان کو ضرورت محسوس ہوئی، کہ اس کی اصلاح کی جائے، مولانا نے اپنا ترجمہ اسی ضرورت

سے مجبور ہو کر کیا۔ مگر اسی پر کفایت نہیں کی، بلکہ مولوی نذیر احمد صاحب مرحوم کے ترجمہ کو بغور پڑھا، اور اس کے اغلاط پر نشان دے کر ایک رسالہ اس ترجمہ کی اصلاح پر لکھا، جس کا نام اصلاح ترجمہ دہلویہ ہے۔

۴۔ مولوی نذیر احمد صاحب کے ترجمہ کی عام اشاعت نے دہلی کے ایک بلند بانگ اخبار نویس مرزا حیرت کو حیرت میں ڈال دیا، اور انہوں نے پہلے تو ڈپٹی نذیر احمد صاحب کے ترجمہ پر اعتراضات شروع کئے اور پھر اپنا ترجمہ چھپوایا، جس کی نسبت عام طور سے مشہور ہے کہ وہ لکھنؤ کے ایک عالم کا کیا ہوا ہے، لیکن نام سے وہ مرزا صاحب کے چھپا ہے، کیونکہ مرزا صاحب خود عربی سے نابلد تھے، بہرحال مولانا نے اس ترجمہ کے اغلاط کی اصلاح پر بھی ایک رسالہ تالیف فرمایا جس کا نام اصلاح ترجمۂ حیرت ہے۔

۵۔ بعض معاصر علماء نے اردو میں قرآن شریف پر حواشی لکھے ہیں، جن میں ربط آیات کا خاص طور سے اظہار کیا گیا ہے، اور آیات کو بتاویل واعتبار سیاسی مسائل پر منطبق کیا ہے اور اس تاویل واعتبار میں کہیں کہیں حد اعتدال سے قلم باہر نکل گیا ہے، مولانا نے ان تاویلات بعیدہ پر تنبیہات لکھیں، جن کا نام التقصیر فی التفسیر ہے۔

۶۔ لاہور کے ایک بزرگ نے قرآنی مطالب کو کئی جلدوں میں تفصیل البیان فی مقاصد القرآن کے نام سے جمع کیا ہے، اس کے مؤلف کی درخواست پر اس میں جو شرعی نقائص نظر آئے وہ مولانا نے الہادی للحیران فی وادی تفصیل البیان کے نام سے ظاہر فرمائے۔

۷۔ مولانا کے خاندان کی بعض لڑکیوں نے مولانا سے قرآن مجید کا ترجمہ پڑھا تھا، اور اکثر آیات کی تفسیر و تقریر کو تحریر میں ضبط کر لیا تھا، وہ ایک مجموعہ ہو گیا اور اس کا نام تقریر بعض البنات فی تفسیر بعض الآیات رکھا مگر چھپا نہیں۔

۸۔ رفع البناء فی نفع السماء اَلَّذِیْ جَعَلَ لَکُمُ الْاَرْضَ فِرَاشًا وَّالسَّمَآءَ بِنَآءً کی تفسیر ہے جس میں بیان کیا گیا ہے کہ آسمان سے کیا کیا فائدے ہیں، یہ درحقیقت ایک سوال کے جواب میں ہے۔

۹۔ احسن الاثاث فی النظر الثانی فی تفسیر المقامات الثلٰث۔ سورۂ بقرہ کی تین آیتوں کی تفسیر پر نظرِ ثانی فرمائی ہے۔

۱۰۔ اعمالِ قرآنی۔ قرآن مجید کی بعض آیات کے خواص جو بزرگوں کے تجربوں میں آئے، ان کو بیان کیا گیا ہے۔

۱۱۔ خواص فرقانی۔ اس کا موضوع بھی وہی ہے، اس کا ایک اور حصہ ہے، جس کا نام آثار تبیانی ہے، ان رسائل سے مقصود عوام کو ناجائز غیر شرعی تعویذ گنڈوں اور عملیاتِ سفلی سے بچاکر قرآنی آیات کے خواص کی طرف ملتفت کرنا ہے۔ اور اس قسم کے بعض خواص احادیث میں بھی مروی ہیں۔

۳۔ علوم القرآن

علوم القرآن کے متعلق مختلف مباحث و مسائل تو مولانا کی ساری تصانیف، مواعظ ملفوظات اور رسائل میں ملتے ہیں، اگر ان کو کوئی یکجا کر دے تو اچھی خاصی ضخیم کتاب ہو جاوے مگر ان پر مستقل طور پر بعض کتابیں تصنیف فرمائی ہیں، جن میں سے اول سبق الغایات ہے۔

۱۔ سبق الغایات فی نسق الآیات، یہ قرآن پاک کے آیات و سور کے ربط و نظم پر عربی میں ۱۵۶ صفحوں کی کتاب ہے، جس کو ۱۳۱۶ھ میں ڈھائی مہینوں میں تصنیف فرمایا، اس میں مولانا نے سورۂ فاتحہ سے سورۃ الناس تک تمام سورتوں اور ان کی آیتوں کے ربط پر کلام فرمایا ہے، اور اس کا بڑا حصہ امام رازی کی تفسیر کبیر اور مفتی ابوالسعود بغدادی المتوفی ۹۵۱ھ کی ارشاد العقل السلیم الی مزایا القرآن الکریم سے ماخوذ و مستنبط ہے، جس کی تصریح کتاب کے دیباچہ میں کر دی گئی ہے، ان دو کے علاوہ مولانا نے خود اپنے اضافوں کو "قال المسکین" کہہ کر بیان فرمایا ہے، یہ حصہ بھی اچھا خاصہ ہے، اور اخیر کی سورتوں میں زیادہ تر اضافات ہی ہیں۔

جن میں مؤلف نے ان سورتوں کے موضوع اور عمود کی تعیین فرمائی ہے، چونکہ یہ امور زیادہ تر ذوقی ہیں، اس لئے ان ذوقیات کی نسبت ہمیشہ رائیں مختلف ہوسکتی ہیں، تاہم ان سے مولانا کے ذوقِ قرآنی کا اندازہ بہت کچھ ہوسکتا ہے۔

تفسیر البیان میں بھی ربط و نظم پر گفتگو التزام کے ساتھ کی گئی ہے۔

۲۔ **اشرف البیان لما فی علوم الحدیث والقرآن**، مولانا کے چند مواعظ سے اُن کے ایک معتقد و خادم نے ان اقتباسات کو یکجا کر دیا ہے جن میں آیاتِ قرآنی اور احادیث کے متعلق لطیف نکات و تحقیقات ہیں، افسوس ہے ورنہ اس کام کو اگر زیادہ پھیلاؤ کے ساتھ کیا جاتا تو اس کے کئی حصے مرتب ہوسکتے تھے۔

۳۔ **دلائل القرآن علی مسائل النعمان**، مولانا کو حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی فقہ سے جو شدید شغف تھا، وہ ظاہر ہے، ان کا مدت سے خیال تھا کہ احکام القرآن ابوبکر جصاص رازی اور تفسیراتِ احمدیہ ملاجیون کی طرح خاص اپنی تحقیقات اور ذوقِ قرآنی سے ان آیات اور ان کے متعلق مباحث و دلائل کو یکجا کر دیں جن سے فقہ حنفی کے کسی مسئلہ کا استنباط و اخراج ہو، لیکن یہ کام انجام نہ پاسکا، آخر میں یہ خدمت انھوں نے اپنے مسترشد خاص مولانا مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندی کو سپرد فرمائی کہ وہ ان کی ہدایات کے مطابق اس کو تالیف فرمائیں، چنانچہ مفتی صاحب اس کام میں مصروف ہوگئے جب وہ مدرسہ سے الگ ہوئے، تو خانقاہ امدادیہ میں جا کر خاص اس کام کی تکمیل میں لگ گئے، مولانا روزانہ کی مجلس میں اس کے متعلق جو جو نکتے ان کو یاد آجاتے تھے، بیان فرماتے اور جناب مفتی صاحب اس کو اپنے مقام پر آکر قلمبند فرمالیتے، یہ تصنیف اس طور سے جاری تھی، کہ مولانا کا مرض الموت شروع ہوا، اور کام ناتمام رہ گیا۔[1]

مولانا عبدالباری صاحب ندوی کی روایت میں نے سنی ہے جن کو خود بھی ماشاءاللہ قرآنِ پاک کے فہم کا ذوق ہے، وہ نقل کرتے تھے کہ مجلس میں مولانا ان آیات پر جب گفتگو فرماتے تھے۔

---

[1] (حضرتؒ کی وفات کے بعد یہ کتاب چار جلدوں میں شائع ہوئی)

اور فقیہانہ دقتِ نظر سے کسی حنفی مسئلہ کی صحت پر استدلال کرتے تھے تو اچنبھا ہوتا تھا، کہ یہ مسئلہ اس میں موجود تھا، لیکن اب تک اُس پر اس حیثیت سے نظر نہیں پڑی تھی، ایسا معلوم ہوتا تھا کہ بادل چھٹ گیا اور آفتاب نکل آیا، اسی کے ساتھ وہ مفتی صاحب موصوف کے حافظہ کی تعریف کرتے تھے، کہ مولانا سے سُن کر اپنے مستقر پر پہونچ کر اس کو بعینہٖ اسی طرح قلمبند کر لیتے تھے، جس طرح مولانا نے اس کی تقریر فرمائی تھی۔

۴۔ **تصویر المقطعات لتیسیر بعض العبادات**، تفسیر بیضاوی میں حروفِ مقطعات کا جو مجمل و مغلق بیان ہے، اس رسالہ میں بزبانِ عربی اس کو آسان کر کے بیان کیا گیا ہے۔ جس سے حروفِ مقطعات کی تاویل کا ایک طریق معلوم ہوتا ہے۔

۵۔۶ مولانا کے دو رسالے علم القرآن سے متعلق اور ہیں اور ان دونوں کا تعلق سلوک سے ہے ایک کا نام **مسائل السلوک من کلام ملک الملوک** اور دوسرے کا نام **تائید الحقیقۃ بالآیات العتیقۃ** ہے۔ ان دونوں رسالوں کا موضوع قرآن پاک کی ان آیتوں کی تفسیر ہے، جن سے سلوک کے مسائل مستنبط ہوتے ہیں، اس دوسرے رسالہ کی بنا ایک سابق مؤلف کی تالیف ہے جس کا قلمی رسالہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو ۱۳۲۷ھ میں بہاولپور میں ملا تھا، اس پر مزید اضافہ کر کے یہ رسالہ مرتب ہوا ہے۔

۳۔ علوم الحدیث

حضرت حکیم الامۃ رحمۃ اللہ علیہ کو علوم الحدیث میں جو مہارت حاصل تھی، اس کی شہادت ان کے مواعظ و رسائل و تالیفات کے ہزاروں صفحات دے رہے ہیں، جن میں بے شمار احادیث کے حوالے، اشارے اور تلخیصات، ان کے مشکلات کی شرح، ان کے دقیق مطالب کے حل اور ان کے نکات و لطائف کا بیان ہے، خصوصیت کے ساتھ شیخ کے مواعظ میں جو زبانی تقریریں ہیں، برمحل حدیثوں کے حوالے اور اکثر احادیث کے بعینہٖ الفاظ مع ان کی

تخریجات اور کتابوں کے حوالوں کے، اس کثرت سے ہیں، کہ ان کو دیکھ کر کسی انصاف پسند کو ان کے حافظ الحدیث ہونے میں شبہہ نہیں ہو سکتا۔

اس کے بعد اُن کی اُن تصانیف کو لیجئے جو گو فقہ و فتاویٰ اور احکام و مسائل یا اصلاحِ رسوم اور سلوک میں ہیں، لیکن ان کی بنیاد احادیث پر ہے، اُن میں احادیث کے حوالے دلائل کی مضبوطی اور صحتِ بیان کی تائید و شہادت کے لئے آئے ہیں، جو مؤلف کے علم و معرفت پر دلیل قاطع ہیں۔

حضرت حکیم الامۃ کو فن سلوک کی تجدید کی جو توفیق عنایت ہوئی تھی، اس کا ایک مبارک اثر یہ ہے کہ حضرت نے احادیث کی کتابوں سے ان تمام حدیثوں کو یکجا فرمایا جن میں اس فن شریف کے مسائل متفرق تھے، اگرچہ بعض حضرات محدثین نے اپنی کتابوں میں بعض ابواب زہد و رقاق کا تذکرہ کیا ہے، تاہم ان کی حیثیت فن کی نہیں، قدماء میں سے صرف ایک بزرگ حضرت امام عبداللہ بن مبارک المتوفی ۱۸۱ھ کا نام ہم کو معلوم ہے، جنھوں نے کتاب الزہد و الرقاق کے نام سے مستقل تصنیف فرمائی ہے، مگر یہ ہیچمدان اس کی زیارت سے محروم رہا ہے اس لئے اس کی نسبت کچھ عرض نہیں کر سکتا۔ مگر قیاس یہ ہے کہ وہ ابن ابی الدنیا کی کتاب کی طرح زہد و رقاق اور مذمتِ دنیا کے مضامین کی احادیث پر مبنی ہوگی۔

اہلِ سلوک نے جن روایات احادیث سے کام لیا ہے وہ عموماً ضعیف بلکہ موضوع تک ہیں، اسی لئے علمائے سلوک کو اس فن میں کمزور سمجھا گیا ہے، اور اسی بناء پر اہل حدیث و روایت نے یہ بر خود غلط خیال قائم کر لیا ہے کہ فن سلوک اور اس کے مسائل احادیثِ نبویؐ سے ثابت نہیں، اور صدیوں سے ان کا یہ اعتراض قائم تھا، گو بعض محدثین نے ادھر توجہ فرمائی، اور اس سلسلہ میں کچھ کام انجام دیا، مثلاً امام ابن ابی جمرہ اندلسی المتوفی ۶۹۹ھ نے صحیح بخاری کی شرح بہجۃ النفوس کے نام سے لکھی، جس کی پہلی جلد چھپ کر شائع ہو چکی ہے، اس میں اس کا التزام کیا ہے کہ احادیث کی شرح میں سلوک کے مسائل و نکات کی طرف بھی اشارے

کرتے جائیں، حضرت حکیم الامۃ نے اس کام کو مستقل طور سے انجام دیا، اور حقیقۃ الطریقہ من السنۃ الانیقۃ، التشرف بمعرفۃ احادیث التصوف کے نام سے دو کتابیں تالیف کیں۔

حقیقۃ الطریقۃ

۱۳۲۷ھ میں تالیف فرمائی ہے، اور یہ در حقیقت حضرت کی کتاب التکشف بمہمات التصوف کا آخری جزء ہے، اور ساتھ ہی مستقل تصنیف بھی ہے، اس میں تین سو احادیث سے جو عموماً صحاح میں مذکور ہیں سلوک و تصوف کے مسائل کو مستنبط کیا گیا ہے، اور اُن کو اخلاق، احوال، اشغال، تعلیمات، علامات، فضائل، عادات، رسوم مسائل، اقوال، توجیہات، اصلاح اور متفرقات کے دس ابواب پر تقسیم کیا گیا ہے، یہ اہلِ علم کے مطالعہ کی خاص چیز ہے۔

التشرف

یہ کتاب چار حصوں میں ہے، ان میں اُن احادیث کی تحقیق ہے جو تصوف کی کتابوں میں یا صوفیہ کے کلام میں آتی ہیں، اور یہ دکھایا ہے کہ اصول و فن حدیث کے رو سے یہ حدیث کس درجہ کی ہے، اور حدیث کی کس کتاب میں ہے اور جو روایات ان میں دراصل حدیث نہ تھیں، بلکہ عوام نے غلط فہمی سے ان کو حدیث سمجھ رکھا ہے، اگر وہ اقوال نتیجہ کے طور پر کسی دوسری حدیث یا آیت پاک سے ثابت ہیں تو ان احادیث و آیات اور اُن سے ان اقوال کی صحت کے طریق و استنباط پر گفتگو فرمائی۔

حصۂ اول تشرف میں امام غزالی کی احیاء العلوم کی احادیث کی تخریج ہے، اس حصہ کا ماخذ زیادہ تر امام غزالی کی تخریج احیاء العلوم ہے جس کا حوالہ دیا گیا ہے، اور اس کے علاوہ احادیث کی دوسری کتابیں ہیں، جن کا ماخذ ہر روایت کے ساتھ بتایا گیا ہے، یہ حصہ ۱۳۴۱ھ میں لکھا گیا ہے، حصہ دوم میں دفتر اول مثنوی مولانا روم اور اس کی شرح کلید مثنوی میں آئی ہوئی احادیث و روایات کی تخریج کی گئی ہے، ان احادیث کی تحقیقات زیادہ تر امام سخاوی

کی المقاصد الحسنۃ سے التقاط کی گئی ہیں۔ یہ حصہ ۱۳۴۹ھ میں زیرِ قلم آیا، حصہ سوم وچہارم ان دونوں حصوں میں حافظ سیوطی کی جامع صغیر سے جو احادیث کی ساری کتابوں کا بہ ترتیب حروف تہجی مجموعہ ہے، ان احادیث کو یکجا کیا گیا ہے جن سے مسائلِ سلوک مستنبط ہیں، اوران کو بہ ترتیب حروفِ تہجی ترتیب دیا گیا ہے، ساتھ ہی تحقیقات خاصہ کا جا بجا اضافہ اور احادیث کے مطالب کی تشریح و تطبیق اور بعض مشکلات کا حل کیا گیا ہے، حصّہ سوم صرف الف کی روایتوں پر مشتمل ہے، اور ۱۳۵۰ھ میں ترتیب پایا ہے، اور حصّہ چہارم میں بقیہ حروف کی روایتیں ہیں، اور وہ محرم ۱۳۵۳ھ میں تکمیل کو پہنچا ہے۔

جامع الآثار

حضراتِ اہلِ حدیث کے اس فرقہ کی طرف سے جو غالی ہے، اکثر حضراتِ حنفیہ پر یہ طعن کیا گیا ہے کہ، حنفی مسائل کی تائید میں احادیث بہت کم ہیں، اور چونکہ کتبِ حدیث زیادہ تر محدثین اور حضراتِ شوافع کی تالیف ہیں، اس لئے ان میں حنفیہ کی مؤید حدیثیں یکجا نہیں ہیں، گو امام محمد کی مؤطا اور آثار اور قاضی ابو یوسف کی کتاب الآثار اور مسند ابی حنیفہ مرتبہ خوارزمی اور امام طحاوی کی تصانیف سے ان کا جواب دیا جاتا رہا ہے، مگر کتبِ صحاح ومسانید ومصنفات سے جو رائج اور محدثین میں مقبول ہیں چن کر ان احادیث وروایات کو یکجا نہیں کیا گیا تھا جن سے مسائل حنفیہ کی تائید ہوتی تھی،

یہ ضرورت گو ہمیشہ سے تھی، مگر اس زمانہ میں اہلِ حدیث کے ظہور وشیوع سے اس ضرورت کی اہمیت بہت بڑھ گئی تھی، چونکہ اس تحریک کا آغاز پورب (عظیم آباد پٹنہ) سے ہوا۔ اسی لئے اس ضرورت کا احساس بھی پہلے یہیں کیا گیا، چنانچہ حضرت مولانا عبد الحی صاحب فرنگی محلی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد رشید مولانا محمد بن علی ظہیر احسن شوق نیموی عظیم آبادی نے آثار السنن کے نام سے کتبِ حدیث سے التقاط کرکے اس قسم کی حدیثوں کو شائع کیا، اس کے دو ہی حصے شائع ہو سکے، اس کا دوسرا حصہ ۱۳۲۱ھ میں شائع ہوا،

علمائے احناف نے اس کتاب کا بڑی گرمجوشی سے استقبال کیا، یہاں تک کہ مولانا انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ نے جو اس زمانہ میں مدرسۂ امینیہ دہلی میں مدرس تھے، اس کی مدح میں عربی قصیدے لکھے، افسوس ہے کہ مولانا نیموی کی وفات سے ان کا یہ کام ناتمام رہا۔

احیاء السنن

حضرت حکیم الامۃ رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس ضرورت کو محسوس فرمایا اور احیاء السنن کے نام سے اس قسم کی احادیث کا مجموعہ مرتب فرمایا اور اس کی ترتیب ابواب فقہیہ پر رکھی لیکن افسوس کہ اس کا مسودہ ضائع ہوگیا۔

جامع الآثار

کچھ دنوں کے بعد پھر اس موضوع کا خیال آیا، اور دوبارہ ایک جدید اسلوب پر اس قسم کی حدیثوں کا مجموعہ جامع الآثار کے نام سے مرتب فرمایا، لیکن یہ سلسلہ ابواب الصلوٰۃ سے آگے نہیں بڑھا، تاہم جتنا مرتب ہوگیا، وہ چھپ کر شائع ہوگیا۔

تابع الآثار

یہ بھی اسی موضوع پر ہے، اور اس کو جامع الآثار کا ضمیمہ بنایا گیا

احیاء السنن کا احیاء

۱۳۳۱ھ میں یہ خیال ہوا کہ یہ کام اتنا بڑا ہے، کہ حضرت والا خود اس کام کو تنہا انجام نہیں دے سکتے، اس لئے یہ قرار پایا کہ اس کے لئے بعض مستعد علماء کو رکھ کر کام لیا جائے، چنانچہ مولانا محمد حسن صاحب سنبھلی کو اس کام کے لئے مقرر کیا گیا، انھوں نے کام شروع کیا، جو کام وہ کرتے جاتے مولانا کی نگاہ سے گزارتے جاتے تھے، اس طور سے کتاب الحج تک کام ہوا، اور اس کا نام دوبارہ احیاء السنن رکھا گیا، تاکہ مرحوم احیاء السنن کی یادگار ہو، اس کے دو حصے شائع ہوئے تھے کہ بعض اسباب سے اس کتاب کے بعض مضامین سے مولانا کی تشفی نہیں ہوئی، اور اس پر استدراک لکھوانے کا خیال ہوا، اور آئندہ کام کے لئے مولانا ظفر احمد صاحب تھانوی کا انتخاب ہوا ہے

الاستدراک الحسن

مولانا ظفر احمد صاحب نے حضرت حکیم الامۃ رحمہ اللہ کے زیرِ ہدایت اس کام کو بڑی دیدہ ریزی، وسعتِ نظر اور تحقیق و تنقید کے ساتھ انجام دینا شروع کیا، سب سے پہلے احیاء السنن کے شائع شدہ حصہ پر دوبارہ نظر کرکے اس کو الاستدراک کے نام سے شائع کیا گیا۔

اعلاء السنن

اس کے بعد احیاء السنن کے نام کو بدل کر اعلاء السنن کے نام سے اس کام کو شروع کیا گیا، اور اس وقت تک اس کی بارہ جلدیں شائع ہو چکی ہیں[1] جن میں مذہب حنفی کی مؤید حدیثوں کو بڑے استیعاب کے ساتھ جمع کیا گیا، اور محدثین اور اہلِ فن کی تحقیقات اس کے شروح و حواشی میں یکجا کئے گئے ہیں۔

الخطب الماثورہ من الآثار المشہورہ

جمعہ و عیدین کے خطبوں میں اس درجہ تکلف و تصنع اور مضامین کے ابتذال سے کام لیا گیا ہے، کہ یہ بازاری خطبے زبان اور طرزِ ادا اور مضامین و مطالب کے لحاظ سے عہد نبوت اور خلافتِ راشدہ کے اسلوب سے ہٹ کر بلغاء اور خطباء کے اظہار قابلیت کا دنگل بن کر رہ گئے ہیں، حکیم الامۃ کی اصلاحی نظر سے محراب و منبر کا یہ گوشہ بھی مخفی نہیں رہا، چنانچہ الخطب الماثورہ من الآثار المشہورہ کے نام سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے خطبات کو احادیث صحیحہ سے انتخاب فرما کر ایک جگہ جمع کر دیا، تاکہ خطبائے مساجد ان مسنون خطبوں کو پڑھ کر ان تکلفات بارِدہ کے گناہ سے محفوظ رہیں۔

خطبات الاحکام

جمعہ اور عیدین کے پچاس خطبوں کا یہ مجموعہ تالیف فرمایا، جس میں احادیث و آثار و آیات سے ترغیب و ترہیب کے مضامین کے علاوہ عقائد و اعمال و اخلاق کے مضامین درج فرمائے۔

مناجاۃ مقبول:۔ احادیث میں وارد شدہ اوراد و اذکار مسنونہ کے لئے حصن حصین و حزبِ اعظم ملا علی قاری

[1] بعد میں یہ کتاب اٹھارہ جلدوں میں بزبان عربی طبع ہوکر شائع ہوئی۔

وغیرہ کتابیں رواج پذیر ہیں، مگر وہ طویل ہونے کی وجہ سے سب کے کام کی نہیں، حضرتؒ نے عام مسلمانوں کے فائدہ کے لئے ان سب سے تلخیص کر کے مناجات مقبول قربات عند اللہ وصلوات الرسول کے نام سے ایک مختصر مجموعہ تالیف فرمایا ہے جو اپنے اختصار اور جامعیت کے لحاظ سے بیحد مقبول ہے۔

۵۔ علوم الفقہ

حضرت حکیم الامتؒ کو مسائل فقہیہ کی تلاش و تحقیق کا خاص ذوق تھا، اور یہ ذوق ان کو اپنے شیوخ و اساتذۂ کرام سے ورثہ میں ملا تھا، چنانچہ ابھی وہ تعلیم سے فارغ بھی نہیں ہوئے تھے، کہ حضرت مولانا یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ان سے فتویٰ نویسی کی خدمت لینی شروع کر دی تھی، اگر حضرت حکیم الامۃ رحمۃ اللہ علیہ کی فقہی خدمات کا آغاز ۱۳۰۱ھ سے بھی کیا جائے تو ۱۳۶۲ھ تک بلا مبالغہ کہا جا سکتا ہے کہ پورے ساٹھ سال اس فنِ شریف کی خدمت میں بسر کئے، اس طویل عرصہ میں ہزاروں مسئلوں کے جواب دیئے، ہزاروں فتوے اور سینکڑوں چھوٹے بڑے فقہی رسالے لکھے، متعدد ضخیم جلدوں میں امداد الفتاویٰ اور تتمۂ امداد الفتاویٰ کے نام سے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے فتاویٰ کے مجموعے جمع کئے گئے، جس کی نظیر ہندوستان میں کم از کم نہیں ملتی، وذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاءُ

حوادث الفتاویٰ کے نام سے اُن فتاویٰ کا مجموعہ ہے جو اس زمانہ کے نئے مسائل اور نئے موضوعات سے متعلق ہیں، جن کے جوابات گذشتہ کتبِ فتاویٰ سے باسانی حاصل نہیں کئے جا سکتے۔

بہشتی زیور کی دس جلدیں جو گو عورتوں کی ضروریات کے لئے ہیں، مگر ان میں تمام ابوابِ فقہیہ کے مسائل مندرج ہیں، جن کے جوابات ہندوستان کے حالات اور ضروریات اور اصلاحات کے مطابق صرف انہی کتابوں سے معلوم ہو سکتے ہیں۔

ترجیح الراجح، یہ وہ مجموعہ ہے جس کی نظیر سلف صالحین میں تو ملے گی، مگر متاخرین کے یہاں یہ سلسلہ بالکل مسدود ہے، اس مجموعہ میں حضرت حکیم الامۃ نے اپنے ان مسائل کو جمع فرمایا ہے، جن میں از خود یا کسی دوسرے کے توجہ دلانے سے کوئی تسامح نظر آیا، تو اس سے رجوع فرما کر

مسئلہ کی مزید تحقیق فرماکر تصحیح کردی، یہ سلسلہ حضرت کی انصاف پسندی، تواضع اور عدم نفسانیت کا بین ثبوت ہے، یہی حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضرات تابعین و تبع تابعین، اور مجتہدینِ عظام کا طریق تھا، جس کو اس زمانہ میں حضرت حکیم الامۃ نے زندہ کیا، اور اپنے کو بارِ آخرت سے بچایا۔

فتاوٰی اشرفیہ کے نام سے مسائل دینیہ کے تین حصّے الگ شائع ہوئے جو مختصر رسائل ہیں۔

بہشتی گوہر، بہشتی زیور کے سلسلہ کا مردانہ حصہ ہے جس میں خاص طور سے ان مسائل کا بیان ہے جو مردوں سے خاص ہیں، جیسے جمعہ، جماعت، عیدین وغیرہ۔

ان کے علاوہ مسئلۂ حجاب، مسئلۂ ربا، مسئلۂ رشوت، مسئلۂ بنک، سینما اور فلم اور ریڈیو وغیرہ کے مسائل پر فقہی تحقیقات ہیں، اور بعض موضوعات پر بار بار کئی رسالے تالیف فرمائے۔

۶۔ علم کلام

علم کلام و عقائد اور توحید پر متعدد رسالے قلم بند فرمائے، جو شائع و ذائع ہیں، خاص نئے زمانہ کے حالات کا خیال کرکے خود چند کتابیں تالیف فرمائیں، اور دوسروں سے ترجمہ کرائیں، مثلاً

اسلام اور سائنس کے نام سے الحصون الحمیدیہ کا مولانا اسحاق صاحب سے ترجمہ کرایا، یہ عربی کی ایک جدید کلامی تصنیف ہے، اس کے مصنف علامہ جسری ہیں، جنھوں نے سلطان عبدالحمید خاں کے عہد میں اس کو ملک شام میں تصنیف فرمایا تھا، اور جو نئے حلقوں میں بہت پسند کیا گیا تھا، ان کی خاص صفت یہ ہے کہ اس میں تاویل فاسد کا دروازہ نہیں کھولا گیا ہے،

المصالح العقلیہ للاحکام النقلیہ تین حصوں میں ترتیب پایا ہے، جس میں اسلامی احکام و مسائل کے مصالح و حکم بیان کئے گئے ہیں، پہلے حصہ میں نماز و زکوٰۃ، دوسرے میں روزہ، عیدین،

صدقۂ فطر، قربانی، حج، نکاح وطلاق اور غلامی وغیرہ کے مسائل کی حکمتیں بیان کی گئی ہیں، تیسرے حصہ میں خرید وفروخت ومعاملات، حدود وقصاص، فرائض، عذابِ قبر اور معاد کے متعلق اسلامی تعلیمات کے مصالح ہیں۔

الانتباہات المفیدۃ عن الاشتباہات الجدیدہ۔ یہ بھی علم کلام ہی کا باب ہے، اس میں جدید تعلیم یافتہ اصحاب کے مذہبی خدشوں اور وسوسوں کے تشفی بخش جوابات درج ہیں[1]۔

اشرف الجواب بھی اسی قسم کا ایک مجموعہ ہے جو مواعظ وملفوظات سے جمع کیا گیا ہے جس میں بہت سے نئے اور پرانے شبہات اور خطرات کے جوابات فراہم کئے گئے ہیں۔

۷۔ علم سلوک و تصوف

علم سلوک وتصوف روح شریعت کا نام ہے، جس میں اخلاص دین اور اعمال قلب کے احکام اور دقائق سے بحث کی جاتی ہے، قدماءِ صوفیہ نے اس فن پر جو کتابیں لکھی ہیں، مثلاً رسالۂ قشیریہ امام قشیری، قوت القلوب ابوطالب مکی، کتاب اللمع ابونصر عبداللہ بن علی سراج الطوسی، کتاب الصدق ابوسعید خزار، فتوح الغیب شیخ سہروردی اور غنیۃ الطالبین شیخ عبدالقادر جیلانی اور متاخرین میں تصانیفِ امام شعرانی، ان کو پڑھنے سے اس فن کی جو حقیقت ظاہر ہوتی ہے افسوس ہے کہ مصنوعی اور دوکاندار صوفیہ اور مبتدعہ کی تلبیس نے اس پر ایسا پردہ ڈال دیا تھا کہ وہ بدعات کا مجموعہ، بلکہ بطلان وضلالت کا ذخیرہ معلوم ہوتا ہے، پھر ہندوستان میں ہندوؤں کے جوگ اور ویدانت کے اثر سے اس میں بہت سے ایسے مسائل شامل ہوگئے جو اسلام کی روح کے تمامتر منافی ہیں، حتّٰی کہ وحدتِ وجود، وحدتِ شہود ولطائف و دوائر کے مباحث واعمال بھی اصل فن سے قطعاً الگ ہیں، جو یا تو علم کلام وفلسفہ یا اوہام وخیالات واحوال سے وابستہ ہیں جن کا تعلق نفسیات سے ہے۔

---

[1] آجکل کے تعلیم یافتہ حضرات کے مطالعہ کیلئے بےنظیر کتاب ہے اس کا انگریزی ترجمہ بھی اب شائع ہوگیا ہے۔

اصل شے جو اخلاص فی الدین، طلبِ رضا، حصول قرب اور اعمال و اخلاق قلب و مقامات ہیں، اور جن سے مقصود رذائل سے پاکیزگی اور فضائل سے آراستگی ہے، تمام تر متروک ہو گیا تھا صدیوں کے بعد حضرت حکیم الامۃؒ کے تجدیدی مساعی نے اس فن کو پھر سلف صالحین کے رنگ میں پیش کیا، اور ہر قسم کے اضافوں اور آمیزشوں سے پاک کر کے کتاب و سنت کے نور میں اس تاریک زمانہ کے اندر پھر ظاہر کیا اور زبان و قلم سے ان مسائل پر اتنا کچھ لکھا اور بیان فرمایا کہ اب طالب پر اصل طریق کا کوئی گوشہ اندھیرے میں نہیں رہا و للہ الحمد!

اس سلسلے میں پہلی چیز قصد السبیل ہے جو پچاس ساٹھ صفحوں کا مختصر رسالہ ہے لیکن اس کوزہ میں دریا بند ہے، فن سلوک کے وہ تمام حقائق و تعلیمات جو سالہا سال میں معلوم ہو سکتے ہیں اور جن کے نہ جاننے سے سالکین و طالبین غلط راستوں پر پڑ کر منزل مقصود کو گم کر دیتے ہیں اس میں لکھ دیئے گئے ہیں، اگر کوئی طالب صادق صرف اسی ایک رسالہ کی تعمیل و تکمیل میں عمر صرف کر دے تو اس کے لئے انشاء اللہ کافی و وافی ہے۔

جاہل پیروں اور دکاندار صوفیوں نے ایک مسئلہ یہ گھڑا ہے، کہ شریعت اور طریقت دو چیزیں ہیں، اور اس زور شور سے اس کو شہرت دی ہے کہ عوام تو عوام خواص تک پر اس کا رنگ چھا گیا ہے حالانکہ یہ تمام تر لغو اور بے معنیٰ ہے، حضرت حکیم الامۃ نے تمام عمر لوگوں کو یہی تلقین فرمائی کہ طریقت عین شریعت ہے، احکام الٰہی کی باخلاصِ تمام تعمیل و تکمیل ہی کا نام طریقت ہے، اور یہی خواص امت کا مذہب ہے، اور جس نے اس کے سوا کہا وہ دین کی حقیقت سے جاہل اور فن سلوک سے ناآشنا ہے، اس بارگاہ کے ایک حلقہ بگوش کا شعر ہے۔

اب تو مے نوشی ہے عینِ شرع بر فتوائے شیخ
اب وہی ہوگا فقیہہ شہر جو مے نوش ہے

حضرت حکیم الامۃؒ نے اس فن کے مسائل کو سب سے پہلے کلام پاک سے مستنبط فرمایا، اور اس کے متعلق مسائل السلوک من کلام ملک الملوک اور تائید الحقیقۃ بالآیات العتیقۃ نام کے دو رسالے

تالیف فرمائے ہیں، جن کا ذکر اوپر گذر چکا، پھر ان مسائلِ سلوک کی تشریح فرمائی جن کا ماخذ احادیث نبویؐ اور سنّتِ صحیحہ ہے، اور یہ التشرف اور حقیقۃ الطریقۃ من السنۃ الانیقۃ میں مدون ہیں، اہل تحقیق کے لئے اس فنِ شریف پر ایک جامع کتاب التکشف بمہمات التصوف تالیف فرمائی، جو پانچ حصوں میں منقسم ہے، یہ حقیقتِ طریقت، حقوقِ طریقت، تحقیق کرامت اور دیگر مضامین تصوف پر مشتمل ہے۔

طریق اور سلوک کے اسرار و رموز اس قدر دقیق اور نازک ہیں کہ ذرا ان کے سمجھنے میں بے احتیاطی کی جائے، تو ہدایت کے بجائے وہ ضلالت کا ذریعہ بن جائیں۔ اس سلسلہ میں حضرت مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ کی "مثنوی معنوی" جو بہ دِ نواز حقیقت ہے، خاص اہمیت رکھتی ہے، اور اسی لئے وہ اس سلسلہ کے اکابر کے خانقاہی درس میں رہی ہے، حضرت حاجی امداد اللہ رحمہ اللہ کو اس سے خاص ذوق تھا، اور وہ بھی خاص خاص لوگوں کو اس کا درس دیتے تھے، چنانچہ حضرت حاجی صاحب کے ایما سے مولانا احمد حسن صاحب کانپوری نے بڑے اہتمام سے اس کا حاشیہ لکھا، اور منشی رحمت اللہ رعد مرحوم کے مطبع نے اس کو چھاپا، اور یہ کہا جا سکتا ہے کہ مولانا بحر العلوم کے بعد مثنوی کی حکیمانہ شرح اس سے بہتر نہیں لکھی گئی۔

حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خلفاء میں سے حضرت حکیم الامۃؒ نے اس مثنوی کی خدمت محض فن کی حیثیت سے فرمائی، سلوک کے مسائل، طریقت کی تعلیمات اور مثنوی کے بیانات کی قرآن و حدیث سے اس خوبی کے ساتھ کلید مثنوی میں تطبیق فرمائی کہ اب فن کا مبتدی بھی چاہے، تو اس کلید کے ذریعہ سے مثنوی کے خزانہ کو کھول سکتا ہے۔

دیوان حافظ کی پر جوش و مرد افگن شراب نے بھی بہت سے بے احتیاط مے نوشوں کو راہ سے بے راہ کر دیا تھا، بدگمانوں کو تو اس شرابِ معرفت پر شیراز کے بادۂ انگور کا شبہ ہوا، اور بے احتیاط خوش گمانوں نے اس سے اباحت کی تعلیم حاصل کی کہ

بہ مے سجادہ رنگین کن گرت پیر مغاں گوید ❊ کہ سالک بے خبر نبود ز راہ و رسم منزلہا

حضرت حکیم الامتہؒ کی معرفت اس تیز و تند شراب کے "منافع واثم" سے پوری طرح باخبر تھی، حضرت نے عرفانِ حافظ کے نام سے اس کی ایسی شرح لکھی، کہ اس پھول سے ہر کانٹا الگ ہو گیا۔

ساقی پلا پھول تو کانٹا نکال کے

طالبین و سالکین کی تعلیم و تربیت کے لئے تربیۃ السالک و تنبیۃ الہالک کا سلسلہ الگ مرتب فرمایا، جس میں سالکین کے مشکلاتِ راہ، ذاکرین و شاغلین کے شبہات و خطراتِ راہ کے لئے ہدایات مندرج ہیں، یہ کہنا بے جا نہیں کہ علوم مکاشفہ و معاملہ کے متعلق کلیات و جزئیات اور احوال شخصی پر ایسی حاوی کتاب کی نظیر تصوف کے سارے دفتر میں موجود نہیں، ۱۲۷۲ صفحوں میں یہ کتاب تمام ہوئی ہے۔

ایک دوسرا اہم سلسلہ ملفوظات کا ہے، بزرگوں کے ملفوظات مرتب کرنے کی رسم قدیم زمانہ سے قائم ہے، یہاں تک کہ چشتیہ حضرات میں حضرت سلطان خواجہ معین الدین اجمیری، حضرت قطب الدین بختیار کاکی اور حضرت سلطان الاولیاء نظام الدین دہلوی رحمہم اللہ تعالےٰ کے ملفوظات بھی موجود ہیں، لیکن افسوس ہے کہ اہلِ شوق اس کام کو پورے استیعاب سے نہ کر سکے، کیونکہ ان اکابر کے جو ملفوظات قلم بند ہو سکے، وہ چند سال بلکہ چند ماہ سے زیادہ کے نہیں ہیں، اور نہ ان کے متعلق یہ کہا جا سکتا ہے کہ لکھنے والوں نے ان کو ان بزرگوں کی نظر کیمیا اثر سے گذار ابھی تھا، تاہم چونکہ لکھنے والے خود اہلِ کمال و اہلِ احتیاط تھے، اس لئے ان کی صحت میں کوئی شک نہیں کیا جا سکتا، اور وہ اس اختصار پر بھی ہمارے لئے بڑی خیر و برکت کی چیزیں ہیں۔

حضرت حکیم الامتہ کے ملفوظات کا سلسلہ تقریباً ساٹھ مجلدات اور رسائل میں مدوّن ہوا ہے، اور ان میں سے ہر ایک ان کی نظر سے گذار کر چھاپا گیا ہے، اور جن میں سے اکثر حسن العزیز وغیرہ ناموں سے چھپ کر شائع ہو چکے ہیں، ان ملفوظات میں بزرگوں کے قصے،

سنجیدہ لطیفے، قرآن و حدیث کی تشریحات، مسائل فقہیہ کے بیانات، سلوک کے نکتے اکابر کے حالات، طالبوں کی ہدایات و تنبیہات، آداب و اخلاق کے نکات، اصلاحِ نفس و تزکیہ کے مجربات وغیرہ اس خوبی و دلچسپی سے درج ہیں کہ اہلِ شوق کے دل اور دماغ دونوں اس آبِ زلال سے سیراب ہوتے ہیں۔

۸۔ اصلاحات

حضرت حکیم الامۃ رحمۃ اللہ علیہ کے معارف کا یہ آخری باب ہے، اور خاصہ اہم باب ہے، مسلمانوں کی اصلاح کی جو دقیق نظر اُن کو بارگاہِ الٰہی سے عنایت ہوئی تھی، اس کا اندازہ ان کی اصلاحی کتابوں سے بخوبی ہو سکتا ہے، اصلاح کا دائرہ اتنا وسیع ہے کہ بچوں، طالب علموں اور عورتوں سے لے کر مردوں اور علماء و فضلاء کے حلقہ تک پھیلا ہوا ہے اور سب کے لئے مفید ہدایات کا ذخیرہ یادگار چھوڑا ہے، دوسری طرف ان اصلاحات کی وسعت یہ ہے کہ مجالس و مدارس اور خانقاہوں سے شروع ہو کر شادی و غمی کے رسوم اور روزمرہ کی زندگی تک کو وہ محیط ہیں، الغرض ایک مسلم جدھر اپنی زندگی میں رخ کرے ان کے قلم نے شریعت کی ہدایات کا پروگرام تیار کر رکھا ہے۔

اس سلسلہ میں حضرت کی سب سے اہم چیز مواعظ ہیں، واعظ تو بحمد اللہ زمانۂ خیر کے بعد اسلام کی دس بارہ صدیوں میں بے شمار گذرے ہوں گے، مگر شاید واعظین میں ابن نباتہ اور ائمۂ سلوک میں حضرت شیخ الشیوخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کے مواعظ کے سوا کوئی دوسرا مستند اور مفید مجموعہ موجود نہیں، لیکن یہ ان بزرگوں کے صرف چند مواعظ پر مشتمل ہیں، اللہ تعالیٰ نے اس اخیر دور میں امتِ اسلامیہ کی اصلاح کے لئے بہت بڑا فضل یہ فرمایا، کہ حضرت کے مستفیدین کے دل میں یہ ڈالا کہ وہ حضرت کے مواعظ کو جو شہر بشہر ہوئے ہیں عین وعظ کے وقت لفظ بہ لفظ قید تحریر میں لائیں، اور حضرت کی نظر سے گذار کر ان کو دوسرے مسلمانوں

کے عام فائدہ کی غرض سے شائع کریں، چنانچہ اس اہتمام اور احتیاط کے ساتھ تقریباً چار سو مواعظ جو احکام اسلامی، ردّ بدعات، نصائح دلپذیر اور مسلمانوں کی مفید تدابیر و تجاویز پر مشتمل ہیں اور جن میں حقائق کے ساتھ ساتھ دلچسپیوں کی بھی کمی نہیں مرتب ہوئے، اور اکثر شائع ہوئے اور مسلمانوں نے ان سے فائدے اٹھائے۔

سلسلۂ اصلاح و تربیت میں حضرت کی ایک بڑی خصوصیت یہ ہے کہ عموماً واعظین صرف عقائد و عبادات پر گفتگو فرماتے ہیں، حضرت ان چیزوں کی اہمیت کے ساتھ مسلمانوں کے اخلاق و معاملات اور عملی زندگی کے کاروبار کی اصلاح پر زور دیتے ہیں، بلکہ اپنی تربیت و سلوک کی تعلیم میں بھی ان پر برابر کی نظر رکھتے تھے، حالانکہ عام مشائخ نے اس اہم سبق کو صدیوں سے بھلا دیا تھا۔

حیات المسلمین

مواعظ کے علاوہ اس سلسلہ کی اہم کڑی ان کی کتاب حیوٰۃ المسلمین ہے، جس میں قرآن پاک و احادیث نبویہ کی روشنی میں مسلمانوں کی دینی دنیاوی ترقی و فلاح کا مکمل پروگرام مرتب فرمایا ہے، حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے بارہا ارشاد فرمایا کہ انھوں نے اپنی ساری تصنیفات میں اس کتاب کی تالیف میں جو محنت اٹھائی، وہ کسی میں نہیں پیش آئی، اور اسی لئے یہ بھی ارشاد ہے کہ میں اپنی ساری کتابوں میں اس کتاب کو اپنے لئے ذریعہ نجات گمان کرتا ہوں۔

اس سلسلہ کی دوسری کتابیں اصلاح الرسوم، صفائی معاملات، اصلاح امت، اصلاح انقلاب امت وغیرہ ہیں، اور ہر ایک کا منشا یہ ہے کہ مسلمانوں کی اخلاقی، اجتماعی، معاشرتی زندگی، خالص اسلامی طریق اور شرعی نہج پر ہو، اور ان کے سامنے وہ صراط مستقیم کھل جائے، جو ہدایت کی منزل مقصود کی طرف جاتا ہے۔

افسوس کہ اس مضمون کو جس استیعاب اور اہتمام کے ساتھ یہ ہیچمدان لکھنا چاہتا تھا، اپنی علالت و عدم صحت کی سبب سے اس کو اس طرح پورا نہ کر سکا، تاہم جو کچھ ہوا وہ اگر مسلمانوں کے لئے فائدہ بخش ثابت ہو تو بہت ہے۔

طوفانِ اشک لانے سے اے چشم فائدہ
دو اشک بھی بہت ہیں اگر کچھ اثر کریں

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

ہیچمدان سلیمان ندوی
"معارف" اعظم گڈھ

علامہ سید سلیمان ندوی کا یہ معرکۃ الآراء مضمون رسالہ معارف اعظم گڈھ کے ۱۳۶۳ھ ۱۹۴۴ء کے شمارے میں شائع ہوا تھا۔

حضرتؒ کے مواعظ

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے وعظ فرمانے کا یہ طریقہ تھا کہ خطبۂ ماثورہ کے بعد کلام اللہ کی کوئی ایک آیت یا کوئی حدیث شریف تلاوت فرماتے اور پھر اس کی تشریح کے لئے کئی کئی گھنٹے تک تقریر فرماتے بعض اوقات کئی کئی ہزار آدمیوں کا مجمع ہوتا تھا۔ سامعین میں ہر طبقے کے لوگ ہوتے۔ اہل علم، اہل باطن، موافق و مخالف، خواص و عوام، انگریزی تعلیم یافتہ، جج، وکلاء تجارت پیشہ، دفتری لوگ، شہری، دیہاتی، بوڑھے، جوان بچے سب طرح کے لوگ ہوتے اور حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا انداز تخاطب ایسا دلکش اور دلنشین ہوتا کہ ہر شخص یہ سمجھتا کہ میرے دل کی بات کہہ رہے ہیں۔

اگر روئے سخن علماء کی طرف ہو گیا تو گو بیان میں عالمانہ نکات ہوتے مگر عامی اور عالم دونوں سر دھنتے۔ صوفیاء کی طرف متوجہ ہوتے تو مشکل سے مشکل معارف و حقائق بیان فرماتے اور رفتہ رفتہ تقریر کو آسان کرتے کرتے عوام کے ذہنوں تک پہنچا دیتے۔

حضرتؒ کی نظر دل کی گہرائیوں تک پہنچتی اور ان کے شبہات و اعتراضات و اشکالات حضرتؒ خود ہی سامنے لاتے اور خود ہی جواب دیتے۔ اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بات کے سامنے عقل کو مغلوب اور کالعدم کر دیتے پھر جو کچھ کہنا چاہتے، اجمال سے یا تفصیل سے حکایتوں سے روایتوں سے اشعار سے دل میں اتار دیتے، یہ کرامت ہے ہمارے حضرتؒ کی کہ جدید تعلیم یافتہ لوگوں کو، دہریوں کو، فلسفیوں کو اور بدعتیوں کو اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی اور پکی بات سمجھا گئے اور عمل کرنے کے لئے آسان تدابیر بتا گئے۔

حضرت والا کا ایک ملفوظ ہے، فرمایا کہ الحمد للہ میری یہ عادت نہیں ہے کہ مسلمانوں کی حالت کا تجسس کروں نہ فرمائشی مضمون کبھی بیان ہو سکے بلکہ توکلاً علی اللہ بیان شروع کر دیتا

ہوں اور جو باتیں اللہ تعالیٰ دل میں ڈال دیتے ہیں بیان کر دیتا ہوں اور وہ اکثر سامعین کی ضرورت و حالت کے مطابق ہوتی ہیں اس سے لوگوں کو شبہ ہو جاتا ہے کہ کسی نے ہماری حالت اس سے کہہ دی ہے ممکن ہے کہ بعض لوگ اس کو کشف سمجھیں مگر مجھے تو عمر بھر بھی کشف نہیں ہوا اور اس میں کشف کی کیا بات ہے بس حق تعالےٰ جس سے جو کام لینا چاہتے ہیں، لے لیتے ہیں اتنی بات تو ہے کہ بحمداللہ بیان کے وقت یہ نیت ضرور ہوتی ہے کہ اے اللہ ایسا مضمون بیان ہو جو ان لوگوں کی ضرورت کا ہو جس سے ان کی اصلاح ہو جائے، خدا تعالےٰ کو تو علم غیب ہے، وہ سب کی حالت جانتے ہیں وہ اس نیت کے بعد ضرورت و حالت کے مطابق مضمون دل میں ڈال دیتے ہیں کہ آج کی مجلس میں یہ بیان کرو۔

حضرتؒ فرماتے تھے کہ میں کسی کے فرمائشی مضمون پر کبھی وعظ نہیں کہتا بلکہ وقت اور حالات کی ضرورت کے مطابق جب منجانب اللہ میرے دل میں تقاضا پیدا ہوتا ہے، اسی وقت میری زبان کھلتی ہے۔ حضرتؒ کے مواعظ پڑھئے تو اندازہ ہو گا کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے دین کے ہر شعبہ پر کس قدر مصلحانہ اور مجددانہ گہری نظر ڈالی ہے اور ان میں جو غلط فہمیاں اور گمراہیاں پیدا ہو گئی تھیں ان کو کس قدر حسن و خوبی کے ساتھ رفع کرنے کی تدابیر بتائی ہیں مثلاً مغربی تعلیم و فلسفہ سے نوجوانوں میں الحاد و زندقہ کے رجحانات پیدا ہو گئے تھے۔ اسلامی شعائر سے منافرت پیدا ہو رہی تھی۔ امور آخرت میں اوہام و شکوک پیدا ہو گئے تھے۔ پھر عبادات میں افراط و تفریط کی طرف مسلمانوں کی طبیعتیں مائل ہو گئی تھیں، بدعات و رسومات دین میں شامل کر لئے گئے تھے، یا احکامات شریعت و سنت میں تاویلات پیدا کرنے لگے تھے۔

اسی طرح معاملات میں اللہ تعالیٰ کی قائم کی ہوئی حدوں کو توڑا جا رہا تھا اپنے مقاصد اور اغراض نفسانی کے لئے ہر ناجائز چیز کو جائز اور ہر حرام چیز کو حلال کرنے کی تاویلیں جاری ہو گئی تھیں جس کی وجہ سے کاروباری زندگی اور خانگی زندگی بالکل درہم برہم ہو کر رہ گئی تھی۔ اسی طرح مسلمانوں کا معاشرہ، مغربی تہذیب و تمدن سے بری طرح مسموم اور مجروح ہو رہا تھا اور احساس

شرافت ہی ختم ہوتا جارہا تھا۔ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اخلاق باطنی کا تو یکسر فقدان ہی فقدان پیدا ہو گیا تھا۔ نفسانی و شہوانی لذتوں کی فراوانی نے مسلمانوں کو مدہوش کرنا شروع کر دیا تھا تعلقات باہمی میں ریاکاری، منافقت اور فریب دہی۔ بے مروتی نے زندگی کو بالکل بے کیف بنا دیا تھا۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے انھی تمام باتوں کے لئے اصلاحی مضامین اپنے مواعظ میں بیان فرمائے ہیں۔ میں نے چند خاص خاص باتوں کی طرف آپ کی توجہ اس لئے مبذول کرائی ہے کہ آپ اس دَور کے مجدّد و مصلح امّت کے مواعظ پڑھیں اور اپنے عقائد و اعمال کا جائزہ لیں اور اس سے فائدہ اٹھائیں۔

چونکہ اللہ تعالیٰ کو حضرتؒ سے دین کی تبلیغ و اشاعت کا کام لینا منظور تھا، اس لئے حضرتؒ نے تحصیل علوم سے فراغت کے بعد جب درس و تدریس کا کام شروع کیا تو ابتدائے سن ہی سے وعظ کہنا شروع کر دیا تھا اور وہ وعظ اہلِ ذوق قلم بند کرنے لگے، چنانچہ حضرتؒ کے اسی ابتدائی زمانے کے جو وعظ ہیں وہ آج بھی اسی طرح نافع اور عقدہ کشائے باطن ہیں جیسے کہ اس وقت تھے۔ یوں تو حضرتؒ نے اپنی تریسٹھ سالہ مدت تبلیغ میں ہزاروں وعظ فرمائے ہیں لیکن جس قدر قلم بند ہو گئے ان کی تعداد بھی تقریباً ساڑھے تین سو یا کچھ زائد ہے اور بہت سے قلم بند شدہ وعظ ایسے بھی ہیں جو شائع نہ ہو سکے۔

حضرتؒ کا ہمیشہ یہ معمول تھا کہ اشاعت سے پہلے ہر قلمبند شدہ وعظ کو خود بہ نظر اصلاح دیکھ لیتے تھے پھر شائع ہونے کی اجازت دیتے تھے، اس طرح ہر وعظ گویا حضرت کی خود ایک مستقل تصنیف ہے۔ حضرت نے اس بات کی بھی تاکیداً وصیت فرمائی ہے کہ میں نے اپنی زندگی میں جن تصانیف، مواعظ و ملفوظات پر نظر کر لی ہے بس وہی معتبر ہیں۔ میرے بعد جو بھی تصنیف میری طرف منسوب کی جائے گی میں اس سے بری الذمہ ہوں۔

حضرتؒ کے وعظ میں خداداد والہانہ انداز ہوتا تھا۔ سننے والوں کے دل روشن ہونے ذوق بدلتے، دین کی فہم پیدا ہوتی۔ حق و باطل میں امتیاز، عقائد کی پختگی دین کی صحیح منظر اور پہچان

ایسی پیدا ہوتی کہ بڑے سے بڑے زندقہ والحاد کے پردے چاک ہوجاتے۔ اوہام وشکوک سے ذہن پاک وصاف ہوجاتے اور شیاطین و رہزنان طریق کی فریب کاری کا راز فاش ہوجاتا۔ الفاظ وانداز تقریر، مخلوق کی دلسوزی اور خدا تعالیٰ کی محبت میں ڈوبے ہوئے ہوتے اس لئے دل میں اتر جاتے اور ؎

از دل خیزد بر دل ریزد

کا مصداق ہوتے۔ کبھی دوران وعظ فرماتے "صاحبو! کس طرح اپنے دل کی بات آپ کے دل میں ڈال دوں اور کس طرح اطمینان دلاؤں۔ قسم سے زائد کوئی ذریعہ اطمینان کا اس وقت میرے پاس نہیں۔ میں خدا تعالےٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں واللہ ثم واللہ ثم واللہ اگر تم خدا تعالےٰ کے دین کی رسی کو مضبوط پکڑ لو تو پھر تم سلف کی طرح تمام دنیا کے مالک بن جاؤ۔"

کبھی فرماتے "اے لوگو اگر ہم کو حق پر ثابت قدم رہنے میں استقلال ہوجائے تو ہمارا کام بن جائے۔" اچھے اخلاق کی تحصیل کی اس طرح تعلیم فرماتے :۔

"صاحبو! رحمت خدا تعالےٰ وہ چیز ہے جس کے حاصل کرنے کے لئے لوگوں نے سلطنتیں چھوڑ دیں مال و دولت تو کیا چیز ہے ایک حسن خلق کا پیدا ہوجانا بندگانِ خدا کے نزدیک دنیا و مافیہا سے بھی زیادہ قیمتی ہے۔

کبھی پر جوش مشفقانہ لہجے میں فرماتے کہ میری باتیں سن لو اور محفوظ کرلو کبھی شاید کوئی ایسا وقت آئے کہ تم کو دین کی صحیح اور معتبر باتیں بتانے والا باوجود طلب وتلاش کے نہ ملے تو انشاء اللہ تعالےٰ میری یہی باتیں تمہاری رہنمائی اور حصول مقصد کے لئے کافی و شافی ہوں گی۔

کبھی دوران وعظ اللہ تعالیٰ سے محبت پیدا کرنے کے طریقے کے متعلق فرماتے!

"جناب میرے پاس قسم سے زیادہ کوئی ذریعہ یقین دلانے کا نہیں۔ صاحبو! میں مکرر قسم کھا کے کہتا ہوں کہ یہ دولت (محبت الٰہی) ملے گی اہل اللہ کے پاس جانے اور ان کی اتباع

کرنے سے، تو حاصل طریق کا یہ ہے کہ اعمال میں ہمت کر کے شریعت کے پابند رہو ظاہراً و باطناً اور اللہ اللہ کرو اور کبھی کبھی اہل اللہ کی صحبت میں جایا کرو اور ان کی غیبت میں جو کتابیں وہ بتائیں ان کو پڑھا کرو۔ جی یہ چار چیزیں ہیں۔ میں ٹھیکہ لیتا ہوں کہ جو ان چار باتوں پر عمل کر کے دکھا دے گا وہ یُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهٗ کا مصداق یعنی اللہ تعالیٰ کا محبوب اور محب بن جاوے گا ضرور ہو جاوے گا ضرور بالضرور ہو جائے گا اب اختیار ہے جو چاہے عمل کر کے دیکھ لے اور تجربہ کر لے اس کی ضرورت نہیں کہ مرید ہو جائے، اجی کس کی پیری مریدی لئے پھرتے ہو یہ تو بکھنڈ ہے، بیعت کی صورت ضروری نہیں اصل چیز بیعت کی روح یعنی اتباع ہے۔ پیر کے کہنے کے مطابق کام شروع کر دو بس ہو گیا تعلق۔ واللہ وہی نفع ہو گا جو پیری مریدی میں ہوتا ہے۔ اب لوگوں کا عجیب حال ہے کہ کام بتاؤ تو نہ کریں بس بیعت کا نام کرنا چاہتے ہیں، بیعت کیا ہے محض رسم ہی رسم رہ گئی ہے چنانچہ جو پیر ایسے ہیں کہ مرید تو کر لیتے ہیں لیکن کام کچھ نہیں بتلاتے، ان سے تو لوگ بہت خوش ہیں اور میں مرید تو کرتا نہیں لیکن کام بتلاتا ہوں تو مجھ سے ناراض ہیں یوں سمجھ رکھا ہے کہ جو بھید ہیں فقری کے جو انچھر ہیں پریم کے وہ مریدوں ہی کو بتائے جاتے ہیں۔ یہ خیال ہے کہ مرید کرتے ہی پیر بس پریم کے دو انچھر بتا دے گا اور اللہ والے ہو جائیں گے۔ دھرے تھے انچھر۔ دھرے تھے بھید۔ ڈلے۔ پتھر۔ میاں خدا اور رسولؐ کا نام لو اور احکام بجالاؤ بس یہی انچھر ہیں اصلاح نفس کے طریقے پیر سے پوچھو یہی بھید ہیں۔ اگر کوئی کہے کہ کیا باطنی طریق بس یہی ہے تو ہم باآواز دُہل کہیں گے کہ ہاں یہی ہے۔"

ایک وعظ کے سلسلہ میں فرمایا اس زمانے کے نو تعلیم یافتہ لوگ کہتے ہیں کہ دین کو ظاہری ترقی سے کیا تعلق ہے گویا بہ الفاظ دیگر دین کی پابندی کو دنیاوی ترقیات میں حائل سمجھتے ہیں ہمارے جدید تعلیم یافتہ نوجوانوں کو دین اور ترقی کا تعلق سمجھ میں نہیں آتا (حالانکہ یہ تعلق بہت زیادہ ظاہر ہے۔ صدیوں تک مسلمانوں ہی نے نہیں بلکہ کفار نے بھی مشاہدہ کیا ہے کہ دین کی پابندی نے مسلمانوں پر ہر قسم کی ترقیات کے دروازے کھول دیئے تھے، ادھر مسلمانوں

نے دین کی پابندی چھوڑنا شروع کردی ادھر ترقی نے مسلمانوں کا ساتھ دینا چھوڑ دیا۔
ان لوگوں کا یہی دستور ہے کہ جو بات ان کی سمجھ میں نہیں آتی فوراً اس کا انکار کر دیتے ہیں صرف ظاہر اور مادہ پر ان کی نظر ہے باطن اور روحانیت سے بالکل غافل ہیں کسی نے خوب کہا ہے ؎

عقل در اسباب می دارد نظر
عشق می گوید مسبّب را نگر

معلوم ہوتا ہے کہ مسلمان مذہب سے اکتا گئے ہیں اور مذہب کے ساتھ کُلُّ جَدِیْدٍ لَذِیْذٌ کا سلوک کرنا چاہتے ہیں اسلامی احکام، اسلامی تہذیب، اسلامی اخلاق خواہ کتنے ہی اعلیٰ اور افضل کیوں نہ ہوں پسند نہیں آتے۔ طبائع بالکل مسخ ہوتی جارہی ہیں نیک وبد کا امتیاز ہی اٹھتا جاتا ہے کاش مسلمان ہوش میں آئیں اور اسلام جیسی نعمتِ عظمیٰ کی قدر پہچانیں۔

صحابۂ کرام اپنی تدبیروں پر کبھی بھروسہ نہ کرتے تھے بلکہ ہر قسم کی تدبیر مکمل کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ سے دعا اور طلب نصرت اور تفویض الی اللہ کرتے تھے۔ یہ راز ہے ان کی کامیابی کا اور یہ وہ زبردست ہتھیار ہے جس کو مادہ پرست نہیں سمجھ سکتے۔

اے مسلمانو! یاد رکھو تم کو جب کامیابی ہوگی۔ خدا تعالیٰ سے علاقہ جوڑنے کے بعد ہوگی اور جب تک تم اپنی کامیابی کو مادّی اسباب اور ظاہری طاقت کے حوالے کرتے رہوگے، کبھی کامیاب نہ ہوگے۔ کیوں کہ اس قوت میں دیگر اقوام ہم سے ہمیشہ آگے رہیں گی۔ تم ان کے برابر کبھی نہیں ہو سکتے۔ تمہارے پاس رضائے الٰہی اور اتفاق وجمعیّت کے ساتھ دعا کا ہتھیار بھی ہو تو کوئی قوم تم پر غالب نہیں آسکتی۔

ایک وعظ کے سلسلہ میں حضرت حکیم الامۃ رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا کہ گناہوں کے متعلق ایک بڑی مفید بات آپ کو بتاتا ہوں۔ یہ بات آپ مجھ ہی سے سنیں گے کہ "اوّل تو

جہاں تک ہو سکے ہر چھوٹے بڑے گناہ سے بچو اور اگر گناہ کرتے ہی ہو تو اس کو گناہ اور حرام ہی سمجھنا اور دوسری بات یہ ہے کہ سوتے وقت دن بھر کے گناہوں کا حساب کر لیا کرو کہ صبح سے اس وقت تک کیا کیا گناہ کئے۔ خصوصاً وہ گناہ جو معاش کے متعلق ہیں کیونکہ مال حرام سب سے بُری چیز ہے یہ تخم ہے تمام گناہوں کا۔ سو اس طرح گناہوں کو یاد کر لیا کرو اور تخلیہ میں زبان سے کہا کرو کہ اے اللہ میں بڑا نالائق ہوں اور اس قابل ہوں کہ غرق کر دیا جاؤں۔ کوئی عذر میرے پاس نہیں ہے۔ میں نے بہت ہمت کی، مگر کامیابی نہیں ہوتی آپ مدد فرمایئے اور مجھے اس خباثت سے نجات عطا فرمایئے۔

میں یہ ایسی کام کی بات بتاتا ہوں کہ اوّل تو اس سے وہ گناہ ہی چھوٹ جائے گا اور اگر بالفرض نہ چھوٹا اور ساری عمر اسی میں مبتلا رہا تب بھی اتنا فائدہ پہونچے گا کہ مرتے وقت صرف ایک گناہ ہی سر رہے گا کیونکہ جب روز توبہ کی جاتی ہے تو اس سے ماضی کا تو کفارہ ہو جاتا ہے تو بجائے اس کے کہ سو دن کے گناہ سر ہوتے ایک ہی دن کے رہ جائیں گے۔

جو تدبیر میں نے بتائی ہے اس سے آپ کے ذمہ صرف ایک دفعہ رہ جاتی ہے اور بغیر اس کے بہت سی دفعات لگی ہوئی ہیں یعنی بے فکری کا گناہ، غفلت کا گناہ، روزانہ کی بد اعمالیوں کا گناہ۔ اگر یہ تدبیر کرو گے تو صرف ایک ہی عمل کا گناہ رہ جائے گا اور ان گناہوں کے لئے ایک اور کام کی بات عرض کرتا ہوں وہ یہ کہ گناہ دو طرح کے ہوتے ہیں ایک وہ گناہ جن کو چھوڑنے میں ذرا بھی تکلیف نہیں ہوتی اور ایک وہ جن کو چھوڑنے میں کسی قدر تکلیف ہوتی ہے۔ اوّل کی مثال مردوں کے لئے ریشم پہننا، داڑھی منڈوانا وغیرہ۔ ان کے چھوڑنے میں کیا تکلیف ہوتی ہے ان کو تو فوراً چھوڑ دینا چاہیئے۔ اس کے لئے کوئی معتد بہ دوائی بھی نہیں سوائے لاپرواہی کے۔ دوسری قسم گناہ کی یہ ہے مثلاً ناجائز ملازمت۔ رشوت لینا، عورتوں کا نامحرم کے سامنے آنا۔ باریک لباس پہننا۔ ننگے سر رہنا وغیرہ، تو ایسے گناہوں کے متعلق کہہ دیتا ہوں کہ رفتہ رفتہ چھوڑ دو۔ نیت یہ ہوتی ہے کہ کسی طرح تو چھوڑیں جن سے ایک دم چھوڑنے کی امید

نہیں۔ بلکہ اگر ان پر زور ڈالا جائے تو عمر بھر بھی نہ چھوڑیں۔ اس کے لئے وہی طرز عمل رکھو جو میں نے ابھی بیان کیا ہے کہ رات کو وہ گناہ یاد کیا کرو اور اپنی خطا کا اعتراف کر کے زبان سے کہو کہ " اے اللہ میں بڑا نالائق ہوں۔ گندہ ہوں اپنی غلطی پر شرمندہ ہوں، اسی طرح اور سخت سخت الفاظ اپنے متعلق استعمال کرو اور اللہ تعالیٰ سے کہو کہ میں عاجز ہوں، آپ میری مدد فرماویں۔ میرا قلب ضعیف ہے گناہوں سے بچنے کی قوت نہیں ہے آپ ہی میری نجات کا سامان فرما دیجئے۔ یا اللہ اب تک جو میں نے گناہ کئے ہیں اپنی رحمت سے معاف فرما دیجئے میں یہ نہیں کہتا کہ میں پھر گناہ نہ کروں گا (اس لئے کہ مجھے اپنی ہمت اور نیت پر بھروسہ نہیں ہے اور بری عادت کا چھوٹنا آسان نہیں ہے) اگر گناہ ہوگا تو پھر آپ سے معاف بھی کرالوں گا (آپ اس طرح عمل شروع کر دیں) اس کا نتیجہ وہی ہوگا جو میں نے اوپر بیان کیا ہے کہ اول تو گناہ چھوٹ جائے گا اور اگر ساری عمر بھی نہ چھوٹا تو صرف ایک دفعہ کے آپ مجرم رہیں گے۔

لیجئے میں نے ایسی آسان تدبیر بتلا دی ہے جس کی نسبت میرا دعویٰ ہے کہ اس سے زیادہ تخفیف دس برس تک بھی کسی مصلح سے نہ سنیئے گا اور اس بیان پر شاید بعض طبیعتوں میں شبہ پیدا ہو کہ یہ تو گناہ کی تعلیم کی جا رہی ہے۔ سو سمجھ لو کہ یہ گناہ کی تعلیم نہیں ہے ترک گناہ کی تعلیم ہے ہاں اس کے لئے سہولت کی شکل نکالی گئی ہے۔ (وعظ جلاء القلوب)

ایک سلسلۂ وعظ میں فرمایا کہ انسان کو مایوس نہیں ہونا چاہیئے حق تعالیٰ سے اچھی امید رکھنا چاہیئے، وہ بندے کے ظن کے ساتھ ہیں۔ جیسا بندہ ان کے ساتھ گمان کرتا ہے ویسا ہی معاملہ اس کے ساتھ فرماتے ہیں۔ بڑی رحیم کریم ذات ہے۔ مگر شرط یہ ہے کہ طلب ہو اور کام میں لگا رہے جو بھی ہو سکے کرتا رہے پھر وہ اپنے بندہ کے ساتھ رحمت اور فضل ہی کا معاملہ فرماتے ہیں۔ وہ کسی کی محنت اور طلب کو رائیگاں یا فراموش نہیں فرماتے۔ ایک شخص کا مقولہ مجھ کو بہت پسند آیا کہ کٹے جاؤ اور لئے جاؤ۔ واقعی ایسی ہی ذات ہے۔ اس

قائل نے (کہنے والے نے) بہت بڑے اور اہم مضمون کو دو لفظوں میں بیان کر دیا۔ ہاں لگا رہنا شرط ہے۔ اور ایک یہ ضروری بات ہے کہ ماضی اور مستقبل کی فکر میں نہ پڑے اس سے بھی انسان بڑی دولت سے محروم رہتا ہے کیونکہ یہ بھی تو ماسوا اللہ ہی کی مشغولی ہے خلاصہ میرے مضمون کا یہ ہے کہ قصد سے ماضی و مستقبل کے مراقبے کی ضرورت نہیں ہے، اگر بغیر قصد کے خیال آجائے تو ماضی کی کوتاہیوں پہ توبہ و استغفار کر لیا کرے بس کافی ہے پچھلے معاصی کا کاوش کے ساتھ استحضار بھی کبھی حجاب بن کر خسران کا سبب ہو جاتا ہے اور اس طرح نہ آئندہ کے لئے تجویزات کی ضرورت ہے کہ یہ بھی ضرر رساں ہے نہ اس کی ضرورت کہ میں نے پہلے کیا کیا تھا اور اب کیا ہوگا اور میں کچھ ہوا یا نہیں۔ کن جھگڑوں میں وقت ضائع کرتے ہو۔ کام میں لگو۔ ان فضولیات کو چھوڑو۔ کسی حالت میں بھی مایوس نہ ہو، وہ تو دربار ہی عجیب ہے، کوئی شخص کتنا ہی گنہگار کیوں نہ ہو ایک لمحہ، ایک منٹ میں کایا پلٹ ہو جاتی ہے بشرطیکہ خلوص کے ساتھ اس طرف متوجہ ہو کر رجوع کرے اور آئندہ کے لئے استقلال کا عزم کرے۔ پھر تو جس نے کبھی ساری عمر اللہ تعالیٰ کا نام نہ لیا ہو اور اپنی عمر کا تمام حصہ معاصی اور لہو و لعب میں برباد کیا ہو اس کے لئے بھی رحمت کا دروازہ کھلا ہوا ہے۔ اس لئے فرماتے ہیں۔

ے باز آ باز آ ہر آنچہ ہستی باز آ — گر کافر و گبر و بت پرستی باز آ
ایں درگہ ما درگہ نا امیدی نیست — صد بار اگر توبہ شکستی باز آ

جو بندے کے لئے مشکل ہے وہ خدا تعالےٰ کے لئے آسان ہے اسی کو فرماتے ہیں

ے تو مگو ما را بداں شہ بار نیست — با کریماں کارہا دشوار نیست

رحمت حق ہر وقت اپنے بندوں کے لئے بخشش کا بہانہ ڈھونڈتی ہے فی الحقیقت حق تعالےٰ ادنیٰ بہانے سے بندوں پہ رحم فرما دیتے ہیں۔ نجات تو چھوٹی سی بات پر ہو جاتی ہے، مگر چھوٹی بات پہ مواخذہ نہیں ہوتا۔ یہ بالکل غلط مشہور ہے کہ مواخذہ بھی چھوٹی سی بات پہ ہو جاتا ہے مواخذہ تو بڑی ہی بات پر فرماتے ہیں۔ اب رہا یہ کہ کوئی بڑی بات کو چھوٹی بات

خیال کرلے اسی کا کسی کے پاس کیا علاج۔

ایک وعظ کے سلسلہ میں فرمایا کہ وہ دستور العمل جو دل پر سے پردہ اٹھاتا ہے اس کے چند اجزاء ہیں۔ ایک تو دین کی کتابیں دیکھنا یا سننا۔ دوسرے مسائل دریافت کرتے رہنا۔ تیسرے اہل اللہ کے پاس آنا جانا اور اگر ان کی خدمت میں آمدورفت نہ ہو سکے تو بجائے ان کی صحبت کے ایسے بزرگوں کی حکایات وملفوظات ہی کا مطالعہ کرو یا سن لیا کرو اور اگر تھوڑی دیر ذکر اللہ بھی کر لیا کرو، تو یہ تو اصلاح قلب میں بہت ہی معین ہے اور اسی ذکر کے وقت میں سے کچھ وقت محاسبہ کے لئے نکال لو جس میں اپنے نفس سے اس طرح باتیں کرو کہ :۔

اے نفس ایک دن دنیا سے جانا ہے۔ موت بھی آنے والی ہے۔ اس وقت یہ سب مال و دولت یہیں رہ جاوے گا۔ بیوی، بچے سب تجھے چھوڑ دینگے اور خدا تعالیٰ سے واسطہ پڑے گا۔ اگر تیرے پاس نیک اعمال زیادہ ہوئے تو بخشا جائے گا اور گناہ زیادہ ہوئے تو جہنم کا عذاب بھگتنا پڑے گا جو برداشت کے قابل نہیں ہے اس لئے تو اپنے انجام کو سوچ اور آخرت کے لئے کچھ سامان کر۔ یہ عمر بڑی قیمتی دولت ہے۔ اس کو فضول رائیگاں نہ جانے دے مرنے کے بعد تو اس کی تمنا کرے گا کہ کاش میں کچھ نیک عمل کر لیتا جس سے مغفرت ہو جاتی مگر اس وقت تجھے یہ حسرت مفید نہ ہوگی۔ پس زندگی کو غنیمت سمجھ کر اس وقت اپنی مغفرت کا سامان کرلے۔"

یہ تھا حضرتؒ کا انداز بیان جس کے دو ایک نمونے ہم نے آپ کے سامنے پیش کر دیئے ورنہ حضرتؒ کا تو ہر وعظ ہر ملفوظ اسی طرح ناصحانہ و مشفقانہ انداز میں ڈوبا ہوا ہوتا تھا چونکہ حضرت منجانب اللہ رشد وہدایت اور تبلیغ کے ایک منصب خاص پر فائز تھے اس لئے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضرتؒ کے دل میں یہی جذبہ موجزن رہتا تھا کہ اپنے مخاطبین اور سامعین

کے دل میں وہ بات اتار دیں جو اللہ اور اس کے محبوب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خلق اللہ کے لئے پسند فرمائی ہے اور جو ان کے دین و دنیا کے لئے ضروری ہے جس سے مسلمانوں کو حیاتِ طیبہ نصیب ہو اور ان میں آخرت کے لئے فکر و اہتمام پیدا ہو جائے۔

آپ حضرات میرے اس مضمون کو حسنِ بیان یا جوش عقیدت پر محمول نہ کریں بلکہ میں صاحبانِ ذوق و طلب کو دعوتِ فکر و نظر دیتا ہوں کہ وہ حضرت حکیم الامت کے مواعظ و ملفوظات کا خود مطالعہ فرمائیں اور پھر خود اپنے تاثرات کی منفعت اور لذت کا اندازہ لگائیں مطبوعہ مواعظ میں بھی ایسی جاذبیت ہے کہ ایک دفعہ پڑھنا شروع کیا جائے تو درمیان میں چھوڑنا مشکل ہوتا ہے جی چاہتا ہے کہ کسی طرح ختم ہی نہ ہو۔

یہ سب کچھ منجانب اللہ حضرت کی محبوبیت اور مقبولیت کی دلیل ہے۔ فقط

ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء

آپ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے مواعظ ضرور پڑھیں ان میں مسلمانوں کی صلاح و فلاحِ دارین کے لئے بہت مضامین ہیں۔ ہر وعظ ایک مستقل تصنیف ہے۔ جن لوگوں کو قرآن و حدیث، شریعت اور طریقت کا علم حاصل کرنے کا موقع نصیب نہیں ہے جو تاریخِ اسلام اور حالاتِ سلف سے ناواقف ہیں ان کو ان مواعظ میں سب ہی کچھ ملے گا۔ ان کے مطالعہ سے معلوم ہوگا کہ کلام اللہ میں کیا مضامین ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حالاتِ زندگی کیا ہیں صحابۂ کرام کے کیا کارنامے ہیں۔ مفسرین، محدثین، فقہا و صوفیا کون لوگ ہوتے ہیں اور ان کی خصوصیات کیا ہیں۔ مذاہب کا اختلاف کیا معنیٰ رکھتا ہے۔ فلسفۂ اسلام کیا ہے۔ نفس و شیطان انسان کی زندگی پر کس طرح اثر انداز ہوتے ہیں۔ مسلمانوں کی سیاست و حکومت کا کیا انداز ہوتا ہے۔ مسلمانوں نے تجارت و سیاحت کس طرح کی۔ علوم و فنون میں کیا کیا ایجادات کا اضافہ کیا۔ مسلمانوں کی تعلیم گاہیں اور خانقاہیں کس طرح مسلمانوں کے لئے رشد و ہدایت کا مرکز بنیں۔ مسلمانوں کی خانگی زندگی اور قرابت و رشتہ داری کی زندگی کیسی ہونی چاہیئے۔

رسومات و بدعات نے مسلمانوں کو کس طرح نقصان پہنچایا۔ انگریزی تعلیم و تمدن اور تہذیب سے مسلمانوں کے اخلاقیات کس طرح مسموم اور مجروح ہوئے غرضیکہ تمام عالمگیر اور ہمہ گیر معلومات اگر حاصل کرنا ہے تو آپ کم از کم حضرتؒ کے چالیس وعظوں کا غور و فکر کے ساتھ مطالعہ کریں مجھے اپنے ذاتی تجربے سے یہ یقین ہے کہ انشاء اللہ پھر آپ تمام دوسری کتابیں پڑھنے سے بے نیاز ہو جائیں گے۔ فقط وما توفیقی الا باللہ

چند مواعظ جو حسب ذیل مضامین پر مشتمل ہیں

۱۔ سیرۃ النبوی صلی اللہ علیہ وسلم	النور ۔ المحبور ۔ مورد الفرنجی
۲۔ ترجیح آخرت	نفی الحرج ۔ الباب ۔ ترجیح الآخرہ
۳۔ تصوف	اول الاعمال ۔ الغضب ۔ آخر الاعمال
۴۔ علم دین	مفتاح الخیر ۔ طلب العلم ۔ فضل العظیم
۵۔ تبلیغ	آداب التبلیغ ۔ دعوۃ الی اللہ
۶۔ رسومات تقریبات شادی اموات	تجارت آخرت ۔ الباقی ۔ عضل الجاہلیہ
۷۔ معاشرت	حقوق البیت، حقوق المعاشرت، منازعۃ الہوی
۸۔ تربیت باطن	راحت القلوب
۹۔ تمدن اسلام	تکمیل الاسلام ۔ العزۃ ۔ ملت ابراہیم
۱۰۔ عبادات	العبادہ، خیر الحیات، الفاظ القرآن
۱۱۔ عقائد	طریق النجاۃ ۔ شرط الایمان، آثار العبادۃ
۱۲۔ معاملات	اسباب الفتنۃ ۔ اسباب الغفلۃ ۔ خیر الارشاد
۱۳۔ عورتوں کے متعلق	اصلاح النساء ۔ تفصیل الذکر العفۃ
۱۴۔ امور شرعیہ شریعت اسلام	الاتفاق ۔ المباح ۔ اسلام التحقیق
۱۵۔ احوال آخرت	السوق لاہل الشوق، شوق اللقاء، رجاء اللقاء

ملفوظات

"حضرت حکیم الامت کے ملفوظات کا سلسلہ تقریباً ساٹھ مجلدات اور رسائل میں مدون ہوا ہے اور ان میں سے ہر ایک ان کی نظر سے گذر کر چھاپا گیا ہے اور جن میں سے اکثر حسن العزیز وغیرہ ناموں سے چھپ کر شائع ہو چکے ہیں۔ ان ملفوظات میں بزرگوں کے قصے سنجیدہ لطیفے، قرآن وحدیث کی تشریحات، مسائل فقہ کے بیانات، سلوک کے نکتے، اکابر کے حالات، طالب علموں کے لئے ہدایات وتنبیہات، آداب واخلاق کے نکات، اصلاح نفس وتزکیہ کے تجربات وغیرہ اس خوبی اور خوش اسلوبی سے درج ہیں کہ اہل شوق کے دل و دماغ دونوں اس آب زلال سے سیراب ہوتے ہیں"۔ (مجربات سید سلیمان ندویؒ)

حضرت ڈاکٹر عبدالحی صاحب مدظلہ اکثر فرمایا کرتے ہیں کہ چونکہ ہمارے حضرتؒ کو اللہ تعالیٰ نے حکیم الامۃ، قطب الارشاد وحجۃ اللہ فی الارض کے مناصب پر فائز فرمایا تھا اس لئے آپ دیکھیں گے کہ حضرت کی تمام تصانیف وتالیفات خصوصاً مواعظ وملفوظات حضرت کے ان ہی مراتب کی طرف نشاندہی کرتے ہیں ملفوظات کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں کے لئے ہر شعبۂ زندگی میں، دنیا وآخرت کے تمام امور میں شریعت وطریقت کے ہر مسئلہ میں جو دشواریاں اور اشکالات پیدا ہوتے رہتے ہیں ان سب کا حل اور آسان طریقۂ عمل حضرتؒ کے ملفوظات میں موجود ہے اور اس قدر تنوعات ہیں کہ جس کا احاطہ کرنا ممکن نہیں۔

میں حصول سعادت کے لئے حضرتؒ کے چند بصیرت افروز ملفوظات اور بعض مواعظ ومضامین سے اقتباسات اس مقالہ میں شامل کر رہا ہوں انشاء اللہ تعالیٰ ان سے میرے سابقہ مضامین کی بھی وضاحت ہو گی اور ناظرین کے ایمان میں تازگی اور حیات طیبہ میں شگفتگی بھی پیدا ہو گی، اللہ تعالیٰ شرف قبولیت عطا فرمائیں۔ آمین

شریعت وطریقت

حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ شریعت کے حکموں پر پورے طور سے عمل ان حکموں میں بعضے متعلق ظاہر کے ہیں جیسے نماز وروزہ، حج وزکوٰۃ وغیرہ اور جیسے نکاح وطلاق وادائے حقوق زوجین وقسم وکفارہ قسم وغیرہا اور جیسے لین دین وپیروی مقدمات وشہادت ووصیت وتقسیم ترکہ وغیرہ اور جیسے سلام وکلام وطعام ومقام وقعود وقیام ومہمانی ومیزبانی وغیرہا ان مسائل کو فقہ کہتے ہیں۔

اور بعض حکم متعلق باطن کے ہیں جیسے خدا تعالیٰ سے محبت رکھنا۔ خدا تعالیٰ سے ڈرنا۔ خدا تعالیٰ کو یاد رکھنا۔ دنیا سے محبت کم ہونا۔ خدا تعالیٰ کی مشیت پر راضی رہنا۔ حرص نہ کرنا عبادت میں دل کا حاضر رکھنا۔ دین کے کاموں کو اخلاص سے کرنا کسی کو حقیر نہ سمجھنا، خود پسندی نہ ہونا۔ غصہ کو ضبط کرنا وغیرہ ان کو سلوک کہتے ہیں۔

نسبت ومقام کی تعریف

ایک غلبۂ ذکر کہ غفلت میں وقت کم گذرے دوسرے دوام طاعت کہ نافرمانی بالکل نہ ہو۔ اصل مامور بالتحصیل یہی چیزیں ہیں اور اسی کے لئے سب مجاہدات ومعالجات اختیار کئے جاتے ہیں جن پر حسب سنت الٰہیہ وہ مقصود مرتب ہو جاتا ہے اولاً قدرے تکلف ہوتا ہے بعد چندے (جس کی مدت معین نہیں استعداد پر ہے) مثل امر طبعی کے ہو جاتا ہے گو احیاناً ضد کا تقاضا بھی ہوتا ہے مگر ادنیٰ توجہ سے وہ ضد مغلوب ہو جاتی ہے اس رسوخ وثبات کو مقام کہتے ہیں پس یہ فی نفسہٖ غیر اختیاری ہے لیکن باعتبار اسباب کے اختیاری ہے اور یہی رسوخ وثبات اس حیثیت سے کہ غلبۂ ذکر ودوام طاعت کا ملزوم ہے نسبت کہلاتا ہے (یعنی حضرت حق سے ایسا تعلق قوی جس پر غلبۂ ذکر اور دوام طاعت کا ترتب لازم ہو) اور اس نسبت من العبد پر ایک دوسری نسبت من الحق موعود ہے یعنی رضا وقرب پس اہل طریق جب لفظ نسبت کا اطلاق کرتے ہیں مراد ان ہی دو نسبتوں کا مجموعہ ہوتا ہے نہ کہ صرف

ملکۂ یادداشت جس میں بہت سے غیر محقق دھوکہ میں ہیں۔

تعلق مع اللہ کی علامات

تعلق مع اللہ کے دو درجے ہیں ایک سیر الی اللہ یہ تو محدود ہے ایک سیر فی اللہ یہ غیر محدود ہے۔ سیر الی اللہ یہ ہے کہ نفس کے امراض کا علاج شروع کیا یہاں تک کہ امراض سے شفا ہوگئی اور ذکر و شغل سے تعمیر شروع کی یہاں تک کہ وہ انوار ذکر سے معمور ہوگیا یعنی تخلیہ و تحلیہ کے قواعد جان گئے۔ موانع مرتفع کر دیئے۔ معالجۂ امراض سے واقف ہو گئے۔ نفس کی اصلاح ہوگئی۔ اخلاقِ رذیلہ زائل ہو گئے اور اخلاق حمیدہ اور، انوار ذکر سے قلب آراستہ ہو گیا۔ اعمالِ صالحہ کی رغبت طبیعت ثانیہ بن گئی۔ اعمال و عبادات میں سہولت ہوگئی۔ نسبت و تعلق مع اللہ حاصل ہوگیا تو سیر الی اللہ ختم ہوگئی اس کے بعد سیر فی اللہ شروع ہوتی ہے کہ خدا تعالیٰ کی ذات و صفات کا حسب استعداد انکشاف ہونے لگا۔ تعلق سابق میں ترقی ہوئی اسرار و حالات کا ورود ہونے لگا یہ غیر محدود ہے۔ وہ تعلق ہے جس کی نسبت کہا گیا ہے ؎

بحر لیست بحرِ عشق کہ ہیچش کنارہ نیست

اینجا جز ایں کہ جاں بسپارند چارہ نیست

عدم حصول کا احساس نعمت ہے

حضرت مولانا گنگوہیؒ کا ارشاد ہے کہ اگر کسی کو ساری عمر کی محنت و کوشش کے بعد یہ معلوم ہو جائے کہ مجھ کو کچھ حاصل نہ ہوا تو اس کو سب کچھ حاصل ہو گیا۔ اگر مقامات طے بھی ہو گئے تو ان کے طے ہونے میں وہ حظ نہیں جو اس سمجھنے میں ہے۔ کہ ہم نے ابھی کچھ بھی راستہ قطع نہیں کیا گویا تیلی کے بیل کی طرح ہیں اور یہ حظ ہے انکسار و افتقار اور عجز و عبدیت کا۔

مقصود و طریق

ارشاد۔ کچھ اعمال مامور بہا ہیں ظاہرہ بھی باطنہ بھی نیز کچھ اعمال منہی عنہا ہیں ظاہرہ بھی باطنہ بھی۔ ہر دو قسم میں کچھ عملی و علمی غلطیاں ہو جاتی ہیں۔ مشائخ طریق طالب کے حالات اور عوارض

کو سمجھ کر ان کا علاج بتلا دیتے ہیں ان پر عمل کرنا طالب کا کام ہے اور اعانت طریق کے لئے کچھ ذکر بھی تجویز کر دیتے ہیں اس تقریر سے مقصود اور طریق دونوں واضح ہو گئے۔ یہ اعتقاد کر میرے پاس کوئی عمل نہیں کیا تھوڑا عمل ہے۔

حقیقت تصوف کی صرف علم باعمل ہے اور عمل بھی وہی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلیم فرمایا ہے اور جو سالک کے اختیار میں ہے اس کے علاوہ سب چیزیں زائد ہیں، اگر وہ عطا ہو جاویں اور شیخ ان کو محمود تبلا دے تو وہ بھی نعمت اور قابل شکر ہیں اور اگر عطا نہ ہوں، یا عطا ہو کر زائل ہو جاویں تو ان کی تحصیل کی فکر یا ان کے زوال پر قلق۔ طریق میں ناجائز اور باطن کے لئے سخت مضر ہے خواہ وہ کچھ ہی ہو۔

سالک کے لئے ادائیگی حقوق کا اہتمام

اہل حقوق کے حقوق شرعیہ معینہ میں غفلت یا کوتاہی کرنا معصیت ہے جو مقصود کے لئے رہزن ہے ان لزوجك حقًا الخ

طریق میں حرص و ہوس مضر ہے

فرمایا کہ سالک کو کسی چیز کی ہوس نہ چاہیئے۔ کوئی ذوق و شوق کا متمنی ہے کوئی رقت قلب کی خواہش کرتا ہے کسی کو کشف و کرامات کی تمنا ہے۔ کوئی جنت کو مقصود سمجھ کر اس کا طالب ہے حالانکہ کسی چیز کی بھی طلب و ہوس نہ کرنا چاہئے کیونکہ عبدیت کے معنی ہیں مالک کے سامنے سر جھکا دینے کے اور جو حکم ہو اس کو بسر و چشم قبول کر کے عمل کر لینے کے پھر عبد ہو کر کسی چیز کی ہوس کرنا کہ مجھے یہ ملے وہ ملے۔ یہ ہوس حقیقت میں فرمائش ہے مالک سے جو کیوں کر جائز ہو گی اگر کوئی شبہ کرے کہ حدیث شریف میں آیا ہے اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ رِضَاكَ وَالْجَنَّةَ یہاں پر جنت کا سوال کیا گیا ہے۔

(ترجمہ) اے اللہ! بے شک میں آپ سے آپ کی رضا اور جنت کا سوال کرتا ہوں۔

جواب یہ ہے کہ اس سوال کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی سوال کرے کہ فلاں صاحب سے کہاں

ملاقات ہوگی جواب ملے کہ باغ میں اس پر وہ شخص باغ میں جانے کا آرزو مند ہو توحقیقت میں وہ باغ مقصود بالذات نہ ہوگا، بلکہ مقصود وہ صاحب ہیں۔ مگر وہ باغ میں ملیں گے اس لئے اس کی تمنا ہوتی ہے کہ وہ اس مقام پر رہتے ہیں۔ اسی طرح حدیث شریف میں مقصود رضا ہے جس کو جنت پر مقدم فرمایا ہے مگر چونکہ اس کا حصول جنت میں ہوگا لہذا جنت کا بھی سوال کیا گیا حق تعالیٰ سبحانہٗ ارشاد فرماتے ہیں وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ اَكْبَرُ۔ یہاں پر رضا کو جنت سے اکبر فرمایا اس سے معلوم ہوا کہ بڑی چیز یہی ہے۔ پھر یہ نکتہ بیان کیا کہ اس اکبر کی تحصیل کے لئے ذریعہ بھی اکبر ہی ہونا چاہئیے سو فرماتے ہیں وَلَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ معلوم ہوا کہ وہ ذریعہ ذکر اللہ ہے تمام احکام پر عمل کرنے سے ذکر اللہ ہی مقصود ہے۔

توبہ کے ساتھ تلافیِ حقوق ضروری ہے

فرمایا اگر کسی بندہ کے حقوق ذمہ ہوں تو ان کو ادا کرے یا معاف کرالے اور خدا کا حق ہو جیسے نماز روزہ قضا ہو گیا ہو تو اس سے توبہ کر کے ان کی قضا شروع کر دے اس طرح توبہ کرنے سے نفس گناہوں سے بالکل پاک ہو جائے گا کیونکہ گناہ سے توبہ کرنے والا اس شخص کی طرح ہے جس کا کوئی گناہ نہ ہو۔ اَلتَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ كَمَنْ لَّا ذَنْبَ لَهٗ مُسَلَّمَةٌ لَّا شِيَةَ فِيْهَا ہر قسم کے عیب سے سالم ہو اور اس میں کوئی داغ نہ ہو۔

مجاہدے کی حقیقت

فرمایا مجاہدہ کہتے ہیں نفس کی مخالفت کرنے کو یعنی اس کے اقتضاءات کے روکنے کو مثلاً باتیں کرنے کو جی چاہتا ہے تو مجاہدہ یہ ہے کہ خاموش رہے کسی وقت خاموشی کو جی چاہتا ہے اس وقت مجاہدہ یہ ہے کہ باتیں کرے مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ نفس کے ہر تقاضے کی مخالفت کرو یہاں تک کہ کسی وقت کھانے پینے کو جی چاہے تو بھوکے پیاسے مرنے لگو، نہیں بلکہ اس میں تفصیل ہے وہ یہ کہ اقتضائے نفس کی تین قسمیں ہیں ایک وہ جو یقیناً مذموم ہیں یعنی خلاف شرع ہیں۔ ان کی مخالفت تو ضروری ہے اور بعض وہ ہیں جو یقیناً محمود ہیں جیسے فرض نماز، روزہ

اور بقدر ضرورت کھانا پینا کپڑا پہننا۔ ان کی مخالفت ضروری کیا ہوتی بلکہ موافقت ضروری ہے اور بعض وہ ہیں جو نہ یقیناً مذموم ہیں اور نہ یقیناً محمود ہیں بلکہ دونوں کو محتمل ہیں جیسے مباحات بلکہ بعض دفعہ مستحبات بھی۔ ان میں شیخ محقق سے رجوع کیا جائے۔ اگر وہ کہدے کہ تقاضا محمود ہے تب تو مخالفت کی ضرورت نہیں اور اگر وہ کہے کہ یہ تقاضا مذموم ہے تو اس کی مخالفت کی جائے۔

پس خلاصہ مجاہدہ کا یہ ہوا کہ محرمات و مباحات میں نفس کی مخالفت کی جائے مباحات میں تو اس طرح کہ ہر بات پر تو عمل نہ کیا جائے بلکہ تقلیل کی جائے اور محرمات میں اس کی مخالفت اس طرح کہ ان کو بالکل ترک کیا جائے اور مجاہدہ کا یہ درجہ تو سب کے نزدیک واجب ہے یعنی محرمات سے بچنا اور اس کی ضرورت ہر مسلمان کے نزدیک مسلّم ہے بلکہ اصل حالت کے اعتبار سے تو اس کو مجاہدہ میں داخل کرنا بھی ٹھیک نہیں بھلا زہر سے بچنا بھی کوئی مجاہدہ ہے۔ مجاہدہ تو اسے کہتے ہیں جس میں نفس پر مشقت و گرانی ہو اور ظاہر ہے کہ اصل مشقت فطرتاً ان ہی کاموں کے ترک میں ہوتی ہے جن کی فی الجملہ اجازت ہے اور جن کا حرام ہونا معلوم ہے ان کے ترک میں مجاہدہ ہی کیا ہوتا ہے

مگر چونکہ قریب قریب ہر شخص محرمات میں مبتلا ہے اس لئے ترک محرمات میں بھی مجاہدہ ہوگا ورنہ اصل فطرت کے اعتبار سے تو اصل مجاہدہ یہی ہے کہ مباحات میں بھی نفس کی مخالفت کی جائے کہیں انہماک ہی کہیں نفس فعل میں بھی کیونکہ بعض مواقع میں جب نفس کو مباحات سے روکا جاوے گا اسی وقت وہ محرمات سے بچ سکے گا۔ کیونکہ مباحات کی سرحد محرمات سے ملی ہوئی ہے اور قاعدہ ہے کہ جس جنگل میں شیر رہتا ہو اس سے بچنے کا طریقہ یہی ہے کہ اس کی سرحد کے پاس بھی نہ جاؤ۔ اگر کوئی شخص جنگل کی حدود میں رہ کر شیر سے بچنا چاہے یہ اس کی حماقت ہے ممکن ہے کبھی غلطی سے حد کے اندر داخل ہو جائے اور شیر کا سامنا ہو جائے۔

اس لئے سالکین کو مباحات میں انہماک سے بہت ہی احتراز چاہیئے اور یہاں سے معلوم

ہو گیا کہ بیوی بچوں کو چھوڑنا اور گھر کو تالا لگانا یہ مجاہدہ نہیں ہے کیونکہ بیوی بچوں کی خبر گیری شرعاً فرض ہے اور مجاہدہ ترک فرائض کا نام نہیں بلکہ ترک محرمات اور کہیں ترکِ مباحات کا نام ہے ۔

اگر کسی شخص کو بیوی سے محبت ہو جائے تو اس کے ازالہ کا حکم نہ کیا جائے گا کیونکہ یہ محبت خلافِ شرع نہیں بلکہ شرعاً مطلوب ہے وَمِنْ اٰیٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْٓا اِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً ط

اور اس کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ اس نے تمہارے واسطے تمہاری جنس کی بیبیاں بنائیں تاکہ تم کو ان کے پاس آرام ملے اور تم میاں بیوی میں محبت اور ہمدردی پیدا کی ۔

انسان صرف طلب و فکر اور سعی کا مکلّف ہے

ارشاد ۔ کمال کسی کے اختیار میں نہیں ہے اور نہ انسان اس کا مکلف ہے انسان کا کام طلب و فکر اور سعی ہے اگر طلب کے ساتھ ساری عمر بھی ناقص رہے تو وہ انشاءاللہ کاملین ہی کے برابر ہوگا بلکہ ممکن ہے بعض باتوں میں ان سے بھی بڑھ جائے یعنی مشقت کے ثواب میں کیونکہ کاملین کو نفس کی مخالفت گراں نہیں ہوتی اور دلیل اس کی یہ حدیث ہے وَالَّذِیْ یَتَتَعْتَعُ فِیْهِ وَهُوَ عَلَیْهِ شَاقٌّ لَهٗ اَجْرَانِ ۔ اور جو شخص اس (تلاوت قرآن) میں اٹکتا ہو اور وہ اس پر شاق ہو تو اس کے لئے دو اجر ہیں ۔

کام کرنا شرط ہے خواہ بے نظمی سے ہو

ارشاد ۔ کام کرنے کا طریق یہ ہے کہ کام شروع کر دے کسی امر کا انتظام نہ کرے ، اگر بعض حالات میں انتظام سے کام نہ بھی ہو بلا سے ۔ بے انتظامی پھر بھی بیکاری سے اچھی ہے ؎

دوست دارد دوست ایں آشفتگی   کوشش بے ہودہ بہ از خفتگی

غرضیکہ کسی طرح ہو کام کرتے رہیں اور شیخ کو اطلاع کرتے رہیں ۔ اسی بے نظامی سے جبکہ دُھن لگی رہے انشاءاللہ تعالیٰ نظام پیدا ہو جائے گا اور ہمت میں قوت اور طبیعت میں تقاضا پیدا ہوتے لگے گا انشاءاللہ

جبلّی رذائل کی اصلاح

اگر یہ شبہ ہو کہ جبلّت تو کسی کی بدل نہیں سکتی، پھر جبلّی صفات رذیلہ کی اصلاح کیوں کر ہو سکتی ہے تو خوب سمجھ لو کہ مادہ جبلّی ہوتا ہے مگر فعل اختیار میں ہے پس مادہ بے شک زائل نہیں ہوتا مگر اس کے مقتضاء پر عمل کرنا نہ کرنا اختیار میں ہے اور اسی کا نام تکلیف ہے اور بار بار اس مقتضاء کی مخالفت کرنے سے وہ مادہ بھی ضعیف ہو جاتا ہے۔

عقل و ایمان کی سلامتی

فرمایا کسی حال کا طاری ہونا اور جذبے جاری رہنا یہ بھی بڑی دولت ہے ہمیشہ رہنے کی چیز تو صرف عقل و ایمان ہے باقی سب میں آمد و رفت رہتی ہے۔

اتباع سنت کی برکت

فرمایا ہمارے حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے سلسلہ میں بہت ہی جلد نفع شروع ہو جاتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ اس سلسلہ میں بطریق جذب نفع پہنچتا ہے نہ بطریق سلوک، اور اس جذب کی وجہ یہ ہے کہ اس سلسلہ میں اتباع سنت کا بڑا اہتمام ہے جب حق تعالیٰ کے محبوب کا اتباع کیا جاتا ہے تو محبوب کا اتباع کرنے والا بھی محبوب ہو جاتا ہے تو محبت کا خاصہ ہے انجذاب، پس حق تعالیٰ فوراً اس کو اپنی طرف منجذب فرما لیتے ہیں چنانچہ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ ط

آپ فرما دیجئے کہ اگر تم خدا تعالیٰ سے محبت رکھتے ہو تو تم لوگ میرا اتباع کرو خدا تعالیٰ تم سے محبت کرنے لگیں گے۔

کبر اور فخر کی تعریف

ارشاد۔ نعمت پر فخر کرنا اور اس کو اپنی عقل و دانش اور سعی و کوشش کا ثمرہ سمجھنا کبر ہے اور اس کو عطائے حق سمجھنا اور اپنی نااہلی کو مستحضر رکھنا شکر ہے۔

اہل سلوک کا کبر اور تواضع مفرط

ارشاد۔ کام کرنے والوں کو دین کا کام کرنے سے دو مرض پیدا ہوتے ہیں ایک کبر

دوسرا تواضع مفرط ۔ کبر تو یہ ہے کہ وظیفہ پڑھ کر اپنے اوپر نگاہ کرنے لگے ۔ نماز پڑھ کر بے نمازیوں کو حقیر سمجھنے لگے اس کا علاج یہ سمجھتے رہنا ہے کہ تکبر کی وجہ سے بڑے بڑے عابدوں کے قدم توڑ دیئے گئے ہیں کہ منزلِ مقصود پر نہ پہنچ سکے ۔ شیطان اور بلعم باعور کی حکایت اس کی نظیر ہے ۔

تواضع مفرط یہ ہے کہ اس حد تک تواضع کرے کہ اپنے اعمالِ صالح کی بے قدری کرنے لگے مثلاً اس طرح کہے کہ اگرچہ ہم نماز پڑھتے ہیں مگر اس میں خشوع تو ہے نہیں ذکر کرتے ہیں مگر انوار تو بالکل نہیں ۔ گویا در پردہ اللہ تعالیٰ کی شکایت کر رہے ہیں علاج اس کا یہ کہنا ہے کہ خداوند آپ کا شکر ہے کہ آپ نے ہم کو ذکر و نماز کی توفیق دی ورنہ ہماری کیا مجال تھی جو آپ کی بندگی کر لیتے ۔ اس نعمت کی توفیق بھی آپ (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کے طفیل ملی جیسا کہ صحابہؓ نے عرض کیا ہے

وَاللهِ لَوْلَاكَ مَا اهْتَدَيْنَا وَلَا تَصَدَّقْنَا وَلَا صَلَّيْنَا

مشائخ بھی اپنی اصلاح سے مستغنی نہیں

ارشاد ۔ جو شیخ صاحب نظرِ صحیح ہو وہ اپنے واسطے کسی کو شیخ تجویز کرے کہ اپنے احوالِ خاصہ میں اس کی رائے سے عمل کیا کرے اپنی رائے سے عمل نہ کرے کیونکہ اپنے خیالات و واقعات میں اپنی نظر تو ایک ہی پہلو پر جاتی ہے اور دوسروں کی نظر ہر پہلو پر جاتی ہے ، اور جس شخص کو دوسرا شیخ نہ ملے تو وہ اپنے چھوٹوں ہی سے مشورہ کیا کرے ۔ اس طرح بھی غلطی سے محفوظ رہے گا ۔ جب میں مشائخ کے لئے بھی اس کی ضرورت سمجھتا ہوں کہ وہ بھی کسی کو اپنا بڑا بنا دیں اور اپنے معاملاتِ خاصہ میں محض اپنی رائے سے عمل نہ کیا کریں تو غیر مشائخ کے لئے تو اس کی بہت زیادہ ضرورت ہے پس ہر شخص کو یہ حق نہیں کہ وہ اپنی رائے سے اپنے کو نفع متعدی کا اہل سمجھ لے اور اسی پر کفایت کرے اور مبتدیانِ سلوک اور متوسطین کے لئے تو یہ بہت ہی مضر اور سدِ راہ ہے ان کا تو یہ مذاق ہونا چاہیئے ؎

احمد تو عاشقی بہ مشیخت ترا چہ کار
دیوانہ باش سلسلہ شد شد نہ شد نہ شد

مجاہدۂ اضطراریہ کا نفع و ادب

جس طرح وضو کا بدل تیمّم ہے اور اجر میں اس سے کم نہیں اسی طرح مجاہدۂ اختیاریہ یعنی اعمال و اوراد کا بدل مجاہدۂ اضطراریہ یعنی تشویشات و بلیّات ہیں اور اجر میں ان کے برابر بلکہ بعض منافع میں ان سے اقوی ہیں ان کو نعمت سمجھ کر اطمینان سے کام میں بقدر وسع مشغول رہنا چاہیئے البتہ دعا کرتے رہیں کہ وہ مبدل بہ راحت وجمعیت ہوں کہ دعا مسنون ہے غرض کہ جب تک وہ تشویشات وبلیات باقی رہیں تفویض تو فرض ہے اور دعا مسنون اور جبکہ وہ زائل ہو جائیں شکر واجب ہے اور دونوں حالتوں میں بقدر وسع مشغول رہنا ادب طریق ہے۔

عدم زوال پریشانی ومصیبت کا علاج

تنگی اور مصائب کے دور ہونے کا ارادہ ہی چھوڑ دیا جائے بلکہ موجود پریشانی ہی کے لئے اپنے کو آمادہ کر لیا جاوے۔ بس دو چیزوں کا التزام کر لیا جائے۔ دعا زوالِ مصیبت کی اور استغفار۔ اور ثمرات کو آخرت تک ملتوی سمجھا جاوے۔ بس یہ علاج ام العلاج ہے جس میں علاج ہی مقصود ہے صحت مقصود نہیں۔

طبعی غم اور کسبی غم میں فرق

ارشاد۔ فرمایا کہ میں ایک بات لاکھوں کی بتاتا ہوں وہ یہ کہ طبعی غم اور ہے اور کسبی غم اور طبعی غم کی مدت بہت کم ہے وہ تو خود بخود بہت جلد زائل ہو جاتا ہے ہاں کسبی غم جو خود سوچ سوچ کر پیدا کیا جاتا ہے اور تذکرہ کر کر کے بڑھایا جاتا ہے۔ وہ البتہ اشد ہے مگر اس کا حدوث و بقا اختیاری ہے۔ سوچنا موقوف کرو، تذکرہ نہ کرو تو کسبی غم پاس بھی نہ آئے گا۔ رہا طبعی غم وہ غیر اختیاری ہے مگر وہ نہ تحمل سے باہر ہے نہ اس کی مدت زیادہ ہے۔ شریعت نے تو اس کی مدت بس تین روز رکھی ہے۔ چنانچہ تعزیت حاضرین بلد کی تین دن کے بعد ناجائز ہے۔

پھر اس کی حکمت میں غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ حق تعالیٰ نے یہ غم بھی محض رحمت کی وجہ سے دیا ہے، یعنی ایک دولت دینا چاہتے ہیں جس کا آلہ غم کو بنایا ہے۔ غم کی حکمت یہ ہے کہ انسان متمدن ہے اور تمدن موقوف ہے ہمدردی پر اور ہمدردی موقوف ہے رقتِ قلب پر۔ پس رقت کو تازہ کرنے کے لئے بعض دفعہ اسباب رقت یعنی غم وغیرہ نازل ہوتے ہیں۔ اگر اس کی تجدید نہ کی جاوے تو یہ قوت بالکل معطل ہو جاتی ہے چنانچہ اطباء نے تصریح کی ہے کہ جس قوت سے کام نہ لیا جاوے وہ بیکار ہو جاتی ہے۔ بہرحال غم کی حکمت یہ ہے کہ اس سے قلب کی رقت اور صفتِ رحمت تازہ ہو جاتی ہے اور یہ بڑی دولت ہے جو دین میں بھی کار آمد ہے اور دنیا میں بھی۔

سلوکِ کامل

یہ بات ہمیشہ یاد رکھنے کی ہے کہ غیر اختیاری کاموں کے پیچھے پڑنے سے وقت خراب ہوتا ہے اور کام نہیں ہوتا ہے اور کیسے ہو سکتا ہے کیونکہ غیر اختیاری ہے، انسان اختیاری کام کو کرے، غیر اختیاری کو چھوڑ دے۔ یہی کام کرنے کا سہل طریق ہے۔ اختیاری اور غیر اختیاری کے مسئلہ میں نصف سلوک ہے اور ترقی کر کے کہتا ہوں کہ کل سلوک ہے۔ حقیقت کی بے خبری کے سبب لوگ مشکلات اور دشواریوں میں پڑ گئے۔ چنانچہ ایک شعبہ اس کا غیر اختیاری کاموں کے درپے ہونا ہے، حالانکہ تصوف سے سہل اور آسان کوئی چیز بھی نہیں

معصیت باعث ہلاکت ہے

یہ کم بخت نہایت ہی بُری اور مہلک چیز ہے اس سے اجتناب کی سخت ضرورت ہے۔ وہ ذلت اور وہ گھڑی بندہ کے لئے نہایت ہی مبغوض اور منحوس ہے جس میں یہ اپنے خدا کا نافرمان ہوتا ہے اگر حس ہو تو فوراً معصیت کرنے کے بعد قلب پر ظلمت محسوس ہوتی ہے۔ بعض نافرمانیوں کا یہ بھی اثر ہوتا ہے کہ آئندہ کے لئے عمل کی توفیق سلب کر لی جاتی ہے

جو بڑے خوف کی بات ہے اور معصیت میں ایک اور خاصیت بھی ہے کہ اس کے محکوم اس کی نافرمانی کرنے لگتے ہیں ایک بزرگ گھوڑے پر سوار ہوئے وہ شوخی کرنے لگا فرمایا آج ہم سے کوئی گناہ ہوا ہے، جس کی وجہ سے یہ ہماری نافرمانی کرتا ہے۔

توہم گردن از حکم داور مپیچ | کہ گردن نہ پیچد ز حکم توئیچ
ہر کہ ترسید از حق و تقویٰ گزید | ترسد از وے جن وانس و ہر کہ دید

اور ایک خاصیت معصیت کی سب سے شدید ہے وہ یہ کہ کبھی بے فکری اور بے خیالی سے صغیرہ سے کبیرہ صادر ہوجاتا ہے کہ وہ سبب کفر کا بن جاتا ہے۔ اس لئے انسان کبھی گناہ کرکے بے فکر نہ ہو توبہ استغفار کرتا رہے مگر یہ بھی نہیں کہ اس کو مشغلہ بنالے اور اس مراقبہ میں رہا کرے بلکہ ایک بار خوب باقاعدہ توبہ کرکے کام میں لگے اور اس کے بعد پھر جب کبھی خیال آجایا کرے اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِیْ کہہ کر پھر آگے چلے کام میں لگے۔

زیارت حضور صلی اللہ علیہ وسلم

وظائف کے ذریعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا ارادہ کرنا بڑی ہی ناواقفیت کی بات ہے اگر ایسا ہی ذوق وشوق ہے تو اتباع کرو اس پر بھی اس مقصود کا ترتب لازم نہیں مگر بہ نسبت اوراد کے اس میں توقع زیادہ ہے۔

پریشانی کا علاج

فرمایا پریشانی کی طرف التفات کرنا سبب زیادہ پریشانی کا ہوجاتا ہے۔ جب پریشانی ہو بجائے اس کی طرف متوجہ ہونے کے حق تعالیٰ کی طرف خیال کرکے متوجہ ہوجائے کہ وہ ان سب امور میں ہم کو کافی ہیں اور انھیں سے تعلق بڑھانا سب بلیّات کا دافع ہے بس اس طریق سے آنا فاناً پریشانی کا اثر گھٹتا جادے گا حتیٰ کہ بالکل نابود ہوجاوے گی کرکے دیکھیے اور آرام لے۔

فرمایا کہ ذاکر مریض کو چاہیئے کہ جب تک کامل طور پر صحت وقوت نہ ہوجائے معمولات

شروع نہ کرے البتہ بلا کسی قید کے زبان سے یا قلب سے جو ذکر سہل معلوم ہو اس کا خیال رکھے۔

شیخ کے پاس رہنے کے منافع

شیخ کے پاس رہنے کے منافع حسبِ ذیل ہیں (۱) جو ارشادات زبانی سننے میں آتے ہیں وہ خلاصہ ہوتے ہیں تحقیقات و مسائل کے جس سے اپنی حالت بھی وضوح کے ساتھ منکشف ہوتی ہے (۲) اور ان اہل صحبت میں جو با برکت ہوتے ہیں وہاں ایک نفع صحبت کی برکت اور ان کے طرزِ عمل سے سبق لینا ہوتا ہے (۳) عمل کا شوق بڑھتا ہے (۴) اپنے عیب معلوم ہوتے ہیں (۵) اپنی استعداد معلوم ہوتی ہے لہٰذا اس زمانہ میں یہ صحبت کتابوں میں دیکھ کر عمل کرنے سے بدرجہا انفع ہے۔

اہل اللہ کی صحبت

اہل اللہ کی صحبت کے موثر ہونے کا سبب یہ ہے کہ بار بار اچھی باتیں جب کان میں پڑیں گی تو کہاں تک اثر نہ ہوگا۔ ایک وقت چوکو گے دو وقت چوکو گے تیسری دفعہ تو اصلاح ہو ہی جائے گی اور ایک سبب باطنی بھی ہے وہ یہ ہے کہ جب تم ان کے پاس رہو گے اور تعلق بڑھاؤ گے تو ان کو تم سے محبت ہو جائے گی تو اس سے دوسری اصلاح ہوگی ایک تو یہ کہ وہ دعا کریں گے اور ان کی دعا مقبول ہوتی ہے تو حق تعالیٰ تم پر فضل فرماویں گے اور اکثر یہ ہے کہ ان کی دعا باذنِ حق ہوتی ہے تو ان کے منہ سے دُعا کا نکلنا اس بات کی علامت سمجھنا چاہیئے کہ حق تعالیٰ کے فضل و کرم کا وقت آگیا دوسری وجہ خفی یہ ہے کہ تمھارے اعمال میں ان کی محبت سے برکت ہوگی اور جلد جلد ترقی ہوگی اور جلد اصلاح ہو جائے گی۔

توسل کی حقیقت

ارشاد۔ توسل کی حقیقت یہ ہے کہ اے اللہ! فلاں شخص میرے نزدیک آپ کا مقبول ہے اور مقبولین سے محبت رکھنے پر آپ کا وعدۂ رحمت ہے "اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ"،

پس میں آپ سے اس رحمت کو مانگتا ہوں۔ پس توسّل میں یہ شخص اپنی محبت اولیاء اللہ کیساتھ ظاہر کر کے اس محبت پر رحمت و ثواب مانگتا ہے اور محبت اولیاء اللہ موجب رحمت و ثواب ہونا نصوص سے ثابت ہے چنانچہ مُتَحَابِیْنَ فِی اللّٰہِ کے فضائل سے احادیث بھری ہوئی ہیں اب یہ اشکال جاتا رہا کہ بزرگی اور برکت کو رحمت حق میں کیا دخل ہے۔ دخل یہ ہوا کہ اس بزرگ سے محبت رکھنا حُبٌّ فِی اللّٰہ کی فرد ہے اور حُبٌّ فِی اللّٰہ پر ثواب کا وعدہ ہے

تعلق مع الخلق

ارشاد۔ تعلق مع الخلق کو مطلوب کون سمجھتا ہے اور کون نہیں سمجھتا۔ یہی تعلق مع الخلق کے محمود و مذموم ہونے کا معیار ہے۔ وہ یہ کہ اگر کسی کو دوستوں کے ساتھ باتوں میں مشغول ہونے سے دلچسپی نہ ہو بلکہ جی گھبراتا ہو اور نماز و ذکر میں مشغول ہونے کو جی چاہتا ہو، اور باتوں میں مشغول ہوتے ہوئے یہ تقاضا ہو کہ جلدی سے بات ختم ہو تو میں اللہ تعالیٰ کی یاد میں لگوں، تو یہ شخص واقعی تعلق مع الخلق کو مطلوب نہیں سمجھتا اور اس کے لئے اس تعلق کو مذموم نہیں کہا جائے گا۔

اور جس شخص کا نماز میں یہ جی چاہتا ہو کہ جلدی نماز سے فارغ ہو تاکہ دوستوں سے باتیں کرے اور ان کی باتوں کی وجہ سے معمولات میں ناغہ کر دیتا ہو۔ نہ اشراق ہے نہ تہجد نہ ذکر ہے نہ تلاوت اُلٹا ان کی وجہ سے محض فرائض پر اکتفا کرتا ہو اور اس سے بھی جلد فارغ ہونے کا تقاضا ہو تو یہ شخص تعلق مع الخلق کو مطلوب سمجھتا ہے اس لئے یہ تعلق مذموم ہے۔

حق تعالیٰ کے اسمِ مُبارک کی عظمت

ارشاد۔ جس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک جب لیا جائے یا سُنا جائے تو صلی اللہ علیہ وسلم کہنا واجب ہے اگر نہ کہے گا تو گناہ ہو گا۔ ایسے ہی حق تعالیٰ کے نام پاک کے ساتھ "جلّ جلالہٗ" یا "تعالیٰ" یا اور کوئی لفظ مشعرِ تعظیم کہنا واجب ہے، ورنہ گناہ ہو گا۔ لیکن اگر ایک مجلس میں چند بار نام لیا جاوے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پر صلی اللہ علیہ وسلم

اور حق تعالیٰ کے نام پر جلّ جلالہٗ یا تعالیٰ کہنا ایک بار واجب ہے اور ہر بار کہنا مستحب ہے، مگر محبت و عشق کا مقتضا یہی ہے کہ ہر بار درود پڑھا جائے۔

درود کا مخفف (صلعم) مناسب نہیں

ارشاد۔ درود کا مخفّف جو لوگ (صلعم) لکھتے ہیں یہ مناسب نہیں گویا یہ درود سے ناگواری اور تنگی کی دلیل ہے۔ اگر کوئی شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم مبارک لکھے اور نہ زبان سے درود پڑھے اور نہ پورا درود کا صیغہ لکھے تو "صلعم" کا لکھنا بالکل ناکافی ہے بلکہ پورا درود لکھنا یا زبان سے کہنا واجب ہے۔

جنت کی وسعت

ارشاد۔ جنت میں مومن کو اتنی بڑی سلطنت ملے گی جس کی شان یہ ہوگی اِذَا رَاَیْتَ ثَمَّ رَاَیْتَ نَعِیْمًا وَّمُلْکًا کَبِیْرًا ط "اگر تو اس جگہ کو دیکھے تو تجھ کو بڑی نعمت اور بڑی سلطنت دکھائی دے۔"

اور جس کی حالت یہ ہے

اَعْدَدْتُ لِعِبَادِیَ الصّٰلِحِیْنَ مَا لَا عَیْنٌ رَاَتْ وَلَا اُذُنٌ سَمِعَتْ وَلَا خَطَرَ عَلٰی قَلْبِ بَشَرٍ ط "میں نے اپنے نیک بندوں کے لئے وہ نعمتیں تیار کی ہیں جو نہ کسی آنکھ نے دیکھیں اور نہ کسی کان نے سنیں اور نہ کسی انسان کے قلب میں ان کا خیال آیا۔"

اس سلطنت کے حصول کے لئے یہ عمل کیا چیز ہیں جو ہم کر رہے ہیں۔ اتنی بڑی جزا محض عنایت ہے لیکن یہ عنایت ہوگی اس عمل کی بدولت گو وہ ناچیز، ناقص، حقیر ہے چنانچہ ارشاد ہے اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰہِ قَرِیْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِیْنَ "بے شک اللہ تعالیٰ کی رحمت نزدیک ہے نیک کام کرنے والوں کے۔"

مسلمان کو مرنے کے وقت بشارت - ارشاد۔ مسلمان جب مرنے لگتا ہے تو

فرشتے اس کو رضوان وکرامت کی بشارت سناتے ہیں۔ اس وقت وہ حق تعالیٰ کی لقاء کا مشتاق ہو جاتا ہے اور کافر کو عذاب کی دھمکی دیتے ہیں۔ وہ اس وقت خدا تعالیٰ کے پاس جانے سے گھبراتا ہے۔

الفاظ قرآن کا ایک عظیم ترین نفع

ارشاد۔ صاحبو! اس سے بڑھ کر الفاظِ قرآن کا نفع اور کیا ہوگا کہ اللہ تعالیٰ قرآن پڑھنے والے کی قرأت کی طرف بہت توجہ فرماتے ہیں اور نہایت توجہ سے سنتے ہیں۔

جملہ آدابِ تلاوت کا خلاصہ

فرمایا۔ آدابِ تلاوت تو بہت ہیں مگر میں ایک ہی ادب بیان کرتا ہوں جس میں سب آجائیں وہ یہ ہے کہ یوں خیال کرے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے فرمائش فرمائی ہے کہ تم پڑھو اور ہم سنتے ہیں۔ تو جس طرح کسی کو سنانے کے وقت خاص اہتمام سے سنوار سنوار کر پڑھتا ہے ویسا پڑھنا چاہیئے۔ تلاوت قرآن عزیز کا یہ ادب مجھ کو بہت عرصہ کے بعد معلوم ہوا۔ پھر اس پر یہ شبہ ہو سکتا ہے کہ اس طرح سنوار کر پڑھنے سے جلد تلاوت نہ ہو سکیگی تو تلاوت کی مقدار کم ہوگی، اس کا جواب یہ ہے کہ پڑھنے والا یوں خیال کرے کہ اللہ تعالیٰ ہی نے یوں فرمایا ہے کہ جلدی جلدی پڑھو یعنی بدون ترسیل کے خواہ ترتیلاً خواہ حدرًا (ترسیل کے معنیٰ ہیں خوب ٹھہر ٹھہر کر پڑھنا)۔

عورتوں کے عمل کا ثواب

ارشاد۔ اگر عورتیں ذرا صبر و تحمل سے کام لیں تو ان کو مردوں سے ثواب زیادہ ملے کیونکہ ضعیف و کمزور ہیں اور ضعفاء کا تھوڑا سا عمل بھی قوی آدمی کے بہت سے عمل سے بڑھ جاتا ہے۔

عبادت کے بارے میں عجیب تعلیم

ارشاد۔ "وَادْعُوهُ خَوْفًا وَّطَمَعًا" اس تعلیم کا حاصل یہ ہے کہ نہ تو عبادات کو

ایسا کامل سمجھو کہ ناز کرنے لگو نہ ایسا ناقص سمجھو کہ بے کار سمجھنے لگو۔

احکامِ شرعیہ کو اپنا رہنما بناؤ

ارشاد۔ مسلمانوں کو ہر حال میں احکام شرعیہ کو اپنا رہنما بنانا چاہیئے۔ خواہ دنیا ملے یا نہ ملے۔ جاہ حاصل ہو یا نہ ہو۔ طعنے سننے پڑیں یا تعریف ہو۔ کسی بات کی پروا نہ کرنا چاہیئے۔ کسی کے بُرا کہنے سے انسان بُرا نہیں ہوجاتا۔ کسی کے بھلا کہنے سے بھلا نہیں ہوجاتا اگر تم خدا تعالیٰ کے نزدیک اچھے ہو، ساری مخلوق تم کو کافر، فاسق اور زندیق کہے کچھ اندیشہ کی بات نہیں اور اگر خدا تعالیٰ کے نزدیک مردود ہو تو چاہے ساری دنیا تم کو غوث و قطب کہے اس سے کچھ بھی نفع نہیں۔

مرض میں طاعات کا اجر کامل ہوتا ہے

عذر میں استحضار ما یمکن ہی کامل ہے۔ فرمایا کہ حالت مرض میں قلب کے اس (مرض) کی طرف مشغول ہونے کی وجہ سے استحضار معتاد میں اگر کمی ہوجائے تو اس وقت جتنا استحضار ہے وہی کامل ہے اس کو یوں سمجھ لیا جاوے کہ جیسے مرض کی وجہ سے کوئی شخص کھڑے ہو کر نماز نہیں پڑھ سکتا بیٹھ سکتا ہے بیٹھ کر پڑھتا ہے تو اس کی وہی نماز جو بیٹھ کر پڑھی ہے وہ کامل ہے یا جیسے ایک شخص مرض کی وجہ سے وضو نہیں کر سکتا تیمم کرتا ہے تو اس کی وہی طہارت کامل ہے، حاصل یہ ہے جتنا اس وقت مامور بہ ہے وہی کامل ہے ناقص نہیں۔

مرتے وقت وساوس بے وقعت ہوتے ہیں

مرتے وقت وسوسوں سے مطلق خوف نہ کرنا چاہیئے بعضے لوگ کہتے ہیں کہ شیطان مرتے کے وقت پیشاب پلاتا ہے میں کہتا ہوں، اگر مومن جانتا ہے تو پئے گا کیوں اور اگر نہیں جانتا تو ضرر کیا ہے بلکہ مرتے وقت ایمان بہت زیادہ قوی ہوجاتا ہے۔ وسوسہ سے زائل نہیں ہوتا اس لئے ایسے امور سے ہرگز پریشان نہ ہونا چاہیئے کیوں کہ دو حال سے خالی نہیں اگر انسان کے ہوش و حواس درست ہیں تو مومن کفر کو کیوں پسند کرے گا اور اگر درست

نہیں تو مرفوع القلم ہے معاف ہے۔ نہ معلوم لوگ اس کمبخت شیطان سے کیوں اس قدر ڈرتے ہیں یہ تو کوئی ڈرنے کی چیز نہیں۔

فَإِنَّ فَقِيهًا وَّاحِدًا مُّتَوَرِّعًا
أَشَدُّ عَلَى الشَّيْطَانِ مِنْ أَلْفِ عَابِدٍ

تحقیق ایک متقی فقیہ شیطان پر ہزار عابدوں سے زیادہ بھاری ہے۔

سفر میں سنتوں کا حکم۔

فرمایا کہ سفر شرعی کے اندر اگر مشغولی زیادہ ہو یا ریل میں کثرت سے زیادہ بھیڑ ہو تو سوائے فجر کی سنتوں کے باقی وقتوں کی سنتیں چھوڑ دینے کی بھی گنجائش ہے مگر اطمینان کی حالت میں کبھی نہ چھوڑنا چاہیئے مجبوری میں ایسا کرے تو مضائقہ نہیں۔

واقعۂ غم کے تذکرے میں اعتدال اور اس کی تائید بالنص

واقعۂ غم کا بالکل تذکرہ نہ کرنا اور ضبط میں مبالغہ کرنا بھی تجربہ سے مضر ثابت ہوا ہے کہ سب غبار اندر ہی اندر رہنے سے طبیعت گھٹ جاتی ہے اور اس کی قوت تحمل گھٹ جاتی ہے، اس لئے مصلحت یہ ہے کہ شروع شروع میں گاہ گاہ اپنے کسی دیندار ہمدرد سے اعتدال کے ساتھ حدود شرعیہ میں رہ کر اس واقعۂ غم کا کسی قدر تذکرہ بھی کر لیا کرے اس کی تائید بھی نص سے ہوتی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اپنے فرزند حضرت ابراہیم کی وفات پر روئے بھی اور یہ بھی ارشاد فرمایا:

إِنَّا بِفِرَاقِكَ يَا إِبْرَاهِيمُ لَمَحْزُونُونَ

اے ابراہیم! تحقیق ہم تیرے فراق میں غمگین ہیں۔

موت کے بعد دائمی مسرت

ارشاد۔ احادیث اور واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ مرنے کے بعد ساتھ کے ساتھ ہی تنہائی ختم ہو جاتی ہے اور مسلمان کی روح عالم ارواح میں جا کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم

کے دیدار سے مشرف ہوتی ہے اور اپنے عزیزوں کی ملاقات سے مسرور ہوتی ہے۔ غرضیکہ وہاں ہر وقت خوشی ہی خوشی رہے گی۔ اور ایسی خوشی ہوگی کہ دنیا میں اس کا خواب بھی نہیں دیکھا گیا۔

بزرگوں کیساتھ غلط عقیدہ کا فساد

ارشاد۔ بزرگوں کے متعلق اگر کسی کا عقیدہ ہو کہ حق تعالیٰ نے ان کو ایسا اختیار دیا ہے کہ جب چاہیں اس اختیار سے تصرف کر سکتے ہیں وحق تعالیٰ کی مشیتِ جزئیہ کی حاجت نہیں رہی۔ یعنی یہ اعتقاد ہو کہ وہ بزرگ اگر کسی کام کو کرنا چاہیں اور حق تعالیٰ نہ اس کام کو روکیں نہ اس کام کا ارادہ کریں تو ایسی حالت میں اگر وہ بزرگ چاہیں تو اس کام کو کر سکتے ہیں یہ یقینی کفر اور شرکِ اکبر ہے۔

اور اگر ان بزرگ کے متعلق یہ اعتقاد ہے کہ وہ مشیت ایزدی کے محتاج تو ہیں اور اذنِ جزئی کی بھی ان کو ضرورت تو ہوتی ہے مگر ان کے چاہنے کے وقت مشیت ایزدی ہو ہی جاتی ہے تو گو یہ شرک وکفر تو نہیں مگر کذب فی الاعتقاد معصیت اور شرکِ اصغر ہے۔

رسوم قدیمہ کو نہ چھوڑنے کی ذلت

ارشاد۔ رسوم قدیمہ کے چھوڑنے میں ذلت اور طعن کی پروا کرنا محض اس وجہ سے ہے کہ دین کی وقعت نہیں یا دیندار بننے کی خواہش نہیں کیونکہ مشاہدہ ہے کہ جس چیز کی وقعت انسان کی نظر میں ہو یا اس سے محبت ہو تو اس کی تحصیل میں ذلت وطعن کی ہرگز پروا نہیں ہوتی۔ پھر جو لوگ برادری کی ملامت کا بہانہ کرتے ہیں ان کے واسطے ایک اور جواب ہے وہ یہ کہ جیسے تمہارے دنیا کی ایک برادری ہے دین کی بھی ایک برادری ہے یعنی علماء وصلحاء ہم نے مانا کہ اس کے چھوڑنے میں دنیا کی برادری تم کو برا کہے گی مگر دینی برادری تم کو اچھا کہے گی اور دعا دیگی اور اس سے بڑھ کر ایک اور بات ہے کہ اللہ تعالیٰ تم سے خوش ہوں گے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم راضی ہوں گے۔

مزاروں پر پھول چڑھانا غلطی ہے

ارشاد۔ اولیا اللہ کے مزاروں پر پھول چڑھانا بڑی غلطی ہے کیونکہ دو حال سے خالی نہیں یا تو ان کی روح کو ادراک ہے یا نہیں۔ اگر ادراک نہیں تو پھول چڑھانے سے کیا نفع، اور اگر ادراک ہے تو جو شخص جنت کی شمائم و روائح اور عطریات کو سونگھ رہا ہو اس کو ان پھولوں کی خوشبو سے کیا راحت پہنچ سکتی ہے بلکہ اس کو تو الٹے ایذا ہوگی۔

مجبور کے لئے ادائیگی حقوق کا طریقہ

ارشاد۔ اگر کوئی شخص عمر بھر اس فکر میں لگا رہے کہ میرے ذمہ جو حقوق دوسروں کے ہیں کسی طرح ادا ہو جائیں مگر افلاس یا کسی عذر کی وجہ سے مجبور رہا تو اس صورت میں اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ ہم خود حقوق ادا کر دیں گے اور اس شخص پر اصلاً مواخذہ نہ ہوگا۔

وضو میں شک

ارشاد۔ فقہاء فرماتے ہیں کہ جب تک قسم کھا کر یہ نہ کہہ سکے کہ میرا وضو ٹوٹ گیا اس وقت تک وہ باوضو ہے۔ اسی طرح کپڑوں کا حکم ہے کہ جب تک یقین نہ ہو جائے کہ ان میں ناپاکی لگ گئی ہے اس وقت تک کپڑوں کو پاک سمجھنا چاہیے خواہ کیسے ہی جہاز کے پاخانے غلیظ ہوں۔ احتیاط کر کے بیٹھو اور احتیاط کر کے اٹھو جب تک ناپاکی کپڑوں پہ نظر نہ آدے ان کو پاک ہی سمجھو۔ اگر چکر آتا ہو کھڑا نہ ہو سکتا ہو تو نماز بیٹھ کر یا لیٹ کر ہی پڑھ لے اگر دوران سر کی وجہ سے کپڑوں کے پاک کرنے اور دھونے کی طاقت نہ ہو تو اسی ناپاک کپڑے سے نماز پڑھ لے۔

غیر اللہ سے دل برداشتہ ہونے کا سامان

ارشاد۔ اگر اعزہ و اقربا اور احباب محبت نہ رکھیں تو اس سے راحت ہونا چاہیے کہ خدا تعالیٰ نے غیر اللہ سے دل برداشتہ ہونے کا سامان فرمایا۔

عورتوں کا دنیا سے بے خبر ہونا ہی کمال ہے

ارشاد۔ عورتوں کا دنیا سے بے خبر ہونا ہی کمال ہے۔ یہ اعتراض کہ عورتیں پردہ ہی کی وجہ سے بہت سے منافع علمیہ و عملیہ سے محروم رہ جاتی ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ پردے کی وجہ سے جو نقائص رہ جاتے ہیں ان کی اصلاح آسان ہے اور پردہ دری میں جو مفاسد ہیں ان کی اصلاح بہت دشوار ہے۔

کبھی اپنی حالت پر ناز اور دوسرے کی حالت پر طعن نہ کرے۔

فرمایا۔ یہ بہت ہی نازک بات ہے اور بہت ہی ڈرنے کا مقام ہے اپنی کیسی ہی اچھی حالت ہو ہرگز ناز نہ کرے اور دوسرے کی کیسی ہی بُری حالت ہو اس پر طعن ہرگز نہ کرے کیا خبر ہے کہ اپنی حالت اس سے بھی بدتر ہو جائے۔

اوہامِ باطلہ

فرمایا۔ کہ جب اللہ تعالیٰ کا قہر ہوتا ہے تو باطل چیزیں بھی حق نظر آنے لگتی ہیں اور اوہامِ باطلہ بھی حقائق کی صورت اختیار کر لیتے ہیں۔

اعمال صالحہ کے فوت ہونے کے غم میں اعتدال

فرمایا۔ اعمالِ صالحہ کے فوت ہونے کا عوام تو جس قدر چاہیں قلق کریں ان کو تو مفید ہے اور سالکین زیادہ اس کا بھی قلق نہ کریں بلکہ تھوڑی دیر تک رنج کر لیں۔ پھر جی بھر کے توبہ کر لیں اور اپنے کام میں لگیں اور ماضی کی فکر میں نہ پڑیں کہ ہائے یہ کام کیوں فوت ہوا ہائے یہ خطا کیوں ہوئی۔ ہر وقت یہ شغل رکھنا سالک کو مضر ہے کیونکہ یہ فکر ترقیِ تعلق مع اللہ میں حجاب ہو جاتی ہے۔ اور اس میں راز یہ ہے کہ تعلق مع اللہ بڑھتا ہے نشاطِ قلب سے اور یہ قلق نشاط کو کم کر دیتا ہے لیکن تھوڑی دیر تک تو قلق کرنا چاہیئے اور خوب رونا دھونا چاہیئے تاکہ نفس کو کوتاہی کی سزا ملے پھر توبہ کر کے اور اچھی طرح استغفار کر کے اس سے التفات کو قطع کر کے کام میں لگ جانا چاہیے۔

ایک آیت کی تفسیر

فرمایا۔ مُسَلَّمَةٌ لَّا شِيَةَ فِيهَا میں اس طرف اشارہ ہے کہ نفس مجاہدہ سے پہلے تمام معاصی سے پاک وصاف ہو جائے ہر قسم کے عیب سے سالم ہو (اور) اس میں کوئی داغ نہ ہو یعنی معاصیِ سابقہ سے توبہ صادق کر کے مجاہدہ کرے۔

انسان کا کام صرف عمل میں کوشش کرنا ہے

فرمایا۔ انسان کا کام ہر شئے میں کوشش وسعی اور جد و جہد کرنا ہے اگر خدانخواستہ ناکامی ہو تو صبر کرے اور عمل اور کوشش کو نہ چھوڑے ہم نتائج اور غایات کے ترتب کے ذمہ دار نہیں ہیں۔ ہمارا کام صرف اتنا ہے کہ شرعی ہدایات کے مطابق کوشش میں لگے رہیں خواہ کامیابی ہو یا ناکامی۔ مولانا فرماتے ہیں ؎

دوست دارد دوست ایں آشفتگی

کوشش بے ہودہ بہ از خُفتگی

دیکھیے اگر کوئی شخص بیماری میں مایوسی کی حالت تک پہنچ جائے تب بھی اس کی دوا دارو نہیں چھوڑی جاتی سینہ تک بلکہ دم تک دم آجاتا ہے مگر کوشش جاری رہتی ہے۔ تیماردار اور اعزہ آرام سے نہیں بیٹھتے۔ بس یہی حال قوم کے ساتھ بھی ہونا چاہیئے کہ اس کی خیرخواہی اور ترقی کے لئے اخیر دم تک کوشش میں لگے رہنا چاہیئے اور اگر کسی کو قوم سے اس قدر تعلق نہیں ہے تو وہ محبِ قوم نہیں کہلا سکتا۔

نائبِ کامل

فرمایا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نائبِ کامل وہ شخص ہو سکتا ہے جس میں حضور کے ساتھ کامل تشبہ ہو (گو کیفیت میں فرقِ عظیم ہو گا) معاملات میں صفائی اور تیقظ ہو۔ اتباع کے لئے احتساب اور دار و گیر ہو معاشرت سادہ اور پاکیزہ ہو، مخلوق پر شفقت ہو اگر یہ نہیں تو وہ نائبِ کامل نہ ہو گا۔

کونسی مصیبت امتحان یا گناہوں کے سبب سے ہے

فرمایا۔ کہ جس مصیبت یا انقباض سے پریشانی اور مصیبت بڑھے، وہ تو گناہوں کی وجہ سے ہے اور جس سے تعلق مع اللہ میں ترقی ہو تسلیم و رضا زیادہ ہو وہ حقیقت میں مصیبت نہیں گو صورتاً مصیبت ہو اور صورتاً مصیبت رفعِ درجات اور امتحانِ محبت کے واسطے بھی ہوتی ہے۔

تمام تدبیروں کے اختتام کے بعد گرہ کھلنا

ارشاد۔ بہت سے واقعات ایسے ہوتے ہیں کہ جن میں تمام تدبیریں ختم ہوجاتی ہیں اور کام نہیں ہوتا بس گرہ اس وقت کھلتی ہے جب بندہ یوں کہتا ہے کہ اے اللہ! آپ ہی اس کام کو پورا کریں گے تو پورا ہوگا میں تو عاجز درماندہ ہوں۔

مصیبت کو ہلکا کرنے کی چند تدابیر

ارشاد۔ مصیبت کو ہلکا کرنے کی ایک تدبیر یہ ہے۔

۱۔ اپنے گناہوں کو یاد کرے۔

۲۔ دوسری تدبیر یہ ہے کہ مصیبت کے ثواب کو یاد کرے

۳۔ تیسرے یہ سمجھے کہ مصیبت سے ایمان کی آزمائش ہے کہ آیا اس میں ایمان ہے یا نہیں۔

۴۔ چوتھے یہ کہ عبدیت غالب ہوجاتی ہے اور دعویٰ اور غرور و تکبّر کا میل کچیل کم ہو جاتا ہے اور اپنی حقیقت منکشف ہو کر سمجھ میں آجاتا ہے، کہ آدمی کو کبھی دعویٰ نہ کرنا چاہیئے۔

۵۔ پانچویں یہ کہ مصیبت میں استحضارِ عظمتِ الٰہی کا ہوتا ہے اور اس کے مقابل اپنا عجز زیادہ منکشف ہوتا ہے۔ پس مصائب سے انسان پر عبدیت کا غلبہ ہوتا ہے اور عبدیت اعلیٰ مقام ہے ٥

اہلِ کاراں بوقت معزولی — شبلیؔ وقت و بایزید شوند
باز چوں می رسند بر سر کار — شمر ذی الجوشن و یزید شوند

رونا منافی صبر نہیں

ارشاد۔ آنسو بہنا، آہ آہ منہ سے نکلنا خلاف صبر نہیں بلکہ رو لینے سے صبرِ حقیقی زیادہ آسان ہو جاتا ہے، کیوں کہ دل کا غبار نکل جاتا ہے

بیماری میں آہ آہ مظہر عبودیت ہے

ارشاد۔ بعض لوگوں کو تقوٰی کا ہیضہ ہو جاتا ہے وہ بیماری میں آہ آہ کرنے کو خلافِ صبر سمجھتے ہیں۔ اس لیٔے اللہ اللہ کرتے ہیں تاکہ قوتِ قلب ظاہر ہو مگر یہ معرفت کے خلاف ہے کیونکہ اللہ اللہ مظہر الوہیت ہے اور آہ آہ مظہر عبودیت ہے۔

سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال پر حضرت خضر علیہ السلام کی تسلّی

ارشاد۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال پر حضرت خضر علیہ السلام نے صحابہ کو اس طرح تسلّی فرمائی تھی۔

اِنَّ فِی اللّٰہِ عَزَاءً مِّنْ کُلِّ مُصِیْبَۃٍ وَّ خَلَفًا مِّنْ کُلِّ فَائِتٍ فَبِاللّٰہِ
فَثِقُوْا وَاِیَّاہُ فَارْجُوْا فَاِنَّمَا الْمَحْرُوْمُ مَنْ حُرِمَ الثَّوَابَ ؕ

(ترجمہ) یعنی اللہ تعالیٰ کی ذات میں ہر مصیبت سے تسلّی ہے اور ہر فوت ہونیوالے کا عوض ہے پس اللہ پر بھروسہ رکھو اور اسی سے امید رکھو کیونکہ پورا محروم تو وہی ہے جو ثواب سے محروم رہے۔ اور مسلمان تو کسی مصیبت میں ثواب سے محروم نہیں رہتا۔

توبہ کے بعد گناہ کو قصداً یاد نہ کرنا

ارشاد۔ شیخ اکبر رحؒ نے لکھا ہے کہ گناہ پر ایک دفعہ خوب رو دھو کر توبہ کرے پھر قصداً اس کو یاد نہ کرے کیونکہ مقصود بالذات خدا تعالیٰ کی یاد ہے نہ کہ گناہوں کی یاد۔ گناہوں کی یاد سے تو یہی (خدا تعالیٰ کی یاد) مقصود ہے جب وہ حاصل ہے تو اب قصداً

گناہ کو یاد کر کے اس کی یاد کو مقصود بالذات نہ بناؤ اور اگر خود بخود بلاقصد یاد آجائے تو پھر توبہ و استغفار کرے جیسے حدیث میں ہے، کہ مصیبت خود بخود یاد آجاوے تو اِنَّا لِلّٰہِ الخ پڑھ لے کہ اس وقت بھی انا للہ پڑھنے کا ثواب بھی وہی ہوگا جو عین مصیبت کے وقت پڑھنے کا ثواب ہے۔

موت کے آسان ہونے کا طریق

ارشاد۔ اگر یہ چاہو کہ موت آسان ہو جائے اور اس سے وحشت نہ رہے اس کا اشتیاق ہو جاوے تو خدا تعالیٰ کی محبت اور اطاعت کیجئے۔ اکثر طبائع پر موت کا خوف ہی غالب ہے اور اس سے طبعاً وحشت ہوتی ہے اور طبعی وحشت میں کوئی گناہ ہی نہیں۔ مگر اس کی ضرور کوشش کرنی چاہیے کہ یہ طبعی وحشت موت کے وقت نہ رہے۔ اس وقت اشتیاق موت و لقاء اللہ کی تمنا پیدا ہونے کی تدبیر کثرتِ ذکر و کثرت طاعت اور اجتناب معصیت ہے۔

گناہوں کے بعد دو رکعت نماز توبہ پڑھنے کے مصالح

ارشاد۔ اگر گناہ ہو جائے تو فوراً دو رکعت توبہ کی نیت سے پڑھو پھر توبہ کرو اس طرح توبہ کرنے سے ظاہر میں متعدد مصلحتیں ہیں۔

۱۔ اِنَّ الْحَسَنَاتِ یُذْهِبْنَ السَّیِّاٰتِ (بے شک نیک کام مٹا دیتے ہیں برے کاموں کو، نیکیاں گناہوں کو زائل کرتی ہیں)۔

۲۔ نماز کے بعد توبہ کرنے میں دل حاضر ہوگا اور قبولِ توبہ کے لئے حضورِ قلب ضروری ہے۔

۳۔ چونکہ نفس پر نماز شاق ہے اس لئے نفس گناہوں سے گھبرائے گا کہ کہاں کی علت سر لگی بلکہ شیطان بھی گناہ کرانا چھوڑ دے گا کہ میں اس سے دس گناہ کراؤں گا تو یہ بیس رکعتیں پڑھے گا گناہ تو توبہ کرنے سے معاف ہو جاوے گا اور یہ بیس رکعتیں اس کے پاس نفع میں رہیں گی۔

سود لینے سے بخل بڑھتا ہے

ارشاد۔ سود لینے سے بخل بڑھتا ہے کیوں کہ سود لینے کا سبب بخل ہی ہے جتنا سود لیتا ہے بخل اتنا ہی بڑھتا ہے یہاں تک کہ اپنے تن پر بھی خرچ نہیں کر سکتا۔

اسراف سے بچنے کا سہل علاج

ارشاد۔ خرچ کرنے کے قبل دو امر کا التزام کر لیں، ایک یہ کہ پہلے سوچا کریں کہ اگر اس جگہ خرچ نہ کروں تو آیا کچھ ضرر ہے یا نہیں، اگر ضرر نہ ہو تو اس کو ترک کر دیں اور اگر ضرر معلوم ہوتا ہو تو پھر کسی منتظم سے مشورہ کریں کہ یہ خرچ خلاف مصلحت اور نامناسب تو نہیں۔ وہ جو تبلا دے اس پر عمل کریں۔ ضرر سے مراد ضرر واقعی اور حقیقی ہے جس کا معیار شریعت ہے وہمی وخیالی ضرر مراد نہیں۔

قرض جلد ادا ہونے کا ایک عمل

فرمایا۔ کہ قرضدار کو پڑھنے کے لئے بتادیا کرتا ہوں کہ یَا مُغْنِیُ بعد نماز عشاء گیارہ سو بار پڑھا کرے اول و آخر درود شریف گیارہ بار۔ یہ عمل حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی قدس سرہ العزیز بتایا کرتے تھے۔

جمعہ اور عیدین میں عطر لگانے کی نیت

ارشاد۔ جمعہ وعید کے دن عطر اس نیت سے لگانا کہ ہم اللہ میاں کو اچھے لگیں عین عبادت ہے مَنْ تَطَیَّبَ لِلّٰہِ فَلَہٗ اَجْرُہٗ جو شخص اللہ کے لئے خوشبو لگائے گا تو اسے اس کا اجر ملے گا۔

صحت کی دعا سنت اور علامت عبدیت ہے۔

ارشاد۔ صحت کی دعا تو سنت اور علامت عبدیت کی ہے مگر یہ کہنا کہ اب پروردگار عالم ساتھ ایمان کے بلالیں، بلا بصارت زندگی بے کار ہے۔ یہ نہایت بے ادبی ہے اور بعید از عبدیت ہے ہم کو رائے زنی کا کیا حق ہے حضرت حق تعالیٰ سے جو پیش آوے

خیر ہے۔ تلاوت و کتب بینی میں ثواب اور رضا منحصر نہیں۔

اول تو صحت کی حالت میں تطوع پر مداومت کرنے والے کو مرض میں بدون عمل کئے بھی ثواب عمل سابق کا ملتا ہے۔ دوسرے بعض اوقات صبر کا اجر عمل کے اجر سے بڑھ جاتا ہے۔ البتہ بینائی کی دعا خود رائی نہیں اس کی اجازت ہے۔ دعا مانگے اور دل سے مانگے اور ساتھ میں یہ سمجھے کہ اگر اس کے خلاف واقع ہوا تو وہ بھی خیر ہے اس پر بھی راضی رہے۔

درود شریف ہمیشہ مقبول ہوتا ہے

ارشاد۔ درود شریف ایسی طاعت ہے جو کبھی رد نہیں ہوتی کیونکہ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے درخواستِ رحمت ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم حق تعالے کے محبوب ہیں اور جو محبوب کے لئے درخواست کی جاتی ہے وہ رد نہیں ہوتی۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے ہم بادشاہ سے شاہزادہ کے متعلق ایسی بات کی سفارش کریں جو بادشاہ خود اس کے لئے کرنیوالا ہے تو ظاہر ہے کہ ایسی سفارش کیوں رد ہوگی۔

نماز پڑھتے وقت عبدیت کی نیت نافع ہے

ارشاد۔ نماز پڑھتے ہوئے یہ ارادہ ہو کہ ہم نماز اس واسطے پڑھتے ہیں تاکہ عبدیت ہو۔ ذکر اللہ اس واسطے کرتے ہیں کہ محبت حق پیدا ہو تو میں دعوے سے کہتا ہوں کہ قصد اثر سے جو عمل کیا جاوے گا وہ ضرور موثر و نافع ہوگا خواہ اس میں یکسوئی حاصل ہو یا نہ ہو دل لگے یا نہ لگے وساوس آئیں یا نہ آئیں۔

دوستوں کی دلجوئی بھی عبادت ہے

ارشاد۔ عبادت صرف نفلیں ہی پڑھنے کا نام نہیں ہے دوستوں کی دلجوئی اور ان کے ساتھ باتیں کرنا بھی عبادت ہے۔

ذاکر کو ذکر موقوف کر کے اذان کا جواب دینا چاہئے

ارشاد۔ ذکر کی حالت میں اگر اذان ہونے لگے تو ذکر موقوف کر کے جواب ہی دینا

زیادہ مناسب ہے اور اس کو مخل ذکر نہ سمجھا جاوے سنن کی برکت سے ذکر کا معدن منور ہوتا ہے تو اس سے زیادہ اعانت ہوتی ہے ۔

درود شریف کا حکم

ارشاد ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام سن کر صلی اللہ علیہ وسلم کہنا ایک مجلس میں ایک ہی بار فرض ہے اس کے بعد پچاس دفعہ بھی اگر آپ کا نام مبارک زبان پر آئے یا کان میں پڑے تو بار بار درود فرض نہیں ہاں محبت کا مقتضا یہ ہے کہ ہر بار صلی اللہ علیہ وسلم کہا جائے ۔

درود شریف حق اللہ بھی ہے اور حق العبد بھی

ارشاد ۔ درود جیسا حق اللہ ہے ویسا ہی حق العبد بھی ہے اسی واسطے اس میں کوتاہی کرنے کا گناہ صرف توبہ کرنے سے معاف نہ ہوگا بلکہ اس کی تلافی توبہ کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خوش کرنے سے ہوگی جس کا طریقہ یہ ہے کہ کوتاہی ہوجانے کے بعد اللہ تعالیٰ سے توبہ بھی کرے اور آئندہ درود کی خوب کثرت کرے یہاں تک کہ دل گواہی دے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم خوش ہو گئے ہیں ۔

ذکر کے منافع

ارشاد ۔ ذکر میں لطف و لذت کا حاصل ہونا ایک نعمت ہے اور نہ ہونا دوسری نعمت ہے جس کا نام مجاہدہ ہے یہ اول سے انفع ہے گو الذ نہ ہو ۔

قوی اور ضعیف کے عمل کے اثر میں فرق

ارشاد ۔ قوی کے عمل کثیر میں جو اثر ہے ضعیف کے عمل قلیل میں وہی اثر ہے ضعیف کو عمل قلیل ہی سے انشاء اللہ مقصود میں کامیابی ہوجاتی ہے ۔

اپنی اصلاح کی فکر کی زیادہ ضرورت ہے ۔

فرمایا ۔ کہ ضرورت اس کی ہے کہ ہر شخص اپنی فکر میں لگے اور اپنے اعمال کی اصلاح

کرے۔ آج کل یہ مرض عام ہو گیا ہے عوام میں بھی خواص میں بھی کہ دوسروں کی تو اصلاح کی فکر ہے اور اپنی خبر نہیں۔ دوسروں کی جوتیوں کی حفاظت کی بدولت اپنی گٹھڑی اٹھوا دینا کیسی حماقت ہے۔

باوضو ذکر کرنے سے زیادہ برکت ہوتی ہے۔

ارشاد۔ باوضو ذکر کرنے سے برکت زیادہ ضرور ہوتی ہے لیکن وضو رکھنا ضروری نہیں اس لئے اس لئے اگر کسی کا وضو نہ ٹھہرتا ہو اور وضو بار بار کرنے سے تکلیف ہو تو تیمم کر لیا کرے مگر اس تیمم سے نماز و مسِ مصحف جائز نہیں۔

پریشانی کے رفع ہونے کی امید منقطع کرنی چاہیئے

ارشاد۔ پریشانی کے رفع ہونے سے تو امید ہی منقطع کر لینی چاہیئے کیونکہ آپ تو پریشانی کے لئے پیدا ہوئے ہیں یہ تو جنت میں پہنچ کر ختم ہوگی۔

جو چیز اختیار میں نہ ہو وہ مذموم نہیں

ارشاد۔ حدیث میں ہے کہ جب جہاد میں مومن کا قلب کانپنے لگے مگر جہاد کو ترک نہ کرے تو اس کے گناہ ایسے جھڑ جاتے ہیں جیسے کھجور کی شاخ خشک ہو کر جھڑ جاتی ہے، اس بزدلی پر بھی اجر ملنے سے معلوم ہوا کہ جو چیز اختیار کے تحت میں داخل نہ ہو وہ مذموم نہیں ہے۔

تمام اخلاق رذیلہ کا علاج

ارشاد۔ تمام اخلاق رذیلہ کا علاج تامل اور تحمل ہے یعنی جو کام کرے سوچ کر کرے کہ شرعاً جائز ہے یا نہیں اور جلدی نہ کرے بلکہ تحمل سے کیا کرے۔

حسنِ اخلاق کی بھی ایک حد ہے

ارشاد۔ حدیث میں ہے کہ جب تم سائل کو تین بار (عذر سمجھا کر) جواب دیدو اور وہ پھر بھی نہ جائے (لپٹ کر جم ہی جائے جس سے ایذا ہونے لگے) تو پھر اس کے جھڑک دینے میں

کچھ ڈر نہیں اس سے معلوم ہوا کہ حسنِ اخلاق کی بھی ایک حد ہے اور بندہ اس کا مکلف نہیں کہ اس حد سے آگے اس کا تحمل کرے۔

بدنگاہی کا علاج

ارشاد۔ بدنگاہی میں ایک درجہ میلان کا ہے جو کہ غیر اختیاری ہے اس پر مؤاخذہ بھی نہیں اور ایک درجہ اس کے مقتضا پر عمل کرنے کا ہے یہ اختیاری ہے۔ اس پر مؤاخذہ بھی ہے اور اس عمل میں قصداً دیکھنا اور یہ سوچنا سب داخل ہے اس کا علاج کف اور غضِ بصر ہے کہ یہ بھی اختیاری ہے ہمت کر کے اس کو اختیار کرے گو نفس کو تکلیف ہو مگر یہ تکلیف نارِ جہنم کی تکلیف سے کم ہے اور جب چند روز ہمت سے کیا جاوے گا تو میلان میں بھی کمی ہو جاوے گی، بس یہی علاج ہے اس کے سوا کچھ علاج نہیں اگرچہ ساری عمر سرگرداں رہے۔

قلب کی بقصد تمنا اور اشتہاء پر مواخذہ ہے

ارشاد۔ قلب کی تمنا اور اشتہاء پر بھی مواخذہ ہے مگر وہی جو بقصد ہو اور بلا قصد تو وسوسۂ زنا کیا کفر و شرک کے وساوس بھی مضر نہیں۔

مجلس میں لایعنی کلام پر اٹھ جانا چاہیے

ارشاد۔ سالک کے سامنے کوئی عبث یا لایعنی کلام کرے اور اس کو منع پر قدرت نہ ہو تو خود اٹھ جانا چاہیے اور اس کی دل شکنی کا خیال نہ کرے کیونکہ دوسرے کی دل شکنی سے اپنی دین شکنی زیادہ قابلِ احتراز ہے۔ یوں اگر نہ اٹھ سکے کسی بہانے سے اٹھ جائے یا قصداً فی الفور کوئی مباح تذکرہ شروع کر دیا جائے تاکہ وہ قطع ہو جائے۔

غیبت کا ایک عملی علاج

غیبت کا ایک عجیب و غریب عملی علاج یہ ہے کہ جس کی غیبت کرے اس کو اپنی اس حرکت کی اطلاع کر دیا کرے تھوڑے دن اس پر مداومت کرنے سے ان شاء اللہ تعالیٰ یہ مرض بالکل دفع ہو جائے گا۔

جو کام آخرت میں مضر ہے وہ قابلِ ترک ہے

ارشاد - ہر فعل کے یاد رکھنے کا طریقہ یہ ہے کہ جو کام آخرت میں مفید ہیں ان کو اختیار کرو اور جو مضر ہیں ان کو ترک کرو اگر عبث ہے تب بھی غور کرنے سے افعال عبث کا سلسلہ انتہاءً معصیت سے ضرور ملا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ کثرت عبث سے قلب کا نور بجھ جاتا ہے اور نورِ قلب ہی بڑی قیمتی چیز ہے۔ کیونکہ نورِ قلب ہی طاعات کا ذریعہ ہے اس سے قلب میں طاعات کا داعیہ اور ایک تقاضا پیدا ہوتا ہے جس سے اس کو وہ طاعات پھولوں سے ہلکی معلوم ہوتی ہیں۔ بلکہ بدون طاعت کے امتثال کے چین ہی نہیں ملتا۔

بے تحقیق بات کا نقل کرنا گناہ ہے

ارشاد - بے تحقیق کسی بات کا نقل کرنا اور سنی سنائی بات کو بدون تحقیق کے فوراً زبان سے نکال دینا بھی گناہ ہے "کفیٰ بالمرء کذبًا ان یحدث بکل ما سمع"

جھوٹ چھوڑنے کا عملی علاج

ارشاد - جس کو جھوٹ بولنے کی عادت بہت ہو اس کا عجیب و غریب عملی علاج یہ ہے کہ جس سے کلام کرے اس سے پہلے کہہ دیا کرے کہ میری عادت کثرت سے جھوٹ بولنے کی ہے تھوڑے دنوں اس پر مداومت کرنے سے انشاء اللہ یہ عادت چھوٹ جائے گی۔

نہ سخاوت مطلقاً محمود اور نہ بخل مطلقاً مذموم ہے

ارشاد - مَنْ اَعْطٰی لِلّٰہِ وَمَنَعَ لِلّٰہِ فَقَدِ اسْتَکْمَلَ الْاِیْمَانَ (ترجمہ) جس نے اللہ کے لئے دیا اور اللہ کے لئے روکا پس تحقیق اس نے ایمان کامل کرلیا۔

اس میں اعطاء اور منع دونوں کے ساتھ للہ کی قید ہے جس سے معلوم ہوا کہ سخاوت مطلقاً محمود نہیں نہ بخل مطلقاً مذموم بلکہ خدا تعالیٰ کے لئے ہو تو دونوں محمود، ورنہ دونوں مذموم غرض اخلاق سب فطری و جبلی ہیں اور درجۂ فطرت میں کوئی خلق نہ مذموم ہے نہ محمود بلکہ مواقع استعمال سے ان میں مدح و ذم آجاتی ہے۔

سب سے زیادہ قابلِ نفرت چیز کبر ہے

ارشاد۔ فرمایا کہ سب سے زیادہ نفرت کی چیز میرے ذہن میں تکبّر ہے اتنی نفرت مجھے کسی گناہ سے نہیں جتنی اس سے ہے یوں اور بھی بڑے بڑے گناہ ہیں جیسے زنا۔ شراب وغیرہ لیکن نفرتِ طبعی جیسی تکبّر سے ہے کسی سے نہیں۔ بات اس میں یہ ہے کہ تکبّر شعبۂ شرک ہے۔ اپنے کو بڑا سمجھنا خدا کے بڑے ہوتے ہوئے ایک درجہ کا شرک نہیں تو اور کیا ہے؟ کیونکہ متکبر، آدمی ہوتے ہوئے بھی اپنے لئے وہ صفت ثابت کرتا ہے جو کہ خدا تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے۔ اللہ تعالیٰ حضرت اقدس کے فیض و برکت و توجہ سے اس ناکارہ جامع اور دیگر احباب کے قلب و دماغ سے اس رذیلۂ خبیثہ کو زائل فرماویں آمین

وَیَرْحَمُ اللّٰہُ عَبْدًا قَالَ اٰمِیْنَا

کبر کا آسان علاج

ارشاد۔ کسی کمال میں اپنے کو دوسرے سے اس طرح بڑا سمجھنا کہ اس کو حقیر و ذلیل سمجھے، یہ سمجھنا اگر غیر اختیاری ہے تو اس پر ملامت نہیں بشرطیکہ اس کے مقتضاء پر عمل نہ ہو۔ یعنی زبان سے اپنی تفضیل اور دوسرے کی تنقیص نہ کرے۔ دوسروں کے ساتھ برتاؤ تحقیر کا نہ کرے اور اگر قصداً ایسا سمجھتا ہے۔ یا سمجھتا تو بلا قصد ہے مگر اس کے مقتضاء مذکور پر بقصد عمل کرتا ہے تو مرتکب کبر ہے اور مستحق ملامت و عقوبت ہے۔ اور اگر زبان سے اس کی مدح و ثنا کرے اور برتاؤ میں اس کی تعظیم کرے تو اعون فی العلاج ہے۔

اخفاء عن الخلق بھی ریا ہے

ارشاد۔ محققین کے نزدیک عبادت کے اخفاء کا اہتمام کرنا بھی ریا ہے کیونکہ اخفاء عن الخلق کا اہتمام وہی کرے گا جس کی نظر مخلوق پر ہو اور جس کی نظر مخلوق سے اُٹھ جاوے کہ عبادت کو اپنا عمل نہ سمجھے بلکہ محض توفیقِ حق سمجھے کہ اللہ تعالیٰ مجھ سے کام لے رہے ہیں میں خود کچھ نہیں کر سکتا تھا وہ اخفاء کا اہتمام نہ کرے گا، جب وہ مخلوق کو لاشئ

محض سمجھے گا تو ان سے کیوں اخفا کرے گا اور جب اپنے عمل کو اپنا عمل ہی نہیں سمجھتا فضل حق سمجھتا ہے تو کسی کے دیکھنے سے عُجب کا اثر کیوں ہو گا۔

غصّہ کے چند علاج

ارشاد۔ جس وقت غصّہ آوے امورِ ذیل کی پابندی کریں۔

۱۔ یہ خیال کریں کہ میں بھی حق تعالیٰ کا خطاوار ہوں اگر وہ بھی اسی طرح غصہ کریں تو میرا کہاں ٹھکانہ ہو۔

۲۔ اگر میں اس کو معاف کر دوں گا تو اللہ تعالیٰ مجھ کو بھی معاف فرما دیں گے۔

۳۔ اس وقت بے کار نہ رہیں فوراً کسی کام میں لگ جائیں۔ بالخصوص مطالعہ کتب میں لگ جائیں۔

۴۔ اُس جگہ سے ہٹ جاویں

۵۔ اَعُوْذُ بِاللّٰہِ پڑھنے کی کثرت کریں

۶۔ پانی پی لیویں

۷۔ وضو کر لیویں

چھوٹوں سے معافی مانگنے کا طریق

فرمایا۔ چھوٹوں سے معافی مانگنے میں بعض اوقات یہ خیال ہوتا ہے کہ اگر ہم صریح الفاظ میں معافی مانگیں گے تو گستاخ ہو کر زیادہ نافرمانی کرے گا، بعض اوقات یہ خیال ہوتا ہے کہ اگر ہم معافی مانگیں گے تو یہ شرمندہ ہو گا۔ مگر یہ عُذر اس وقت ہیں جب اس سے تعلق رکھنا چاہیں۔ ان صورتوں میں تو صرف اس کا خوش کر دینا امید ہے کہ قائم مقام معافی کے ہو جائے گا اور بعض اوقات اس سے تعلق ہی رکھنا نہیں جیسے ملازم کو موقوف کر دیا۔ یا وہ خود چھوڑ کر جانے لگا۔ اس وقت ضروری ہے کہ زیادتی ہو جانے کی صورت میں اس سے صریح معافی مانگی جاوے کیونکہ وہ دونوں عذر نہیں اس میں اگر کوئی رکاوٹ ہو تو میرے

نزدیک اس کا سبب ضرور کبر ہے۔ گو اپنے کو بڑا نہ سمجھے۔ مگر کبر کے مقتضاء پر عمل تو ہوا۔ غایت سے غایت کبر اعتقادی نہ ہوگا مگر عملی تو ضرور ہے، اگر کوئی کبر کی تقسیم کو تسلیم نہ کرے تب بھی تو ظلم ہوا جس سے معافی مانگنا واجب ہے تو معافی نہ مانگنے میں کبر کا گناہ نہ ہوا تو ظلم کا تو ہوا۔

سائل سے کبھی تنگ دل نہ ہونا چاہیئے

ارشاد۔ سائل سے کبھی تنگ دل نہ ہونا چاہیئے کیونکہ یہ تو محسن ہیں ہمارے لئے حمال اثقال ہیں کہ ہمارا بوجھ اٹھا کر آخرت میں پہنچاتے ہیں اگر یہ لوگ نہ ہوں تو ہمارے صدقات آخرت میں کسی طرح نہ پہنچ سکیں۔ پس اغنیاء کو چاہیئے کہ سائلوں کو حقیر نہ سمجھیں نہ تنگ دل ہوں۔

اعمال ہی سراپا انعامات ہیں

ارشاد۔ حضرت! جتنے کام حق تعالیٰ ہم سے لے رہے ہیں یہ خود انعام ہے پھر انعام پر طلب انعام کیسا، انعام تو عمل پر ہوا کرتا ہے اور یہاں خود یہ اعمال ہی سراپا انعامات ہیں ورنہ ہم کس قابل تھے کہ حق تعالیٰ کی عبادت کر سکیں ؎

منت منہ کہ خدمت سلطاں ہمی کنی
منت شناس ازو کہ بخدمت بداشتت

حسد کا علاج

ارشاد۔ حسد ایک کیفیت انسانیہ ہے جس میں انسان معذور ہے پھر اس کے مقتضاء پر عمل اس میں انسان معذور (گنہگار) ہے۔ پھر مخالفت اس مقتضاء کی اس میں انسان ماجور ہے یعنی حسد کے غلبہ سے کسی کی مذمت کا تقاضا ہو اس کی مدح کرو اس سے اعراض کو دل چاہے اس سے ملو اس کی تعظیم کرو۔ اس کو پہلے سلام کرو اس کے ساتھ احسان کرو وما توفیقی الا باللہ؛

کینہ کی حقیقت

ارشاد۔ کینہ وہ ہے جو اختیار اور قصد سے کسی کی برائی اور بدخواہی دل میں رکھی جاوے اور اس کو ایذا پہنچانے کی تدبیر بھی کرے اگر کسی سے رنج کی کوئی بات پیش آوے اور طبیعت اس سے ملنے کو نہ چاہے تو یہ کینہ نہیں بلکہ انقباضِ طبعی ہے جو گناہ نہیں۔

مال کا جمع کرنا مطلقاً خلاف زہد نہیں

ارشاد۔ مال کا جمع کرنا مطلقاً خلاف زہد نہیں البتہ اس کو ذریعۂ معاصی بنانا خلاف زہد ہے۔ بعضوں کے لئے مالدار ہونا ہی مفید ہے۔ اللہ تعالیٰ جانتے ہیں کہ کس کو مال سے قرب ہوگا اور کس کو افلاس سے۔ کسی کو مال دیتے ہیں کسی کو مفلس رکھتے ہیں۔

آدابِ طعام

ارشاد۔ ۱۔ جس کے پاس مہمان ہو اس کو اپنے معمولات کی پہلے ہی اطلاع کردو دسترخوان پر بیٹھ کر اپنے معمولات بیان کرنا تہذیب کے خلاف ہے۔

۲۔ میزبان کے ہاتھ شروع میں پہلے دھلائے جائیں اور کھانا بھی اول میزبان کے سامنے رکھا جائے۔

۳۔ میزبان مہمان کے اوپر مسلط ہو کر نہ بیٹھے بلکہ اس کو آزاد چھوڑ دے۔

۴۔ میزبان کھانا خود پہلے شروع کردے اس سے مہمان بے تکلف ہو جاتا ہے۔

۵۔ میزبان کو چاہیئے کہ مہمانوں کو کھاتے ہوئے ہرگز نہ گھورے۔ بس سرسری نظر سے اتنا معلوم کرتا رہے کہ کہاں کس چیز کی ضرورت ہے باقی نہ اس سے کہے کہ آپ کم کھا رہے ہیں نہ یہ کہے کہ آپ تکلف کر رہے ہیں کیونکہ جب مہمان کو معلوم ہو جاتا ہے کہ میزبان میرے لقمے دیکھ رہا ہے تو اس سے بالکل نہیں کھایا جاتا۔

سماعِ اہلِ قبور

ارشاد۔ سماعِ اہلِ قبور میں تو اختلاف ہے اکثر اہلِ کشف اس کے قائل ہیں

مگران سے درخواست دعا کرنا کسی دلیل سے ثابت نہیں کیوں کہ ان کو دعا کا اختیار دیا جانا کہیں منقول نہیں البتہ ان کے توسل سے خود دعا کرنا ثابت ہے۔

برزخ میں روح کو جسد مثالی عطا ہونا

فرمایا۔ کہ اس روح کو برزخ میں دوسرا جسد عطا ہوتا ہے اور ساتھ ہی اس جسد سے بھی تعلق رہتا ہے اور قبر کا سوال و جواب اس جسد مثالی کے ساتھ ہوتا ہے جو وہاں ہوتا ہے (اور جسد عنصری سے تعلق رہنے کا ایسا درجہ ہے جیسے کوئی ایک رضائی اتار کر رکھ دے اور دوسری اوڑھ لے، تو اب چلنا پھرنا تو اس دوسری کیساتھ ہوتا ہے مگر ایک گونہ تعلق اس پہلی سے بھی رہتا ہے) تو روح گو اس جسدِ مثالی کیساتھ ہو گی مگر تعلق اس جسد عنصری کیساتھ بھی ہوگا۔ اب اس سے یہ شبہ بھی جاتا رہا کہ اگر کسی میت کو شیر کھالے یا بھیڑیا کھالے یا آگ میں جل جائے تو کیا تب بھی حساب ہوگا؟ سو یہ حساب اسی جسد مثالی کے ساتھ ہوگا جو عالمِ برزخ میں عطا ہوگا۔

نفس کے مکر نہایت خفی ہیں

فرمایا۔ کہ نفس وہ چیز ہے کہ اس کا مکر خفی اہلِ نظر کو بھی بعض اوقات محسوس نہیں ہوتا۔ نفس کے کید نہایت ہی خفی ہیں اور پوشیدہ وساوس اگر آویں آنے دو ان کی فکر ہی میں نہ پڑو یہ بھی شیطان اور نفس کی شرارت ہے کہ اس میں مشغول کر کے اللہ کی مشغولی سے روکنا چاہتے ہیں۔ بس کام میں لگے رہو انشاء اللہ کشتی پار لگ جاوے گی۔

قضا نمازوں کی ادائیگی کا طریقہ

فرمایا۔ کہ اگر کئی مہینے یا کئی برس کی نمازیں قضا ہوں تو ان کی قضاء ادا کرنے میں جہاں تک ہو سکے جلدی کرے ایک ایک وقت دو دو چار چار نمازیں پڑھ لیا کرے۔ قضاء پڑھنے کا کوئی وقت مقرر نہیں جس وقت فرصت ہو وضو کر کے پڑھ لے البتہ مکروہ وقت نہ ہو۔

جمعیتِ قلب کے اہتمام کی ضرورت

فرمایا۔ حضرت مولانا حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی قدس سرہٗ کی زبان پر یہ لفظ

بہت آیا کرتا تھا کہ جمعیتِ قلب کا اہتمام کرنا چاہیئے، حضرت کو ہر بات میں اس کا بہت اہتمام رہتا تھا کہ قلب کی جمعیت فوت نہ ہو۔ اسی لئے حضرت کو تعلقات سے بہت نفرت تھی اور صوفیاء کے اقوال و احوال میں بھی غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ تعلق مع اللہ پیدا ہونے کے لئے جمعیت قلب بہت ہی ضروری ہے۔

خلوت اور ترک کلام سے نفع

فرمایا۔ تجربہ کر لو صرف خلوت اور ترکِ کلام پر اکتفاء کرے اور معاصی بھی ترک کردے انشاء اللہ نسبت باطنی حاصل ہو جائے گی چاہے ذکر بہت ہی کم کرے۔

ہر عمل صالح کی نیت

فرمایا۔ اس نیت سے عمل کرو کہ اے اللہ! آپ کی محبت پیدا ہو جائے پھر دیکھو انشاء اللہ کیسا اثر ہوتا ہے۔ دوسری ضروری بات یہ ہے کہ اللہ کا نام لو، جی لگا کر یعنی کسی وقت تھوڑا تھوڑا اللہ اللہ بھی کر لیا کرو۔ تیسری بات یہ ہے اور یہ بہت ہی ضروری ہے کہ اہلِ محبت کی صحبت اختیار کرو۔

نفس کے تزکیہ کی دو چیزیں

فرمایا۔ اس طریق کا حاصل نفس کا تزکیہ ہے اور جس چیز سے تزکیہ کیا جاتا ہے وہ دو چیزیں ہیں شہوت اور کبر، اور ان کا علاج کسی کامل بزرگ کی صحبت ہے کیوں کہ وہ اس راہ سے گذر چکا ہے۔

غیر محرم کو دیکھنے کے نقصانات

فرمایا۔ بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ کسی غیر محرم کو دیکھنے کا زیادہ تقاضا قلب میں ہو اس کو ہم ایک دفعہ جی بھر کر دیکھ لیں تو تسکین ہو جائے گی یہ محض غلط ہے وہ تسکین عارضی ہے اس سے جوش کم ہوتا نہیں بلکہ قعر (گہرائی) قلب میں جا کر زیادہ متمکن ہوتا ہے اس لئے محسوس نہیں ہوتا اور تسکین کا جو شبہ ہوتا ہے قصداً اس کا تصور کرنا اور ملذذ ہونا سم قاتل ہے رہزن دین ہے

حدیث میں ہے "اَلنَّظْرُ سَهْمٌ مِّنْ سِهَامِ اِبْلِيْسَ"۔

(ترجمہ) نظر ابلیس کے تیروں میں سے ایک تیر ہے۔

ادب ظاہری اور ادب باطنی کا مفہوم

فرمایا۔ طالب طریقِ تصوف کو چاہیے کہ ادب ظاہری و باطنی کو نگاہ میں رکھے، ادب ظاہری یہ ہے کہ خلق کے ساتھ بحسنِ ادب وکمال تواضع و اخلاق پیش آئے اور ادبِ باطنی یہ ہے کہ تمام اوقات و احوال و معاملات میں با حق سبحانہٗ رہے حسن ادب ظاہر سر نامۂ ادب باطن ہے اور حسنِ ادب ترجمانِ عقل ہے بلکہ اَلتَّصَوُّفُ كُلُّهٗ اَدَبٌ

طالب کے لئے دو چیزیں سم قاتل ہیں

ارشاد۔ ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا کہ میں خیر خواہی سے عرض کرتا ہوں سب سن لیں۔ یاد رکھنے کی بات ہے کہ اس طریق میں دو چیزیں طالب کے لئے رہزن اور سم قاتل ہیں، ایک تاویل اپنی غلطی کی اور دوسری اپنے معلم پر اعتراض۔

الحزم سوء الظن کا مفہوم

ارشاد۔ ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا کہ اعتقاد سب کے ساتھ نیک رکھے لیکن معاملہ سب کے ساتھ احتیاط کا رکھے، اعتقاد میں بدگمان نہ ہو۔ معاملہ میں بدگمان ہو مثلاً بلا اطمینان کامل کے قرض نہ دے، محرم راز نہ بنائے، کوئی خدمت سپرد نہ کرے۔ معاملہ تو ایسا کرے باقی اعتقاد بھی رکھے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مقبول ہے اور یہ جو قول مشہور ہے

اَلْحَزْمُ سُوْءُ الظَّنِّ

وہ بھی معاملہ کے متعلق ہے کہ احتیاط اسی میں ہے کہ معاملہ ایسا کرے جیسے کوئی بدگمان معاملہ کرتا ہے اس کا یہ مطلب نہیں کہ اعتقاد میں بھی بدگمانی ہو۔ اعتقاد کے درجہ میں تو نیک گمان رکھے لیکن معاملہ احتیاط ہی کا کرے گو بعض صوفیوں نے اس قول کے یہ معنیٰ لگائے ہیں کہ اَلْحَزْمُ سُوْءُ الظَّنِّ اَیْ بِنَفْسِهٖ یعنی احتیاط یہ ہے کہ اپنے ساتھ سوءِ ظن

رکھے لیکن یہاں درحقیقت سوءِ ظن بغیرہ ہے اور اس میں وہی تفصیل ہے جو میں نے ابھی بیان کی ہے۔

اہل اللہ کی صحبت فرض عین ہے

ارشاد۔ ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ آپ مناسب اور غیر مناسب ہی کو لئے پھرتے ہیں میں تو اس زمانے میں اہل اللہ کی صحبت کو فرض عین کہتا ہوں اور فتوٰی دیتا ہوں کہ اس زمانے میں اہل اللہ اور خاصانِ حق کی صحبت اور ان سے تعلق رکھنے کے فرضِ عین ہونے میں کسی کو کیا شبہ ہو سکتا ہے، اور تجربہ سے معلوم ہوا کہ آج کل ایمان کی سلامتی کا ذریعہ صرف اہل اللہ کی صحبت ہے اس تعلق کے بعد بفضلہ کوئی جادو اثر نہیں کرتا۔

حقوق معاشرت

فرمایا۔ کہ لوگ اہل وعیال کے حقوق کی قطعاً پروا نہیں کرتے کہ جن پر حکومت کرتے ہیں ان محکوموں کا بھی کوئی حق ہمارے ذمہ ہے یا نہیں۔ معاشرت کو تو دین کی فہرست سے نکال ہی رکھا ہے۔ اس باب میں بڑی کوتاہی ہو رہی ہے اور اس سب گڑبڑ کا سبب دین سے غفلت ہے۔

نمازی اور بے نمازی

فرمایا کہ نمازی کے دل میں نور ہے اس کا اثر چہرے پر ظاہر ہوتا ہے اور بے نمازی کے دل میں ظلمت ہے اس کا اثر چہرے کی بدرونقی سے ظاہر ہوتا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ آگ اندر لگی ہے اس کا یہ دھواں ہے جس نے ظاہر و باطن دونوں کو سیاہ کر دیا ہے، دل کی سیاہی تو یہ ہے کہ نہ رشوت سے نفرت ہے نہ جھوٹ بولنے سے نہ کسی پر بہتان باندھنے سے نہ کسی کی زمین دبانے سے، نہ وضع نصرانی اختیار کرنے سے وغیرہ وغیرہ۔

عذرِ صحیح سے معمولات کی کمی میں اجر کم نہیں ہوتا

فرمایا کہ اگر معمولات واوراد و وظائف میں جو کمی یا ناغہ عذرِ صحیح سے ہو اس سے

اجر میں کمی نہیں آتی جو اصل مقصود ہے پھر تشویش کی کیا وجہ اور یہ کس نے کہہ دیا کہ ذکر و استغفار کے لئے وضو شرط ہے۔ اپنی طرف سے مسئلے گھڑ گھڑ کر اللہ کی آسان کی ہوئی چیزوں کو دشوار بناتے ہیں کیا یہ ناشکری اور بے قدری نہیں۔

شوق و ذوق وغیرہ۔

ارشاد۔ ایک بار ایک صاحب کو مخاطب کر کے فرمایا کہ حق تعالیٰ رحیم و حکیم ہیں جس شوق و ذوق اور سوز و گداز کو آپ کمال سمجھتے ہیں، نہ وہ کمال ہے اور جس خشکی اور وسوسہ کو آپ نقصان سمجھتے ہیں نہ وہ نقصان ہے۔ اگر آپ کو وہ کیفیات حاصل ہوتیں جس کو آپ بڑی چیز سمجھتے ہیں ضرور عجب پیدا ہوتا۔ خدا تعالیٰ نے عجب سے بچا لیا جو خدا تعالیٰ کی نعمت ہے اور اس پر شکر واجب ہے نہ کہ بالعکس شکایت کی جاوے ؎

آن کس کہ تو نگرت نمی گرداند او مصلحت تو از تو بہتر داند

اس مضمون شعر میں یہ باطنی دولت بھی داخل ہے اور جس چیز کو آپ نقصان سمجھ رہے ہیں اگر یہ نہ ہوتی تو آپ میں یہ انکسار نہ پیدا ہوتا جو بڑی نعمت ہے اور اس پر بھی شکر واجب ہے البتہ چونکہ اس میں احتمال ناشکری کا ہے اس لئے اب اس کی حقیقت سمجھ لیجئے تاکہ اس پر بھی شکر کیجئے۔ وہ کلیہ یہ ہے کہ جو افعال اختیاری ہیں ان میں اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف نہ کیا جائے تو پھر احوال خواہ کچھ ہی ہوں وہ چونکہ غیر اختیاری ہیں کچھ پروا نہ کرنا چاہیئے کام کئے جائیے، آپ محروم نہیں ہیں ایک وقت میں یہ امر تحقیقاً بھی معلوم ہو جاوے گا، اب تقلیداً مان لیجئے۔

سالک کو خطرات منکرہ کی پروا نہ کرنا چاہیئے۔

فرمایا کہ سالک کو خطرات منکرہ کی بناء پر اپنے کو مردود نہیں سمجھنا چاہیئے کیونکہ ان خطرات کو تو شیطان قلب میں ڈالتا ہے لہٰذا اس کا (یعنی سالک کا) کیا قصور بلکہ اس کو جو ناگواری کی وجہ سے اذیت ہو رہی ہے اس کا اجر ملے گا۔

اصل مقصود صرف ذکر ہے

ارشاد۔ ایک طالب نے درخواست کی تھی کہ اپنے فلاں مجاز سے فرمادیں کہ مجھے دوایک مرتبہ دوازدہ تسبیح کا ورد کرادیں۔ اس کا یہ جواب تحریر فرمایا کہ اس کی حاجت نہیں یہ قیود غیر مقصود ہیں مقصود صرف ذکر ہے اگر کوئی نہایت موزوں رفتار سے چلتا ہو اور دوسرا غیر موزوں تو اصل مقصود منزل پر پہنچنا ہے جو دونوں رفتار سے حاصل ہوجاتا ہے۔ آگے رہی موزونیت، اس میں اور مصالح زائدہ ہیں جن پر منزل کی رسائی موقوف نہیں۔

سنت کے موافق نماز کی فضیلت

فرمایا کہ اگر نماز سنت کے طریقے پر ہو تو گو اس میں لاکھوں وساوس آویں وہ خدا تعالیٰ کے نزدیک زیادہ پسندیدہ ہے بہ نسبت اس نماز کے جو خلاف طریقہ مسنون پڑھی جائے کیونکہ پہلی نماز اوفق بالسنت ہے اور دوسری ابعد من السنت ہے۔

جھوٹ کا ایک عملی علاج

فرمایا کہ جس کو اکثر جھوٹ بولنے کی عادت ہو بہت بڑا علاج اس کا یہ ہے کہ جب کذب صادر ہو فوراً اپنی تکذیب مخاطب کے سامنے کرے کہ یہ بات میری کذب ہے فرمایا کہ غیبت کرنے سے برا بھلا کہنے سے جو نفرت اس غیبت کرنے والے سے ہوجاتی ہے اور جو انقباض اس سے ہوجاتا ہے وہ قابل ملامت نہیں کیونکہ طبعی وغیر اختیاری ہے لیکن بہ تکلف سلام وکلام کرتے رہنے سے چند روز میں وہ اثر دل میں بھی ضعیف ہوجاتا ہے۔

غصہ کا ایک مجرب علاج

فرمایا کہ غصہ کا ایک مجرب علاج یہ ہے کہ مغضوب علیہ کو اپنے پاس سے جدا کردیا جاوے یا اس کے پاس سے خود جدا ہوجائے اور فوراً کسی شغل میں لگ جاوے

اخلاقِ رذیلہ کا مختصر علاج

فرمایا اخلاق رذیلہ کا مختصر علاج یہ ہے کہ تأمل وتحمل یعنی جو کام کرے سوچ کر کرے

کہ شرعاً جائز ہے یا نہیں اور جلدی نہ کرے بلکہ تحمل سے کام کیا کرے یا اطلاع و اتباع سے یعنی اپنے احوال و اعمال سے شیخ کو مطلع کرتا رہے اور اس کی تجویز پر عمل کرے یا انقیاد و اعتماد سے یعنی اپنے شیخ کی اطاعت کاملہ کرے اور جو کچھ کہے اس پر اعتماد کرے۔

اسباب غیب سے امراض نفسانیہ کا علاج

فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کے ساتھ خیر چاہتے ہیں اور مجاہدۂ اختیاریہ سے اس کو قاصر و عاجز دیکھتے ہیں تو ایسے اسباب غیب سے پیدا فرما دیتے ہیں جس سے اس کے امراض نفسانیہ حب جاہ وغیرہ کا علاج ہوجاتا ہے مثلاً اس کو کوئی مرض لاحق ہوجاتا ہے یا کوئی عدو مسلط ہوجاتا ہے جو اس کو ایذا اور بالخصوص بدنامی کی ایذا پہنچاتا ہے جس کی روایات کو اگر کوئی غلط سمجھتا ہے تو دوسرا صحیح سمجھتا ہے اور اس طرح سے وہ رسوا ہوجاتا ہے جو اول اول نفس کو بے حد ناگوار ہوتا ہے مگر جب وہ صبر و رضا اختیار کرتا ہے تو پھر اس میں ایسی قوت تحمل کی ہوجاتی ہے کہ نہایت ہمت کے ساتھ یہ کہنے لگتا ہے ؎

ساقیا برخیز و در دہ جام را — خاک بر سر کن غم ایام را
گرچہ بدنامی است نزد عاقلاں — ما نمے خواہیم ننگ و نام را

پھر اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا (ترجمہ بیشک موجودہ مشکلات کے ساتھ آسانی ہونیوالی ہے) کے موافق اس کو قبولِ عام و عزت نصیب فرماتے ہیں جس میں ان کو ناز نہیں ہوتا جس قدر رفعت بڑھتی جاتی ہے نیاز میں ترقی ہوتی جاتی ہے۔ بس جاہ عظیم میسر ہوجاتی ہے اور جاہ پسندی فنا ہوجاتی ہے۔

نماز میں مشغول ہونے سے رنج و فکر کم ہوتا ہے۔

فرمایا کہ حدیث شریف میں ہے اِذَا حَزَبَہٗ اَمْرٌ فَزِعَ اِلَی الصَّلٰوۃِ (ترجمہ جب آپ کو کوئی حادثہ پیش آتا تو آپ جلدی سے نماز کی طرف رجوع فرماتے) یعنی جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی بڑی فکر پیش آتی تو آپ جلدی سے نماز میں مشغول ہوجاتے، تاکہ

حق تعالیٰ سے باتیں کر کے دل بہلائیں اور تسلی و سکون حاصل کریں واقعی تجربہ و مشاہدہ ہے کہ رنج و فکر کی حالت میں نماز میں مشغول ہو جانے سے رنج بہت کم ہو جاتا ہے۔

ہر مسلمان سے طلب دعا کی حدیث

فرمایا کہ صوفیا ہر مسلمان سے دعا طلب کرتے ہیں جس کی سند یہ حدیث شریف ہے اِسْتَکْثِرْ مِنَ النَّاسِ مِنْ دُعَاءِ الْخَیْرِ لَکَ فَاِنَّ الْعَبْدَ لَا یَدْرِیْ عَلٰی لِسَانِ مَنْ یُسْتَجَابُ لَہٗ اَوْ یُرْحَمُ (ترجمہ) "یعنی لوگوں سے دعائے خیر کی کثرت سے طلب کیا کرو کیونکہ بندہ کو معلوم نہیں کس زبان پر اس کے لئے دعا قبول ہو جاوے یا اس پر رحمت ہو جاوے۔"

حزن سے مراتب سلوک جلد طے ہوتے ہیں

فرمایا کہ حزن سے جس قدر جلد مراتب سلوک کے طے ہوتے ہیں مجاہدہ سے اس قدر جلد طے نہیں ہوتے یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے۔

یوم جمعہ کی فضیلت

فرمایا کہ حدیث میں ہے کہ جمعہ کے روز جو مر جاتا ہے اس کا حساب قیامت تک فرشتہ نہیں لیتا اس کی وجہ یوم جمعہ کی فضیلت ہے۔ نماز جمعہ سے قبل یا بعد کو کوئی دخل نہیں اس لئے جنازہ کے لئے نماز جمعہ کا انتظار خلافِ شریعت و عبث ہے۔

شیخ کامل کی پہچان

فرمایا کہ شیخ کامل کی پہچان یہ ہے کہ شریعت کا پورا متبع ہو، بدعت اور شرک سے محفوظ ہو کوئی جہل کی بات نہ کرتا ہو، اس کی صحبت میں بیٹھنے کا اثر یہ ہو کہ دنیا کی محبت گھٹتی جاوے اور حق تعالیٰ کی محبت بڑھتی جاوے اور جو مرض باطنی بیان کرو اس کو بہت توجہ سے سن کر اس کا علاج تجویز کرے۔ اس علاج سے دمبدم نفع ہوتا چلا جاوے اور اس کی اتباع کی بدولت روز بروز حالت درست ہوتی جاوے۔

ضرورت کی قسمیں

فرمایا کہ تمام اخراجات اور سامانوں میں اختصار کرو یعنی قدر ضرورت پر اکتفاء کرو پھر ضرورت کے بھی درجے ہیں ایک یہ کہ جس کے بغیر کام نہ چل سکے یہ تو مباح کیا واجب ہے دوسرے یہ کہ ایک چیز کے بغیر کام تو چل سکتا ہے مگر اس کے ہونے سے راحت ملتی ہے اگر نہ ہو تو تکلیف ہوگی گو کام چل جائے گا مگر دقّت سے چلے گا۔ ایسے سامان رکھنے کی بھی اجازت ہے۔ ایک سامان اس قسم کا ہے جس پر کوئی کام نہیں اٹکتا نہ اس کے بغیر تکلیف ہو گی مگر اس کے ہونے سے اپنا دل خوش ہو گا تو اپنا جی خوش کرنے کے لئے بھی کسی سامان کے رکھنے کا بشرط وسعت مضائقہ نہیں یہ بھی جائز ہے ایک یہ کہ دوسروں کو دکھانے اور انکی نگاہ میں بڑا بننے کے لیے کچھ سامان رکھا جائے یہ حرام ہے۔ پس جو عورتیں اپنی راحت کیلئے یا اپنا یا اپنے خاوند کا جی خوش کرنے کے لئے قیمتی کپڑا یا زیور پہنتی ہیں ان کو تو بشرط مذکور گناہ نہیں ہوتا اور جو محض دکھاوے کے لئے پہنتی ہیں وہ گنہگار ہیں۔

قرض کے لکھنے میں مصلحت

فرمایا کہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جب کسی کو قرض دیا کرو تو لکھ لیا کرو اور اس پر دو آدمیوں کو گواہ کر لیا کرو۔ اس سے معلوم ہوا کہ حق تعالیٰ کو ہمارے ساتھ غایت شفقت والفت ہے کہ ہمارے پیسے کا نقصان بھی گوارا نہیں کرتے تو جان کا نقصان کب گوارا ہو گا پھر وہ جنت سے محروم کر کے دوزخ میں کب ڈالنا چاہیں گے جب تک کہ تم خود نہ گھسو (معاصی کر کے) چنانچہ ارشاد ہے مَا يَفْعَلُ اللّٰهُ بِعَذَابِكُمْ اِنْ شَكَرْتُمْ وَاٰمَنْتُمْ (ترجمہ) اللہ تعالیٰ تم کو سزا دے کر کیا کریں گے اگر تم سپاس گذاری کرو اور ایمان لے آؤ۔

کھانے کے بعد شکر مثل چورن کے ہے

فرمایا کہ غذا کے بعد جو شکر کا حکم کیا گیا ہے تو در اصل اسی غذا کے ہضم کے واسطے چورن بتایا گیا ہے تا کہ پھر بھی غذا کھا سکے کیونکہ شکر سے نعمتیں بڑھتی ہیں جس طرح چورن سے

دوسرے وقت زیادہ کھا سکے گا اور ناشکری سے سلب ہو جاتی ہیں۔

بے موقع ذکر اللہ ممنوع ہے

فرمایا کہ بے موقع ذکر اللہ کو فقہاء نے منع لکھا ہے کہ بعض مقامات پر کفر کہا ہے جیسے حرام طعام پر بسم اللہ کہنا۔

غم سے روح میں نور پیدا ہونا

فرمایا کہ غم سے نفس کو تکلیف ضرور ہوتی ہے لیکن روح میں نور پیدا ہوتا ہے کیونکہ یہ مجاہدہ ہے گو اضطراری سہی اور مجاہدۂ اضطراری بھی موجب اجر ہے۔ حدیثیں اس میں صریح ہیں چنانچہ مرض۔ فکر اور بلا پر بشارتیں وارد ہیں اور اس کے ساتھ ہی اس کے لئے دعا اور تدبیر کا بھی امر ہے پس دعا و تدبیر بھی کرنی چاہیئے اور غم کے فضائل و بشارت پر نظر کر کے صبر و رضا بھی اختیار کرنا چاہیئے۔

بخل کے دو درجے

فرمایا کہ بخل کے دو درجے ہیں ایک خلاف مقتضائے شریعت اور یہ معصیت ہے دوسرا خلاف مقتضائے مروت اور یہ معصیت نہیں۔ فضیلت تو یہ ہے کہ یہ بھی نہ ہو اور تدبیر اس کی یہ ہے کہ اس کے مقتضا کی مخالفت کی جاوے لیکن اگر ہمت نہ ہو تو کوئی فکر کی بات نہیں۔

روحانی نشاط کا مدار تعلق مع اللہ پر ہے

فرمایا کہ لطف زندگی کا مدار مال پر نہیں ہے بلکہ نشاط طبیعت و روح پر ہے اور روحانی نشاط کا مدار دین و تعلق مع اللہ پر ہے۔ پس دین کے ساتھ دنیا گو کم ہے مگر پرلطف ہوتی ہے اور بدون دین کے خود دنیا بے لطف ہے۔ اگر کسی دنیادار کو لطف میں دیکھا تو وہ یا تو اس حصۂ دین کا اثر ہے یا دیکھنے والے کو اس کی ظاہری حالت سے دھوکا ہو گیا ہے۔ اگر اندرونی حالت کی تفتیش کی جائے تو پریشانی ہی ثابت ہو گی یا اس نے حقیقی لطف کو دیکھا ہی نہیں۔ وہ صورت لطف کو لطف سمجھ گیا ہے اور راز اس کا وہی ہے کہ لطف د

راحت اور چیز ہے۔ جن اسبابِ دنیا کو لوگ سامانِ راحت سمجھتے ہیں اگر حقیقی راحت نہ ہو تو حقیقت میں واللہ وہ عذاب ہے۔ چنانچہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں ولا تعجبک اموالھم واولادھم انما یرید اللہ ان یعذبھم بھا فی الدنیا الخ

پس یہ ضروری نہیں کہ جس کے پاس سامانِ راحت ہو اس کو راحت بھی حاصل ہو اور نہ یہ ضروری ہے کہ جس کے پاس سامانِ راحت نہ ہو اس کو راحت حاصل نہ ہو خود اللہ تعالیٰ کی عادت ہے کہ وہ مسلمان تارکِ دین کو راحت سے محروم کر دیتے ہیں پس دین کا ضرر ایسا ضرر ہے جس سے دنیا کی راحت بھی برباد ہو جاتی ہے۔

فرضیت زکوٰۃ در اصل ہمارے ہی نفع کے لئے ہے

فرمایا کہ جو صدقہ زکوٰۃ تم دیتے ہو وہ تو مجازاً خدا تعالیٰ کا حق کہلاتا ہے ورنہ حقیقت میں وہ تمھارے ہی نفع کے واسطے مقرر کیا گیا ہے تاکہ دنیا میں تمھارے مال میں برکت ہو اور آخرت میں تم کو ثواب ملے۔

حرام چیز جانوروں کو کھلانا بھی حرام ہے۔

فرمایا کہ جس چیز کا خود کھانا حرام ہے اسے اولاد کو کھلانا بھی حرام ہے، بلکہ جانوروں کو بھی کھلانا حرام ہے۔ جانوروں کو خود نہ کھلاؤ بلکہ ایسی جگہ رکھ دو کہ وہ خود اگر کھالیں۔ یاد رکھو کہ اپنی اولاد کو جو حرام مال کھلاتا ہے وہ ان کے اندر شرارت کا مادہ پیدا کرتا ہے

حرام چیزوں سے تداوی جائز نہیں

فرمایا کہ متقدمین میں حنفیہ کا یہ مذہب ہے کہ نہ حرام خالص سے تداوی (دوا کرنا) جائز اور نہ ایسی چیز سے جائز ہے جس میں کوئی حرام جزء ہو۔ جیسے گدھی کا دودھ اور حرام گوشت اور تریاق (جو سانپوں سے تیار ہوتا ہے) اور متاخرین نے ضرورت شدیدہ کے وقت تداوی (دوا کرنا) بالحرام کے جواز پر فتویٰ دیا ہے۔

شک اور تردد کی چیز نہ دیکھو فرمایا کہ ایسی چیز مت دیکھو جس سے شک یا تردد

پیدا ہو اور جو بلا قصد ایسی بات کان میں پڑ جائے اور یہی حالت پیدا ہو جائے تو اسکو کسی خاص تدبیر سے زائل کرنے کی ضرورت نہیں کیونکہ اس اہتمام سے پریشانی اور بڑھے گی اور ہمیشہ کے لئے ایک مستقل شغل ہو جاوے گا بلکہ بجائے تدبیر کے اس سے بے التفاتی اختیار کرو اور کتنا ہی وسوسہ ستاوے بالکل پروانہ کرو البتہ دعا و تفرع کرتے رہو اور اس کو کافی سمجھو۔ انشاء اللہ تعالیٰ بہت جلد طبیعت صاف ہو جاوے گی اور جب یہی عادت ہو جاوے گی تو قلب میں ایسی قوت پیدا ہو جاوے گی کہ وہ ایسی چیزوں سے متاثر نہ ہوگا۔

نافرمانیِ حق کے ساتھ مشاہدۂ جمال ناممکن ہے

فرمایا کہ یاد رکھو کہ خدا تعالیٰ کی نافرمانی کے ساتھ مشاہدۂ جمالِ حق کبھی نہیں ہو سکتا دل اور روح کی آنکھیں اس وقت کھلتی ہیں جب نفس کی شہوت و لذت کو حرام کی جگہ سے روکا جائے

ایک حدیث کا مفہوم

فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ قیامت کے دن ہر آنکھ روتی ہو گی بجز اس آنکھ کے جو اللہ تعالیٰ کی حرام کی ہوئی چیز کے دیکھنے سے رک گئی ہو، اور وہ آنکھ جس نے اللہ تعالیٰ کے راستے میں پہرہ دیا اور وہ آنکھ جس میں خوف الٰہی کی وجہ سے مکھی کے سر کے برابر آنسو نکل آیا۔

عقل کا کام

فرمایا کہ صاحبو! اس عقل سے جو کام لینے کا ہے وہ یہ ہے کہ خدا تعالیٰ پر اعتماد و انقیاد کا اپنے کو مکلف سمجھ لے اور وحی کا اتباع کرے۔

معصیت سے بچنے کا طریق

فرمایا کہ معصیت سے بچنے کا طریقہ یہ ہے کہ اول ہمت خود کرے اور اس کے ساتھ خدا تعالیٰ سے ہمت طلب کرے اور خاصانِ خدا تعالیٰ سے بھی دعا کرائے انشاء اللہ تعالیٰ

گناہوں سے بچنے کی ہمت ہوجائے گی۔ صاحبو! کامیابی کی گاڑی کے دو پہیے ہیں ایک اپنی ہمت دوسرے بزرگوں کی دعا، ان دونوں پہیوں سے گاڑی کو چلاؤ ایک پہیہ کافی نہیں۔

لیلۃ القدر میں حصّہ

فرمایا کہ لیلۃ القدر میں جو شخص عشا اور صبح دونوں کی نماز جماعت سے ادا کرے اس کو لیلۃ القدر سے حصہ مل جائے گا یعنی یہ بھی جاگنے والوں میں شمار ہوگا گو اس رات میں عشا کے بعد صبح تک سوتا رہا ہو مگر اس کا جاگنے والوں میں شمار ہونا ایسا ہے جیسے چاندی کے چمچوں میں گلٹ کا چمچہ چاندی کی قلعی کرا کر رکھ دیا جاوے ابن المسیب کا ارشاد ہے کہ عشا کی نماز جماعت سے پڑھ لینا بھی فضیلت لیلۃ القدر کے لئے کافی ہے، کیونکہ فوتِ جماعتِ فجر غیر اختیاری ہے اس لئے یہ فوت منقص ثواب لیلۃ القدر نہ ہوگا۔

علمائے دین کی توہین کا انجام

فرمایا کہ حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ جو لوگ علمائے دین کی توہین اور ان پر طعن و تشنیع کرتے ہیں قبر میں ان کا منہ قبلہ سے پھر جاتا ہے۔ اور یہ بھی فرمایا کہ جس کا جی چاہے دیکھ لے

رحمت و مغفرت کی ایک مثال

فرمایا کہ جب حق تعالیٰ کی طرف سے رحمت و مغفرت کی ہوائیں چلتی ہیں تو گو اس سے مقصود کوئی خاص بزرگ ہوں لیکن حسب قرب و بعد آس پاس کو بھی پہنچتی ہیں جیسا کہ کسی کے پنکھا جھلا جاوے تو آس پاس کے لوگوں کو بھی ہوا ضرور لگتی ہے اس لئے بزرگوں کے قریب دفن ہونے کی تمنا کرنا عبث نہیں سلف صالحین و خلف کا (تعامل) عمل صاف دلیل ہے کہ یہ عمل بے اصل نہیں۔

اولاد کی موت پر آنسو نکلنا

فرمایا کہ منتہی کو اولاد کے مرنے پر آنسو ناگواری (حکم خداوندی) سے نہیں

نکلتے بلکہ ترحم سے نکلتے ہیں کہ وہ اپنی آنکھوں سے اپنے بچہ کی اس حالت کو دیکھ نہیں سکتا، اگر آنسو نہ نکلتے تو بچہ کا حق ادا نہ ہوتا کیونکہ ترحم بچہ کا حق ہے بعض بلاؤں میں خاصیت ہے کہ اس سے آنسو نکلا کرتے ہیں اور باوجود آنسو نکلنے کے وہ دل سے ناراض نہیں ہوتا جیسے مرچ کھانے والا دل سے ناراض نہیں ہوتا گو آنکھیں رو رہی ہیں پس رضا والم جمع ہو سکتے ہیں۔

شیطان کا ایک دھوکہ

فرمایا کہ درحقیقت یہ شیطان کا ایک دھوکا ہے کہ گناہ کر لینے سے تقاضا کم ہو جائے گا کیونکہ ارتکاب معصیت سے فی الحال کچھ دیر کو تقاضا کم ہو جائے گا مگر اس کا اثر یہ ہوگا کہ آئندہ کے لئے مادۂ معصیت قوی ہو جائے گا اور ازالہ قدرت سے باہر ہو جائیگا

طاعات کے ساتھ تقاضائے معصیت موجب قرب ہے۔

فرمایا کہ طاعات کے ساتھ تقاضائے معصیت موجب قرب ہے اور معصیت کے ساتھ عدم تقاضائے معصیت موجب قرب نہیں ہو سکتا بلکہ ارتکاب سے پہلے جو اس تقاضہ کی وہ مخالفت کرتا تھا یہ مقاومت نفس اور مجاہدہ کی ایک فرد تھی جو موجب قرب ہے

گناہوں کو ہلکا سمجھنا نہایت برا ہے

فرمایا کہ مومن اپنے گناہوں سے ڈرتا ہے گو ادنیٰ ہی گناہ ہو بخلاف فاجر کے کہ وہ گناہ کو مثل مکھی کے سمجھتا ہے کہ آئی اور اُڑا دیا تو معلوم ہوا کہ گناہ کو سخت سمجھ کر توبہ کرنا علامت ایمان کی ہے اور اس کا ہلکا سمجھنا علامت بے ایمانی کی ہے اور اُوپر جو آیا ہے کہ گناہ کو بڑا نہ سمجھے۔ اس کا یہ مطلب ہے کہ اتنا بڑا نہ سمجھے کہ توبہ سے مانع ہو جاوے اور یہاں بڑا سمجھنے کا مطلب یہ ہے کہ اتنا چھوٹا نہ سمجھے کہ توبہ کی ضرورت نہ سمجھے غرض اصل چیز توبہ ہے جو اعتقاد توبہ سے مانع ہو وہ مذموم ہے خواہ بڑے ہونے کا اعتقاد ہو خواہ چھوٹے ہونے کا۔

محبت حق پیدا کرنے کا آسان طریقہ

فرمایا کہ محبت حق پیدا کرنیکا آسان طریقہ یہ ہے کہ محبت والونکے پاس بیٹھنا شروع کردے

؎ آہن کہ بپارس آشنا شد — فی الحال بصورت طلا شد

مجاہدہ کی تفسیر

فرمایا کہ والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا میں جاہدوا سے مراد غور و فکر۔ دعا و التجا۔ سعی و کوشش۔ حق تعالیٰ کے سامنے الحاح و زاری تواضع و خاکساری ہے یہ چیزیں پیدا کرو۔ رونا اور چلانا شروع کرو نخوت و تکبر کو دماغ سے نکال کر پھینک دو اس کے بعد وصول میں دیر نہیں ہوتی۔ بجز اس حالت کے پیدا کئے ہوئے کامیابی مشکل ہے

؎ فہم و خاطر تیز کردن نیست راہ — جز شکستہ می نہ گیرد فضل شاہ

خبر رویت ہلال کی تشہیر

فرمایا کہ میں اس کا مخالف ہوں کہ ایک مقام کی خبر رویت ہلال دوسرے مواضع میں اس طرح اشاعت کی جاوے کہ اس میں غلو و مبالغہ ہو اور اس میں غلطیاں وہیجان رہیں جس سے اکثر تشویش و مخالفت بڑھ جاتی ہے۔

لغو اور فضول کاموں سے گرانی

فرمایا کہ میں بقسم کہتا ہوں کہ اگر کوئی شخص اپنے فضول کاموں میں غور کرے تو اس کو معلوم ہوگا کہ لغو اور فضول کاموں سے ضرور بطور افضاء کے گناہ تک وصول ہوگیا ہے مثلاً مجھے خود یہ واقعہ پیش آتا ہے کہ بعض دفعہ کوئی شخص آکر بلا ضرورت پوچھتا ہے کہ آپ فلاں جگہ کب جائیں گے۔ اس سوال سے مجھ پر گرانی ہوتی ہے اور مسلمان کے قلب پر گرانی ڈالنا خود معصیت ہے۔ اگر سوال کرنے والا مخلص ہو جب بھی مجھے گرانی ہوتی ہے کہ اس کو ہمارے ذاتی افعال کی تفتیش کا کیا حق ہے۔ غرضیکہ کوئی لغو اور فضول کام ایسا نہیں جسکی سرحد معصیت سے نہ ملی ہو۔ پس لغو اور فضول ابتداءً تو مباح ہے مگر انتہاءً معصیت ہے۔

سجدہ میں قرب

فرمایا کہ سجدہ میں بندہ کو قرب بصورتِ نزول ہوتا ہے

دعا میں الحاح محبوب ہے

فرمایا کہ حق تعالیٰ کو یہ بات پسند ہے کہ بندہ سر (ضد کرکے) ہو کر ان سے مانگے چنانچہ حدیث میں ہے اِنَّ اللہَ یُحِبُّ الْمُلِحِّیْنَ فِی الدُّعَاءِ (بیشک اللہ تعالیٰ دعا میں الحاح کرنیوالوں سے محبت رکھتے ہیں)

تبرکات میں برکت اور اثر کا سبب

فرمایا کہ قلب کا اثر انسان کے کلام اور لباس تک میں ظاہر ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ اہلِ اللہ کے تبرکات میں اثر ہوتا ہے اور صحبت میں اس سے زیادہ اثر ہوتا ہے۔

بوقتِ ضرورت رخصت پر عمل محبوب ہے

فرمایا کہ بعض لوگوں کو ہر حالت میں عزیمت ہی پر عمل کرنے کا شوق ہوتا ہے یہ کوئی کمال نہیں بلا وجہ رخص (رخصت) شرعیہ و نعم (نعمت) الٰہیہ سے باوجود ضرورت کے بھی کام نہ لینا خدا تعالیٰ کو ناپسند ہے۔ حدیث شریف میں ہے اِنَّ اللہَ یُحِبُّ اَنْ یُّؤْتٰی رُخْصَہٗ کَمَا یُحِبُّ اَنْ یُّؤْتٰی عَزَائِمَہٗ یعنی حق تعالیٰ چاہتے ہیں کہ ان کی رخصتوں پر بھی ویسا ہی عمل کیا جاوے جیسا کہ وہ چاہتے ہیں کہ ان کی عزیمتوں پر عمل کیا جاوے۔

ایمان کامل کی علامت

فرمایا کہ ایمان کامل کے لئے لازم ہے کہ طبیعت اور خوبو سب مسلمانوں کی سی ہو رغبت اس چیز سے ہو جو قرآن و حدیث میں ہے وہ مستحبات پر ویسا ہی عمل کرتا ہو جیسے واجبات پر یہ وجہ یہ ہے کہ کمال ہر کام کا ایسے ہی انہماک سے ہوتا ہے مستحب اور واجب کی تنقیح سے نہیں ہوتا۔

حرص ام الامراض ہے

فرمایا کہ حرص تمام پریشانیوں کی جڑ ہے یہ ایسا مرض ہے کہ اس کو ام الامراض کہنا چاہیئے کیونکہ اسی وجہ سے جھگڑے پیدا ہوتے ہیں اسی کی وجہ سے مقدمہ بازیاں ہوتی ہیں اگر لوگوں

میں حرص مال نہ ہو تو کوئی کسی کا حق نہ دبائے۔

کبر تمام اخلاقِ رذیلہ کی جڑ ہے

فرمایا کہ بدکاری اور چوری کا منشا بھی لذت کی حرص ہے۔ اخلاق رذیلہ کی جڑ بھی یہی ہے کیونکہ عارفین کا قول ہے کہ تمام اخلاقِ رذیلہ کی اصل کبر ہے اور کبر ہوس جاہ ہی کا نام ہے، بس کبر کا منشا بھی یہی حرص ہوا۔

نماز میں بلا ضرورتِ غیر نماز کا خیال نہ لائے

فرمایا کہ نماز میں بلا ضرورت غیر نماز کا خیال نہ لانا چاہیئے۔ ہاں اگر کسی ضرورت کی وجہ سے مشروع یا مباح امر کا خیال قصداً لائے اور اس کو قصداً باقی رکھے تو اس میں مؤاخذہ نہیں اور اگر یہ شبہ ہو کہ اس سے صلوٰۃ میں تو خلل آئے گا اس لئے کہ غیر صلوٰۃ ہے تو یہ سمجھ لو کہ خلل کا ہر درجہ موجب مؤاخذہ نہیں۔ یہ خلل بمعنیٰ نقص ثواب ہے جیسے تین بار تسبیح کہنے سے بہ نسبت پانچ بار کے کہنے سے ثواب کم ہوتا ہے بمعنیٰ فساد یا کراہت نہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ قصداً خیالات منکرہ و معاصی سے تو نماز میں ظلمت پیدا ہو جاتی ہے اور خیالات معروفہ و طاعات سے اگر وہ نماز ہی کے متعلق ہیں تو نور بڑھتا ہے اور اگر وہ غیر نماز ہے تو نور نہ گھٹتا ہے نہ بڑھتا ہے اور جو منکر ہو نہ معروف بلکہ مباح ہو اگر بضرورت ہو اور وہ ضرورت ایسی ہے کہ اگر اس وقت اس کو مؤخر کیا جائے تو کوئی ضرر یا حرج لاحق ہو جائے گا یا کوئی ضروری منفعت فوت ہو جائے گی تو اس کا بھی یہی اثر ہے کہ نور نہ بڑھتا ہے نہ گھٹتا ہے مگر ظلمت پیدا نہیں ہوتی۔

عورتوں میں ذکر اللہ کی کمی

فرمایا کہ عورتوں میں ذکر اللہ کا رواج بہت کم ہے۔ نماز روزہ کے ساتھ کچھ ذکر اللہ بھی کرنا چاہیئے اس سے دل کو خدا تعالیٰ کے ساتھ لگاؤ ہوتا ہے اور نماز میں دل لگتا ہے۔ حالانکہ ان کی طبیعتوں کو ذکر اللہ سے بہت مناسبت ہے کیونکہ ذکر اللہ کا اثر ان پر زیادہ ہوتا ہے جن کے قلوب میں سکون و یکسوئی کی حالت ہو اور عورتوں کو پردہ کی برکت سے یہ بات خاص درجہ میں حاصل ہے۔

مسلمان سے ایک سال تک نہ بولنے کا گناہ

فرمایا کہ حدیث میں ہے کہ اگر مسلمان سے ایک سال تک نہ بولا جائے تو قتل کا گناہ ہوتا ہے۔

ایک حدیث

فرمایا کہ حدیث میں ہے کہ حق تعالیٰ کے روبرو توپیر اور جمعرات کے بروز بندوں کے اعمال پیش کیے جاتے ہیں اور حضرات انبیاء علیہم السلام پر اور باپوں اور ماؤں کے روبرو جمعہ کے روز پیش کیے جاتے ہیں۔ یعنی ملائکہ پیش کرتے ہیں اور ہر نبی پر ان کی امت کے اعمال پیش کیے جاتے ہیں اور باپوں اور ماؤں سے مراد اصول ہیں پس دادا، پردادا اور اسی طرح دادی، پردادی۔ نانی، پرنانی سب اس میں داخل ہو گئے۔ پس وہ (یعنی حضرات انبیاء علیہم السلام اور آباؤ امہات) ان کی نیکیوں سے خوش ہوتے ہیں اور خوشی سے ان کے چہروں کی چمک دمک بڑھ جاتی ہے۔ پس اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور گناہ کے کام مت کرو اور مُردوں کو ایذا مت دو۔ یعنی جس طرح وہ حسنات سے خوش ہوتے ہیں اسی طرح سیئات سے آزردہ ہوتے ہیں تو ان کو آزار اپنی بداعمالیوں سے نہ پہنچاؤ

بزرگوں کی صحبت سے کم از کم نفع

فرمایا کہ بزرگوں کی صحبت سے اگر اصلاح کامل نہ بھی ہو تو کم از کم اپنے عیوب پر ہی نظر ہونے لگتی ہے یہ بھی کافی ہے اور مفتاحِ طریق ہے۔

شریعت کا کمال

فرمایا کہ کمال شریعت یہی ہے کہ اس میں تمام انسانی حالات کے متعلق مفصل قواعد موجود ہیں کوئی جزو ایسی نکلنی ممکن نہیں جس کے متعلق شریعت کا حکم نہ ہو۔

اصل مصیبت کونسی ہے

فرمایا اصل مصیبت وہ ہے جس سے دل میں پریشانی اور بے چینی پیدا ہو۔ پس جو شخص بیمار ہو اور دل کو پریشان پائے اس کے حق میں یہ مرض مصیبت ہے اور اگر دل پریشان نہیں بلکہ صابر و شاکر ہے تو یہ ہرگز مصیبت نہیں بلکہ موجبِ رفعِ درجات ہے۔

شب برات کی ایک فضیلت

فرمایا کہ شعبان کی پندرھویں رات کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ اور راتوں میں تو پچھلے اوقات میں حق تعالیٰ آسمان دنیا پر نزول فرماتے ہیں اور اس شب میں شروع ہی سے نزول فرماتے ہیں۔

تہجد کی فضیلت

فرمایا کہ ایک حدیث میں ہے کہ جو شخص رات کو اٹھ کر التجا کرتا ہے تو میں اس سے بہت خوش ہوتا ہوں اس لئے کہ میری وجہ سے اپنی بیوی اور گرم بستر کو چھوڑ دیا۔

جنت میں یہ بیبیاں حوروں سے افضل ہونگی

فرمایا کہ جنت میں یہ بیبیاں حوروں سے افضل و اجمل ہوں گی اور اجمل کی طلب نہ خلافِ عقل ہے نہ خلاف نقل۔ اس لئے اپنی بیبیوں کے ملنے کے لئے دعا کرنا نہ خلاف عقل ہے نہ خلاف نقل۔

توکل کی حقیقت

فرمایا کہ توکل کی حقیقت یہ ہے کہ تدبیر کر کے اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرے مگر شرط یہ ہے کہ وہ تدبیر مباح ہو اور اس میں انہاک نہ ہو۔ توکل بعض کے لئے مطلق تدبیر ظنی کا ترک کرنا ہے اور بعض کے لئے یہ ہے کہ تدبیر غیر مباح اور انہاک فی التدبیر المباح کو ترک کردے اور تفویض یہ ہے کہ اس کے بعد اگر ناکامی ہو یا وہ واقعہ تدبیر سے تعلق ہی نہ رکھتا ہو جیسے غیر اختیاری مصائب تو حق تعالےٰ پر اعتراض نہ کرے پس تفویض کی حقیقت توکل کا اعلیٰ درجہ ہے اور اس درجۂ علیا کا اثر یہ رضاء الٰہی ہے۔

عورتیں کس طرح باعصمت رہ سکتی ہیں (حدیث)

فرمایا کہ حدیث میں ہے عفوا عن نساء المسلمین تعف نساءکم بروا آباءکم تبرکم ابناءکم "یعنی تم مسلمانوں کی عورتوں سے بچتے رہو تو تمہاری عورتیں باعصمت رہیں گی تم اپنے باپ کا ادب ملحوظ رکھو تو تمہاری اولاد تمہارا ادب کرے گی" اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص دوسروں کی عورتوں پر نظر رکھتا ہے اور ان کی عصمت برباد کرتا ہے اس کی عورتوں کی بھی عصمت

برباد ہو جاتی ہے۔

اللہ اللہ کرنے سے ہر حال میں نفع

فرمایا کہ اللہ اللہ کہنا اگر خلوص سے بھی نہ ہو تب بھی بیکار نہیں۔ کہنے سے استعداد تو ہو جائے گی اور یہ اول بار ہی کہنا آئندہ عمل پر معین ہو جائے گا لہٰذا ادنیٰ عمل کو بھی بیکار نہ سمجھو اور کوئی ساعت کسی نہ کسی عمل سے خالی نہ رہنے دو اس لئے مشائخ نے پاس انفاس تجویز کیا ہے کہ کچھ نہ کچھ سلسلہ رہے ؏ یک چشم زدن غافل ازاں شاہ نباشی ، شاید کہ نگاہے کند آگاہ نباشی

زوجین کی خوش اخلاقی کا اثر

فرمایا کہ عورت کو مطیع بنانے کی یہی تدبیر کام کی ہے کہ اس کو خوش رکھے اور یہی شوہر کو راضی رکھنے کی تدبیر ہے۔

مردوں کو اپنی بیبیوں کی قدر کرنا چاہیئے۔

فرمایا کہ ہر صورت میں مردوں کو اپنی بیبیوں کی قدر کرنا چاہیئے دو وجہ سے ایک تو بی بی ہونے کی وجہ سے کہ وہ ان کے ہاتھ میں قید ہیں اور یہ بات جواں مردی کے خلاف ہے کہ جو ہر طرح اپنے بس میں ہو اس کو تکلیف پہنچائی جائے۔ دوسرے دین کی وجہ سے کیونکہ جیسے تم ہو وہ بھی مسلمان ہیں۔ جیسے تم دین کے کام کرتے ہو وہ بھی کرتی ہیں اور کسی کو معلوم نہیں کہ دین کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ کے نزدیک کون زیادہ مقبول ہے۔ یہ کوئی بات ضروری نہیں ہے کہ عورتیں مرد سے گھٹی ہوئی ہوں۔ ممکن ہے اللہ تعالیٰ کے نزدیک مرد کی برابر بلکہ اس سے زیادہ ہوں بس عورتوں کو حقیر، ذلیل نہ سمجھنا چاہیئے اللہ تعالیٰ بے کس و مجبور اور شکستہ دل کا تھوڑا سا عمل بھی مقبول فرما لیتے ہیں اور اس کے درجے بڑھا دیتے ہیں۔

ایک بہترین قابلِ عمل تدبیر

ارشاد۔ ایک صاحب کا لمبا خط آیا جس میں دین و دنیا دونوں کے متعلق پریشانیاں لکھی تھیں اس کے جواب میں تحریر فرمایا کہ اپنے معاملات کو خدا تعالیٰ کے سپرد کر دینا چاہیئے۔ وہ

جو کریں اس میں راضی رہے یہ بہترین تدبیر ہے کوئی کر کے تو دیکھے۔

لایعنی کے ترک سے عظیم نفع

فرمایا کہ جس بات میں کوئی فائدہ نہ ہو اس کو ترک کر دینا چاہئے جس کا عمل اس پر ہوگا اس کی زندگی بڑی حلاوت کی ہوگی۔ خیرِ دنیا، خیرِ عقبیٰ دونوں اس کو حاصل ہوں گی۔ لایعنی باتوں میں بڑا وقت برباد ہوتا ہے

دونوں خطبوں کے درمیان دل سے دعا کرنا جائز ہے

ارشاد۔ ایک صاحب نے دریافت کیا کہ ما بین الخطبتین (دونوں خطبوں کے درمیان) جب امام جلسہ کرتا ہے تو دعا مانگنا درست ہے یا نہیں؟ فرمایا کہ دل سے دعا بدونِ حرکت لسان ہو تو جائز ہے سکوتِ واجب اور دعا اس طرح جمع ہو سکتے ہیں۔

معمولات پر استقامت ہی فوق الکرامت ہے

فرمایا کہ معمولات کا جاری رہنا یہ ایسا حال رفیع ہے کہ جس کے ہوتے ہوئے کسی اور جدید کا نہ ہونا مضر نہیں۔ کیونکہ اس کے جاری رہنے کو استقامت کہا جاتا ہے جو بہ تصریحِ اکابر فوق الکرامت ہے۔

استغفار کے فوائد

فرمایا کہ دنیا اور دین کی حاجتوں کے بر آنے کا ذریعہ استغفار ہے۔

(ف) یہ حضرت والا کے علم وجامعیت پر دال ہے۔

حق تعالیٰ تک پہنچنے کا راستہ

فرمایا کہ حق تعالیٰ تک پہنچنے کا یہی راستہ ہے کہ اخلاق رذیلہ جاتے رہیں، حمیدہ پیدا ہو جائیں طاعت کی توفیق ہو جاوے۔ غفلت من اللہ جاتی رہے اور توجہ الی اللہ پیدا ہو جاوے

عشق مجازی سخت ابتلاء کی چیز ہے

فرمایا کہ عشق مجازی کے تذکرے میں ایک بات بتلاتا ہوں جو مجھ سے ہی سنئے گا۔ اس سے

پہلے کبھی نہ سنی ہوگی اور اول وہلہ میں سمجھ میں نہ آئے گی لیکن سچی بات یہ ہے تجربہ کر لیا جائے فی الحال تقلیداً مان لی جاوے وہ بات یہ ہے کہ اگر عاشق کی طبیعت بالکل ہی خبیث نہ ہو تو متقی شخص کی طرف نفسانی میلان نہیں ہو سکتا کیونکہ تقوٰی کا قدرتی یہ اثر ہے کہ وہ وقایہ ہوتا ہے نفسانی میلان کا خواہ تقوٰی کا دوسرے کو علم ہو یا نہ ہو عشق مجازی ہی کے تذکرے میں فرمایا کہ یہ سخت ابتلاء کی چیز ہے اس سے بہت بچنا چاہیئے میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اس معاملہ میں خود مجھ کو اپنا اعتبار نہیں اور چونکہ میں کوئی چیز نہیں اس لئے میری حیثیت سے یہ بے اعتباری کوئی ایسی اہم چیز نہیں لیکن جو شخص مجھ کو بڑا سمجھتا ہے اور مجھ سے عقیدت رکھتا ہے اس کے لئے بڑی عبرت کی بات ہے کہ جس کو ہم بڑا سمجھتے ہیں جب اس کی یہ حالت ہے تو بہت ہی احتیاط رکھنا چاہیئے۔

عبادت مالیہ کا ثواب عبادت بدنیہ سے افضل ہے

فرمایا کہ عبادت مالیہ کا ثواب بہ نسبت عبادت بدنیہ کے مردہ کے حق میں زیادہ افضل ہے کیونکہ یہ مسئلہ خود اہل سنت والجماعت میں مختلف فیہ ہے کہ عبادت بدنیہ کا ثواب بھی مردہ کو پہنچتا ہے یا نہیں۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک صرف عبادت مالیہ کا ثواب پہنچتا ہے عبادت بدنیہ کا نہیں پہنچتا اور اماموں کے نزدیک بھی یہی بات ہے۔ البتہ ہمارے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک دونوں قسم کی عبادت کا ثواب پہنچتا ہے بہرحال عبادت مالیہ کے ثواب کی افضلیت مردہ کے حق میں اس وجہ سے ثابت ہے۔

بعض اوقات رخصت پر عمل عزائم سے افضل ہے

فرمایا کہ میں بعض احوال میں رخصت پر عمل کرنے کو بہ نسبت عزائم پر عمل کرنے کے افضل سمجھتا ہوں کیونکہ جو شخص عزائم پر عمل کرتا ہے اس کی ہمیشہ اپنے عمل پر نظر ہوتی ہے اور جو کچھ عطا ہوتا ہے اس کو بمقابلہ اپنے عمل کے کم سمجھتا ہے اس کے دل میں یہ شکایت پیدا ہوتی ہے کہ دیکھو اتنے دن سے ایسی مشقت زہد وتقوٰی کی اٹھا رہا ہوں اور اتنا عرصہ ذکر د

شغل کرتے ہو گیا اور اب تک کچھ نصیب نہیں ہوا یہ کس قدر گندہ خیال ہے۔ برخلاف اس کے جو بعض دفعہ رخصتوں پر عمل کرتا ہے اس کی اپنے عمل پر نظر کبھی نہیں ہو سکتی اس کو جو کچھ بھی عطا ہوتا ہے اس کو مقابل اپنے عمل کے زیادہ سمجھتا ہے اور در صورت عدم ورود کیفیات وغیرہ کے بھی اس کو شکایت پیدا نہیں ہوتی کیونکہ وہ سمجھتا ہے کہ میں عمل ہی کیا کرتا ہوں جو ثمرات کا مستحق ہوں۔ بہرحال رخصت پر عمل کرنے والے کی نظر میں ہمیشہ حق تعالیٰ کی عطاؤں کا پلہ بمقابلہ اس کے اعمال کے بھاری رہتا ہے جس سے اس کو طبعاً حق تعالیٰ کے ساتھ محبت پیدا ہو جاتی ہے یہ کس قدر بڑی نعمت ہے۔

سات برس کی عمر میں نماز پڑھنے کا حکم

فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے زیادہ ضروری چیز کے لئے کہ نماز ہے سات برس کی عمر قرار دی ہے تو میں تو یہی سمجھتا ہوں کہ یہی عمر پڑھنے کے لئے بھی مناسب ہے البتہ زبانی تعلیم اور یاد کرا دینا یہ پہلے ہی سے جاری رکھے چار برس چار دن چار مہینے اپنی طرف سے لوگوں نے تجویز کر کے اب رسم مقرر کر لی ہے۔

دوسروں سے دعا کرانا چاہیے

فرمایا کہ حدیث شریف میں ہے کہ اپنی دعا سے زیادہ اپنے بھائی مسلمان کی دعا اس کے حق میں قبول ہوتی ہے اس لئے دوسروں سے ضرور دعا کرانا چاہیئے۔

عورتوں میں خدمت گاری اور عفت کی صفات

فرمایا کہ عورتیں قابل تعریف و ترحم ہیں ان میں دو صفت تو ایسی ہیں کہ مردوں سے بھی کہیں بڑھی ہوئی ہے۔ خدمت گاری اور عفت، عفت تو اس درجہ ہے کہ مرد چاہے افعال سے پاک ہوں لیکن وسوسوں سے کوئی بھی خالی نہیں اور شریف عورتوں میں سے اگر سو کو لیا جاوے تو شاید سو کی سو ایسی نکلیں گی کہ وسوسہ تک بھی ان کو عمر بھر نہ آیا ہو اسی کو حق تعالے فرماتے ہیں (المحصنات الغافلات)۔

نماز ہر حالت میں پڑھنا چاہیئے۔

فرمایا کہ ایک بیمار صاحب نے بار بار اپنی سخت مجبوری نماز سے ظاہر کی، کہا کہ کپڑے ناپاک رہتے ہیں! فرمایا کہ کچھ حرج نہیں۔ ناپاک کپڑوں ہی سے نماز ہو جاتی ہے اگر پاک کرنے میں مریض کو زیادہ زحمت ہو۔ کہا کہ حرکت بھی نہیں کی جاتی۔ فرمایا کہ اشارے سے لیٹے لیٹے پڑھا کرو۔ کہا کہ زبان سے الفاظ نہیں نکلتے۔ فرمایا کہ کچھ حرج نہیں۔ دل ہی دل میں کہہ لیا کرو نماز کسی حالت میں معاف نہیں (اگر ہوش رہے) اس کی بڑی سخت تاکید ہے یہاں تک کہ اگر سمندر میں ڈوب رہا ہو اور نماز کا وقت آگیا ہو تو نیت باندھ کر ڈوب جائے لیکن جہاں اسقدر تاکید ہے۔ وہاں سہولت بھی بے انتہا رکھی ہے۔ ان باتوں سے بھی ان مریض صاحب کو تسلی نہ ہوئی اور وہ یہی کہتے رہے کہ نماز ایسی حالت میں کیسے ہو سکتی ہے فرمایا کہ یہ رائے کی خرابی ہے، یُوں سمجھتے ہیں کہ اس طرح نماز ناقص ہو گی۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ کے حقوق اس قدر ہیں کہ ان کے سامنے ہماری نماز کامل کبھی ہو ہی نہیں سکتی۔ لوگ یوں سمجھتے ہیں کہ اگر کپڑے پاک صاف ہوں وضو وغیرہ سب باقاعدہ ہوں خشوع وخضوع ہو تو نماز بڑی کامل ہو گی۔ میں کہتا ہوں کہ عظمتِ حق کے اعتبار سے وہ بھی ناقص ہی ہو گی پھر جب ہر حال میں ناقص ہی ہوئی تو اس طرح پڑھنے سے کیوں جی بھلا نہیں ہوتا۔

دل سے مانگی ہوئی دعا ہر حال میں قبول ہوتی ہے

فرمایا کہ سچ کہتا ہوں کہ جو دعا دل سے کی کبھی نہیں یاد کہ قبول نہ ہوئی ہو ضرور قبول ہوتی ہے اور اگر کوئی دعا قبول نہیں ہوتی ہے تو اس میں اپنی ہی کوتاہی ہوتی ہے میں نے تو ہمیشہ تجربہ کیا ہے۔

کھانے کی نیت سے ہاتھ دھونا سنت ہے

فرمایا کہ کھانے کی نیت سے ہاتھ دھونا سنت ہے اور دونوں ہاتھ دھونا سنت ہے اور رومال وغیرہ سے پونچھنا نہ چاہیئے البتہ بعد کھانے کے جو ہاتھ دھوئے اس کو پونچھے اور

قبل کھانے کے صرف ہاتھ دھوئے کلی نہ کرے سنت یہی ہے البتہ بعد کھانے کے ہاتھوں کو دھونے کے بعد کلی بھی کرے اور منہ کو صاف کرے ۔

عورت کا مہر ادا کرنا غیرت کی دلیل ہے ۔

فرمایا کہ گو عورت مہر معاف کر دے لیکن پھر بھی ادا کر دے کیونکہ یہ غیرت کی بات ہے کہ بلا ضرورت عورت کا احسان لے ۔

ناجائز نوکری یک لخت نہ چھوڑی جائے

فرمایا کرتے تھے کہ اگر کوئی شخص ناجائز نوکری میں مبتلا ہو تو اس کو یک لخت ملازمت ترک نہ کر دینا چاہیئے بلکہ کسی اور ذریعۂ معاش کی فکر میں رہے اور جب کوئی حلال ذریعہ میسر آجائے فوراً چھوڑ دے اس سے پہلے ہرگز نہ چھوڑے کیونکہ اب تو ایک ہی بلا میں مبتلا ہے جب کوئی ذریعۂ معاش نہ رہے گا تو سینکڑوں بلاؤں میں مبتلا ہو جاوے گا ؎

ایں بلا دفع بلاہائے بزرگ

اگر برابر حلال ذریعہ کی فکر میں رہے گا اور توبہ استغفار کرتا رہے گا تو اُمید ہے کہ مواخذہ بھی نہ ہوگا ۔

طبیعت کو بالکل آزاد چھوڑنا مضر ہے

فرمایا کہ جیسے طبیعت کو آزاد چھوڑ دینا مضر ہے اسی طرح زیادہ مقید کرنے سے بھی تنگی ہو جاتی ہے ۔ بس نماز میں اتنی توجہ کافی ہے جیسے کسی کو کوئی سورت کچی یاد ہو اور سرسری طور پر سوچ سوچ کر پڑھتا ہو اس سے زیادہ کی ضرورت نہیں پھر اگر اس کے باوجود بھی وساوس آویں تو ذرا بھی مضر نہیں ۔

ہر کام میں اپنی مصلحت اور راحت کو دیکھنا چاہیئے

فرمایا کہ آدمی سب کو خوش نہیں رکھ سکتا جب ہر حال میں اس پر برائی آتی ہے پھر اپنی مصلحت کو کیوں فوت کرے جس کام میں اپنی مصلحت اور راحت دیکھے بشرطِ اذنِ شرعی وہی کرے

کسی کی بھلائی برائی کا خیال نہ کرے۔

مطابقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم اصل چیز ہے

فرمایا کہ بزرگوں میں یہ بات دیکھنا چاہیئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت میں سے کتنا حصہ ملا ہے اصل چیز یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کس درجہ مناسبت ہے اور مناسبت بھی بے ساختگی اور پختگی کے ساتھ۔ یوں دو چار دن کو تو سب بن سکتے ہیں۔

اصل مبدءِ فیض حق سبحانہ' و تعالیٰ ہیں۔

فرمایا کہ تعلیم کنندہ تو محض بہانہ ہے اصل میں مبدء فیاض ہی سے فیوض و برکات نازل ہوتے ہیں۔ شیخ برائے نام واسطہ ہوتا ہے لیکن طالب کو چاہیئے کہ واسطہ کی قدر کرے کیونکہ خدا تعالیٰ کی عادت ہے کہ بدون واسطہ کے وہ فیوض و برکات نازل نہیں فرماتے۔

تنگیِ رزق کی شکایت درست نہیں

فرمایا کہ یہ انبیاء کی سنت ہے۔ رزق جتنا مقدر میں ہوتا ہے اتنا ہی ملتا ہے اس کا کوئی خاص وظیفہ نہیں۔ ہاں دعا کرنا چاہیئے اللہ تعالیٰ سکون دیدیں گے جب اللہ تعالیٰ سے تعلق بڑھ جاتا ہے پھر پریشانی نہیں ہوتی اور تعلق پیدا کرنے کی سب سے بڑی ترکیب یہ ہے کہ خوب مانگا کرے۔

ہر نیک عمل میں خاصیت مغفرت کی ہے

فرمایا کہ حدیث پاک "اے عائشہ! کسی نیک عمل کو حقیر نہ سمجھنا ہر نیک عمل میں خاصیت مغفرت کی ہے۔ اسی طرح ہر گناہ میں خاصیت عذاب کی ہے۔ چاہے چھوٹا ہو یا بڑا۔"

پچھلی رات اٹھنا دشوار ہو تو کیا کرے۔

ارشاد۔ ایک نووارد صاحب کو حضرت نے چھ تسبیح لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کی بعد تہجد تعلیم فرمائیں اور یہ بھی فرمایا کہ اگر پچھلی رات اٹھنا دشوار ہو تو بعد عشا قبل وتر تہجد کی نیت سے کچھ رکعتیں پڑھ لینا کافی ہے۔ تعداد رکعتوں کی زیادہ تر آٹھ ہونی چاہیئے۔ باقی کبھی

شوق ہو تو بارہ تک اور کبھی کسل ہو تو چار رکعت تک

ندامت بھی نفع سے خالی نہیں

ارشاد۔ ایک صاحب نے لکھا کہ معمولات علی التواتر حسب دلخواہ پورے طور پر وقت پر ادا نہیں ہوتے سخت پریشانی اور ندامت ہوتی ہے۔ جواب میں تحریر فرمایا کہ یہ پریشانی اور ندامت بھی نفع میں معمولات سے کم نہیں۔

قضا نماز پڑھنے والا بھی تہجد پڑھے

فرمایا۔ کہ ایسے شخص کو جس کے ذمے بہت سی قضا نمازیں ہوں یہ مشورہ دینا کہ بجائے نفل تہجد کے قضاء نمازیں پڑھ لیا کرو بالکل مناسب ہے، مگر مصلحت یہ ہے کہ دو چار رکعت تہجد کا بھی مشورہ دیا جاوے ورنہ نفس یہ مشورہ دے گا کہ قضا تو دن میں بھی ممکن ہے نیند خراب کرنے سے کیا فائدہ تو اٹھنے کی عادت کبھی بھی نہ ہوگی۔

اپنے گھروں میں بھی آواز دے کر جانا چاہیئے

فرمایا کہ بعض لوگ اپنے گھروں میں بے پکارے چلے جاتے ہیں بڑی گندی بات ہے۔ نہ معلوم گھر کی عورتیں کس حالت میں ہیں یا کوئی غیر محرم عورت محلہ کی گھر میں ہو اذن لے کر جب بلایا جائے گھر میں داخل ہونا چاہیئے۔

ذکر زبان سے جاری رکھنا چاہیئے

فرمایا کہ اہل تجربہ نے اس سے بھی منع کیا ہے کہ محض قلب سے ذکر کا خیال رکھا جاوے اس میں وسوسہ کا ہو جاتا ہے وہ فرماتے ہیں کہ ذکر زبان سے جاری رکھو خواہ قلب بھی حاضر نہ ہو کیونکہ قلب سے ذکر کا خیال رکھنا اس کا دوام مشکل ہے اور دیرپا بھی نہ ہوگا۔

زبان سے ذکر کرنے میں یہ حکمت ہے کہ کوئی وقت ذکر سے خالی نہ جائے گا اور قلب چونکہ ایک وقت میں دو طرف متوجہ نہیں ہو سکتا اس لئے اس میں ذہول ہونا بعید نہیں پس زبان سے ذکر جاری رکھنا احوط و اسلم ہے۔

ذکر اللہ کو اپنا اصل کام سمجھو

فرمایا کہ اگر ذکر اللہ کو اپنا اصلی کام سمجھ لو تو جو کام اس میں مخل ہوگا۔ اس سے جی گھبرائیگا اور معاصی سب اس میں مخل ہیں اس لیے ان سب سے نفرت ہوجائے گی پھر رفتہ رفتہ فضول مباحات سے بھی نفرت ہونے لگے گی۔

نیک کام ہر ممکن کرنا چاہیئے۔

فرمایا کہ نیک کام کرتے رہو جیسے بھی ہو سسٹم بسسٹم کئے جاؤ۔ کبھی یہ بھی ہوتا ہے کہ اول اول انتظام سے نہیں ہوتا۔ جی نہیں لگتا تو اس کی پرواہ مت کرو۔ جیسے ہو کرو۔ جس دن توفیق ہو کرو۔ یہ خیال نہ کرو کہ کل تو کیا نہیں آج کرنے سے کیا فائدہ ہوگا جیسے بھی بنے کئے جاؤ مولانا فرماتے ہیں ؎

دوست دارد دوست ایں آشفتگی — کوششِ بیہودہ بہ از خفتگی

اندریں راہ می تراش و می خراش — تا دم آخر دمے فارغ مباش

یعنی دھن ہونا چاہئے اگرچہ عمل میں کوتاہی ہوجاوے ناغہ ہوجاوے ہونے دو ممکن نہیں کہ راہ پر نہ آؤ۔

مصیبت اور بلا مثل آپریشن کے ہے

فرمایا کہ جس طرح والدین بچے کے دنبل کا آپریشن کراتے ہیں اسی طرح اللہ تعالیٰ قلوب کا آپریشن کرتے ہیں جبکہ دلوں میں غفلت بڑھ جاتی ہے اور گناہوں کی ظلمت سے دل پر پردے پڑجاتے ہیں تو مصیبت اور بلا کے نشتروں سے دلوں کا خراب مادہ نکالا جاتا ہے اور ان کی اصلاح کی جاتی ہے پس یہاں بھی بالفعل تکلیف ہے اور وہاں بھی مگر انجام دونوں کا راحت ہے فرق اتنا ہے کہ وہاں راحت قریب ہے کہ پندرہ بیس ہی دن میں دنبل میں نشتر دینے کے بعد صحت ہوجاتی ہے اور یہاں بعید ہے کہ قیامت میں اس کا ظہور ہوگا جبکہ مصائب کا ثواب ملے گا۔

دوزخ یا جنت میں جانا اختیاری ہے

فرمایا کہ حدیث میں جو آیا ہے کہ ایک شخص عمر بھر جنتیوں کے عمل کرتا ہے پھر اخیر میں وہ

ایک عمل ایسا کرتا ہے جو موجب نار ہو جاتا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ جان بوجھ کر ایسا عمل کرتا ہے اور با اختیار خود ناری ہو جاتا ہے یہ نہیں کہ کسی غیر اختیاری عمل پر اس کو دوزخ میں بھیج دیا جاتا ہے یعنی ایک تو یہ کہ وہ بات جو موجب نار ہو جاتی ہے وہ چھوٹی بات نہیں ہوتی بلکہ بہت بڑی بات ہوتی ہے دوسرے یہ کہ وہ بات غیر اختیاری نہیں ہوتی۔ پس معلوم ہوا کہ دوزخ میں جانا بھی اختیاری ہے اور جنت میں جانا بھی اختیاری ہے۔

حضرتِ والاؒ مجدد وقت

ارشاد۔ ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت مجدد وقت ہیں۔ فرمایا کہ چونکہ نفی کی بھی کوئی دلیل نہیں اس لئے اس کا احتمال مجھ کو بھی ہے مگر اس سے زائد جزم نہ کرنا چاہیئے محض ظن ہے اور یقینی تعین تو کسی مجدد کا بھی نہیں ہوا۔

"الحمد للہ حمداً کثیراً طیباً مبارکاً فیہ علیٰ ھذا الاحتمال"

اپنے محاسن وطاعات کا زبان سے اعلان نہ کرے

فرمایا کہ اسلم طریق یہی ہے کہ اپنے محاسن اور طاعات کو کبھی زبان پر نہ لاوے، بس اس مثل پر عمل چاہیئے کہ نیکی کر اور کنوئیں میں ڈال۔ آدمی یہ سوچ لے کہ جس کے واسطے میں نے طاعات کی ہیں اس کو علم ہے اور وہ کبھی بھولے گا بھی نہیں، پھر کسی کو جتلانے کی کیا ضرورت ہے اپنی طاعت کو جتلانا درحقیقت غیر اللہ کو مقصود بنانا ہے یہ کیا حماقت ہے۔

ہر مجلس کے اختتام پر ذکر اللہ کی ضرورت

فرمایا کہ جب زبان کو ذرا بھی وسعت دی جاتی ہے تو گناہ میں ضرور مبتلا ہو جاتی ہے اس کی ایک تدبیر جو تدبیر ہونے کے ساتھ تدارک بھی ہے یہ ہے کہ جب دو چار آدمی جمع ہو کر باتیں کریں تو باتیں ختم کرنے سے پہلے کچھ ذکر اللہ تعالیٰ اور ذکر الرسول بھی کر لیا کریں اس کی ضرورت حدیث شریف سے بھی ثابت ہے چنانچہ ارشاد ہے

"ماجلس قوم مجلساً لم یذکروا اللہ فیہ ولم یصلوا علیٰ نبیّہ،

صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَّا كَانَتْ عَلَيْهِمْ تِرَةً ۔ "کوئی قوم ایسی مجلس میں بیٹھی کہ انہوں نے اس میں اللہ تعالیٰ کا ذکر نہیں کیا اور نہ اس کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجا تو یہ مجلس ان پر خسارہ ہوگی یعنی جس مجلس میں لوگ باتیں کرتے ہیں اور اس مجلس میں حق تعالیٰ کا ذکر نہیں کرتے، اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم پر درود نہیں بھیجتے وہ مجلس ان کے لئے قیامت کے دن حسرت کا باعث ہوگی اور بھی کچھ نہ ہو تو ختم کرتے وقت یہی کہہ لیا کریں سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۔ یہ لفظ جامع ہے ذکر اللہ اور ذکر رسول دونوں کو علماء نے لکھا ہے کہ یہ کفارۂ مجلس ہے ۔

محبت کے لئے سادہ زندگی ہی مناسب ہے

فرمایا کہ شریعت نے بناوٹ اور محض ظاہری محبت سے منع کیا ہے لیکن اس محبت کی تعلیم دی ہے جو ظاہر و باطن اور حاضر و غائب ہر حالت میں یکساں ہو جس میں للہیت کے سوا کچھ نہ ہو ایسی محبت کی بے انتہا فضیلت حدیث میں وارد ہے ۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن ندا دی جائے گی ۔

"اَيْنَ الْمُتَحَابُّوْنَ فِي اللهِ اُظِلُّهُمْ فِيْ ظِلِّيْ يَوْمَ لَا ظِلَّ اِلَّا ظِلِّيْ"

ترجمہ :۔ یعنی وہ لوگ کہاں ہیں جو آپس میں حب فی اللہ رکھتے تھے آج میں ان کو اپنے سایہ میں جگہ دوں گا جب کہ کوئی سایہ سوائے میرے سایہ کے نہیں ہے :

اور فرمایا کہ یاد رکھئے اس محبت کے لئے سادہ ہی زندگی مناسب ہے اور جہاں تکلفات آئے بس محبت کی جڑ کٹی ۔

بیبیوں کو ایک نصیحت

فرمایا کہ اگر بیبیاں یہ طریقہ اختیار کرلیں کہ کپڑے میلے پہنے ہوئے ہوں تو بدل لیا کریں ورنہ ہرگز نہ بدلیں ۔ بلکہ جہاں جانا ہو ایسے ہی ویسے ہی ہو آیا کریں تو بہت فتنوں سے نجات ہو جاوے گی اس پر عمل کرکے دیکھئے اس میں کتنے فائدے ہیں اس کو معمولی بات نہ سمجھیں بلکہ منجملہ ضروریات

دین کے ہے۔ کیونکہ بناؤ سنگھار کر کے جانے کا منشا محض کبر ہے کہ ہر شخص یہ چاہتا ہے کہ میں بڑا ہوں اس عادت کو بدلیے کیونکہ بڑا بننے کی عادت بہت بری ہے۔ حدیث شریف میں ہے لَا یَدْخُلُ الْجَنَّۃَ مَنْ کَانَ فِیْ قَلْبِہٖ مِثْقَالُ ذَرَّۃٍ مِّنْ کِبْرٍ۔

(ترجمہ) یعنی جس شخص کے دل میں ذرہ برابر کبر ہوگا وہ جنت میں نہ جائے گا۔"

مال، دنیا کی زندگی کا سہارا ہے

فرمایا کہ صاحبو! مال کی قدر کرو۔ مال دنیا کی زندگی کا سہارا ہے اس کو ہوش اور عقل کے ساتھ خرچ کرو اور اگر خرچ کرنے ہی کا جوش ہے تو اللہ تعالیٰ کی راہ میں دو اس میں حوصلہ افزائی کرو۔

بدعات کی طرف میلان کا ایک سبب

فرمایا کہ بدعات کی طرف میلان کی وجہ یہ بھی ہے کہ بدعات میں رونق خوب ہے مال خوب کھانے کو ملتا ہے اور سنت پر عمل کرنے میں سوکھے بیٹھے رہو گے۔ نفسانی کیفیات بدعات میں ہیں اور سنت میں روحانی کیفیت ہے مگر بدعات کی کیفیت سب کو محسوس ہے اور سنت کی کیفیت کی عوام کو اطلاع نہیں بلکہ بعض وقت خود اس کو بھی اس کا ادراک نہیں ہوتا جب تک کہ ادراک لطیف نہ ہو جائے۔ روحانی کیفیات جیسے حضور مع اللہ تعالیٰ۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص شیرہ چاٹنے والے کو قند دے تو اس کو مزہ کا ادراک نہ ہوگا۔ ہاں اس کو اتنی مدت تک پلائے کہ شیرہ کا اثر رفع ہو جاوے تو ادراک ہوگا۔

ایصالِ ثواب سے موصل کے ثواب میں کمی نہیں ہوتی

فرمایا کہ ایصالِ ثواب سے موصل کے ثواب میں کچھ کمی نہیں ہوتی بلکہ اس ایصال کا الگ ثواب ملتا ہے۔ نیز جن جن کو ایصال کیا جاتا ہے سب کو اتنا اتنا ثواب مل جاتا ہے اس کی تائید میں مولانا رومی رحمہ اللہ کا یہ شعر پڑھا ؎

در معانی قسمت و افراد نیست　　　در معانی تجزیہ و اعداد نیست

اس کی حسی مثال یہ ہے کہ مثلاً ایک چراغ سے ہزاروں چراغ روشن ہو سکتے ہیں اور ایک استاد ایک وقت میں سو شاگردوں کو تعلیم دے سکتا ہے نہ اس چراغ کی روشنی میں کچھ کمی آتی ہے نہ استاد کے علم میں۔

اس پر بندہ (جامع) نے کہا کہ حضرت میں تو روزانہ ہر وقت کے اذکار و نوافل کا ثواب سب اعزہ و اقرباء و مسلمین و مسلمات احیاء و اموات کو بخش دیتا ہوں ہاں جس سے خصوصیت ہے ان کا نام بھی خاص طور پر سے لے لیتا ہوں کہ اس سے تسلّی زیادہ ہوتی ہے چنانچہ حضرت والا کا نام بھی لے لیتا ہوں۔ اس پر فرمایا کہ ہاں بھائی حق تعالیٰ نے جس طرح ہمارا رزق دوسروں کے واسطہ سے رکھا ہے اسی طرح رزقِ باطنی بھی دوسروں کے ہاتھ ہے۔

ہر دعا قبول ہوتی ہے۔

ارشاد۔ دعا قبول ہونے کے متعلق فرمایا کہ کبھی جو کچھ آدمی مانگتا ہے اس سے بہتر چیز اس کو مل جاتی ہے۔ مثلاً کوئی سو روپیہ اللہ میاں سے مانگے اور دو رکعت آخر شب میں نصیب ہو جاویں اور سو روپے نہ ملیں تو دعا قبول ہو گئی کیا دو رکعت سو روپیہ سے بھی کم ہیں۔

مسلمان کی تعریف (حدیث)

فرمایا کہ حدیث اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِسَانِہٖ وَیَدِہٖ۔ مسلمان وہ ہے کہ اس کی زبان اور ہاتھ سے مسلمان سلامت رہیں۔ جس فعل سے مسلمان کو ایذا ہو وہ ترک دین ہے بعض موقعوں پر نماز قطع کرنا اور توڑ دینا واجب ہے۔ مثلاً تمہارے سامنے کوئی کنویں میں گرا جاتا ہو اور تم نماز میں ہو تو واجب ہے کہ نماز توڑ کر اس کو بچاؤ ورنہ بجائے ثواب کے گناہ ہو گا۔

پڑھنے کا اثر تعویذ سے زیادہ ہوتا ہے

ارشاد۔ ایک صاحب نے دق کے لئے تعویذ مانگا۔ فرمایا پڑھنے کا زیادہ اثر ہو گا۔

تعویذ کا کیا اثر۔ پابندی کے ساتھ روزانہ بعد فجر ۴۱ بار الحمد شریف پانی پر دم کر کے دن بھر پلاتے رہیں جب پانی کم رہ جائے اور ملا لیں۔

عمر بھر یاد رکھنے کے لئے ایک قاعدہ

پھر فرمایا کہ ایک قاعدہ کلیہ عمر بھر یاد رکھنے کے قابل ہے کہ جو امور اختیاری ہوں اور فضول نہ ہوں ان کا تو قصد کرے اور جو اختیاری نہ ہوں ان کا ہرگز قصد نہ کرے اس طرح اگر زندگی بسر کرے تو اس کی دین و دنیا دونوں درست ہو جائے پریشانی تو ایسے شخص کے پاس بھی نہیں پھٹکتی۔ خدا تعالیٰ سے اپنا دل لگائے رکھے جس کو پریشانی نہ ہو گی دل بھی اسی کا خدا تعالیٰ کی طرف لگ سکتا ہے ورنہ پریشانی میں آدمی عبادت بھی نہیں کر سکتا جمعیت بڑی دولت ہے مگر پھر پریشانی بھی وہی مضر ہے جو اپنے اختیار سے لائی جاوے اور جس پریشانی میں اپنے اختیار کو دخل نہ ہو۔ وہ ذرا بھی مضر نہیں بلکہ مفید ہے۔

غیرت قریب قریب ہر گناہ کی محافظ ہے

فرمایا کہ غیرت ایک ایسی چیز ہے جس سے آدمی سینکڑوں گناہوں سے خود بخود محفوظ رہتا ہے۔ غیرت تقریباً سب گناہوں کے لئے محافظ ہے۔ بہت سے ایسے ایسے باریک گناہ ہیں کہ جن کو عقل بھی نہیں سوچ سکتی۔ لیکن جس میں غیرت کا مادہ ہوتا ہے اسکی طبیعت میں خود بخود وہ کھٹک جاتے ہیں پھر سوچنے سے معلوم ہوتا ہے کہ واقعی یہ تو کھلا ہوا گناہ تھا عقل کہاں تک سوچ سکتی ہے جب ہی تو ایمان کے شعبوں میں سے افضل اور ادنیٰ کا ذکر کر کے حیا کا خاص طور سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ذکر فرمایا کہ اَلْحَیَاءُ شُعْبَۃٌ مِّنَ الْاِیْمَانِ "حیا ایمان کا ایک شعبہ ہے"۔ حالانکہ ضرورت نہ تھی کیونکہ اور شعبے بھی تو غیر مذکور تھے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حیا اور غیرت بڑا بھاری شعبہ ہے ایمان کا۔

❁

کثرت ذکر اور دوام طاعت سے نسبت پیدا ہوتی ہے

فرمایا کہ کثرتِ ذکر اور دوام طاعت سے جو تعلق ہو جاتا ہے اس کا نام نسبت ہے اور یہ نسبتِ خاص وَدورِ معاصی سے زائل ہو جاتی ہے ہاں اگر توبہ کرے گا تو پھر عود کر آئے گی۔

ایک سہل، جامع وکلی علاج

ارشاد۔ ایک طالب اصلاح ان گناہوں کے بارے میں جو خیال کے متعلق ہیں سخت خلجان میں رہتے تھے یہاں تک کہ اپنے کو قریب قریب مردود ہی سمجھ لیا تھا، اور خیالاتِ فاسدہ کے ہجوم نے زندگی تلخ کر رکھی تھی اور اپنی اصلاح سے قریب قریب مایوس ہو چکے تھے حضرت والا نے ایسا سہل جامع اور کلی علاج تحریر فرمایا جس کو ہمیشہ کے لئے بہ آسانی دستور العمل بنایا جا سکتا ہے اور خیالی گناہوں سے مثلاً کبر، عجب۔ سوءظن، خیالات شہوانی، حسد۔ کینہ وبغض وغیرہ وغیرہ سے نہایت سہولت کے ساتھ اپنے آپ کو بچایا جا سکتا ہے۔ بلکہ امید قوی ہے کہ جس کو ذرا بھی طریقِ باطن سے مناسبت ہوگی وہ اس کلیہ سے انشاء اللہ تعالیٰ اپنے جملہ امراض باطنی کا بسہولت علاج کر سکتا ہے وہو ہذا۔

سہل علاج یہ ہے کہ جب تخیلات کا ہجوم ہو اپنے قصد اور اختیار سے کسی نیک خیال کی طرف فوراً متوجہ ہو جانا اور متوجہ رہنا چاہیئے۔ اس کے بعد بھی اگر تخیلات باقی رہیں یا نئے آویں ان کا رہنا یا آنا یقیناً غیر اختیاری ہے کیونکہ مختلف قسم کے دو خیال ایک وقت میں اختیاراً جمع نہیں ہو سکتے۔ بس اشتباہ رفع ہو گیا اور اگر بالاختیار اچھے خیال کی طرف توجہ کرنے میں ذہول ہو جاوے تو جب تنبہ ہو ذہول کا تدارک توبہ و استغفار سے کرلے، پھر اسی تدبیر پر استحضار سے کام لیا جاوے۔ یہ طریق عمل اس قدر سہل ہے کہ اس سے سہل کوئی چیز ہے ہی نہیں پس اس کو دستور العمل بنا کر بے فکر ہو جانا چاہیئے۔

اپنی حالت کو قابلِ ناز کبھی نہ سمجھنا چاہیئے۔

فرمایا کبھی کسی آدمی کو بھروسہ نہیں کرنا چاہیئے کہ میری حالت اخیر تک مامون رہے گی اپنی حالت پر کیا ناز کرے کسی کو کیا حقیر سمجھے اس لئے کہ کیا خبر ہے کسی کو کہ خدا تعالیٰ کے ساتھ اس کا کیا تعلق ہے بعض وقت فساق و فجار میں بھی خود فسق و فجور کے زمانے میں ایسی بات ہوتی ہے کہ وہ بیڑا پار کر دیتی ہے۔ بات یہ ہے کہ حق تعالیٰ جلّ و علا شانہٗ کے ساتھ تعلق اور محبت یہ بھی ایک عمل مخفی ہے جس کی بدولت یہ شخص قتیل محبت و ہیبت ہونے کی وجہ سے شہداء میں سے ہے تو کیا کسی کو حقیر و ذلیل سمجھا جا سکتا ہے اسی کو فرماتے ہیں ؎

مبیں بچشم حقارت گنہگاراں را — گناہ آئینۂ عفو و رحمت است اے شیخ!

کام کرنے کا ایک آسان طریقہ

فرمایا کہ کام کرنا چاہیئے اور اس پر آمادہ رہنا چاہیئے کہ کچھ نفع ہو یا نہ ہو اور عمل بھی خواہ کبھی ہو اور کبھی نہ ہو اس کی طرف نظر ہی نہ کرے کام شروع کر دے اور ایک بات کام کی اس وقت ذہن میں آئی ہے وہ یہ کہ ماضی کی کوتاہی کو بھلا دینا چاہیئے یہ بھی ایک بہت بڑی غلطی ہے کہ ماضی پر مستقبل کو قیاس کرتے ہیں کہ آئندہ بھی ایسی کوتاہی ہوگی اس سے بھی ہمت ٹوٹ جاتی ہے۔ نیز اگر کام کرنے کے زمانے میں کوئی لغزش ہو جائے یا کسی نامناسب بات یا فعل کا صدور ہو جائے۔ اس کا بھی مراقبہ کرنے نہ بیٹھ جائے۔ بس دل سے اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ کہہ کر آگے چلے ورنہ پھر یہ مراقبہ بھی اپنا ہی مطالعہ ہوگا۔ اس طرف کا مشاہدہ تو پھر بھی نہ ہوا۔ ایک ضروری بات اور بھی ہے کہ کام کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ خواہ قلیل ہی کی توفیق ہو اور ہمیشہ کے لئے بھی توفیق کی امید نہ ہو۔ اس کو بھی غنیمت سمجھے مثلاً یہ خیال کرے کہ آج کی دو رکعت بھی کیوں چھوڑیں۔ شاید یہی نجات کا سبب ہو جائیں سو اس طریق سے کام کر کے دیکھو پھر

دیکھو کیا سے کیا ہوتا ہے۔

اکثر خرابیاں تعلقات بڑھانے سے ہوتی ہیں

فرمایا کہ اکثر خرابیاں تعلقات کے بڑھانے کی ہیں ان کو کم کرنا چاہیئے میں نے تو صرف ایک تعلق کو مستثنیٰ کیا ہے یعنی تصنیف کے کام کو کہ اس سے خود کو بھی نفع ہے اور دوسروں کو بھی نفع پہنچتا ہے اسی لئے علماء کا قول ہے طولِ امل باندھنا ہر چیز میں بُرا ہے الّا فی العلم یہ استثناء اس لئے ہے کہ یہ آلہ ہے دین کا اور طولِ امل کی ممانعت ہے آلات فی الغفلت میں نیز یہ علم معین ہے ذِکر اللہ میں جو مقصود طریق ہے اور اپنے قوای کو دیکھ کر کچھ روز سے یہ بھی چاہ رہا ہوں کہ تصنیف بھی بند کر دوں مگر میں اس سے بھی ڈرتا ہوں کہ کہیں ذکر کے لئے بھی قلب خالی نہ ہو اور تصنیف بھی نہ رہے اگر ایسا ہوا تو اور کچھ اعمال تو ہیں نہیں۔ شاید یہی عمل قبول ہو جائیں کہ تصنیف سے کوئی نیک بندہ منتفع ہو اور یہی ذریعۂ نجات ہو جائے اس لئے میں اس عارض کی وجہ سے اس کو ذکر سے افضل سمجھتا ہوں گو فی نفسہٖ افضل تو وہی ذکر ہے۔ اب رہا یہ کہ تصنیف اعمال لازمہ نہیں سو عقل تو اعمال متعدیہ ہی کو ترجیح دیتی ہے مگر طبیعت کا مذاق اعمال لازمہ کو ترجیح دیتا ہے۔

ایک قابلِ عمل نسخہ

ارشاد۔ ایک صاحب نے حضرتؒ سے عرض کیا کہ آپ حکیم الامت ہیں کوئی اکسیری نسخہ عطا فرمادیں حضرتؒ نے فرمایا نسخہ دینا میرا کام ہے اور عمل کرنا آپ کا کام ہے نسخہ یہ ہے کہ:

"ہر کام میں اور ہر وقت یہ مراقبہ رکھے کہ اللہ تعالیٰ حاکم بھی ہیں اور حکیم بھی ہیں اور پریشانی کو دل سے دور کرنے کا اہتمام کرے"۔

حضرت مولانا گنگوہیؒ پختہ حنفی تھے

فرمایا کہ میرا ارادہ تھا کہ ایک رسالہ ایسا لکھوں کہ عوام جس میں مبتلا ہیں اگر وہ چاروں میں سے کسی مذہب میں بھی جائز ہوں تو ان کی اجازت دے دوں تاکہ مسلمان کا فعل کسی طرح تو جائز ہو سکے۔ مولانا گنگوہی رحؒ سے دریافت کیا تھا تو انھوں نے اجازت دے دی۔ مولانا حنفی بہت پختہ تھے مگر عوام پر شفقت بھی بہت تھی اگرچہ میں نے ایسا رسالہ تو نہیں لکھا مگر بعض بعض مسائل حوادث الفتاویٰ میں ایسے آ گئے ہیں .... الخ

ہر وقت نفس کی نگہداشت ضروری ہے

فرمایا یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ نفس کو کبھی ایسا موقع نہ دے اور ایسے اسباب پیدا نہ ہونے دے جس سے اس کو شرارت کا موقع ملے، یہ نہایت کام کی بات ہے جو میں اس وقت بیان کر رہا ہوں

یہ نفس بھی وہ بلا ہے جس نے بڑے بڑوں کو زہد و تقویٰ اور تقدس کو ذرا سی دیر میں خاک میں ملا دیا اس کو کبھی مردہ مت سمجھو بعض وقت یہ اسباب نہ ہونے کی وجہ سے دبا رہتا ہے مگر اسباب و موقع کا منتظر رہتا ہے اللہ تعالیٰ محفوظ رکھے آمین ؛

ادب کی حقیقت

ادب اور چیز ہے اور تکلف اور چیز ہے۔ اصل ادب نام ہے راحت رسانی کا ادب کہتے ہیں حفظ حدود کو اور یہ بڑوں کے لئے ہی نہیں بلکہ چھوٹوں کے لئے بھی ہے۔ حقوق و حدود ہیں بڑوں کے ذمہ چھوٹوں کے لئے اور چھوٹوں کے ذمہ بڑوں کے لئے ان حقوق کے ادا کرنے ہی کا نام ادب ہے یہاں ہر ادب سے مراد حقوق کا ادا کرنا ہے اور راحت رسانی ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ اپنی ذات سے کسی کو ایذا نہ پہنچے۔ یہ ہے صحیح تفسیر ادب کی یعنی حفظ حدود جس کا خلاصہ ہے دوسرے کو راحت پہنچانا (اشرف السوانح)

بعض خاص مضامین

اصلاح انقلاب امت

اُمتی مِنْ حَیْثُ ھُوَ اُمتی کے اعتبار سے دنیوی انقلاب تو مطمح نظر ہو نہیں سکتا گو اس سے بحث کرنے کو بھی بیکار نہیں سمجھتا مگر حیثیت مذکورہ سے بحث مقصود نہیں، بلکہ انقلاب دینی سے بحث مقصود ہے اسی کی نسبت اس وقت عرض کرنا چاہتا ہوں، افسوس کے ساتھ کہا جاتا ہے کہ جس مرتبہ کا انقلاب عظیم اکثر آحاد امت میں واقع ہوا ہے اس کو دیکھتے ہوئے بے اختیار یہ زبان پر آتا ہے۔

اے بسرا پردۂ یثرب بہ خواب　　　　خیز کہ شد مشرق و مغرب خراب

اس انقلاب کا اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ ہاتھ میں ایک کتاب تفاصیل احکام شرعیہ کی لے لیجئے اور ایک نظر سے ایک ایک حکم جزئی کو دیکھتے جائیے اور ایک نظر سے کسی غیر مطیع امتی کی ایک ایک حالت کو جو اس جزئی کا محل اور متعلق ہے دیکھتے جائیے اور دونوں کو ملاتے جائیے تو ایک حیرت عظیم ہو گی کہ یا اللہ ان حالتوں کے مرتکب کو کیا ان احکام سے کچھ مس معلوم ہوتا ہے۔

دین کے یہ اجزاء ہیں۔ عقائد[۱]۔ دیانات[۲] (مثل نماز۔ روزہ۔ طلاق۔ نکاح وغیرہ) معاملات[۳] (مثل بیع، شراء وغیرہ) معاشرات[۴] (مثل طعام۔ لباس۔ کلام و سلام) اخلاق باطنہ[۵] (مثل ریا، اخلاص و کبر و تواضع وغیرہ) عقائد میں مسلمانوں نے غنیمت ہے "انکار کا انقلاب" نہیں پیدا کیا۔ گو ان میں تدین ہی کے رنگ میں کچھ تغیر و تبدیل ہوا ہے جس سے وہ حد بدعت میں داخل ہو گئے اور جس نے اہل باطل کو اسی تغیر کی اصلاح کے سبب سے اہل حق کا مخالف بنا دیا غرضیکہ

نصوص کا انکار نہیں کیا گیا۔ البتہ تاویل باطل کی گئی، یہ حالت عام مسلمانوں کی ہے، مگر خاص خاص جدید تعلیم یافتوں نے انکار کا انقلاب بھی اختیار کیا بلکہ انکار سے تجاوز ہو کر جمہور کے عقائد کے ساتھ استہزاء اور تمسخر سے پیش آنے لگے جس پر حافظانِ حدودِ دین نے کفر کا فتویٰ لگا دیا اور اس فتوے کی بدولت دوسری طرف سے ان کو متعصب کا لقب عطا ہوا، گو جو شخص کفر کی حقیقت سمجھے گا وہ ان علماء کو اس فتوے میں نہ صرف معذور بلکہ خود اس میں ان کے ساتھ بالاضطرار اتفاق کرے گا۔

یہ تو پہلے جزو کے انقلاب کی کیفیت تھی، رہا دوسرا جزء یعنی دیانات اس میں عام مسلمانوں نے درجۂ بدعت کا بھی تغیر و تبدل نہیں کیا مگر ترک و اہمال کا انقلاب البتہ اختیار کیا کہ کسی نے نماز روزہ کو اس طرح خیرباد کہا گویا اس کے ذمہ فرض ہی نہیں، کسی نے نکاح و طلاق کے ساتھ یہی معاملہ کیا کہ عقیدے میں تو یہی سمجھا کہ مسائل نکاح و طلاق کے دین میں داخل ہیں ہماری رائے و اختیار پر نہیں ہیں اور ہیں بھی اسی طرح جس طرح علماءِ دین بتلاتے ہیں اور اسی لئے احکام دین کے مقابلے میں اور احکام مخترع نہیں کئے گئے مگر عمل اس کے ساتھ یہ رکھا کہ جہاں نفس کا غلبہ ہوا وہاں تمتع کے لئے نکاح کا بھی انتظام نہیں کیا جہاں کوئی دنیوی ننگ و ناموس کے باقی رکھنے میں مصلحت دنیوی دیکھی وہاں باوجود طلاق کے بدستور بیوی کو گھر میں رکھا اور اس سے متمتع ہوتے رہے اور بچے جنواتے رہے اور خاص خاص جدید تعلیم یافتوں کو تو یہاں بھی انکار میں تردد نہیں ہوا بہرحال عام مسلمانوں میں جزءِ اوّل میں "انقلاب تغیر" ہوا تھا اور یہاں جزو ثانی میں انقلاب ترک و اہمال ہوا ہے۔

اب رہ گئے بقیہ اجزائے ثلثہ یعنی معاملات و معاشرت و اخلاق ان میں ان دونوں مذکورہ انقلابوں سے بڑھ کر انقلاب ہوا ہے یعنی عام مسلمانوں نے بھی اپنی بے خبری سے ان کو جزو دین نہیں سمجھا۔ بلکہ دنیوی کارروائی سمجھ کر اس کے دستور العمل کو اپنی رائے و اختیار پر مفوض سمجھا اور چونکہ اغراض فاسد تھے اور رائے میں زیغ تھا۔ اس لئے ثمرہ اس کا یہ ہوا کہ ہر ہر حکم شرعی

کے مقابلہ میں ایک ایک کارروائی اور ایک ایک رسم اور ایک ایک عادت اختراع کی اور اس مجموعہ کو اپنا دستور العمل قرار دیا اور اس قرار داد میں ذرا بھی اپنے کو قصوروار یا خطاکار نہیں سمجھا بلکہ بعض امور کو الٹا ہنر اور فخر سمجھا اس طرح سے کہ مجموعی حالت کے دیکھنے والے کو یہ گمان ہوتا ہے کہ جیسے کسی نے قصداً ہر ہر حکم رحمانی کے مقابلے میں ایک ایک حکم نفسانی مستحسن سمجھ کر ایجاد کیا ہو اور استحسان کی یہ علامت ہے کہ ان امور میں احکام حقہ کے داعی سے سخت مزاحمت کی جاتی ہے۔

سو در حقیقت یہ انقلاب بہت ہی بڑا انقلاب ہوا کیونکہ اوّل کے دو انقلابوں میں اجزائے دین کو دین سے خارج نہیں کیا گیا تھا اور نہ ان اجزاء کے مقابلے میں دوسرے امور کو مِن حیث الاستحسان تجویز کیا گیا تھا۔ گو ایک جگہ تغیر وہ بھی من حیث التّدین اور دوسری جگہ ترک وہ بھی باعتقاد تقصیر واقع ہوا تھا اور ان تینوں میں اجزائے دین کو دین سے خارج کر دیا گیا اور ان اجزاء کے دوسرے احکام اختراع کئے گئے اور ان مخترعات کو اصل پر ترجیح دی گئی تو ظاہر ہے کہ یہ انقلاب اجزائے ثلثہ آخرہ کا ان انقلابین اوّلین سے بدرجہا بڑھا ہوا ہے اور وقوع میں اظہر و اکثر یہی اجزائے ثلثہ اخیرہ ہیں۔ کیونکہ عقائد کا حصہ گو الزم ہے مگر اظہر نہیں اور دیانات کا حصہ خاص خاص اوقات میں ظاہر ہوتا ہے پس وقوع میں اکثر نہ ہوا اور یہ ثلثہ اخیرہ اظہر بھی ہیں، اکثر بھی ہیں اور ان ہی میں یہ انقلاب عظیم واقع ہوا۔

پس اس بناء پر دیکھنے والوں کو اکثر آحاد امت میں بہر وقت یہ انقلاب عظیم ہی نظر آوے گا تو جو شخص ہر وقت انقلاب عظیم دیکھے اور پھر یہ دعویٰ بھی سنے کہ اَنَا مِنْ اُمَّۃِ مُحَمَّدٍ تو وہ سخت تحیر میں مبتلا ہو جاوے گا کہ یا اللہ یہ شخص کس امر میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے موافق ہے جو ایسا دعویٰ کرتا ہے۔

مسلمانو! اب بھی اپنی حالت پر آپ کو تنبہ ہوا؟ اگر نہیں ہوا تو اِنَّا لِلّٰہ۔ اگر ہوا ہے تو کیا اس کی اصلاح ضروری نہیں ہے۔ اگر ہے تو کب اصلاح شروع ہو گی۔ کیا ان میں سے کسی چیز

کا انتظار ہے شغل مانع، مرض معطل، موت، یا وحی جدید سو اس کی تو امید نہیں فَبِاَيِّ حَدِيْثٍ بَعْدَهٗ يُؤْمِنُوْنَ (اس کے بعد کون سی بات پر ایمان لاؤ گے) اور امور بالا کا واقع ہونا مستبعد نہیں بلکہ موت تو متیقن ہے مگر کیا اس وقت کچھ کر سکو گے؟

مسلمانو! جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی انقلاب کی جس کا اس زمانہ میں وقوع ہو رہا ہے بطور پیشین گوئی خبر دی تھی کہ اَلنَّاسُ کَاِبِلٍ مِائَۃٍ لَا تَجِدُ فِیْھَا رَاحِلَۃً عوام سو اونٹوں جیسے ہیں کہ تم ان میں ایک بھی سواری کے قابل نہ پاؤ گے ورنہ وہ زمانہ تو خیریت کا تھا۔ واللہ اعلم وہو الموفق۔

حوالہ (اشرف السوانح حصہ سوم)

معاشرت

اس وقت دین کے پانچ اجزاء میں سے عوام نے تو صرف دو ہی جزو کو داخلِ دین سمجھا یعنی عقائد و عبادات کو اور علماء ظاہر نے تیسرے جزو کو بھی دین اعتقاد کیا یعنی معاملات کو اور مشائخ نے چوتھے جزو کو بھی دین اعتقاد کیا یعنی اخلاق باطنی کی اصلاح کو لیکن ایک پانچویں جزو کو کہ وہ ادب معاشرت ہے۔ قریب قریب ان تینوں طبقوں نے الا ماشاء اللہ اکثر نے تو اعتقاداً اور بعض نے عملاً دین سے خارج اور بے تعلق قرار دے رکھا ہے اور اسی وجہ سے اور اجزاء کی تو کم و بیش خاص طور پر یا عام طور پر یعنی وعظ میں کچھ تعلیم و تلقین بھی ہے لیکن اس جزو کا کبھی زبان پر نام تک بھی نہیں آتا اسی لئے علماً و عملاً یہ جزو بالکلیہ نسیاً منسیاً ہو چلا ہے اور میرے نزدیک باہمی الفت و اتفاق میں جس کی شریعت نے سخت تاکید کی ہے اور اس وقت عقلاء بھی اس کی بہت کچھ چیخ پکار کر رہے ہیں، جو کمی ہے اس کا بڑا سبب معاشرت کی خرابی بھی ہے کیونکہ اس سے ایک کو دوسرے سے تکدر و انقباض ہوتا ہے جس سے باہمی انشراح و انبساط جاتا رہتا ہے، اور محبت باقی نہیں رہتی۔ حالانکہ خود اس خیال کو کہ اس کو دین سے کچھ مس نہیں، آیات و احادیث و

اقوال حکماءِ دین کے رد کرتے ہیں چنانچہ ان میں سے بعض بطور نمونہ کے پیش کرتا ہوں۔

حق تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اے ایمان والو جب تم سے کہا جاوے کہ مجلس میں جگہ کو فراخ کر دو تو جگہ کو فراخ کر دیا کرو اور جب تم سے کہا جاوے کہ کھڑے ہو جاؤ تو کھڑے ہو جایا کرو اور ارشاد ہے کہ دوسرے کے گھر میں (اگو وہ مردانہ ہو مگر خاص خلوت گاہ ہو) بے اجازت لئے مت جایا کرو۔ دیکھئے اس میں اپنے جلیسوں کی راحت کی رعایت کا کس طرح حکم فرمایا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ایک ساتھ کھانے کے وقت دو دو چھوارے ایک دم سے نہ لینا چاہیئے تاوقتیکہ اپنے رفیقوں سے اجازت نہ لے لے دیکھئے اس میں ایک نہایت خفیف امر سے محض اس وجہ سے کہ بدتمیزی ہے اور دوسروں کو ناگوار ہوگا، ممانعت فرمادی۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا ارشاد ہے کہ جو شخص لہسن اور پیاز (یعنی خام) کھائے تو ہم سے (یعنی مجمع سے) علیحدہ رہے۔ دیکھئے اس خیال سے کہ دوسروں کو ایک خفیف سی اذیت ہوگی منع فرمایا اور ارشاد فرمایا ہے کہ مہمان کو حلال نہیں کہ میزبان کے پاس اس قدر قیام کرے کہ وہ تنگ ہو جاوے۔ اس میں ایسے امر سے ممانعت ہے جس سے دوسرے کے قلب میں تنگی ہو۔

ارشاد فرمایا ہے کہ لوگوں کے ساتھ کھانے کے وقت گو پیٹ بھر جاوے مگر جب تک کہ دوسرے لوگ فارغ نہ ہو جاویں ہاتھ نہ کھینچے کیونکہ اس سے دوسرا کھانے والا شرما کر ہاتھ کھینچ لیتا ہے اور شاید اس کو ابھی کھانے کی حاجت باقی ہو۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ایسا کام نہ کرے جس سے دوسرا آدمی شرما جائے۔ بعض آدمی طبعی طور پر مجمع میں کسی چیز کے لینے سے شرماتے ہیں اور ان کو گرانی ہوتی ہے یا ان سے مجمع میں کوئی چیز مانگی جاوے تو انکار و عذر کرنے سے شرماتے ہیں گو پہلی صورت میں لینے کو جی چاہتا ہو اور دوسری صورت میں دینے کو جی نہ چاہتا ہو۔ ایسے شخص کو مجمع میں نہ دے نہ مجمع میں ان سے مانگے۔

حدیث میں وارد ہے کہ ایک بار حضرت جابرؓ در دولت پر حاضر ہوئے اور دروازہ کھٹکھٹایا

آپ نے پوچھا کون ہے۔ انھوں نے عرض کیا میں ہوں۔ آپؐ نے ناگواری سے فرمایا میں ہوں۔ میں ہوں۔ اس سے معلوم ہوا کہ بات صاف کہے کہ جس کو دوسرا سمجھ سکے۔ ایسی گول بات کہنا جس کے سمجھنے میں تکلیف ہو الجھن میں ڈالنا ہے اور حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ کوئی شخص محبوب نہ تھا مگر آپ کو دیکھ کر اس لئے کھڑے نہ ہوتے تھے کہ جانتے تھے کہ آپؐ کو ناگوار ہوتا ہے اس سے مفہوم ہوتا ہے کہ اگر کوئی خاص ادب و تعظیم یا کوئی خدمت کسی کے مزاج کے خلاف ہو تو اس کے ساتھ وہ معاملہ نہ کرے گو اپنی خواہش ہو مگر دوسرے کی خواہش کو اس پر مقدم رکھے۔ بعضے لوگ جو بعض خدمات میں اصرار کرتے ہیں بزرگوں کو تکلیف دیتے ہیں۔

ارشاد ہے کہ (ایسے) دو شخصوں کے درمیان میں (جو قصداً پاس پاس بیٹھے ہوں) جا کر بیٹھنا حلال نہیں بدون ان کے اذن کے۔ اس سے ظاہر ہے کہ کوئی ایسی بات جس سے دوسروں کو کدورت ہو نہ کرنا چاہیئے اور حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جب چھینک آتی تو اپنا منہ ہاتھ یا کپڑے سے ڈھانپ لیتے اور آواز کو پست فرماتے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اپنے جلیس کی اتنی رعایت کرے کہ اس کو سخت آواز سے بھی اذیت و وحشت نہ ہو۔ اور حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ ہم جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتے تو جو شخص جس جگہ پہنچ جاتا وہاں ہی بیٹھ جاتا۔ یعنی لوگوں کو چیر پھاڑ کر آگے نہ بڑھتا۔ اس سے مجلس کا ادب ثابت ہوتا ہے کہ ان کو اتنی ایذا بھی نہ پہنچاوے۔

حضرت عباسؓ سے موقوفاً اور حضرت انسؓ سے مرفوعاً اور حضرت سعید بن المسیب سے مرسلاً مروی ہے کہ عیادت میں بیمار کے پاس زیادہ نہ بیٹھے۔ تھوڑا بیٹھ کر جلدی اٹھ کھڑا ہو اس حدیث میں کس قدر دقیق رعایت ہے اس امر کی کہ کسی کی ادنیٰ گرانی کا سبب بھی نہ بنے کیونکہ بعض اوقات کسی کے بیٹھنے سے مریض کو کروٹ بدلنے میں یا پاؤں پھیلانے میں یا بات چیت کرنے میں ایک گونہ تکلف ہوتا ہے البتہ جس کے بیٹھنے سے اس کو راحت ہو وہ اس

سے مستثنےٰ ہے۔

حضرت ابن عباسؓ نے غسل جمعہ کے ضروری ہونے کی یہی علت بیان فرمائی ہے کہ ابتدائے اسلام میں اکثر لوگ غریب مزدوری پیشہ تھے۔ ان کے میلے کپڑوں میں پسینہ نکلنے سے بدبو پھیلتی اس لئے غسل واجب کیا گیا تھا۔ پھر بعد میں یہ وجوب منسوخ ہوگیا۔ اس سے بھی معلوم ہوا کہ اس کی کوشش واجب ہے کہ کسی کو کسی سے معمولی اذیت بھی نہ پہونچے اور سنن نسائی میں حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ شب برأت کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم بستر پر سے آہستہ اٹھے اور اس خیال سے کہ حضرت عائشہ سوتی ہوں گی بے چین نہ ہوں آہستہ نعل مبارک پہنے اور آہستہ سے کواڑ کھولے اور آہستہ سے باہر تشریف لے گئے اور آہستہ سے کواڑ بند کئے اس میں سونے والے کی کس قدر رعایت ہے کہ ایسی آواز یا کھڑکا بھی نہ کیا جائے جس سے سونے والا دفعتہً جاگ اٹھے اور پریشان ہو۔

صحیح مسلم میں حضرت مقداد بن اسودؓ سے ایک طویل قصہ مروی ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مہمان تھے اور آپ ہی کے ہاں مقیم تھے۔ بعد عشاء آکر لیٹ رہتے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم دیر میں تشریف لاتے تو (چونکہ مہمانوں کے سونے اور جاگنے دونوں کا احتمال ہوتا تھا اس لئے اسلام (تو) کرتے کہ شاید جاگتے ہوں اور ایسا آہستہ سلام کرتے کہ اگر جاگتے ہوں تو سن لیں اور اگر سوتے ہوں تو آنکھ نہ کھلے اس سے بھی وہی اہتمام معلوم ہوا جو اس سے پہلے حدیث میں معلوم ہوا تھا اور بکثرت حدیثیں اس باب میں موجود ہیں۔ روایات فقہیہ میں ایسے شخص کو جو طعام وغیرہ یا درس یا اوراد میں مشغول ہو سلام نہ کرنا مصرح ہے جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ بلا ضرورت کسی مشغول بہ شغلِ ضروری کے قلب کو منتشر اور دو جانب کرنا شرعاً ناپسند ہے اسی طرح گندہ دہنی کے مرض میں جو شخص مبتلا ہو اس کو مسجد میں نہ آنے دینا بھی فقہاء نے نقل کیا ہے۔ جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ لوگوں کی اذیت کے اسباب کا انسداد نہایت ضروری ہے۔

ان دلائل میں مجموعی طور پر نظر کرنے سے بہ دلالت واضح معلوم ہوتا ہے کہ شریعت نے نہایت درجہ پر اس کا خاص طور سے اہتمام کیا ہے کہ کسی شخص کے لئے ادنیٰ درجے میں بھی کسی قسم کی تکلیف و اذیت یا ثقل و گرانی یا ضیق و تنگی یا تکدر و انقباض یا کراہت و ناگواری یا تشویش و پریشانی یا توحش و خلجان کا سبب و موجب نہ ہو اور شارع علیہ السلام نے صرف قول اور اپنے فعل ہی سے اس کے اہتمام کرنے پر اکتفا نہیں فرمایا بلکہ خدام کے قلت[۱] اعتناء کے موقع پر ان کو ان آداب کے عمل کرنے پر بھی مجبور فرمایا اور ان سے کام لے کر بھی بتلایا ہے۔ چنانچہ ایک صحابیؓ ایک ہدیہ لے کر آپؐ کی خدمت میں بدون سلام و بدون استیذان[۲] داخل ہو گئے آپؐ نے فرمایا باہر واپس جاؤ اور بعد السلام علیکم کیا میں حاضر ہوں، کہہ کر پھر آؤ اور فی الحقیقت حسن[۳] اخلاق مع الناس کا راس و اساس یہی ایک امر ہے کہ کسی کو کسی سے ایذا و تکلیف نہ پہنچے جس کو حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم نے نہایت جامع الفاظ میں ارشاد فرمایا ہے المسلم من سلم المسلمون من لسانہ ویدہ (رواہ البخاری)

جس امر سے اذیت ہو گو وہ صورۃً خدمت مالی یا جانی ہو یا ادب و تعظیم ہو جو عرف میں حسن خلق سمجھا جاتا ہے مگر اس حالت میں وہ سب سوء خلق میں داخل ہے کیونکہ راحت کی جان خُلق ہے جو مقدم ہے خدمت پر کہ پوست خُلق ہے اور قشرِ بلا لبّ[۴] کا بیکار ہونا ظاہر ہے اور گو شعائر ہونے کے مرتبہ میں باب معاشرت مؤخر ہے۔ باب عقائد و عبادات فریضہ سے لیکن اس اعتبار سے کہ عقائد و عبادات کے اخلال سے اپنا ہی ضرر ہے اور معاشرت کے اخلال سے دوسروں کا ضرر ہے (دوسروں کو ضرر پہونچانا اشد ہے اپنے نفس کو ضرر پہونچانے سے) اس درجے میں اس کو ان دونوں پر تقدم ہے آخر کوئی بات تو ہے جس کے سبب اللہ تعالیٰ نے سورۂ فرقان میں اَلَّذِیْنَ یَمْشُوْنَ عَلَی الْاَرْضِ هَوْنًا وَّاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ

---

۱ کم پرواہی ۲ اندر آنے کی اجازت لینا ۳ لوگوں کے ساتھ خوش خلقی سے پیش آنا ۴ نرا چھلکا بلا مغز

قَالُوْا سَلَامًا کو جو دال ہے حسن معاشرت پر ذکر میں مقدم فرمایا صلوٰۃ و خشیت و اعتدال فی الانفاق و توحید پر جو کہ باب طاعات مفروضہ و عقائد سے ہیں اور یہ تقدم علی الفرائض تو محض بعض وجوہ سے ہے لیکن نفل عبادت پر اس کا تقدم من کل الوجوہ ہے چنانچہ حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو دو عورتوں کا ذکر کیا گیا ایک تو نماز روزہ کثرت سے کرتی تھی یعنی نوافل کیونکہ کثرت اسی میں ہو سکتی ہے مگر اپنے ہمسایوں کو ایذا پہونچاتی تھی اور دوسری زیادہ نماز روزہ نہ کرتی تھی (یعنی صرف فرائض پر اکتفا کرتی تھی) مگر ہمسایوں کو ایذا نہ دیتی تھی۔ آپؐ نے پہلی کو دوزخی اور دوسری کو جنتی فرمایا۔ اور باب معاملات سے گو اس حیثیت مذکورہ سے یہ مقدم نہیں کیونکہ اس کے اخلال سے بھی سے دوسروں کو ضرر پہونچتا ہے مگر ایک دوسری حیثیت سے یہ اس سے بھی اہم ہے وہ یہ کہ گو عوام نہ سہی مگر خواص باب معاملات کو داخل دین سمجھتے ہیں اور باب معاشرت کو بجز اخص الخواص کے بہت سے خواص بھی داخل دین نہیں سمجھتے اور جو بعض سمجھتے ہیں مگر معاملات کے برابر اس کو مہتم بالشان اعتقاد نہیں کرتے اور اسی وجہ سے عملاً بھی اس کا اعتناء کم کرتے ہیں اور اخلاق باطنی کی اصلاح عبادات مفروضہ کے حکم میں ہے جو حیثیت تقدم معاشرت علی العبادات کی اوپر مذکور ہو چکی ہے وہ یہاں بھی جاری ہے۔

غرض اس جزو یعنی باب معاشرت کا سب اجزاء دین سے مقدم و مہتم بالشان ہونا کسی سے من وجہ اور کسی سے من کل وجہ ثابت ہو گیا مگر باوجود اس کے عوام کا تو بکثرت اور خواص میں بھی بعض کا اس کی طرف خود عملاً بھی التفات کم ہے اور جو کسی نے خود عمل بھی کیا۔ مگر وہ دوسروں کو خواہ اجانب ہوں یا اپنے متعلقین ہوں روک ٹوک یا تعلیم و اصلاح کرنا تو مفقود محض ہے اس وجہ سے مدت سے اس کی ضرورت محسوس ہوتی تھی کہ کچھ ضروری آداب معاشرت جن کا اکثر اوقات موقع اور اتفاق پڑتا ہے تحریراً ضبط کر دیئے جائیں اور گو یہ احقر مدتوں سے اپنے متعلقین کو ایسے مواقع پر زبانی احتساب کرتا رہتا ہے گو اس میں میری اتنی خطا ضرور ہے

کہ بعض وقت مزاج میں حدت (تیزی) پیدا ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ معاف کر کے اصلاح فرماویں۔ اور اکثر وعظ میں بھی ایسے امور تعلیم و تبلیغ کرتا ہوں مگر حسب قول مشہور العلم صیدٌ و الکتابۃُ قیدٌ جو بات تحریر میں ہے تقریر میں کہاں اس لئے تحریر کرنے کی ضرورت معلوم ہوتی تھی۔ مگر اتفاق سے دیر ہوتی گئی خدا تعالےٰ کے علم میں اس کا یہی وقت مقدر تھا۔ الحمد للہ کہ اب اس کی نوبت آئی۔ اس کتاب کا نام آداب المعاشرت ہے۔ اگر یہ رسالہ بچوں کو بلکہ بڈھوں کو بھی پڑھا دیا جاوے تو انشاء اللہ تعالیٰ دنیا میں لطفِ جنت کا نصیب ہونے لگے گا جیسا کہا گیا ہے۔

بہشت آنجا کہ آزارے نباشد　　کسے را با کسے کارے نباشد

واللہ ولی التوفیق وہو خیر رفیق

(اشرف السوانح حصہ سوم)

تفسیر تقلید و اجتہاد

تقلید کی تفسیر یہ ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث وارشادات پر عمل کرتے ہیں اس تفسیر پر جو امام ابو حنیفہؒ نے بیان فرمائی ہے کیونکہ وہ ہمارے نزدیک روایت و فقہ و حدیث میں اعلیٰ پایہ پر ہیں اور اس کا کوئی انکار نہیں کر سکتا۔ کیونکہ امام صاحب کا فقیہ الامت ہونا تمام امت کو تسلیم ہے اور ان کے علوم اس پر شاہد عادل ہیں اب بتائیے اس تفسیر کی بنا پر تقلید میں شرک فی النبوۃ کیونکر ہو گیا اس لئے کہ جس کے نزدیک تقلید کا یہ درجہ ہوگا اس کے نزدیک اتباعِ حدیث مقصود بالذات ہوگا اور امام ابو حنیفہؒ محض واسطہ فی التفہیم ہوں گے۔ جو شخص بلا واسطہ عمل بالحدیث کا دعویٰ کرتا ہے وہ حدیث کا اتباع اپنی ہی فہم کے درجہ سے کرتا ہے اور جو شخص کسی امام مسلم کا مقلد ہے وہ ایک بڑے شخص کی فہم کے واسطے سے حدیث کا اتباع کرتا ہے اور یقیناً سلف صالحین کی فہم و عقل و ورع و تقویٰ و دیانت و امانت و خشیت و

احتیاط ہم سے اور آپ سے زیادہ بھی تو بتلایئے عمل بالحدیث کس کا کامل ہوا۔ آپ کا جو اپنے فہم کے ذریعہ سے حدیث پر عمل کرتے ہیں یا مقلد کا جو سلف کے ذریعہ سے حدیث پر عمل کرتا ہے اس کا فیصلہ اہلِ انصاف خود کریں۔ بہرحال تقلید کی تقسیم جو میں نے کی ہے۔ وہ علمِ عظیم ہے اس کو یاد رکھیئے۔

مدعیان عمل بالحدیث کا یہ اعتراض کہ تمہارے سامنے ایک حدیث پیش کی جاتی ہے اور تم اس کو نہیں مانتے محض اس وجہ سے کہ تمہارے امام کا قول اس کے خلاف ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تم کو تقلیدِ حدیث بالذات نہیں بلکہ تقلید قول امام مقصود ہے اس کا جواب یہ ہے کہ جس مسئلہ میں اختلاف ہوتا ہے اس میں احادیث مختلف ہوتی ہیں جس حدیث کو تم ہمارے سامنے پیش کرتے ہو ہمارا عمل اگر اس پر نہیں تو اس مسئلہ میں دوسری حدیث پر ہمارا عمل ہے اور تم اس حدیث کو نہیں مانتے جس کو ہم مانتے ہیں پھر ہمارے ہی اوپر کیا الزام ہے۔ تم پر بھی تو الزام ہے۔ رہا تمہارا یہ کہنا کہ ہماری حدیث راجح ہے اور تمہاری مرجوح۔ اس کا جواب یہ ہے کہ طریق ترجیح کا مدار ذوق پر ہے۔ تمہارے ذوق میں ایک حدیث راجح ہے اور امام ابو حنیفہؒ کے ذوق میں دوسری راجح ہے اور ہمارے نزدیک امامؒ کا ذوق تمہارے ذوق سے اسلم وارجح ہے۔ پھر تمہارا اپنے آپ کو عامل بالحدیث کہنا اور مقلدین کو عامل بالحدیث نہ کہنا محض ہٹ دھرمی ہے اس کو دوسرے عنوان سے کہتا ہوں کہ عمل بالحدیث کے معنیٰ آیا عمل بکل الاحادیث (کل حدیثوں پر عمل کرنا) ہے یا عمل ببعض الاحادیث (کچھ حدیثوں پر عمل کرنا)۔ کیونکہ اگر عمل بکل الاحادیث (سب حدیثوں پر عمل) مراد ہے سو یہ تم بھی نہیں کرتے اور یہ ممکن بھی نہیں کیونکہ آثار مختلفہ اور احادیث متعارضہ میں سب احادیث پر عمل نہیں ہو سکتا یقیناً بعض پر عمل ہوگا اور بعض کا ترک ہوگا اور اگر عمل ببعض الاحادیث (یعنی بعض حدیثوں پر عمل کرنا) مراد ہے تو اس معنیٰ کو ہم بھی عامل بالاحادیث (حدیثوں پر عمل کرنے والے) ہیں۔ پھر تم اپنے ہی کو عامل بالاحادیث کدھر سے کہتے ہو۔

دوسری بات یہ ہے کہ مسائل منصوصہ تو بہت کم ہیں۔ زیادہ مسائل اجتہادیہ ہیں اور ان میں مدعیان عمل بالحدیث بھی حنفیہ کی کتابوں سے فتویٰ دیتے ہیں اور ان پر عمل کرتے ہیں (یا کسی اور امام کے قول کو لیتے ہیں)، تو اکثر مسائل میں آپ بھی مقلد ہوئے۔ تو یہ کیا بات ہے کہ تقلید کرنا تو حرام نہیں صرف تقلید کا نام لینا ہی ناجائز اور شرک ہے اور اگر کوئی یہ دعویٰ کرے کہ وہ تمام مسائل میں احادیث منصوصہ ہی پر عمل کرتا اور فتویٰ دیتا ہے تو وہ ہم کو اجازت دیں کہ معاملات وعقود وفسوخ وشفعہ ورہن وغیرہ کے چند سوالات ہم ان سے کریں اور وہ ان کا جواب ہم کو احادیث منصوصہ صریحہ صحیحہ سے دیں۔ قیامت آجائے گی اور احادیث سے وہ کبھی جواب نہ دے سکیں گے۔ اب وہ یا تو کسی امام کے قول سے جواب دیں گے جو تقلید ہوئی۔ یا یہ کہیں گے کہ شریعت میں ان مسائل کا کوئی حکم نہیں اور یہ الیوم اکملت لکم دینکم کے خلاف ہوگا اور یہیں سے قیاس واستنباط کا جواز بھی معلوم ہوگیا۔ کیونکہ جب حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ دین کو کامل کر دیا گیا تو چاہیئے کہ کوئی صورت ایسی نہ ہو جس کا حکم شریعت میں نہ ہو اور ظاہر ہے احکام منصوصہ بہت کم ہیں تو اب تکمیل دین کی صورت بجز اس کے کیا ہے کہ قیاس واستنباط کی اجازت ہو کہ ان ہی مسائل منصوصہ پر غیر منصوصہ کو قیاس کر کے ان کا حکم معلوم کریں۔ یہاں سے ان مدعیان عمل بالحدیث کی غلطی بھی ظاہر ہوگئی جو قیاس واستنباط کو مطلقاً رد کرتے ہیں۔

اور بعض احادیث میں جو قیاس کی مذمت ہے وہ وہ قیاس ہے جو اصولِ شریعت کے خلاف ہو یعنی جس کی اصل نص میں موجود نہ ہو بلکہ جس کا مبنیٰ محض اپنی رائے پر ہو اور جس قیاس کی اصل نص میں موجود ہو اس کی مذمت ہرگز نہیں ورنہ دین کا نقص لازم آئے گا۔

(وعظ۔ ارضاء الحق۔ اوّل)

حکمت درود شریف

حکمت اوّل۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احسانات امت پر بے شمار ہیں

کہ صرف تبلیغ مامور بہا پر ہی اکتفا نہیں فرمایا بلکہ ان کی اصلاح کے لئے تدبیریں سوچیں ان کے لئے رات رات بھر کھڑے ہو کر دعائیں کیں ان کے احتمال مضرت سے دلگیر ہوئے اور تبلیغ گو مامور بہ تھی لیکن تاہم اس میں واسطہ نعمت تو ہوئے بہر حال آپ محسن بھی ہیں اور واسطۂ احسان بھی، پس اس حالت میں مقتضا فطرتِ سلیمہ کا یہ ہوتا ہے کہ ایسی ذات کے واسطے دعائیں نکلتی ہیں خصوصاً جبکہ مکافاۃ بالمثل نہ ہو سکے اور ہمارا عاجز ہونا اس مکافات سے ظاہر ہے کیونکہ ان نعماء کا افاضہ غیر نبی سے نبی پر محالات سے ہے اور دعائے رحمت سے بڑھ کر کوئی دعا نہیں اور اس میں بھی رحمت خاصہ کاملہ کی دعا جو کہ مفہوم ہے درود کا اس لئے شریعت نے اسی فطرتِ سلیمہ کے مطابق درود شریف کا امر کہیں وجوباً کہیں استحباباً فرمایا (ونحوہ فی المواہب)

حکمت دوم۔ چونکہ آپ حق تعالیٰ کے محبوب ہیں اور محبوب کے لئے کسی چیز کی درخواست کرنا گو محبوب کو بوجہ اس کے کہ جس سے درخواست کی جاوے وہ خود بوجہ محبت کے وہ خیر اس محبوب کو پہنچا دے گا اس خیر کے ملنے میں اس درخواست کی حاجت ہی نہ ہو لیکن ایسی درخواست کرنا خود سبب ہوتا ہے اس درخواست کرنے والے کے تقرب کا، پس درود شریف میں چونکہ درخواستِ رحمت ہے محبوبِ حق کے لئے اس لئے یہ ذریعہ ہو جاوے گا خود اس شخص کو حق تعالیٰ کی رضا و قرب میسر ہونے کا (ونحوہ فی المواہب)

حکمت سوم۔ نیز اس درخواست میں اظہار ہے آپ کے شرفِ خاص عبدیتِ کاملہ کا کہ رحمتِ الٰہی کی آپ کو بھی ضرورت ہے (وہذا من سوانح سائف الوقت)

حکمت چہارم۔ چونکہ آپ بھی بشریت میں، مادیت میں، عنصریت میں امت کے ساتھ شریک ہیں اور بعض امور زائدہ مثل کثرت مال وغیرہ میں اور دل کے ساتھ مساوی بھی نہیں اور یہ اشتراک اور عدم مساوات بسا اوقات منجر ہو جاتا ہے استنکاف کی طرف اعتقادِ عظمت و اتباعِ ملت سے جیسا امم ضالہ کو پیش آیا بعضوں نے یوں کہا اَنُؤْمِنُ لِبَشَرَیْنِ مِثْلِنَا وَقَوْمُهُمَا لَنَا عَابِدُوْنَ اور بعض نے کہا اَبَشَرًا مِّنَّا وَاحِدًا نَّتَّبِعُهٗۤ اِنَّاۤ اِذًا

لَفِی ضَلَالٍ وَّسُعُرٍ کسی نے کہا لَوْلَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰی رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْیَتَیْنِ عَظِیْمٍ اس لئے درود شریف میں اس کا پورا علاج ہے کیونکہ اس میں دعا ہے رحمت خاصہ کی تو اس سے استحضار ہوا اس کا کہ آپ رحمتِ خاصہ کے مستحق ہونے میں سب سے ممتاز ہیں تو اس اشتراک کے ساتھ اس امتیاز کو بھی تو دیکھو جس کے سامنے دوسروں کا امتیاز مالی وغیرہ گرد ہے۔ اور نیز اس میں حکمتِ اول کے لحاظ سے استحضار ہے اس کا کہ ہم لوگ آپ کے ممنون ہیں اور عظمت اور منت کا استحضار رافع ہوتا ہے استنکاف کا بالخصوص جب نام مبارک کے قبل لفظ سیدنا و مولٰنا وغیرہ بھی بڑھا دیا جاوے اور نام مبارک کے بعد ایسے صفات بڑھا دیئے جاویں جن میں تصریح ہو آپ کے جد وجہد کی اشاعت دین کے لئے جو اعظم احسانات سے ہے ہم پر اور رفع استنکاف سے افتقار وانکسار حادث ہوگا جو کہ اعظم مقامات مقصودہ سے ہے خصوص اس محل میں جس کے معظم ہونے کا نصوص میں اہتمام کیا گیا ہو جیسے مقبولانِ الٰہی بالخصوص حضرات انبیاء علیہم السلام پھر خصوص سرورِ انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کہ آپ کی طرف افتقار کا استحضار عین مرضی حق اور آپ سے اباء واستغنا بغایت نامرضی ہے۔ کما قال اللہ تعالیٰ هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ وَیُزَکِّیْهِمْ وَیُعَلِّمُهُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَةَ وَاِنْ کَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ۔

حکمت پنجم۔ بعض طبائع میں غلبۂ مذاقِ توحید کے سبب وسائط کے ساتھ کہ ان وسائط میں انبیاء بھی ہیں دل زیادہ آویختہ نہیں ہوتا گو بعد حصول قدر واجب اعتقاد وانقیاد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس زیادت کا انتفاء مضر نہیں جیسا کہ مواہب کے مقصد سابع میں امام قشیری سے ابوسعید خراز کی حکایت نقل کی ہے کہ انھوں نے خواب میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ مجھ کو معذور رکھیئے کہ خدا تعالیٰ کی محبت مجھ کو آپ کی محبت میں مشغول نہیں ہونے دیتی۔ آپ نے فرمایا اے مبارک جو شخص حق تعالیٰ سے محبت کرتا ہے

وہ مجھی سے محبت کرتا ہے (کیونکہ یہ تو وہ جانتا ہی ہے کہ میرے توسط سے تو یہ بات نصیب ہوئی اور اس جاننے کے بعد ممکن نہیں کہ واسطہ سے محبت نہ ہو گو التفات نہ ہو سو امر ضروری محبت ہے نہ کہ التفات دائم) اور بعض نے کہا کہ یہ واقعہ ایک انصاری عورت کو سرکار نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جاگنے میں پیش آیا لیکن کمالِ حال یہ ہے کہ جس واسطہ کی طرف اسی واحدِ حقیقی نے التفات کرنے کو اپنی رضا کا ذریعہ فرمایا ہے اس کی طرف التفات کرنے کو ذوقاً بھی شاغل عن التوحید نہ سمجھے بلکہ مکمل توحید جانے جیسا کوئی اپنے معشوق کے پاس جانا چاہے اور وہ معشوق اپنا ایک مقرب خاص اس کے پاس بھیج دے کہ اس کو اپنے ہمراہ لے آوے تو تضیۂ عقل یہ ہے کہ جس قدر اپنے محبوب کی مقصودیتِ حقیقیہ اس کے دل میں بسی ہوگی اسی قدر ہر قدم پر اس موصل الی المقصود کے قدم اور زبان پر اس کی توجہ ہوگی کیونکہ اس میں کمی ہونے سے خود وصول الی المقصود ہی مشکوک ہو جاوے گا جس کو یہ ناگوار اور محبوب بالذات کی مقصودیتِ حقیقیہ کے خلاف سمجھے گا اسی طرح جب اس عاشق کو معلوم ہوگا کہ میں جس قدر اس کا اکرام و مدارات و خدمت کروں گا میرا محبوب اسی قدر زیادہ خوش ہوگا تو وہ اور بھی اس میں مشغول رہے گا اور یہ شغل مانع عن الاشتغال بالمحبوب نہ ہوگا بلکہ اس اشتغال میں اور زیادہ معین ہوگا پس جس طرح اس مثال میں جس درجہ کی مقصودیت محبوب بالذات کی اس محبوب کی نظر میں ہوگی، اسی درجہ کا التفات موصل کی حرکت و سکون پر ہوگا اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف جس قدر التفات ہو وہ عین علامت ہوگی واحد تعالیٰ کے مطلوب و ملتفت الیہ ہونے کی پس دونوں التفاتوں میں تزاحم نہ ہوا بلکہ تلازم ہوا پس اس ذوقی نقص کے رفع کرنے کے لئے درود شریف شروع ہوا گویا صلوا علیہ وسلموا تسلیماً میں حکم ہوا کہ اس واسطہ کی طرف توجہ بالاحترام کرنے سے ہم خوش ہوتے ہیں پس اگر کوئی ہمارا اور ہماری رضا کا طالب ہے تو اس واسطہ کی طرف توجہ بالاحترام کرے اور اس کو اشتغال بالغیر نہ سمجھے کیونکہ اشتغال بالغیر بالمعنی الاعم منافی توحید نہیں بلکہ اشتغال بالغیر بایں معنیٰ کہ وہ غیر حاجب ہو مقصود سے منافی توحید ہے اور جو غیر کہ خود موصل ہو اس کی طرف توجہ کرنا تو لوازم توحید سے ہے کہ

بدون اس کے توحید ہی تک وصول نہیں ہوتا (وہاتان الحکمتان من سوانح سائف الوقت)

ادبِ درود شریف

ردالمحتار میں ہندیہ سے نقل کیا ہے کہ تاجر کا کپڑا کھولنے کے وقت اس غرض سے تسبیح یا درود پڑھنا کہ خریدار کو کپڑے کی عمدگی جتلانا مقصود ہے یا چوکیدار جگانے کے لئے ایسا کرے اسی طرح کسی بڑے آدمی کے آنے وقت اس غرض سے درود پڑھنا کہ لوگوں کو اس کے آنے کی اطلاع ہو جاوے تو لوگ کھڑے ہو جاویں یا اس کے لئے جگہ کر دیں یہ سب مکروہ ہے اور در مختار میں اس کو حرام کہا ہے۔ ردالمحتار میں حرام کی تفسیر مکروہ تحریمی سے کی ہے حاصل یہ ہے کہ درود شریف عبادت ہے اور عبادت کو امر شرعی کے موافق کرنا چاہیئے اور ان اغراض کے لئے اس کا پڑھنا قواعد شرع کے خلاف ہے اسلئے ممنوع ہوگا اور ادب کے بھی خلاف ہے کہ ان اغراض خسیسہ کا آلہ ایسے امر شریف کو بنایا (نشر الطیب)

زیارتِ روضۂ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

قبر شریف کی زیارت میں صحیح حدیثیں آئی ہیں چنانچہ دارقطنی نے حضرت ابن عمرؓ سے روایت کی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

من زار قبري وجبت له شفاعتي۔

ترجمہ: جس نے میری قبر کی زیارت کی اس پر میری شفاعت واجب ہو گئی۔

اور عبدالحقؒ نے اپنے احکام وسطیٰ وصغریٰ میں اس کو روایت کر کے اس سے سکوت کیا اور ان کا سکوت (بوجہ اس التزام کے) دلیل ہے اس کی صحت پر اور معجم کبیر طبرانی میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

من جاءني زائرا لا تحمله حاجة الا زيارتي كان حقا علي ان اكون شفيعا له يوم القيمة۔

اس کو ابن السکن نے صحیح کہا ہے اور متکلم فیہ حدیثیں اس باب میں کثیر ہیں اور تعدد طرق وفتویٰ باحادیث صحیحہ مذکورہ سابقہ ان کے ضعف کا جابر ہو سکتا ہے یہ تو فتوائے استدلال تھا اور ذوق اس فتویٰ کو یہ کہہ کر قوی کرتا ہے

علی ربع العامریۃ وقفۃ ۔ لِیُمْلِیَ عَلَیَّ الشَّوْقُ وَالدَّمْعُ کَاتِبُ وَمِنْ مَذْهَبِیْ حُبُّ الدِّیَارِ لِاَهْلِهَا ۔ وَلِلنَّاسِ فِیْمَا یَعْشَقُوْنَ مَذَاهِبُ

ترجمہ: یعنی عامریہ کی منزل پر کچھ توقف کرنا مجھ پر لازم ہے تاکہ شوق مجھ کو مضمون لکھوائے اور آنسو لکھنے والا ہو۔ اور میرا مذہب ہے:

گھروں سے محبت کرنا گھر والوں کے علاقہ سے اور لوگوں کے اپنی محبوب چیزوں کے باب میں مختلف مذاہب ہیں۔

اور ایک حدیث میں جو وارد ہے لاتشد والرحال الا الی ثلثۃ مساجد۔ وہ سفر الی القبر الشریف کی نہی پر دلالت نہیں کرتی کیونکہ یہاں استثنا مفرغ ہونے سے مستثنیٰ منہ مقدر ہے اور بوجہ متصل ہونے استثناء کے۔ چونکہ اصل اس میں متصل ہے وہ مستثنیٰ کی جنس سے ہوگا اور جنس قریب مساجد ثلٰثہ کی ظاہر ہے کہ مفہوم مسجد ہے پس تقریر اس طرح ہوگی۔ لا تشد والرحال الی مسجد الا الی ثلثۃ مساجد

اس صورت میں مطلقاً مشاہد و مقابر کی طرف سفر کرنا حدیث مذکور میں مسکوت عنہ ہوگا اور نہی پر دال نہ ہوگا اور تائید اس کی ایک صریح حدیث سے ہوتی ہے جس کو مولانا مفتی صدرالدین خان دہلوی مرحوم و مغفور نے اپنے رسالہ منتہی المقال میں اس طرح نقل کیا ہے۔ فی مسند احمد الخدری۔ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا ینبغی للمطی ان یشد رحالہ الی مسجد یبتغی فیہ الصلوٰۃ غیر المسجد الحرام والمسجد الاقصیٰ ومسجدی ھٰذا۔ اور معنی اس کے یہ ہیں کہ دوسری مساجد کی طرف جن میں کہ تضاعف ثواب کا وعدہ نہیں ہے اس نیت سے سفر کرنا کہ وہاں نماز پڑھنے سے زیادہ ثواب ہوگا۔ تقول علی الشارع ہے۔

اس لئے منہی عنہ ہے اور مقابر خاصہ میں برکات خاصہ ثابت ہیں پھر زورُوا القبور میں بھی اطلاق اذن ہے۔ البتہ یہ شرط ضرور ہے کہ اور مفاسد لازم نہ آویں۔ خوب سمجھ لو (من المواہب الصفیہ) (النشر الطیب)

خواب میں زیارت

جاننا چاہیئے کہ جس کو بیداری میں یہ شرف نصیب نہیں ہوا اس کے لئے بجائے اس کے خواب میں زیارت سے مشرف ہو جانا سرمایۂ تسلی اور فی نفسہ ایک نعمتِ عظمیٰ اور دولت کبریٰ ہے اور اس سعادت میں اکتساب کو ذرا دخل نہیں محض موہوب ہے ونعم ما قیل ؎

ایں سعادت بزورِ بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

ہزاروں کی عمریں اس حسرت میں ختم ہو گئیں البتہ غالب یہ ہے کہ کثرتِ درود شریف و کمال اتباعِ سنت و غلبۂ محبت پر اس کا ترتب ہو جاتا ہے لیکن چونکہ لازمی اور کلی نہیں اس لئے اس کے نہ ہونے سے مغموم و محزون نہ ہونا چاہیئے کہ بعض کے لئے اسی میں حکمت و رحمت ہے عاشق کو رضائے محبوب سے کام، خواہ وصل ہو تب اور ہجر ہو تب وللہ در من قال

ارید وصالہ ویرید ھجری ۔۔۔ فاترک ما ارید لما یرید

قال عارف الشیرازی ؎

فراق و وصل چہ باشد رضائے دوست طلب ۔۔۔ کہ حیف باشد ازو غیر او تمنائے

اسی سے یہ بھی سمجھ لیا جائے کہ اگر زیارت ہو گئی مگر طاعت سے رضا حاصل نہ کی تو وہ کافی نہ ہو گی کیا خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں بہت سے صورۃً زائر معنیً مہجور اور بعضے صورۃً مہجور جیسے اویس قرنی معنیً قرب سے مسرور نہ تھے اب بعض روایات مشکوٰۃ سے اس زیارت کی فضیلت میں لکھی جاتی ہیں ۔

پہلی روایت

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے مجھ کو خواب میں دیکھا اس نے مجھ کو ہی دیکھا کیونکہ شیطان میری صورت میں متمثل نہیں ہو سکتا روایت کیا اس کو بخاری و مسلم نے۔

دوسری روایت

حضرت ابو قتادہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے مجھ کو (خواب میں) دیکھا اس نے امر واقعی دیکھا (یعنی مجھ کو ہی دیکھا) روایت کیا اس کو بخاری و مسلم نے **ف** ان دونوں حدیثوں کا ایک ہی حاصل ہے مشکوٰۃ کے حاشیہ میں سید رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس باب میں دو قول نقل کئے ہیں کہ اگر حلیہ شریف کے موافق صورت نہ دیکھے مگر قلب میں علم ضروری کے طور پر یہ بات القاء ہو جائے کہ یہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہیں تو آیا یہ رویت بھی صحیح ہے یا نہیں۔ جنھوں نے اس کو صحیح کہا ہے اختلاف صورت کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ یا تو یہ اس دیکھنے والے کی کمی ہے جیسے مکدّر آئینے میں صاف چہرہ بھی مکدّر نظر آتا ہے یا بعض آئینوں میں صورت ٹیڑھی نظر آتی ہے تو وہ صورت تو واقعی اس مرئی کی ہے مگر خرابی آئینہ میں ہے اور یا یہ وجہ ہے کہ وہ صورت حقیقت میں روح مقدسہ کی مثال ہے اور مثال کے لئے اصل صورت پر ہونا ضروری نہیں اور مازنی نے اسی قول کو صحیح کہا ہے اور نووی نے بھی یہی کہا ہے۔ واللہ اعلم

تیسری روایت

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

جو شخص مجھ کو خواب میں دیکھے وہ مجھ کو بیداری میں بھی دیکھے گا اور شیطان میری صورت نہیں بن سکتا روایت کیا اس کو بخاری و مسلم نے ف اس میں بشارت ہے اس خواب دیکھنے والے کے لئے حسنِ خاتمہ کی چنانچہ بزرگانِ دین نے ایسے خواب کی یہی تعبیر دی ہے کہ اس شخص کا خاتمہ بالخیر ہو گا یہی معنیٰ ہیں حضور کے اس ارشاد کے کہ وہ بیداری میں بھی دیکھے گا یعنی آخرت میں مجھ سے اس کو قرب ہو گا اور یہ ظاہر ہے کہ جیسے اعمال مبشرہ مقید ہیں ایمان و تقویٰ کے ساتھ اسی طرح احوالِ مبشرہ بھی رہی یہ بات کہ پھر احوال کا ان میں کیا دخل ہوا سو بات یہ ہے کہ ایسے احوال غالباً دلیل اِنّی ہیں اعمال مبشرہ کی اور اعمال کا دخل بشارت میں ظاہر ہے پس احوال دلیل بشارت ہیں نہ کہ علت۔ پس ان کا دخل مرتبۂ علامت میں ہے۔

تنبیہ۔ اگر خواب میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کچھ ارشاد فرمائیں تو اگر وہ امر مشروع ہے عمل کیا جاوے گا اور اگر غیر مشروع ہے تو دیکھنے والے کی غلطی پر محمول ہو گا۔ رہا یہ کہ عمل کرنے کے لئے جب مشروع ہونا شرط ہوا تو یہ امر قبل رؤیا کے بھی تھا رؤیا کا کیا اثر ہوا سو بات یہ ہے کہ رؤیا سے اس کا تاکد اس شخص کے حق میں بڑھ جاوے گا۔

واللہ اعلم (نشر الطیب)

شبِ قدر و معراج

ایک عبادت رمضان میں قابلِ اہتمام یہ ہے کہ لیلۃ القدر کی تلاش کی جائے حدیث میں آیا ہے کہ عشرۂ اخیرہ کی طاق راتوں میں اس کو تلاش کرو۔ اگر کسی کو شب میں جاگنے کی ہمت نہ ہو تو کم از کم ستائیسویں رات میں تو ضرور جاگ لے تمام رات جاگنا شرط نہیں اور اس میں جس قدر ہو سکے نمازیں پڑھتا رہے جب اس سے تھک جائے تلاوت قرآن پاک یا ذکر اللہ میں مشغول ہو جائے۔

ستائیسویں رات کے متعلق بہت سے حضرات صحابہؓ کا جزم ہے کہ لیلۃ القدر یہی ہے مگر اس کے متعلق بعض لوگوں کو شاید فلسفیانہ شبہ پیدا ہوگا وہ یہ کہ چاند میں آج کل اختلاف ہے، تو جو رات یہاں ستائیسویں ہوگی وہ بعض جگہ اٹھائیسویں ہوگی تو کیا لیلۃ القدر دو ہوں گی اور ایک ہوئی تو کس کی روایت کا اعتبار ہوگا اس کا جواب یہ ہے کہ آپ کو بھی خبر ہے کہ وہاں رات دن نہیں ہیں اور یہ تو خود سائنس والے بھی تسلیم کرتے ہیں کہ لیل و نہار کرۃ النسیم (کرۂ ہوائی) سے نیچے ہی نیچے ہیں۔

کرۃ النسیم کے اوپر رات دن نہیں بلکہ یکساں حالت ہے۔ یہ جواب جب میرے دل میں آیا بڑی خوشی ہوئی اور اس سے ایک بات ابھی اور دل میں آئی ہے وہ یہ کہ معراج کے ذکر میں اللہ تعالیٰ نے مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک سیر بیان فرمائی ہے سیر سمٰوات کا ذکر نہیں فرمایا جس سے بعض اہل باطل نے سیر سمٰوات کی نفی پر استدلال کیا ہے کہ وہاں سیر سمٰوات کا ذکر اس واسطے نہیں کیا گیا کہ وہاں لیلاً کی قید بھی مذکور ہے پس ضروری ہوا کہ اس قدر سیر بیان کی جائے جو لیل کے اندر واقع ہوئی اور ظاہر ہے کہ سیر سمٰوات لیل و نہار سے باہر ہوئی ہے۔ سمٰوات میں لیل و نہار کا تحقق ہی نہیں تو اس سے سیر سمٰوات کی نفی پر استدلال محض لغو ہے ہاں یہ کہہ سکتے ہیں کہ سیر سمٰوات رات میں نہیں ہوئی سو یہ مسلّم ہے بلکہ ہم تو یوں کہتے ہیں کہ وہ تو نہ دن میں ہوئی نہ رات میں۔ وہ تو ایسے مقام پر ہوئی جہاں رات ہے نہ دن۔ بہر حال وہاں لیل و نہار نہیں ہے اس واسطے لیلۃ القدر کی جو شان و برکات ہیں وہ لیل و نہار کے ساتھ مقید نہیں بلکہ ارادہ حق کے تابع ہیں۔

اس کی مثال بارش کی طرح ہے کہ یہاں کے کرۃ النسیم کے نیچے آج بارش ہے اور کلکتہ کے کرۃ النسیم کے نیچے کل بارش ہے اگر شب قدر بھی ایسی ہے کہ یہاں آج ہے اور کلکتہ میں کل ہے تو اس میں اشکال کی کیا بات ہے آخر دنیا میں کیا ایسا اختلاف نہیں ہوتا پھر معنوی بارش برکات میں ایسا اختلاف ہو تو کیا تعجب ہے اس لئے بے فکر ہو کر آپ اپنی

(مقامی) تاریخوں کے حساب سے کام کیجئے۔ اللہ تعالیٰ تو سب کی نیتوں کو اور کام کو دیکھتے ہیں وہ سب کو ان کے حساب کے موافق لیلۃ القدر کی برکات عطا فرماویں گے۔

لوگوں کے قبائح پر چشم پوشی

حضرت وہبؒ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت جابرؓ سے قبیلۂ بنی ثقیف کا قصہ ان کے بیعت کے وقت کا دریافت کیا انھوں نے فرمایا کہ ان لوگوں نے یہ شرط لگائی تھی کہ ان کے ذمہ (یعنی خود ہمارے ذمہ) زکوٰۃ اور جہاد نہ ہوگا۔ اور حضرت جابرؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا کہ یہ لوگ زکوٰۃ بھی دیا کریں گے اور جہاد بھی کریں گے۔ جب اسلام لے آویں گے (یعنی اس وقت ان سے قیل وقال اور جواب وسوال کی ضرورت نہیں جس طرح یہ کہیں اسی طرح ان کی بیعت قبول کرلی جاوے پھر آپ ہی اسلام اور علم اور صحبت کی برکت سے درست ہوجاویں گے) روایت کیا اس کو ابوداؤد نے بعض دفعہ بزرگوں کو دیکھا جاتا ہے کہ اپنے پاس آنے جانے والوں کے ساتھ اور بالخصوص جن سے زیادہ تعلق نہیں ہے اور کبھی اپنے متعلقین کے ساتھ بھی بعض قبائح پر چشم پوشی و واغماض کرجاتے ہیں اور اسی حالت میں ان کو اوراد و اذکار کی تلقین بھی کردیتے ہیں ترک قبائح کا انتظار نہیں کرتے اس سے عوام کو شبہ مداہنت کا ہوجاتا ہے اور راز اس میں یہ ہوتا ہے کہ وہ اپنی بصیرت خداداد سے سمجھ جاتے ہیں کہ جس خیر کی ان کو تعلیم کی گئی ہے یہی تو بہ عن الشر کے لئے رفتہ رفتہ کافی ہوجاوے گی کبھی یہ سمجھتے ہیں کہ اگر زیادہ تشدد کیا جاوے گا تو یہ اس خیر سے بھی باز رہیں گے اور اصل اسلام یا عزم توبہ ہی سے متوحش ہوجاویں گے تو جو خیر ہوجاوے غنیمت ہے کبھی معلوم ہوتا ہے کہ دفعتاً ترک معصیت پر قدرت ان کی ضعیف ہے بتدریج اس کی استعداد پیدا ہوجاوے گی یہ حدیث بزرگوں کے اس طرز عمل کی واضح مثال ہے۔

وسوسہ فریبِ شیطانی ہے

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میں عرض کیا گیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم میں سے بعض اپنے دل میں ایسے خیالات پاتے ہیں اور ہمیں ایسی چیزیں پیش آتی ہیں کہ جل کر کوئلہ ہو جانا زیادہ محبوب معلوم ہوتا ہے اس سے کہ اس کو زبان پر لا دیں آپؐ نے (خوش ہو کر) فرمایا اللہ اکبر اللہ کا شکر ہے جس نے شیطان کے فریب اور کوشش کو وسوسہ ہی تک رکھا (آگے نہیں بڑھنے دیا)۔
(روایت کیا اس کو ابوداؤد نے) اس حدیث میں جو علاج وسوسہ کا مذکور ہے محققین اسی کے موافق تعلیم دیتے ہیں حاصل اس کا یہ ہے کہ وسوسہ پر مغموم نہ ہو کیونکہ غیر اختیاری ہے بلکہ خوش ہو کہ جو بلائیں وسوسہ سے اعظم ہیں ان سے حق تعالیٰ نے بچا لیا اور اس خوش ہونے سے ایک نفع یہ بھی ہے کہ شیطان مومن کی خوشی سے ناخوش ہوتا ہے پس وہ دیکھے گا کہ یہ وساوس سے خوش ہوتا ہے تو وہ وسوسہ ڈالنا چھوڑ دے گا اور ان بڑی بلاؤں سے بچنے میں بعض اوقات دوسرے معاصی عظیمہ ظاہرہ یا باطنہ میں مشغول ہونے کی مہلت نہیں پاتا اور بچا رہتا ہے اسی واسطے فرمایا گیا ہے

ع اے بلا دفع بلا ہائے بزرگ

اور اضطراراً اس لئے کہا کہ اختیاراً اس کی طرف توجہ نہ چاہیئے کہ اس سے اذیت ہوتی ہے گو معصیت نہیں ہوئی شیخین کی ایک حدیث میں اس کا صریح امر آیا ہے (ولینتہ) اور اس حدیث میں بھی اس پر مسرور ہونے میں اشارہ اس طرف ہے چنانچہ ظاہر ہے کہ جب سرور میں مشغول ہو گیا تو توجہ الی الوسوسۃ قصداً مرتفع ہو گئی۔

سیر جزئیہ کا اتباع بہ نسبت قوانین کلیہ کے سہل تر ہے

واقعی حضور مقبولؐ کی سیرِ جزئیہ کو دیکھ کر جس قدر آسانی سے ہم اتباع کر سکتے ہیں قوانینِ کلیہ

کو دیکھ کر نہیں کر سکتے تھے اور اسی سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جب آپ ہمارے لئے نمونہ ہیں تو ہم سے بھی باز پرس ہوگی کہ تم اس نمونہ کے موافق بن کر کیوں نہیں آئے اس کی ایسی مثال ہے کہ جیسے ہم کسی درزی سے اچکن سلوائیں اور نمونہ کے لئے اپنی اچکن اس کو دے دیں تو اس اچکن کے دینے کے معنی یہی ہوتے ہیں کہ جدید اچکن کی کاٹ تراش، سلائی وغیرہ سب اس پہلی کے مطابق ہو اور اگر ایسا نہ ہو بلکہ تراش وغیرہ میں فرق ہو جائے تو درزی کو مستحق عتاب سمجھا جاتا ہے۔ اس عتاب کے جواب میں اگر وہ یہ کہنے لگے زیادہ تر تو موافق نمونہ کے ہے۔ اور الاکثر حکم الکل تو ہرگز یہ جواب مسموع نہیں ہوتا تو جو برتاؤ آپ نے درزی سے کیا اسی کے لئے آپ خداتعالےٰ کے سامنے تیار ہو جائیے اور سوچ لیجئے کہ جب آپ خداتعالےٰ کے سامنے کھڑے ہوں گے اور نمونہ نبوی پر پورے نہ اتریں گے تو کس سخت عذاب کے سزاوار ہوں گے اسی کو خداتعالیٰ نے فرمایا لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ۔ کہ بالکل اس نمونہ جیسے بن جاؤ نماز ایسی ہو جیسی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی۔ روزہ وہی ہو۔ نکاح شادی کا طرز وہی ہو۔ علیٰ ہذا ہر چیز میں وہی طرز ہو جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا طرز تھا یہ تو نمونہ ہے لیکن یہ خداتعالیٰ کی رحمت ہے کہ اس نے اس نمونہ میں وسعت کر دی۔

تبلیغِ اعمال ضروری ہے

ایک وعظ میں فرماتے ہیں "آپ فساد اعمال کو کیوں منکر نہیں سمجھتے اور ایسے شخص سے آپ کا دل کیوں کر ملتا ہے جو فروع ایمان میں ناقص ہے اس سے بلا تکلف دوستی کس طرح کی جاتی ہے حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جو کوئی تم میں امر منکر دیکھے تو اس کو ہاتھ سے مٹائے یا زبان سے یا دل سے پھر یہ کیا غضب ہے کہ ہم لوگ منکر کو دیکھ کر نہ ہاتھ سے روکتے ہیں نہ زبان سے نہ دل سے نفرت کی جاتی ہے بلکہ اعمال میں کوتاہی کرنے والوں کے ساتھ وہی بشاشت ہے وہی دوستی ہے جیسے کامل الایمان کے ساتھ گویا آپ خداتعالیٰ کی طرف سے

وکیل و مختار ہیں کہ جس چیز کو چاہیں معاف کر دیں جس منکر سے چاہیں قطع نظر کر لیں۔"
وَاتَّقُوْا فِتْنَةً لَّا تُصِيْبَنَّ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْكُمْ خَاصَّةً کی یہی تفسیر آئی ہے۔

تبلیغ کی اہمیت و فضیلت

"امر بالمعروف" یقیناً واجب ہے کہ یہ خدا کا حکم ہے اور حکم سب کو عام ہے مگر اس میں بھی ایک تفصیل ہے۔ وہ یہ کہ اس کی دو قسمیں ہیں۔ ایک خطاب خاص، دوسرا خطاب عام، تبلیغ خاص تو ہر جگہ اور ہر شخص پر ہے یہ کسی فرد بشر سے ساقط نہیں ہوتی اور امر بالمعروف (تبلیغ) عام یعنی وعظ کہنا یہ سب کے ذمہ فرض نہیں بلکہ یہ صرف علماء پر واجب ہے اگر عوام مسلمین کے ذمہ سفر خرچ و دیگر اسباب مہیا کرنا ہے) اور امر بالمعروف کا مدار قدرت پر ہے یعنی جس کسی کو جتنی قدرت ہے اس کے ذمہ واجب ہے کہ امر بالمعروف کرے۔ مثلاً ماں باپ کے ذمہ واجب ہے کہ اپنی اولاد کو نماز، روزہ (اور دیگر ضروریات دین) کی نصیحت کریں۔ خاوند پر فرض ہے کہ اپنی بیوی کو احکام شرعیہ پر مجبور کرے۔ آقا کے لئے لازم ہے کہ اپنے نوکر چاکر اور جو اس کے ماتحت ہیں ان کو امر بالمعروف کرے۔ (آداب التبلیغ ملخصاً ص ۱۷-۲۲-۲۵)

جو شخص امر بالمعروف و نہی عن المنکر پر قادر ہو یعنی قرائن سے غالب گمان رکھتا ہو کہ اگر امر و نہی کروں گا تو مجھ کو کوئی ضرر معتد بہ لاحق نہ ہوگا۔ اس کے لئے امور واجبہ میں امر و نہی کرنا واجب ہے۔ امور مستحبہ میں مستحب۔ مثلاً نماز پنجگانہ فرض ہے تو ایسے شخص پر واجب ہوگا کہ بے نماز کو نصیحت کرے اور نوافل مستحب ہیں ان کی تلقین کرنا مستحب ہوگا اور جو شخص بالمعنی المذکور قادر نہ ہو اس پر امر و نہی کرنا امور واجبہ میں بھی واجب نہیں صرف اتنا کافی ہے کہ تارکِ واجبات و مرتکب محرمات سے دل سے نفرت رکھے۔ البتہ اگر ہمت کرے تو ثواب ملے گا۔ پھر اس امر و نہی میں قادر کے لئے امور واجبہ میں یہ تفصیل ہے کہ قدرت ہاتھ سے ہے تو ہاتھ سے اس کا انتظام واجب ہے۔

اور اگر (ہاتھ سے قدرت نہ ہو اور) صرف زبان سے قدرت ہو تو زبان سے کہنا واجب ہے۔
(بیان القرآن حاشیہ سورۂ آل عمران)

تبلیغ کے آداب و شرائط

امر بالمعروف کا حکم علی الاطلاق نہیں ہے بلکہ اس کے لئے ضوابط (قاعدے) اور طرق (طریقے) مقرر ہیں۔ ایک قسم اصول کی تبلیغ کرنا ہے۔ اس کے الگ آداب ہیں، ایک فروع کی تبلیغ ہے اس کے الگ آداب ہیں۔ (آداب التبلیغ ص ۷، ۸)

۱۔ اس امر کے متعلق (جس کی تبلیغ کرنی ہو) شریعت کا پورا حکم معلوم ہو۔
۲۔ امر بالمعروف کی اوّل شرط اخلاص ہے کہ محض لوجہ اللہ نصیحت کرے اپنے نفس کو خوش کرنے کے لئے نصیحت نہ کرے اور اس کا معیار یہ ہے کہ عین نصیحت کے وقت بھی یہ شخص مخاطب کو اپنے سے افضل سمجھے۔
۳۔ دوسروں کی نصیحت کے لئے شفقت شرط ہے۔
۴۔ تبلیغ کے وقت خود نفسِ تبلیغ کو مطلوب سمجھے۔ ترتیبِ ثمرات کو مقصود نہ سمجھے کہ وہ غیر اختیاری ہیں۔
۵۔ وعظ میں تعرض خاص نہ ہونا چاہیئے بلکہ خطاب عام ہونا چاہیئے۔
۶۔ وعظ کے لئے مناسب ہے کہ محض تبلیغ کے لئے ہو کہ احکام کی تبلیغ کرے۔
(انفاسِ عیسیٰ ص ۲۴۹، ۲۵۴، ۲۵۶)

تبلیغ میں کوتاہی

ایک وعظ میں فرماتے ہیں۔ تبلیغ ہمارے اوپر اصول و فروع تمام احکام میں فرض ہے اس زمانے کی یہ بھی ایک نادانی ہے کہ فروع سے چشم پوشی بڑی دانائی جانی جاتی ہے (مؤلف)

جس طرح اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ میں ایمان وعمل صالح کا امر فرمایا ہے اسی طرح وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ کا بھی امر فرمایا اور اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ کے خسارہ سے بچنا ان دونوں ہی پر موقوف ہے۔

اب اپنی غفلت کا حال دیکھئے کہ چوبیس گھنٹے میں کتنا وقت اس فریضہ کی ادائیگی میں صرف کرتے ہیں جن پر زور نہیں ان کو تو رہنے دو جن پر زور ہے ان کے ساتھ بھی تواصی بالحق کا معاملہ نہیں کیا جاتا۔ زیادہ شکایت دینداروں سے ہے کہ وہ بھی گھر والوں کو دین پر تنبیہ نہیں کرتے نہ اس کی خبر رکھتے ہیں کہ آج بیوی بچوں نے نماز پڑھی یا نہیں پڑھی اور کوئی کام خلاف شرع تو نہیں کیا بس یہ سمجھ لیا کہ اپنی اصلاح کر لینا چاہیئے تاکہ ہم خود جنت میں چلے جائیں حالانکہ اس کا بھی مؤاخذہ ہوگا کہ اپنے گھر والوں کو بھی دین کے راستہ پر کیوں نہیں چلایا صاف ارشاد ہے کہ قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِیْكُمْ نَارًا (كلكم راع وكلكم مسئول عن رعيته) اگر کبھی اپنی نماز قضا ہو جاوے تو اس پر تو ندامت ہوتی ہے مگر ترک تواصی و ترک تبلیغ پر ذرا ندامت نہیں ہوتی، انصاف سے کہئے کبھی بیوی کو نصیحت نہ کرنے یا کسی دوست کی خلاف شرع وضع پر نصیحت نہ کرنے پر بھی ندامت ہوئی۔

(انفاس عیسیٰ)

توسّل کی حقیقت

توسّل لغت میں تقرب اور نزدیکی کو کہتے ہیں۔ قرآن شریف میں ہے۔ وَابْتَغُوْٓا اِلَیْهِ الْوَسِیْلَةَ یعنی اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرو۔ بعض حضرات نے بلا دلیل اَلْوَسِیْلَة کی شیخ و مرشد کے ساتھ بالتخصیص تفسیر کی ہے حالانکہ اس خصوصی تفسیر کی کوئی ضعیف دلیل بھی موجود نہیں۔ ہاں شیخ وسیلہ کے عموم میں آسکتا ہے کیونکہ وسیلہ کے معنی ہیں مَا یُتَقَرَّبُ بِهٖ اِلَی اللّٰهِ یعنی ہر وہ چیز جس سے اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل ہو اور چونکہ شیخ سے بھی اللہ تعالیٰ کا قرب

حاصل ہوتا ہے اس لئے اس کو بھی وسیلہ کے عموم میں داخل کیا جاسکتا ہے کہ اسباب قرب میں سے ایک شیخ بھی ہے باقی بالتخصیص شیخ کے ساتھ تفسیر کرنا صحیح نہیں اور بعض نے تو اس سے بھی زائد غضب کیا اور کہا کہ وسیلہ سے بیعت شیخ مراد ہے یہ تو بالکل تحریف ہی ہے ہاں وسیلہ کے عموم میں شیخ کی تعلیم وتلقین اور اصلاح داخل ہوسکتی ہے۔ باقی بیعت وہ صرف اس تعلیم وتلقین کی اتباع کا معاہدہ ہے خود وہ اسباب قرب سے نہیں۔ حاصل یہ ہے کہ وسیلہ کے حاصل معنیٰ حق تعالیٰ کا تقرب حاصل کرنے کے ہیں باقی اس توسل کی ایک خاص صورت یہ دعا کرنا بھی ہے کہ یا اللہ فلاں بزرگ کے وسیلہ سے ہماری فلاں مراد پوری کر۔ اس کو جمہور جائز کہتے ہیں اور ابن تیمیہؒ منع کرتے ہیں اور چونکہ اس کی ممانعت کی دلیل نہیں چنانچہ عنقریب اس کی تحقیق آتی ہے۔ اس لئے اس توسل کو منع کرتے ہیں جو استعانت واستغاثہ تک پہنچ جائے کیونکہ اس سے شرک لازم آتا ہے اور ایسے توسل کو سب علماء منع کرتے ہیں اب میں توسل کی اس خاص صورت کی حقیقت بیان کرتا ہوں۔ اس کے متعلق مجھ کو بہت دنوں تردد رہا کہ ان الفاظ کے کیا معنیٰ ہیں۔

اوّل میں ابن تیمیہؒ کا مذہب بیان کئے دیتا ہوں پھر توسل کی حقیقت عرض کروں گا ابن تیمیہؒ نے لکھا ہے کہ توسل اعمالِ صالحہ سے تو مطلق جائز ہے اور اعیان میں یہ تفصیل ہے کہ اگر زندہ ہوں تو بایں معنیٰ جائز ہے کہ ان سے دعا کی درخواست کی جائے اور اموات سے ناجائز ہے کیونکہ وہاں یہ معنیٰ متحقق نہیں ہوتے اور اس پر احادیث سے استدلال کیا ہے چنانچہ توسل بالاعمال کے جواز پر بخاری کی اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ تین آدمی ایک غار میں بند ہوگئے تھے تو تینوں میں سے ہر ایک نے اپنے ایک ایک عمل سے توسل کیا یعنی اس کا واسطہ دے کر نجات کی دعا کی اور وہ دعا قبول ہوگئی۔ پھر توسل بالاعیان کے متعلق حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا واقعہ لکھا ہے کہ انھوں نے استسقاء میں حضرت عباسؓ سے تو توسل کیا جس کے وہی معنیٰ ہیں کہ ان سے دعا کی درخواست کی اور حضور صلی اللہ

علیہ وسلم سے توسل نہیں کیا۔ اگر غیر احیاء سے توسل جائز ہوتا تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ یقیناً حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے توسل کو اختیار فرماتے جمہور علماء نے اس آخر جزو کے متعلق بیان کیا ہے کہ حضرت عمرؓ نے حضرت عباسؓ سے اس لئے توسل کیا کہ امت کو معلوم ہو جائے کہ حضورؐ کے ساتھ تو جائز ہی ہے۔ غیر نبی کے ساتھ بھی جائز ہے نہ یہ کہ موتیٰ کے ساتھ توسل ناجائز ہے۔ غرض ابن تیمیہؒ موتیٰ کے ساتھ توسل کو مطلقاً ناجائز کہتے ہیں اور جس طرح ابن تیمیہؒ نے اس کی مخالفت میں غلو کیا ہے اسی طرح بعض جاہل صوفیوں نے جانب جواز میں افراط سے کام لیا ہے وہ مردہ کو مخاطب کر کے اس سے حاجتیں مانگتے ہیں اور ایک درجہ بین بین ہے کہ مردہ سے حاجت تو نہ مانگے مگر اس سے کہے کہ تم ہمارے واسطے دعا کرو سو اس کا بھی کہیں ثبوت نہیں اور میں اس کو ناجائز تو نہیں کہتا لیکن چونکہ ثبوت نہیں ہے اس لئے احتیاطاً احتراز ہی چاہیئے۔

توسل بالاعمال کو تو ابن تیمیہؒ بھی جائز کہتے ہیں اس لئے میں اگر ان کے زمانہ میں ہوتا تو میں نہایت ادب سے عرض کرتا کہ حضرت اس توسل بالاعمال کی حقیقت ہے کیا؟ میری سمجھ میں تو اس کی حقیقت یہ آئی ہے کہ جب کوئی شخص یہ کہتا ہے کہ اللہ فلاں عمل کے طفیل و صدقہ میں یہ کام کر دے تو اس کے یہ معنیٰ ہوتے ہیں کہ اے اللہ یہ عمل آپ کے نزدیک محبوب ہے اور آپ کا وعدہ ہے کہ آپ کے عمل محبوب سے جس کو تلبس ہو اس پر خاص رحمت ہوتی ہے اور اس عمل کے ساتھ ہم کو بھی کسب و صدور کا تلبس ہے لہٰذا اس تلبس پر جو وعدہ رحمت کا ہے ہم آپ سے اس رحمت کو طلب کرتے ہیں۔ اس حقیقت کو سامنے رکھ کر اگر کوئی توسل بالاعیان بھی کرے تو توسل بالاعیان اور توسل بالاعمال میں کیا فرق ہے؟ پھر خواہ وہ اعیان احیاء ہوں یا اموات۔ کیونکہ اب اس توسل بالاعیان کا حاصل یہ ہوگا کہ اے اللہ یہ بزرگ زندہ یا مردہ آپ کے محبوب ہیں اور آپ کا وعدہ ہے کہ آپ کے محبوب سے جس کو تلبس ہوگا اس پر رحمت ہوتی ہے اور ہم کو ان بزرگ کے ساتھ عقیدت و محبت کا تلبس ہے

اس لئے ہم آپ کی اس رحمت موعودہ کے طلب گار ہیں۔ اب فرمائیے کہ اس میں احیاء و اموات کا کیا فرق رہ گیا؟ مجھ کو یقین ہے کہ اس حقیقت کے واضح ہو جانے کے بعد ابن تیمیہؒ اگر زندہ ہوتے تو علی الاطلاق توسل بالاعیان الموتیٰ کی ممانعت سے رجوع فرما لیتے! مگر اب بھی ان کے قول کی یہ توجیہ کرتا ہوں کہ توسل ممنوع سے مراد ان کی وہ توسل ہے جو فریاد و استغاثہ تک پہنچا ہوا ہو اور مطلقاً توسل بالموتیٰ کی ممانعت نہیں کرتے یا یہ توجیہ کی جائے کہ توسل ممنوع تو وہی توسل ہے جو فریاد و استغاثہ کی شکل میں ہو مگر انھوں نے سداً للباب مطلقاً ممانعت کر دی تاکہ عوام جائز توسل سے بڑھ کر ناجائز توسل میں نہ پھنس جائیں کیونکہ توسل صرف مباح و جائز ہی ہے، مقاصد و واجبات سے تو ہے ہی نہیں اور جائز امر سے فتنہ و گمراہی پھیلنے کا اندیشہ ہو اور اہلِ علم اس سے روک دیں تو کچھ مضائقہ نہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ نہ مطلقاً توسل بالموتیٰ کی ممانعت ہے اور نہ یہاں تک جواز کہ ان سے حاجات یا بدرجۂ احتیاط دعا کی درخواست کی جائے۔ بین بین درجہ یہ ہے کہ ان کے طفیل سے دعا کر لی جاوے جس کی حقیقت طلب رحمت موعودہ بالتلبس ہے پس اعتدال پر رہ کر افراط و تفریط سے بچنا چاہیئے۔

(ملفوظات الفصل للوصل۔ اسعد الابرار)

نظم ملقب بہ نفیرِ غیب

بر وفات حکیم الامت حضرت مولانا تھانوی نوراللہ مرقدہٗ

(از جناب ابوالاسرار رمزی اٹاوی)

نہ جانے کیا اچانک موج آئی اس کی رحمت کو — اٹھا کر لے گئی آغوش میں جبریل طلعت کو
اسی ماحول میں گم ہو گیا ہنستا ہوا تارا — سوادِ اعظمِ اسلام کا رخشندہ مہ پارا
وہ تارا جو رہا ملفوفِ احرامِ قیادت میں — گذاری جس نے اپنی زندگی اصلاحِ امت میں
بڑھاپے کا تو کیا کہنا مجسم آرزو ہو کر — خدا سے ہو گیا واصل خدا کی جستجو ہو کر

یہ تیری خانقاہِ پاک نورِ حق کا مینارہ — حقیقت جس میں روشن ہے تجلّی جس میں آوارہ
ابلتا دیکھتا ہوں کوثرِ عرفاں کا فوارہ — نظر کو بخشتا ہے دولتِ انوارِ نظارہ
یہ تیری سہ دری ہے جس کو طاقِ معرفت کہیے — یقیناً تربیت گاہِ مذاقِ معرفت کہیے
حکیم ایشیا کہیے تجھے یا عارفِ مشرق — عجم سے تا حرم ہر سو ہے تیرا شہرہ ناطق

تری تقریر کیا ہوتی تھی کشفِ سامعہ کہیے — تجھے اسلام کا اک چلتا پھرتا جامعہ کہیے
وہ دولت لیکے اٹھتے تھے جو تیرا وعظ سنتے تھے — بغیرِ ساز و نغمہ وجد میں سر اپنا دھنتے تھے
اجالا اسطرح کرتا تھا پیدا ذہنِ فاسق میں — سپیدہ جیسے اگتا ہو ریاضِ صبحِ صادق میں
اسی امت کے قدم نا رفتنی راہوں سے روکے ہیں — کہ جن راہوں میں پوشیدہ جہنم زار ہوتے ہیں
دماغِ جہل سے خارج کیا بیہودہ رسموں کو — کچل ڈالا تمدن کے شر انگیز جلدوں کو
اٹھا دی یک قلم ملت کی وہ رسمی رواداری — سمجھ رکھا تھا دنیا نے جسے رازِ دنا داری

نظر چہرے سے پڑھ لیتی تھی کیفیاتِ پنہانی
بصیرت کو نظر آتا تھا مد و جزرِ انسانی
کمندیں پھینکتی تھیں اہرمن پر تیری تدبیریں
علاجِ معصیت ثابت ہوئیں اکسیر تحریریں
نہ لالچ دے سکیں ہرگز تجھے سکّوں کی جھنکاریں
ترے دستِ توکل میں تھیں استغنا کی تلواریں
کتابِ زندگی کا ہر ورق تصویرِ سنت ہے
تری ہر نقل و حرکت نقشۂ تدبیرِ سنت ہے
شرف تجھ کو ملا بزمِ ولا کی باریابی کا
صحابی گو نہیں لیکن نمونہ تھا صحابی کا
ترے پہلو میں نفسِ مطمئنہ کھل کھلاتا تھا
یقیں تارِ نفس پر نغمۂ توحید گاتا تھا
دماغ و دل ترے مومن سہی کیا ہر ادا مومن
خدا کے ساتھ تیرا رشتۂ عشق و وفا مومن
تری حاضر جوابی سے ہر اک مسرور ہوتا تھا
ترا سادہ سا فقرہ مصرعۂ منشور ہوتا تھا
تری تحقیق کے جھنڈے سرِ افلاک لہرائے
جہاں سائنس کا ذہنِ رسا جانے سے لنگڑائے

بفیضِ پرتوِ امدادِ حق ہر فن میں کامل تھا
نہ کیوں ہوتا کہ آخر دیدۂ یعقوب کا تل تھا
تو شاگردِ رشید ایسا کہ استادِ جہاں نکلا
زمینِ ہند کا ذرہ، چراغِ آسماں نکلا
کسے گنجائشِ شک ہے مبارک کامرانی میں
کہ اک دنیائے نو چھوڑی ہے اس دنیائے فانی میں
ترے انجامِ بہتر کا پتہ آغاز دیتا تھا
ترا مستقبلِ تاباں تجھے آواز دیتا تھا
تو میدانِ صحافت میں بھی سبقت لے گیا سب پر
کہ نو سو تک پہنچ جاتا ہے تصنیفات کا نمبر

مقدس اسپرٹ کے جوہر و جذبات دیکھے ہیں
صحیفے تیرے خطبے اور ملفوظات دیکھے ہیں
کسی میں فلسفہ، منطق کسی میں نورِ حکمت ہے
ذخیرۂ علمِ دیں کا، گنجِ اسرارِ نبوت ہے۔
ترے حکمت بھرے نسخوں سے بوئے علم آتی ہے
فضائے روح میں جو نور بن کر پھیل جاتی ہے
جنھیں پڑھنے سے عقبیٰ کے چمن کی یاد آتی ہے
اسی دارالبقا سچے وطن کی یاد آتی ہے
مطالب جن کے قاری کو غذائے فکر دیتے ہیں
تغافل کیش روحوں کو پیامِ فکر دیتے ہیں

ممیّز کر دیا ناموسِ اکبر سے زوائد کو
روایاتی عناصر، اجنبی باطل عقائد کو
اُجاگر کر دکھایا دینِ فطرت کا پسِ منظر
مکدّر ہو چکا تھا روغنِ اوہام سے یکسر

رُخِ اسلام کو حقانیت کی دھوپ میں دیکھا
اسے تیری بدولت آسمانی روپ میں دیکھا
سبق تُو نے دیا ہم کو محمدؐ کی اطاعت کا
خلوص آمیز عظمت اور سنجیدہ محبت کا
دلِ تاریک روشن کر دیئے تیری نگاہوں نے
درِ توبہ پہ رکھدی اپنی پیشانی گناہوں نے
سکھائے فقر کے آداب تُو نے بادشاہی کو
جلالِ قیصری بخشا جمالِ خانقاہی کو
سوادِ آذرستاں سے اندھیرے کو مٹا ڈالا
صنم زارِ دوآبہ کو خلیلستاں بنا ڈالا
نئے فتنے اُٹھے اور اُٹھ کے تفسیریں بدل ڈالیں
مگر تو نے مسلمانوں کی تقدیریں بدل ڈالیں
سیاہ کاری نے جب بھی پاؤں پھیلائے بغاوت کے
خدا نے غیب سے بھیجے سفیر اپنی ہدایت کے

چنانچہ حجۃ اللہ بن کے آیا تو زمانے میں
پیامِ رُشد پوشیدہ تھا تیرے تازیانے میں
ملی تھی تجھ کو مشکوٰۃِ نبوّت سے درخشانی
سلیقہ تیرا قدوسی فراست تیری نورانی
تری تہذیب اسلامی ترا کلچر مسلمانی
ڈسپلن سے ترے اغیار کو ہے سخت حیرانی
سیاست تیری فاروقی ہدایت تیری لقمانی
تری کل زندگی مجموعۂ کردار روحانی
محقق مجتہد عالم محدث حافظ و قاری
بایں اوصاف شہرت سے بری اظہار سے عاری
تواضع سادگی، مردانگی، زہد و وفا کیشی
محمدؐ کے مشن کی ترجماں تھی تیری پالیسی
نچھاور روح کرتا تھا نشانِ پائے احمدؐ پر
تصوّر اُڑتا رہتا تھا ہمیشہ سبز گنبد پر
قدم راہِ نبیؐ میں اور پنجہ نبضِ امت پر
حکیمانہ نظر رہتی تھی قبض و بسطِ امت پر
ترے سر پر سجا اللہ اکلیلِ سعادت تھا
ترا مقصد کمالاتِ نبوت کی اشاعت تھا
ترا غیور جذبہ صورتِ فولاد محکم تھا
ترے پیکر میں روشن شعلۂ فاروقِ اعظم تھا

حریم دل کے میلے آئینے خود دھلتے جاتے ہیں
حجابات اٹھتے جاتے ہیں دریچے کھلتے جاتے ہیں

مرقع ہے حدیثوں کا الٰہیات کا دفتر
ہمارے واسطے چھوڑا ہے کیا پاکیزہ لٹریچر

لکھے گا وقت آبِ زر سے ترے کارناموں کو
مسلماں حفظ کرلیں کاش ان زریں پیاموں کو

جو سچ پوچھو جہاں میں قطبِ ارشاد و ہدایت تھا
ترے تبلیغ کے ہاتھوں میں فانوسِ ہدایت تھا

ترسیٹھ سال تک تو نے ہمیں تبلیغ فرمائی
یہی وہ عمر تھی جو سرورِ کونین نے پائی

یہ رمزی بے بصیرت ہے تیرے رتبے کو کیا جانے
جو مرتبہ ہو تیرا وہ ترے اوصاف پہچانے

یہ خدام شریعت ہیں جو مانندِ پیمبر ہیں
وہ دریا کیسا ہوگا جس کے یہ قطرے سمندر ہیں

جہاں سے نقش مٹ سکتا نہیں اللہ والوں کا
یہ تیرا مرثیہ کیا ہے قصیدہ ہے کمالوں کا

تری تعریف سے تعریف ربانی عبارت ہے
کہ جس کے پاس جو کچھ ہے وہ اس کی ہی امانت ہے

عقیدت نے جسے لکھا ہے قرطاسِ محبت پر
جسے بے تابیاں پڑھتی ہیں خلوت میں بچشم تر

کبھی مدت میں ساقی بھیجتا ہے ایسا مستانہ
بدل دیتا ہے جو بگڑا ہوا دستورِ میخانہ

منقول از خاتمۃ السوانح صفحہ ۱۸۳ تا صفحہ ۱۸۶ مطبوعہ امداد المطابع
تھانہ بھون سنہ ۱۳۶۴ھ

گہ مست فتد بر گل و گہ بر سرِ خارے
دیوانہ شُد از جلوۂ حُسنِ تو بہارے

افاداتِ عارفیہ

حضرت ڈاکٹر محمد عبد الحی صاحب مدظلہ

کی

مجالس کے تاثرات

عمر بھر گلچینیاں کی ہیں ریاضِ حُسن میں
کونسا وہ پھول ہے جو میرے دامن میں نہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّيْ عَلٰى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ

جناب ڈاکٹر صاحب مدظلہ کی مجالس میں افادات عارفیہ سے جو میں نے وقتاً فوقتاً خوشہ چینی کی ہے اس کا جو کچھ ذخیرہ میرے پاس جمع ہے۔ اس کو مختلف عنوانات کے تحت مرتب کر کے ہدیۂ ناظرین کر رہا ہوں اللہ تعالیٰ نافعیت و شرف قبولیت عطا فرماویں۔ آمین۔
حسب ذیل مضامین حضرت حکیم الامتؒ کے ارشادات کی تشریح ہیں۔
(مسعود احسن عفی عنہ)

علم و عمل

علمے کہ رہ حق نہ نماید جہالت است

ایک دن اہل مجلس سے حضرت ڈاکٹر محمد عبدالحی صاحب مدظلہ نے ارشاد فرمایا کہ ہم لوگ یہاں اسی لئے جمع ہوتے ہیں کہ دین کا کچھ علم حاصل کریں اور اس پر عمل کرنے کا سلیقہ سیکھیں۔ لیکن ہمارا یہ مقصود اسی وقت حاصل ہو سکتا ہے کہ پہلے اچھی طرح اس مقصود کی حقیقت کو سمجھ لیا جائے تاکہ صحیح علم دین حاصل ہونے پر اس کے مطابق صحیح عمل کی توفیق ہو۔

مجھے اس معاملہ میں جن باتوں سے نفع تام حاصل ہوا ہے میں وہی باتیں آپ کے سامنے بیان کرتا رہتا ہوں اس لئے کہ ؎

خواہی کہ متمتع شوی از نعمتِ دنیا
باخلق کرم کن چو خدا باتو کرم کرد

میں نے جو کچھ بھی دین کے علم وعمل کا سرمایہ حاصل کیا ہے وہ سب اپنے پیر ومرشد حضرت حکیم الامت شاہ محمد اشرف علی صاحب تھانوی قدس سرہ العزیز کی تعلیم وتربیت سے ان کے تصانیف سے ان کے مواعظ وملفوظات سے حاصل کیا ہے اور جو کچھ بھی مجھ کو نفع ہوا ہے سب ہی ان کی مربیانہ شفقت اور توجہات بزرگانہ کا ثمرہ وبرکت ہے الحمد للہ علیٰ ذالک حمداً کثیراً کثیرا۔

میں آپ کو بھی اس نعمت عظمیٰ کی طرف متوجہ کرنا چاہتا ہوں اور ایسا کرنے ہی میں میرے لئے سعادت وفلاح ہے اگر میری ساری زندگی اس کام میں صرف ہو جائے زہے قسمت اور اس کا مصداق بن جائے ؎

ما عمر خویش صرف رہ یار کردہ ایم
کارے کہ کردہ ایم ہمیں کارِ کردہ ایم

چنانچہ اپنی استعداد وقابلیت کے مطابق حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ ہی کے مسلک اور مذاق وانداز تعلیم وتربیت کی وضاحت اپنے لفظوں میں کرتا رہتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ مجھ کو اور آپ سب کو فہم سلیم علم صحیح اور توفیق اعمال صالحہ عطا فرما دیں آمین۔

میں آپ سے اکثر اس معاملہ میں تاکید کرتا رہتا ہوں کہ آپ سب حضرت حکیم الامت رحؒ کی چند خاص تصانیف ضرور مطالعہ میں رکھیں مثلاً نشر الطیب فی ذکر الحبیب صلی اللہ علیہ وسلم۔ حیوٰۃ المسلمین تعلیم الدین، جزاء الاعمال، فروع الایمان۔ بہشتی زیور وگوہر وغیرہ اور کثرت سے حضرتؒ کے مواعظ وملفوظات کا مطالعہ کریں انشاء اللہ آپ کو دین کی تمام ضروری باتیں اور ان پر آسان طریقۂ عمل معلوم ہو جائے گا۔ یعنی آپ کو شریعت وسنت وطریقت کا کافی وشافی علم حاصل ہوگا اور اس کے مطابق آپ کی روزمرہ کی زندگی کے لئے ایک جامع اور نافع ضابطۂ حیات اور دستور العمل میسر ہوگا۔ دین کے ان تینوں شعبوں کے تمام چھوٹے بڑے جزئیات پر حضرتؒ نے بڑے مفصل اور مفید وعظ فرمائے ہیں جن میں اصلاح عقاید واعمال، اصلاح معاملات، اصلاح معاشرات و

اصلاح اخلاقیات کی بڑی وضاحت فرمائی ہے۔

چنانچہ ان تصانیف و مواعظ کے مطالعہ سے آپ کو معلوم ہوگا کہ دین نام ہے علم وعمل کا، یہ دونوں آپس میں لازم وملزوم ہیں۔ ایمان حاصل ہونے پر اس کے مطابق عمل کرنا فرض وواجب ہے، اور اسی حقیقت کا نام اسلام ہے اس لئے اس حقیقت کو خوب اچھی طرح سمجھ لینا چاہیئے کیونکہ دین کے صحیح علم کے بغیر ایمان بھی خطرے میں آجاتا ہے۔

اس کے متعلق اس وقت آپ کے سامنے کچھ اجمالاً بیان کرنا چاہتا ہوں۔ امید ہے کہ اس قدر بھی کسی نہ کسی درجہ میں مفید ہی ہوگا جو بھی سمجھ لے اور جسے بھی توفیق عمل ہوجائے اس کی خوبی قسمت ہے۔ جتنے لوگ بھی خواب غفلت سے بیدار ہوجائیں، جتنوں کو بھی اپنی اور اپنے متعلقین کی سلامتی دین وایمان کی فکر واہتمام ہوجائے، اتنے ہی ہم اپنے فرض تبلیغ سے سبکدوش ہوں گے۔ اس لئے اس کی ضرورت ہے کہ دین کے علم وعمل اور اس کی حقیقت کی طرف ہماری توجہ ہو، اللہ تعالےٰ کے احکامات کی عظمت دل میں پیدا ہو اور آخرت میں اعمال نیک اور اعمال بد پر جزا وسزا کی حقیقت سمجھ میں آجائے جنّت کے حصول کی ترغیب اور عذاب جہنم سے بچنے کے لئے دل میں خوف پیدا ہو۔ یہاں دنیا میں خواہ کتنی ہی غفلت و بے پرواہی دین سے برتی جائے لیکن اس کا خمیازہ دنیا کی ذلت کے ساتھ ساتھ آخرت میں عذاب دوزخ لازمی اور یقینی ہے اس لئے دین کی اہمیت وحقیقت کو سمجھئے اور اپنی نجات اور اپنے متعلقین کی نجات کا سامان درست کیجئے۔

دین اور اسلام کی تعریف اس طرح کی جاسکتی ہے کہ یہ مرکب ہے شریعت، سنت اور طریقت کا۔ یہ تینوں چیزیں آپس میں کچھ اس طرح ایک دوسرے کے ساتھ ملی جلی ہوئی ہیں کہ ان کا جدا کرنا ناممکن ہے۔ ہاں یہ اور بات ہے کہ ان کی وضاحت کے لئے جداگانہ عنوانات اختیار کر لئے جاویں۔ ان تینوں چیزوں پر عمل کرنا ہم پر فرض ہے اگر ان میں سے ایک میں بھی کمی یا کوتاہی ہے تو اسی قدر ہمارا دین ناقص ہوگا اس کی تفصیل یوں سمجھئے کہ اصل چیز تو شریعت ہے یعنی احکامات الٰہیہ جو مجموعہ ہے ظاہری وباطنی اوامر ونواہی کا۔ ان پر کس طرح عمل کیا جائے وہ طریقہ حضور معلم اولین وآخرین صلی اللہ

علیہ وسلم کی سنت کا ہے اور اتباع سنت کے لئے ضرورت ہے حدود کے اندر عمل کرنے کی اور وہ حدود معلوم ہوتے ہیں طریقت کی روشنی میں جہاں شیطان اور نفس کے مکائد اور تلبسات کے ساتھ اعمال میں افراط و تفریط پیدا نہ ہونے پائے۔ اور سنتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کامل حاصل ہو کر فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ کا مصداق بن جائے۔ حقیقت یہ ہے کہ طریق سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہی اصل اور واحد صراط مستقیم ہے اور یہ صراطِ مستقیم اللہ جل شانہ، کا قائم کیا ہوا دین ہے جس کے متعلق فرماتے ہیں اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا ؕ

جن لوگوں نے شریعت پر سنت کی روشنی میں طریقت کے اصول پیش نظر رکھ کر عمل کیا انہیں نے کچھ ایمان کی حلاوت پائی اور اسلام کے برکات کا مشاہدہ کیا۔ ایسے صالحین اور کاملین حضرات ہر زمانے میں کم ہی رہے ہیں لیکن یہی وہ برگزیدہ صفات ہستیاں ہیں جن سے ہمیشہ عامۃ المسلمین رشد و ہدایت کی سعادت و دولت حاصل کرتے رہتے ہیں جس طرح علوم شریعت ..... کے حاصل کرنے کے لئے درسگاہیں قائم ہیں اسی طرح علوم طریقت کے لئے یہی تربیت گاہیں ہوتی تھیں ان کے معلم وہی لوگ ہوتے تھے جن کو مصلح باطن و مرشد طریق کہا جاتا ہے اور یہی بزرگ مسیحائے روحانی ہوتے ہیں۔ ان تربیت گاہوں سے ہر طرح کے طالبین حق خواہ بقدر ضرورت علم دین رکھنے والے اُمّی ہوں یا فارغ عالم سب ہی فیضیاب ہوتے تھے۔ سب ہی کی اصلاح و تربیت ہوتی اور تزکیہ نفس ہوتا رہتا تھا اور ان کے تمام اعمال و عبادات و معاملات و معاشرت و اخلاقیات، اسوۂ حسنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میں ڈھالے جاتے تھے۔ ایسے تربیت یافتہ صالحین و عابدین میں علمائے شریعت کا بڑا ممتاز درجہ ہوتا ہے۔ آپ بزرگانِ دین کے حالات پڑھیں تو معلوم ہوگا کہ کیسے کیسے جیّد علماء نے علوم تفاسیر و احادیث اور فقہ سے فارغ التحصیل ہو کر اپنے علوم ظاہری کو اعمال باطنہ سے مزیّن و مجلّٰی کرنے کے لئے ان مشائخ طریق کے سامنے عقیدت مندانہ زانوئے ادب تہہ کیا ہے۔ پھر ان کی تعلیم و تربیت سے نفس کو احکاماتِ الٰہیہ کا مطیع و فرمانبردار

بنانے کے لئے انھوں نے مجاہدے اور ریاضتیں کی ہیں، پھر یہی وہ لوگ ہیں جو علوم ظاہر و اعمال باطنی کے صحیح مقام پر فائز المرام ہوئے ہیں۔ ایسے ہی علماء کو علمائے ربانی و حقانی کہا جاتا، ان ہی کے متعلق ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ سے خشیت رکھنے والے علماء ہی ہوتے ہیں لیکن اس زمانے میں ایسی تربیت گاہیں شاید ختم ہی ہو چکی ہیں یا ہوں تو شاذ و نادر ہوں گی۔ یہ تو ان لوگوں کا ذکر تھا جنھوں نے علماً و عملاً دین کامل کا حق ادا کیا اور اپنے کارنامۂ حیات سے اسلام کا صحیح معیار اور لازوال مثال قائم کی ہے ؎

حریفاں بادہ ہا خوردند و رفتند تہی خم خانہ ہا کردند و رفتند

اب ان لوگوں کو دیکھئے جنھوں نے ظاہری علوم درسی تو حاصل کر لئے لیکن ان کے مطابق اعمال درست کرنے کا کوئی اہتمام نہیں کیا۔ صرف شریعت کی چند عبادات کے فرائض و واجبات رسمی طور پر ادا کرنے ہی کو کافی سمجھا۔ نہ تو انھوں نے اپنے حاصل کئے ہوئے علم شریعت کو اتباع سنت کے مطابق پاکیزہ بنانے کی ضرورت سمجھی۔ ایسے لوگ زعم علمی کی وجہ سے خود بینی و انانیت و غرور میں مبتلا ہو جاتے ہیں نہ ان کے معاملات میں صفائی ہوتی ہے نہ دیانتداری۔ نہ حقوق العباد کی اہمیت سمجھتے ہیں نہ ان کو ادا کرنے کی پرواہ کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ اور بھی طرح طرح کے رذائل باطنی میں مبتلا ہوتے ہیں۔ ایسے ہی لوگ اپنی مولویانہ وضع قطع سے لوگوں کو دھوکا دیتے ہیں اور اپنے اطوار و کردار کی وجہ سے دین کے متعلق عام طور پر لوگوں میں بدگمانیاں پیدا کرتے ہیں اور بدنام کنندۂ نکو نامے چند کا مصداق ہوتے ہیں۔

یہ دین کے معاملہ میں کس قدر بڑا ظلم ہے اللہ تعالےٰ محفوظ رکھیں یہاں ایک بات قابل تنبیہ ہے وہ یہ ہے کہ با ایں ہمہ چونکہ دین کی نسبت ان سے وابستہ ہے اس لئے دین کی عظمت کا تقاضا یہ ہے کہ ان کا احترام کیا جائے اور ایسے ظاہر پسند اہل علم کے متعلق بھی کوئی ایسی بات نہ کی جائے جو خلاف ادب ہو۔ ان کے اعمال کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے حوالے ہے۔

اب ذرا ان لوگوں کو بھی دیکھئے جن کو مسلمان سمجھا جاتا ہے اور وہ نام نہاد دیندار کہے جاتے ہیں۔

جن کو شریعت، سنت وطریقت کا، نہ علم کے اعتبار سے نہ عمل کے اعتبار سے کوئی دور کا بھی واسطہ ہے، یہ صوفیانہ طریق کے بہروپئے ہوتے ہیں اور فقیری و درویشی کا دم بھرتے ہیں۔ خود بھی گمراہ اور خلق خدا کو بھی گمراہ کرتے ہیں۔ اپنی وضع قطع اور تسبیح وسجادہ سے محض اپنے دنیاوی مفاد شکم پروری اور اغراض فاسدہ کے لئے لوگوں کو دھوکہ دینے کے لئے خدائی رازدار بنے بیٹھے ہیں۔ غیر اسلامی عملیات۔ تعویذ گنڈوں کا ڈھونگ رچا کر طریقت کے ناموس کو بدنام کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان آدم زاد شیاطین کی فریب کاری سے مسلمانوں کو محفوظ فرماویں۔

اسی طرح ایک اور طبقہ قابل عبرت ہے۔ وہ انگریزی تعلیم یافتہ مغرب زدہ ذہنیت کے لوگ ہیں بجز اس کے کہ وہ ایک مسلمان گھر میں پیدا ہوئے ہیں ان کو اسلام کے علم وعمل سے دور کا بھی کوئی علاقہ نہیں۔ ان کے تمام تر اعمال زندگی یہودیت ونصرانیت کے تہذیب ومعاشرہ میں ڈھلے ہوئے ہیں ان کی وضع قطع لباس وپوشاک اور اطوار وکردار سب غیر اسلامی ہیں اور ستم بالائے ستم یہ ہے کہ نام نہاد مسلمان ہوتے ہوئے بھی ان کو صرف اسلام سے مغائرت ہی نہیں بلکہ نفرت ہے اللہ تعالیٰ ان کو ہدایت عطا فرماویں۔ اس کا سبب کیا ہے؟ اس کا سبب بڑا قابل افسوس ہے کہ اس طبقہ کے افراد کو نہ گھر ہی میں اسلامی خوبو کی پرورش ہوتی ہے اور نہ تعلیم گاہوں میں ان کو صحیح اسلامی تعلیم حاصل کرنے کے مواقع ہوتے ہیں۔ ان نادانوں کو اس کا بھی احساس نہیں ہوتا کہ اگر وہ مسلمان گھر میں پیدا ہوئے ہیں تو اتنا تو معلوم کریں کہ اسلام کیا ہے۔ شارع اسلام کون ہے؟ کتاب اللہ کیا چیز ہے؟ اس طرف ان کو متوجہ کرنے کے لئے کوئی بھی تو محرک نہیں، بلکہ برخلاف اس کے تمام تعلیم گاہوں میں اور معاشرہ وتہذیب وتمدن کی فضاؤں میں زندقہ والحاد۔ لاقانونیت۔ آزادی عورتوں کی بے پردگی۔ مخلوط تعلیم۔ بے شرمی بے حیائی بدرجۂ حیوانیت کا دور دورہ ہے۔ فواحشات ومنکرات کے مخرب اخلاق لٹریچر کی فراوانی ہے۔ سینما۔ ریڈیو۔ ٹی وی۔ رسالے ناول افسانے اخبارات اس قسم کے جاذب لذات نفسانی وشہوانی مضامین اور عریاں تصاویر سے بھرے ہوئے ہیں جس کا نتیجہ یہ ہے کہ انجام کار سے بے خبر جو اس باختہ نوجوان نسلیں ان کا شکار ہو کر برباد ہو

رہی ہیں اور وہ اپنے اس مادّی ونفسانی علم وعمل میں اس قدر مدہوش ہیں کہ اگر ان کو متوجہ کیا جاتا ہے کہ یہ کچھ انسانیت وشرافت اور شعار وشعورِ اسلام کے خلاف باتیں ہیں اللہ اور رسول کے احکامات ان باتوں کو حرام وناجائز قرار دیتے ہیں تو ان کا یہی فتوےٰ ہوتا ہے کہ موجودہ حالات ومعاشرے میں اسلام ایک ناقابل عمل مذہب ہے اس نام نہاد مہذب دنیا میں اس کا کوئی مقام نہیں (اسلام ان کے لئے اس لئے ناقابل عمل مذہب ہے کہ وہ خواہشات اور ناپاک وحرام لذات نفسانی وشہوانی میں مبتلا ہونے سے روکتا ہے اور ان کی نظر میں یہی سب باتیں متاعِ زندگی اور حاصل زندگی ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون) اب اس کا کیا جواب اور کیا علاج ؟

میں نے آپ کے سامنے دین سے برگشتگی اور اسلام کے بنیادی علم وعمل سے بیگانگی کے نتائج کے متعلق کچھ اجمالی باتیں اس لئے بیان کی ہیں کہ ہم آپ ان پیش نظر حقائق سے عبرت حاصل کریں اور جس قدر ممکن ہو اس کے خلاف جد وجہد کریں۔ ہر دیندار آدمی پر اس وقت اپنے اپنے دائرہ اثر میں دین اسلام کی تبلیغ فرض ہے۔

الحمد للہ ابھی تک ایسا ہی اللہ تعالےٰ کا فضل وکرم ہے کہ دین کی حفاظت اور اس کی تبلیغ کا بھی سلسلہ قائم ہے اکثر اہل علم اور اہلِ باطن جس قدر بھی ان کے امکان میں ہے اپنی تقریر وتحریر سے مسلمانوں کے رشد وہدایت کی مساعی میں مشغول ہیں اور مسلمانوں کو روز بروز تنزل اور خرابیٔ دنیا ودین کے اسباب سے متنبہ کر رہے ہیں اور ان کے تدارک کی تدبیریں اور طریقے بتلا رہے ہیں۔ مگر ان کا اثر اس قدر خفیف ہے کہ صرف بہت ہی مختصر دائرہ تک محدود ہے اس لئے اس کے بڑھانے اور مؤثر بنانے کی سخت ضرورت ہے۔ ہم اور آپ سب خود بھی اپنے علم دین وعمل کو صحیح وقوی بنائیں اور اپنے عزیز واقارب اور دوست احباب تک اس کو پھیلانے کی ہمہ وقت فکر رکھیں۔

اس زمانے کے قطب الارشاد مجدد اعظم حکیم الامۃ قدس سرہ العزیز نے ان تمام مذکورہ بالا حالات کا اندازہ فرما کر خواص وعام سب کے لئے ایک مختصر مگر جامع ونافع نصاب تعلیم مقرر کر دیا ہے جس میں دین کے متعلق تمام ضروری معلومات جمع کر دی گئی ہیں۔

ان چھوٹی چھوٹی سی کتابوں کو کہ ہر شخص بآسانی پڑھ سکتا ہے اور سمجھ بھی سکتا ہے اور اس کے مطابق عمل بھی کر سکتا ہے۔ ان کے علاوہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے مواعظ و ملفوظات کا مطالعہ بھی بہت ہی نافع ثابت ہوتا ہے۔

اکثر دین کی کتابیں ایسی ہوتی ہیں کہ جن کے مضامین عام فہم نہیں ہوتے پھر اس کے علاوہ دینی کتابوں کا انتخاب جن کے مصنف اہل حق ہوں فی زمانہ بڑی مشکل بات ہے اس کے لئے کسی صاحبِ علم سے جس سے عقیدت ہو مشورے کی سخت ضرورت ہے لیکن ہمارے حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کے مواعظ بہت عام فہم اور دل نشین ہیں۔ جن لوگوں نے بھی پڑھا ان کو بہت نفع ہوا اور کتاب "تعلیم الدین" تو حضرت والا کی ایک کرامت ہے۔ اس کتاب میں دین کے تمام شعبوں کی ضروری ضروری باتیں جمع کر دی گئی ہیں اور وہ سب اللہ تعالیٰ اور رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات مبارک کا دل آویز خلاصہ ہے گویا دریا کو کوزے میں بند کر دیا ہے۔

اسی طرح کتاب بہشتی زیور میں تمام اہم اور ضروری مسائل فقہ کے علاوہ دنیا و آخرت کی ہمہ گیر معلومات کلام اللہ اور احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سند کے ساتھ جمع کر دی گئی ہیں اور یہی خصوصیت کتاب حیوٰۃ المسلمین کی ہے۔ اس کے مطالعہ سے شریعت، سنت اور طریقت کی تمام ضروری باتیں واضح اور قابل عمل ہو جاتی ہیں۔ دین کا حاصل کر لینا صرف یہی نہیں ہے کہ کتابیں پڑھ لیں بلکہ علم کے مطابق عمل کرنا بھی ضروری ہے اس لئے اپنے علم و عمل کا جائزہ لینا ہے اور دیکھنا یہ ہے کہ ہمارے عقائد صحیح ہیں یا نہیں۔ ہماری عبادات صحیح طریقے سے ادا ہوتی ہیں یا نہیں۔ ہمارے معاملات معاشرت اور اخلاق شریعت و سنت کے مطابق ہیں یا نہیں۔ یہی باتیں ضروریات دین ہیں۔ یعنی دنیا و آخرت کا سرمایہ ہیں۔

ایمان لانے کے بعد عمل صالحہ کا اہتمام ہم پر فرض ہے اس لئے ایک نظر اپنی زندگی پر ڈال کر دیکھ لیجئے پھر آپ کے تمام اعمال ظاہر و باطن انشاء اللہ تعالےٰ درست ہو جائیں گے۔ مثلاً نماز ادا کرتے وقت ہمارا کپڑا ناپاک ہے اور رُخ بھی قبلہ کی طرف نہیں ہے تو ظاہر ہے کہ نماز تو نہ ہو گی اسی طرح اگر ہم نے اپنے معاملات و معاشرہ اور اخلاق درست نہ کئے اور صرف اوراد و وظائف اور عبادات کو رسمی طور پر

ادا کرتے رہے تو کبھی شرافت نفس اور انسانیت پیدا نہیں ہو سکتی۔ ہم بزعم خود اپنی عبادات پر مطمئن ہیں لیکن ہماری ذات سے ان سب کو تکلیف و ناگواری ہو رہی ہے جن سے ہمارا معاملات و معاشرہ میں تعلق ہے کیونکہ ہمارے رذائل انہیں تعلقات کے محرکات سے ابھرتے ہیں اور ان کے تقاضے پر ہم اپنے رذائل کی اصلاح کریں اور اپنی ذات سے کسی کو تکلیف نہ پہنچنے دیں اور اپنے حسنات میں پختگی پیدا کریں تاکہ اپنی اور اپنے متعلقین کی زندگی خوشگواری سے بسر ہو اور اتباع سنت کا زیادہ سے زیادہ اہتمام کریں تاکہ عنداللہ محبوب و مقبول ہوں پھر انشاء اللہ تعالیٰ ہمارے جتنے اعمال صالحہ ہیں وہی راحت خلق اور رضائے الٰہی کا باعث بنیں گے اور اس کے برعکس ہماری بداعمالیوں اور فسق و فجور کے بدلے میں دنیا میں بھی آزار اور پراگندگی اور آخرت میں بھی دردناک عذاب نار اور طرح طرح کی بھیانک ہیبت ناک سزائیں ہوں گی عیاذاً باللہ۔

یہاں کی بداعمالیوں اور فسق و فجور مثلاً رشوت، بے پردگی اور بے حیائی، سود، شراب، سینما اور گانے بجانے کا شوق، مغربی انداز کی وضع قطع ہماری شامت اعمال کی صورتیں ہیں جن کا آخرت میں "جہنم" نام ہے۔ کتابوں میں اس کی تفصیل پڑھیئے تاکہ آنکھیں کھل جائیں اور یہ غفلت و بے حسی دور ہو اور داعیہ اعمال صالحہ پیدا ہو۔ لیکن فہم دین کا ہونا۔ اعمال صالحہ کی توفیق ہونا، اچھے اخلاق کا حاصل ہونا اور بُرے اخلاق سے نجات ملنا بغیر کسی مرشد و مصلح کے عادتاً ناممکن ہے کیونکہ نفس کبھی خود اپنے اختیار سے قابو نہیں آتا۔ اس کے لئے تو کسی نشتر زن کی ضرورت ہے۔ ؎

نفس نتواں کشت الا ظل پیر　　　دامن آں نفس کش را سخت گیر

صحبت اہل اللہ سے ہمارا علم و عمل معتبر اور قابل اطمینان ہو جاتا ہے۔

؎ بے عنایات حق و خاصان حق
گر ملک باشد سیہ ہستش ورق

محاسبۂ نفس

فرمایا کہ انسان اس زندگی میں کیسے کیسے علوم حاصل کر لیتا ہے لیکن اگر علم حاصل نہیں کرتا تو خود اپنے نفس کا علم حاصل نہیں کرتا ؎

نہیں جاتی کہاں تک عقل انسانی نہیں جاتی
مگر اس سے حقیقت اپنی پہچانی نہیں جاتی

اگر نفس کا علم صحیح ہو جائے تو حقیقت زندگی کا راز منکشف ہو جائے شرف انسانیت حاصل ہو جائے۔ اپنے خالق کی معرفت نصیب ہو جائے عالم کائنات آئینہ مشاہدۂ حق بن جائے لیکن یہ علم نفس حاصل ہوتا ہے محققین و عارفین اہل اللہ کے فیضانِ نظر کرم سے بطور خود جن لوگوں نے اس میں غور و خوض کیا وہ ہمیشہ زندقہ و الحاد میں مبتلا ہو گئے لیکن اس پر آشوب و ہنگامہ پرور دنیا میں اور ہماری اس مشغول اور رواں باختہ زندگی میں کس کو ہوش کہ اس کی ضرورت و اہمیت محسوس کرے۔ نتیجہ ظاہر ہے کہ انسان اس دور حاضر میں، اس نام نہاد مہذب دنیا میں جانوروں کی طرح زندگی بسر کر رہا ہے شیطان کے قوی اور لذیذ محرکات سے ہمارے نفس کے تمام رذائل اور خبایث نہایت آزادانہ طور پر رولبکار ہیں اور ہم مقصود حیات سے غافل و بے خبر ہو کر عافیت سوز ساز و سامان کے ساتھ زندگی گذار رہے ہیں۔ خود بھی کلفت و آلام میں مبتلا ہیں اور دوسروں کے لئے بھی وجہ آزار ہیں۔

ہم آپ سے یہ باتیں کر رہے ہیں آپ سن لیں ورنہ ایسی باتیں کون سنتا ہے۔ مذاق دین ہی مسخ ہو چکا ہے اور یہ سب فسق و فجور، طغیانِ عصیان کا خمیازہ ہے خیر۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اب بھی کچھ لوگ ہیں جن کو خدا کا خوف و فکرِ آخرت ہے اور دین کی عظمت و محبت ان کے دل میں ہے، کیا عجب میری باتیں آپ لوگوں کے لئے سبق آموز ہوں۔

محاسبۂ نفس بڑی اہم اور ضروری چیز ہے بغیر اس کے شعور زندگی پیدا نہیں ہوتا اور نہ شرفِ

انسانیت نصیب ہوتا ہے۔ روزانہ کچھ وقت فرصت کا نکال کر تھوڑی دیر خلوت میں بیٹھ جائیں اور اپنے روزمرہ کی صبح سے شام تک کی زندگی کے معاملات پر ایک سرسری نظر ڈالیں اور دیکھیں کہ حقوق اللہ اور حقوق العباد اور حقوق النفس کس طرح ادا ہوتے ہیں۔ جہاں جہاں خامیاں اور کوتاہیاں نظر آئیں ان کے تدارک کے لئے خاص طور پر توجہ اور اہتمام کا قصد کریں اور اللہ تعالیٰ سے اپنی کمزوریوں کے رفع ہونے کے لئے دعا کریں۔ اور مؤاخذہ آخرت سے پناہ مانگیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ اس عمل سے کچھ ہی عرصہ میں نفع محسوس ہونے لگے گا۔ زندگی خوشگوار اور منظم ہو جائے گی اور خود بخود طبیعت لغویات اور فضولیات سے متنفر ہونے لگے گی اور خوش اخلاقی کی کیفیت پیدا ہونے لگے گی۔ اور اللہ تعالیٰ کی طاعات اور عبادات میں لذت محسوس ہونے لگے گی۔ ہمارا دل جو عبادات و طاعات میں نہیں لگتا، یا ان میں کوئی کیفیت محسوس نہیں ہوتی اس کا زیادہ تر سبب یہی ہے کہ ہماری زندگی کے لمحات بہت بدنظمی کے ساتھ گذرتے ہیں اور ان میں غیر ضروری مشاغل اور تعلقات کے اثرات جاری رہتے ہیں اور فضولیات و لغویات سے دل پر غبار رہتا ہے اور باطن کی صلاحیتیں برباد ہوتی ہیں انشاء اللہ تعالیٰ اس طرح جیسا کہ ابھی عرض کیا ہے مراقبۂ نفس کی عادت ڈالنے سے حیات طیبہ حاصل ہوگی۔ کام تو کرنے ہی سے ہوتا ہے محض سمجھ سے یا تمناؤں سے نفع نہیں۔ اللہ تعالےٰ ہم سب کو اس کی توفیق عطا فرمادیں۔

ہم کو چاہئے کہ اپنے نفس کا ہمیشہ محاسبہ کرتے رہیں، اور غور کریں کہ ہمارے آپس کے معاملات میں اور باہمی تعلقات میں کس طرح کے محرکات ہوتے ہیں جن سے ہمارے اچھے اور برے جذبات ابھرتے رہتے ہیں پھر ہم کو اس کی فکر ہونے لگے کہ برے محرکات سے اجتناب کیا جائے اگر ان سے بچنا مشکل معلوم ہوگا تو پھر اس کے لئے مجاہدہ کا جذبہ پیدا ہوگا۔ تاکہ برے محرکات کے اثرات سے محفوظ رہا جائے اور ایسے ماحول سے الگ رہا جائے جس سے ہمارے جذبات متاثر ہوتے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ محرک چاہے کتنا ہی خراب ہو اور قوی ہو لیکن جذبات اگر تربیت یافتہ ہیں تو نقصان کا خوف نہیں ہوتا اور اس کے برعکس محرک کتنا بھی ضعیف ہو جذبات اگر تربیت یافتہ نہیں

تو بہت خطرناک ہوتا ہے لیکن جذبات کی تربیت ہوتی ہے۔ پاکیزہ ماحول سے اور بزرگانِ دین کی صحبت سے جس کی برکت سے دل میں دین کی عظمت و محبت پیدا ہوتی ہے آئینہ اگر مکدّر ہے تو صحیح عکس نہ آئے گا پھر کیوں نہ اسے مصفا کر لیا جائے۔ آپ اپنے جذبات کی اصلاح کر لیں پھر سب محرکات آپ کے لئے معین و معاون ہوں گے۔ تعلق مع اللہ اور ترقی باطن کے لئے صوفیائے کرام کے یہاں ان ہی جذبات کی تہذیب و تربیت ہوتی ہے انہی کا تزکیہ کیا جاتا ہے اور جو جذبات شرافت ہیں انہیں بیدار کیا جاتا ہے مثلاً ایک گندے گنہگار اور شرابی شخص کو آپ نے دیکھا یہ ایک محرک ہوا اس سے آپ کا جذبۂ نفرت بیدار ہوا اور اس کے اس ناپاک عمل سے آپ نے سخت نفرت اپنے دل میں محسوس کی۔ میں کہتا ہوں کہ آپ کا یہ تاثر بالکل ٹھیک ہے مگر آپ کی اس شخص پر صرف ایک حیثیت پر نظر گئی اور ایک جذبہ آپ کا بیدار ہوا۔ یہ تو اس کا عمل ہے جس سے آپ متنفر ہیں۔ دوسری اس بداعمال کی ذات ہے۔ اس کی ذات پر شفقت کا جذبہ کیوں بیدار نہ ہوا اور کچھ نہیں تو کم از کم اس کے لئے دعا تو کرتے کہ اے اللہ یہ تو آپ ہی کا بندہ ہے ایک رذیلہ میں مبتلا ہے اس کی اصلاح فرمائیے اس پر رحم فرمائیے۔ اس طرح اس کے اعمال محرک ہوتے جذبۂ نفرت کے، اور اس کی ذات محرک ہونی چاہیئے جذبۂ شفقت کی۔ اور یہ دونوں جذبے ہی اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے ابھرنے چاہیئں جہاں ہمارا کوئی ظاہری یا باطنی عمل خالصتاً اللہ تعالیٰ کیلئے ہوتا ہے وہی حاصل تصوف ہے۔ وہی اخلاص و تقویٰ ہے۔

اگر کسی عمل میں ناگواری ہے تو صبر کرو۔ اگر فرحت ہے تو شکر کرو اور اس طرح ہر معاملۂ زندگی میں صبر و شکر کو اپنی عادت ثانیہ بنا لو۔ پھر نفس کے لئے ہر محرک نعمت معلوم ہوگا۔ پھر آپ شاکر و ذاکر ہو کر زندگی گزاریں گے جو حقیقت میں حیات طیبہ ہے۔

حضرت حاجی صاحبؒ نے ایک مرتبہ ہمارے حضرت والا سے فرمایا کہ میاں اشرف علی ٹھنڈا پانی پیا کرو۔ ہر بن مو سے الحمد للہ نکلے گا اور پھر فرمایا کہ ٹھنڈا پانی تو اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے ہی پیاس بھی نعمت ہے کیونکہ اسی کی وجہ سے ٹھنڈے پانی کی قدر ہو رہی ہے۔ سبحان اللہ!

حقیقتِ سلوک

فرمایا کہ ایک دفعہ ہمارے حضرتؒ نے ایک بڑی جامع اور گُر کی بات فرمائی کہ :

"کسی کو کسی سے تکلیف نہ پہنچے یہ کل سلوک ہے"

جب بندہ اپنے مالک کو خوش کرنے کا قصد کرتا ہے اور اپنے اعمال کو مرضیات الٰہی کے مطابق بنانے کی کوشش کرتا ہے تو اسی کا نام سلوک ہے اس لئے یہ صاف بات ہے کہ سالک کسی کی اذیت کا سبب بن کر محبوب کی رضا کا مورد نہیں بن سکتا۔ دراصل ہمارے رذائل ہی ہیں جو دوسرے کی اذیت کا سبب بن جایا کرتے ہیں۔ ہمارے عام رذائل گویا مخلوق خدا کو ایذا رسانی کا باعث ہوتے ہیں۔ تا وقتیکہ ان کا امالہ نہ ہو جائے اور مصرف درست نہ ہو جائے۔ ہمارے جتنے ملکات باطنیہ ہیں جب مخلوق کے ساتھ معاملہ ہوتا ہے جبھی وہ ابھرتے ہیں۔ عام تعلقات میں مکائد نفس کی سب قلعی کھل جاتی ہے اس لئے دیکھنا یہ ہے کہ ہم مخلوق کی اذیت کا باعث ہو رہے ہیں یا راحت کا؟ کیونکہ اسی فکر و اہتمام میں آداب انسانیت مضمر ہیں۔ اور اس تعلق مع الخلق میں دیکھنا یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ کی رضا حاصل کر رہے ہیں یا نہیں کیونکہ اسی میں احساس عبدیت بیدار ہوتا ہے۔

مجاہدہ

پھر جب اس کا اہتمام کیا جائے گا کہ دوسرے کو ہماری وجہ سے کوئی اذیت نہ پہنچے تو اس کے لئے مجاہدہ کرنا پڑے گا۔ نفسانی تقاضوں کو روکنا پڑے گا۔ غصہ سے درگذر کرنا ہوگا۔ شہوتوں کو دبانا پڑے گا ریاکاری سے بچنا پڑے گا۔ نظروں کو نیچا رکھنا پڑے گا۔ فضول گوئی، تفاخر، تکبر اور غیبت وغیرہ سے حسد کی گندگی سے اور عدم صفائی معاملات سے احتراز کرنا پڑے گا۔ کیونکہ یہی امور کسی نہ کسی طرح دوسروں کی اذیتوں کا سبب بن جاتے ہیں۔ اس لئے ان سے پرہیز کرنا پڑے گا

حفاظتِ حقوق

کسی اہل تعلق کی حق تلفی یقیناً اس کی اذیت کا باعث بنتی ہے حقوق دو قسم کے ہیں حق اللہ اور

حق العباد۔ سالک کو ہر حقِ واجب کو اپنے اپنے مقام پر ادا کرنا ضروری ہے اور اس کا خیال رکھنا ہے کہ کوئی بات ایسی سرزد نہ ہو جائے جو خدا تعالےٰ اور رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے عتاب اور مخلوق کی اذیت کا باعث ہو جائے۔

حفاظتِ حدود

اسی طرح جب حسنات میں بھی غلو ہو جائے گا اور ان کا محل مصرف صحیح نہ ہوگا، تو اعتدال جاتا رہے گا تو یہ بھی رذائل میں شمار ہو جائیں گے اور اہل تعلق کی اذیت کا باعث ہوں گے مثلاً اگر محبت محبوب کے لئے وجہ اذیت بن جائے تو یہ بھی رذیلہ ہو جائے گی کوئی ایسی بات جو محبوب کے مزاج کے خلاف ہو وہ محبت نہیں۔ حسرت نے خوب کہا ہے ؎

شیوۂ عشق نہیں حُسن کو رسوا کرنا
دیکھنا بھی تو انہیں دور سے دیکھا کرنا

اصلاحِ اخلاق

تمام حسنات کا اپنے اندر پیدا کرنا تاکہ مخلوق کو ہم سے راحت پہنچے اور اس ذریعہ سے ہم کو رضائے الٰہی نصیب ہو اور تمام رذائل کا امالہ کرنا تاکہ مخلوق خدا ہمارے نفس کے شرور سے حفاظت میں رہے۔ اور ہماری وجہ سے اس کو کوئی تکلیف و پریشانی نہ ہو کل سلوک نہیں تو اور کیا ہے۔ اصل میں لمحاتِ فکر یہ ہم کو نہیں ملتے کہ ہم ان باتوں پر غور کریں۔ آخر ایک مجدد نے اس کو کل سلوک کیسے کہہ دیا غور طلب بات ہے اور غور کرنے سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ تمام سلوک اور شریعت کا مقصد یہی ہے کہ حقوق کی ادائگی بکمالہٖ ہو جائے۔

اس طرح جی کہ بعد مرنے کے کوئی تو یاد گاہ گاہ کرے

بہشت آں جا کہ آزارے نباشد
کسے را با کسے کارے نباشد

دربارِ رسالت کی سند

اور یہ سب کچھ استنباط ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک عمل سے قربان جائیے حضور صلی اللہ

علیہ وسلم کی اداؤں کے، کہ جب عشار کے بعد آپ دولت خانہ میں تشریف لاتے تو بہت آہستہ سے فرماتے "السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ" اس طرح کہ جو سوئے ہوئے ہوں وہ بیدار نہ ہوں اور جو جاگے ہوئے ہوں وہ سن سکیں۔ یہ سند ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کی اور ہماری تمام معاشرت معاملات اور اخلاقیات کی بنیاد یہی ہے کہ کسی کو کسی سے تکلیف نہ پہنچے۔

کیسے افسوس کی بات ہے کہ رحمۃ اللعالمین صلے اللہ علیہ وسلم کا امتی اور مردم آزار! عجیب ہی بات ہے۔ لوگ اوراد و وظائف کا تو اہتمام کرتے ہیں عبادات نافلہ میں غلو کرتے ہیں۔ حقایق و معارف کی باتیں کرتے ہیں اور ان کی لذات میں محو رہتے ہیں لیکن اپنے اہل وعیال اور متعلقین اور اہل معاملہ کے ساتھ ان کی مزاج کی رعایت اور ان کی راحت کی کوئی فکر نہیں رکھتے۔ ان کی اس پر نظر نہیں ہوتی کہ حقوق واجبہ کے ادا نہ کرنے سے فریق ثانی کو کس قدر کلفت اور اذیت ہوتی ہے جو ایک درجہ میں صریحاً ظلم ہے۔ جب اس بات کا خیال ہے اور نہ اس کی اہمیت تو تم کیا سلوک طے کرو گے اور کیا اللہ تعالےٰ کو راضی کرو گے۔ اللہ تعالےٰ تو جب ہی راضی ہوں گے جب تم ان کی مخلوق کے حقوق شرع کے مطابق اپنے اخلاص عمل اور حسن سلوک سے ادا کرتے رہو۔ جو لوگ ایذارسانی کو سلوک کا مانع نہیں سمجھتے وہ لوگ دائماً محروم سلوک ہی رہتے ہیں اور ان کو غایت مقصود یعنی تقویٰ کی ہوا تک نہیں لگتی۔ بات یہ ہے کہ "ناقص نیت اور فاسد مقاصد" کے ساتھ اوراد و وظائف اختیار کرتے ہیں بس اس میں الجھ کر رہ جاتے ہیں۔ اس سے آگے نظر ہی نہیں جاتی۔ اللہ تعالےٰ مدارج بلند فرمائے۔ ہمارے حضرتؒ کے کہ ہم کو مزاجِ دین سے آشنا کر گئے، طریقت کو بے غبار کر گئے۔ زندگی کا معیار بتلا گئے اور رسمی خانقاہیت کی گمراہیوں سے نکال کر حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی چوکھٹ پر لا کر کھڑا کر دیا۔

جزاک اللہ کہ چشم باز کر دی
مرا با جانِ جاں ہمراز کر دی

استقامتِ دین

فرمایا کہ زندگی کی بہترین اور اہم ترین چیز نظم الاوقات ہے، اس سے ہر طرح کے دین اور دنیا کے کاموں میں بڑی سہولت اور برکت پیدا ہو جاتی ہے۔ زندگی کا ہر لمحہ اپنے ساتھ کسی نہ کسی حق واجب کی ادائیگی کا مطالبہ لے کر آتا ہے لہٰذا جو ضروری کام کرنا ہوں فوت و فرصت کے زمانے میں اپنے وقت پر کر لینے کی عادت ڈال لے۔ ورنہ یہ زندگی تو گذر جانے والی ہے۔ گذر جائے گی۔ ؎

میں دیکھتا ہی رہ گیا نیرنگ صبح و شام
عمر فسانہ ساز گذرتی چلی گئی (عارفی)

وقت کا حق اور تقاضا پورا کرنا اسی وقت ممکن ہے جب نظم الاوقات پر عمل کرنے کی سختی سے عادت ڈالی جائے۔ اس پر چند دنوں تک مجاہدہ کیا جائے پھر یہ حالت ہو جاتی ہے کہ اگر وقت پر کام نہ کیا جائے تو دل بے چین رہتا ہے پھر اس کام کے کر لینے ہی کے بعد سکون قلب ہوتا ہے جو فرائض و واجبات وقت پر ادا نہیں ہوتے اور ان کی تلافی مافات نہیں کی جاتی تو ان کا وبال و تاسف ہی باقی رہ جاتا ہے کلام پاک میں ہے کہ موت کے وقت بندہ کہے گا رَبِّ لَوْلَآ اَخَّرْتَنِیْٓ اِلٰٓی اَجَلٍ قَرِیْبٍ فَاَصَّدَّقَ وَاَکُنْ مِّنَ الصّٰلِحِیْنَ ۝

ترجمہ "اے میرے پروردگار کاش کہ آپ مجھے کچھ دنوں کے لئے مہلت دے دیتے تاکہ میں خوب صدقہ خیرات کرتا اور نیکوکاروں میں شمار ہوتا"

بس اب تم سمجھ لو کہ مہلت مل گئی۔ اس لئے کر لو جو کچھ تلافی مافات کرنا ہے۔ ہم اس وقت مختلف مشاغل کے لوگ یہاں جمع ہیں اپنی اپنی حالت کو دیکھ لو اور ایک نظر ڈال کر گذشتہ زندگی کا جائزہ لو۔

یہ بہت سی کوتاہیوں اور گندگیوں سے آلودہ نظر آئے گی۔ جو دنیا و آخرت دونوں میں بہت بڑے نقصان و خسران کا باعث ہیں جلد از جلد اسکا تدارک و تلافی کرلی جائے اور توبہ و استغفار سے اپنے ماضی و مستقبل کو صاف کرلیا جائے۔ توفیق ندامت قلب کے ساتھ توبہ استغفار اللہ تعالےٰ کا سب سے بڑا انعام ہے۔ اسی سے حالات زندگی بہتر ہوتے چلے جاتے ہیں اور بندگی کا رخ درست ہوجاتا ہے اس کو کام میں لاؤ اور لغویت، معصیت اور غفلت جو زندگی میں داخل ہوچکی ہیں ان کو ترک کردو پھر یہی ہماری گھریلو زندگی کاروبار کھانا پینا۔ دوست احباب، عزیز و اقارب کے ساتھ تعلقات و معاملات سب اعمال حسنہ ہیں۔ اب اس طرح ہماری زندگی حیات طیبہ ہے اور ہم سیدھے اور پُر عافیت راستہ پر ہیں الحمدللہ۔

یہ واقعات اور لمحات زندگی ہیں تعلقات ہیں، معاملات ہیں۔ ان سب کے کچھ مطالبات ہیں۔ ان سب تغیرات اور حالات کے اندر جیسا جیسا وقت آتا جائے اس کا حق ادا کرتا جائے۔ کبھی کچھ موقع شکر ہے۔ کبھی موقع صبر ہے اور یہ دونوں اللہ تعالےٰ کی رضا کے مقام ہیں۔ انسان بہر حال انسان ہے خطا و نسیان اس کی فطرت میں ہے مگر یہ قصد و اہتمام کہ اگر غفلتیں یا لغزشیں ہم سے صادر ہوئیں تو انشاء اللہ تعالیٰ نادم ہوکر توبہ کرلیں گے۔ تو پھر یہ لغزشیں بھی ہماری محسن ہیں ان سے باز رہنے کے لئے مجاہدہ کرنا پڑتا ہے۔ دل میں خشیت الٰہی پیدا ہوتی ہے ان ہی سے متاثر ہوکر ان کے تدارک کے لئے عجز و نیاز کی کیفیت پیدا ہوتی ہے جس سے قرب الٰہی حاصل ہوتا ہے اور حیات طیبہ میں مزید اضافہ ہوتا ہے اس لئے کہ ہم اپنی لغزشوں پر نادم ہیں شرمسار ہیں استغفار کررہے ہیں۔ تلافیٔ مافات میں لگے ہوئے ہیں اور یہ سب کچھ بھی عین ان کی رضا کے مطابق ہی ہے ؎

سب کام اپنے ہیں اس کے دلخواہ الحمدللہ الحمدللہ

جب یہ حالتیں راسخ ہوجاتی ہیں ان ہی کو اصطلاح طریق میں "مقامات" کہتے ہیں۔ مقام کے معنی ہیں، ملکات حسنہ کا امور طبعیہ کا بن جانا۔ ان میں تردد نہ ہونا۔ تذبذب نہ ہونا، استحکام ہوجانا اور اہتمام کرتے کرتے اہتمام کی عادت ہوجانا۔ چاہے کوئی کیفیت ہو یا نہ ہو عمل پر دوام رہے۔

ع یعنی اپنی سی کئے جانے بنے یا نہ بنے

ہم تو صرف اہتمام کے مکلف ہیں انجام کے مکلف نہیں۔ انجام کی کامیابی تو ان کی عطا ہے۔ جب ہم شرعی دستور العمل پر ظاہراً و باطناً عمل پیرا ہیں، فرائض و واجبات اور اتباع سنت کے اہتمام میں مشغول ہیں تو تصور میں لائیے کہ جب اس دستور العمل کو خوب سوچ سمجھ کر ہم نے اپنی زندگی کا نصب العین بنالیا ہے کیا اس میں کسی تغیر کا بھی ارادہ ہے؟ بالکل نہیں ہے!

اَلْاِسْتِقَامَتُ فَوْقَ الْکَرَامَتْ

سو سال کی زندگی ہو تب بھی یہی کرتے اور ابد الآباد کی ہوتی تب بھی یہی کرتے۔ جب یہ ہے تو اس کا صلہ بھی انشاء اللہ تعالےٰ ابد الآباد رضا کا مقام جنت ہے۔

ارے قصداً اہتمام و استقامت ہی سے تو اللہ میاں راضی ہوتے ہیں جو کام کرنے کا ہے ہم وہی تو کر رہے ہیں۔ اب پچاس قدم پر جان نکل جائے یا سو قدم پر، ہم تو مکلف تھے اہتمام کے۔ آگے ہم کو کیا معلوم کہ موت ابھی آجائے گی یا کب آئے گی۔

اتنا تو آسان طریق پھر مایوسی کی کیا بات ہے۔ راہ پر پڑ جانے کے بعد بڑی بیکار بات ہے یہ کہتے رہنا کہ دیکھیں انجام کیا ہو، ہم تو بڑے گناہ گار و سیاہ کار ہیں۔ یہ بڑی ناقدری ہے اللہ تعالےٰ کے وعدۂ رحمت و مغفرت کی۔

یہ عادت تو چھوڑ ہی دینی چاہیئے۔ اللہ تعالیٰ کے وعدوں پر ایمان رکھنا واجب ہے جو علیم و خبیر ہے اس کے سامنے اپنا حال تباہ سب کچھ پیش کر دیا۔ اپنے کئے پر نادم ہو چکے اب ان کی رحمت کی طرف دیکھو۔ کیسے کیسے سرکش لوگوں کو رجوع الی اللہ ہونے پر معافی ملتی ہے اور اب تک مل چکی ہے۔ ادائے شکر نہ کرو گے تو اللہ تعالےٰ کے انعامات سے محروم رہو گے، اور پھر اپنی عبادات و تقویٰ پر بھی ناز کی کوئی بات نہیں یہ تو اللہ کی دین اور عطا ہے، جس کی توفیق بغیر ہمارے کسی استحقاق کے نصیب ہو گئی ؎

غافل مرو کہ مرکب مردانِ زہد را　　　در سنگلاخ بادیہ پاہا بریدہ اند

نامید ہم مباش کہ رندانِ بادہ نوش ناگاہ بیک خروش بمنزل رسیدہ اند

حضرت ایک خروش کافی ہے ناامیدی کس بات کی اور مایوس کیوں ہو رہے ہو۔

تمام اہلِ وجدان اور اہلِ عرفان نے سارے مقامات عبدیت طے کر کے بتا دیا کہ کرنے کے کام یہی "فرائض و واجبات" ہیں اور ان میں کوتاہی اور خامی پر ان کا تدارک اور توبہ استغفار ہے ہزار سال زندہ رہو تو کیا اور پچاس سال تک زندہ رہو تو کیا صراط مستقیم پر رہنے والوں کو ان ہی اعمال کے "اہتمام" کی ضرورت ہے۔ الحمدللہ اہتمام کرنے والے محروم نہیں۔ ہم بڑے خوش نصیب ہیں کہ اپنے اہتمام عمل سے اور ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق سے بڑے بڑے محققین وعارفین کے ساتھ ہیں۔ بڑے بڑے جلیل القدر پیغمبر، صدیقین، شہداء اور صالحین اسی راستہ پر چلے ہیں جس راہ پر اللہ تعالیٰ کے انعامات مرتب ہوتے ہیں۔

ع بر صراطِ مستقیم اے دل کسے گمراہ نیست

طاعات وعبادات پر اور ادائے حقوق العباد پر دوام کی توفیق ہو جانا، اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا احسان و انعام ہے۔ یہ سب ہمارے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی باتیں ہیں۔

غفلتِ زندگی

ایک مرتبہ حضرت ڈاکٹر صاحب قبلہ نے یہ شعر پڑھا ؎

رات دن ہوں محوِ تن آرائی و تن پروری
وائے نادانی اسی کو زندگی سمجھا ہوں میں

فرمایا۔ ہم سب کا اکثر و بیشتر یہی حال ہے الّا ماشاء اللہ کچھ ایسا وقت آگیا ہے کہ طبیعتوں میں مآل اندیشی کا مادہ ہی نہیں رہا اور یہ سب وبال ہے دین سے بیگانہ ہو جانے کا۔

حبِّ جاہ۔ حبِّ مال۔ حبِّ شہوات۔ ان سب چیزوں میں نفس کے لئے اس قدر جاذبیت اور اس قدر نشہ ہے کہ جو اس میں مبتلا ہو گیا پھر اس کو ہوش باقی نہیں رہتا ہے نہ اپنی انسانیت کا، نہ اپنی شرافت کا۔ عیاذاً باللہ۔ ایسے لوگوں کے حالات زندگی کو دیکھو اور ان سے عبرت حاصل کرو۔ دیکھو کہ ان لوگوں کی سرمستی کا خمیازہ کیا ہوتا ہے۔ دین و دنیا کی تباہی اور بربادی۔ ذلت و نکبت۔ پریشان حالی۔ اپنی زندگی خود ایک آزار اور دوسروں کی نظر میں بھی ذلیل و خوار۔ اگر ایسی حالت میں بھی ہوش آجائے اور اپنے کئے پر پشیمانی و ندامت پیدا ہو جائے اور اللہ تعالےٰ سے توبہ و استغفار کی توفیق نصیب ہو جائے تو یہ بھی بڑی نعمت اور دولت ہے۔ ایسی حالت میں ہی کسی اللہ والے کی توجہ اور دستگیری کی ضرورت ہے ورنہ آدمی خسر الدنیا و الآخرہ ہی کا مصداق ہوتا ہے۔

اس لئے عقل کا یہی تقاضا ہے کہ نفس اور شیطان کے مکائد سے بچنے کے لئے کسی اللہ والے کے دامن سے وابستہ رہے۔ کیونکہ زندگی میں ہر شخص کو کسی نہ کسی طرح ان آفات میں مبتلا ہو جانے کا خطرہ ہے۔

٭ ٭ ٭

غفلت کی مذمت اور رجوع الی اللہ کی ترغیب

زندگی کے تغیرات بڑے سبق آموز ہوا کرتے ہیں۔ مختلف حالات دیندار ہو یا دنیا دار سب پر گذرتے ہیں ایک وقت ہوتا ہے، تعلقات بڑھانے میں مزہ آتا ہے۔ دوسرے وقت تعلقات گھٹانے میں لطف ہوتا ہے۔ پہلے مسلمان اگر عمر کے ایک حصہ کو لہو و لعب میں صرف بھی کر دیتے تھے تو آخر میں اکثر خدا کی طرف متوجہ ہو جاتے اور اپنی آخرت سنوار لیا کرتے تھے وجہ اس کی یہ تھی کہ زیادہ تر دین کے چرچے تھے اور ابتدائی تعلیم بڑی ٹھوس اور مذہبی ہوتی تھی۔

انگریز اسلام کا پرانا دشمن، اس نے سرکاری ملازمت کے لئے عمر کی قید لگادی مسلمان کو فکرِ معاش میں الجھادیا کہ عربی (یا صرف قرآن ہی) اگر پڑھیں گے تو ملازمت کے لئے عمر نہ رہے گی۔ کمبخت نے نہ دین کا چھوڑا نہ دنیا کا رکھا۔ جب گیا تو وہی غلامانہ ذہنیت پیدا کر گیا، پہلے مسلمان بچوں کے لئے ابتدائی کتابیں بڑی ایمان افروز ہوتی تھیں۔ پہلا جملہ "راہِ نجات" کا ہمیں یاد ہے یہ تھا، "عزیزو! سمجھو تم اس بات کو مسلمان ہونا بڑی نعمت ہے" آج بلی اور کتے ابتداء میں بچوں کو رٹوائے جاتے ہیں اور جب بڑے ہو گئے تو انسان نما حیوان بن کر رہ گئے۔

جن لوگوں کو ابتدائی عمر میں دینی ذوق پیدا نہیں کرایا جاتا وہ غریب ساری عمر جانوروں کی طرح بسر کرتے ہیں حظِ نفس اور غفلت ہی کے دھندوں میں مبتلا رہتے ہیں، بڑا خوش نصیب ہے وہ جسے اب بھی کچھ ہوش آجائے۔ آخرت کے معاملات بڑے سنگین ہیں، ان سے بے خبری بڑے خسران کا سبب ہے ؎

بے صرفہ ہی گذرتی ہے، ہو کیوں نہ عمرِ خضر
حضرت بھی کل کہیں گے کہ ہم کیا کیا کئے

اللہ تعالیٰ کی معرفت تو بہت دور کی بات ہے۔ اپنا ہی حق ادا نہیں ہوتا۔ کوئی پاکیزہ زندگی ہو کچھ لطف زندگی ہو کچھ تو ہو جس کے لئے سرمایۂ وقت کھو رہے ہو۔

ؔ احساسِ زندگی ہے نہ کچھ لطفِ زندگی

ہم کیا جئے کہ مائلِ خوابِ گراں رہے

حدیث دیگراں کب تک اپنی ہی آپ بیتی عبرت کے لئے کچھ کم مؤثر نہیں۔ اپنی حالت کا جائزہ لو سب کچھ معلوم ہو جائے گا۔ اگر آخرت پر ایمان ہے تو جتنا سوچو گے اتنا ہی عمر رفتہ پر افسوس اور قلق ہو گا اور سوچتے سوچتے اگر ناامید ہونے لگو اور یاس غالب آنے لگے تو یہ بھی غلط ہے

ؔ سنبھلنے دے مجھے اے ناامیدی کیا قیامت ہے

کہ دامانِ خیالِ یار چھوٹا جائے ہے مجھ سے

غفلت کا وقت تو خیر گذر ہی گیا۔ مگر کس کا دامن ہاتھ میں ہے یہ تو دیکھو تم کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی ہونے کا شرف حاصل ہے جو رحمۃ للعٰلمین ہیں اور شفیع المذنبین ہیں اس کا شکر ادا کرو اور باقی زندگی اس کی قدردانی میں گزار دو ؔ

وقتِ طلوع دیکھا وقتِ غروب دیکھا

اب فکرِ آخرت ہے دنیا کو خوب دیکھا

اس قدردانی کا حق اسی طرح ادا ہو گا کہ اپنے صبح سے شام تک کے تمام اعمال کو سنت کے مطابق بناؤ۔ اپنے عبادات میں، معاملات میں، معاشرات میں، اخلاقیات میں اسی کا اہتمام کرو خواہ کتنے ہی موانعات درپیش ہوں۔ تم اس سعادت کو ہاتھ سے نہ جانے دو۔ کچھ دنوں تک نفس اور ماحول کے خلاف کرنے میں دشواری اور پریشانی ہو گی اس کے لئے مجاہدہ کرو، ہر مشکل کو برداشت کرو انشاء اللہ تعالیٰ تمہاری اس فکر و سعی میں اللہ تعالیٰ کی اعانت شامل ہو گی اور تمہاری زندگی بڑی پرکیف اور پرعافیت ہو جائے گی تم میں شرافت و انسانیت کے جذبات پیدا ہوں گے اور تم محبوب خدا و رسول ہو جاؤ گے اور مخلوقِ خدا تم کو عزت و احترام کی نظر سے دیکھنے لگے گی۔

عجز و نیاز

ایک بار فرمایا۔ ہر وقت اپنے آپ کو گنہگار سمجھتے رہنا اور گنہگار کہتے رہنا کچھ اچھی بات نہیں۔ گناہ تو ایک ناپاک عمل ہے۔ کیوں اپنے آپ کو ناپاک بنا رکھا ہے جب اس سے پاکی حاصل کرنے کی تدبیر بھی معلوم ہے کیا تم کو اس بات کا یقین نہیں ہے کہ اللہ تعالےٰ نے توبہ و استغفار سے سب گناہ معاف فرما دیئے ہیں۔ پھر جب احساس ہے کہ ہم گناہ کا ارتکاب کر چکے ہیں تو پھر فوراً توبہ کیجئے۔ اور پاک و صاف ہو جائے گناہ تو لذت ہی کے دھوکے میں کیا جاتا ہے۔ لیکن اس کے بعد کیا آپ اپنے آپ کو گنہگار کہنے میں بھی لذت محسوس کرتے ہیں۔ اگر ایسا ہے تو یہ بات بڑی خطرناک ہے۔ اس سے تو توبہ کی بھی توفیق نہ ہو گی۔ اور اگر آپ اپنے کو گنہگار بطور تواضع کہتے ہیں تو یہ تواضع کا غلط مفہوم اور غلط استعمال ہے نہ اس میں آپ کے لئے کوئی خوبی ہے نہ مخاطب پر اس کا اثر۔ سچ پوچھئے تو یہ ایک ریاکارانہ انداز گفتگو ہے، جو آپس کے تعلقات میں ایک مسلمان کے لئے نہایت نامناسب بات ہے اس کو ضرور ترک کر دینا چاہیئے۔

آپ گناہ اور توبہ کے متعلق یہ بات خوب یاد رکھیں کہ اگر آپ سے گناہ صادر ہو گیا اس کا احساس ہُوا کہ بُرا ہُوا تو فوراً آپ بارگاہِ الٰہی میں گردن جھکا کر ندامت لے کر چلے گئے۔ تو یقین رکھیں کہ اللہ تعالےٰ نے معاف کر دیا اور وہ گناہ جن کو آپ پتھر کی لکیر سمجھ رہے تھے سب مٹا دیئے گئے کیونکہ خود اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے کہ شرمسار اور نادم بندے کی توبہ و ندامت سے سب گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔

توبہ کے بعد مستقبل کی خبر لیجئے اور اپنی باقی ماندہ قوت و صحت کو، دل و دماغ کو عبادت میں لگا دیجیے اور جتنا بن پڑے اس کو غنیمت سمجھئے حقوق العباد ذمہ ہیں۔ قضا نمازیں ذمہ ہیں، روزے ہیں سب کا حساب کتاب کر کے کاغذ پر لکھ لیجئے اور ایک ایک دو دو آسانی سے اہتمام کے

ساتھ ادا کرتے رہیئے اب روز کے روز کا حساب رکھیئے۔ دن بھر کے اعمال کا محاسبہ کرتے رہیئے۔ کوئی گناہ ہو جائے توبہ کر لیجیئے۔ دنیا سے جاتے وقت ممکن ہے ایک آدھ وقت کا مطالبہ رہ جائے کیونکہ پچھلے گناہوں سے تو معافی مانگ ہی لی تھی یہ وقتی گناہ اللہ تعالےٰ کے رحم و کرم سے امید ہے کہ یہ بھی معاف ہو جائے گا۔

اب حسرت نہ کرو ماضی پر کہ ہائے یہ نہیں کر سکے وہ نہیں کر سکے۔ اللہ تعالےٰ کے وعدۂ معافی کے بعد اب اور کیا چاہتے ہو؟ کونسی سند کے منتظر ہو، کون کہہ دے کہ معاف کر دیا؟

ہر چیز میں اللہ تعالےٰ نے کچھ خواص رکھے ہیں، ندامت کی خاصیت ہی یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ کی رحمت کو جذب کرتی ہے، دل سے ایک استغفار تمام زندگی کے نشیب و فراز کو ہموار کر دیتا ہے، ظاہر و باطن میں تغیر پیدا ہو جاتا ہے۔ ذوق بدل جاتے ہیں اور انسانیت کی تکمیل ہو جاتی ہے۔

رحمتِ حق بہانہ می جوید ؎

ان کی رحمت کے لئے تو بہانہ چاہیئے۔ اب وقت ہے اپنے عجز و نیاز کا عذر پیش کرنے کا تم اپنی استطاعت کے مطابق رحمت و مغفرت کی احتیاج پیش کرو۔ اب جو وقت دیا گیا ہے۔ وہ تلافیٔ مافات کے لئے دیا گیا ہے اس لئے نہیں کہ ہائے ہائے کرتے رہو اور اپنے کو گنہگار کہتے پھرو۔ آپ صاحب ایمان ہیں توبہ کے بعد پاک وصاف ہو کر معزز و محترم بنا دیئے گئے اللہ تعالیٰ نے اپنی دوستی کا شرف عطا فرما دیا اب کیوں اپنے کو ذلیل و خوار کرتے پھر رہے ہو لوگوں کے سامنے۔ یہ ندامت قلبی جس سے توبہ کی توفیق ہوئی اس کی قدر کرو اور شکر ادا کرو یہ اللہ کا بہت بڑا احسان ہے۔

دیکھئے تو سہی ایک شخص نے ساری زندگی معاصی و غفلت میں گذار دی اب ہوش آیا آخرت میں مواخذہ کا خوف پیدا ہوا اب اس نے اللہ تعالیٰ سے ندامت و شرمندگی کے ساتھ توبہ و استغفار شروع کی اور قبولیت توبہ کے لئے اللہ تعالیٰ سے امیدوار مغفرت و رحمت ہو گیا۔ تو اب یہ شخص اس ندامت و توبہ کی توفیق کی برکت سے ان لوگوں میں آ کر شامل ہو گیا جو عابدین اور صالحین ہیں مگر اپنی طاعات و عبادات کی تقصیر پر بارگاہِ الٰہی میں شرمندہ ہو کر نقص کوتاہی عبادات پر توبہ کر رہے ہیں۔

ذرا اس بات کو سامنے رکھو کہ تم تو اپنی معصیت و غفلت پر توبہ کر رہے ہو کہ افسوس ہم نے وقت کی قدر نہ کی، نفس و شیطان کے فریب میں آ کر لذات نفسانی و شہوانی میں مبتلا ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی ہزاروں نعمتوں کو غلط مواقع پر استعمال کیا اور اپنی روح کو نقصان پہنچایا۔ اب یہ احساس جس قدر قوی ہے اسی قدر زیادہ تضرع و الحاح کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے توبہ و استغفار کر رہے ہو۔ اور ادھر بڑے بڑے عابد و زاہد اس پر نادم و شرمندہ ہیں بلکہ لرزاں و ترساں ہیں کہ وہ اپنی طاعات و عبادت میں ہزاروں کوتاہیاں اور لغزشیں محسوس کر رہے ہیں اللہ تعالےٰ کی عظمت و محبت کا حق ادا نہ کر پانے پہ نادم ہیں کہ حضوری کے وقت کیا منہ دکھائیں گے۔ اللہ میاں کی بھی عجیب بارگاہ ہے عبادت گذار اور اطاعت گذار بھی نادم و تائب ہو کر حاضر ہو رہے ہیں، اور غافل و گنہگار بھی نادم و تائب ہو کر حاضر ہو رہے ہیں۔ مغفرت و رحمت سے کسی کے ایمانی و روحانی مدارج بلند ہو رہے ہیں۔ تسلیم و رضا کے انعامات تقسیم ہو رہے ہیں اور دولت قرب سے سرفراز کئے جا رہے ہیں اور کسی کے ساتھ یہ معاملہ ہو رہا ہے کہ توبہ و ندامت کی وجہ سے مغفرت و رحمت حق اس کے قلب و روح سے ظلمت و گندگی دور کر رہی ہے۔ بگڑی ہوئی استعداد و صلاحیت درست کر رہی ہے اور اپنا تعلق خاص عطا فرما رہی ہے سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ ؕ

غرضیکہ ایک کے حسنات کی تکمیل ہو گئی۔ دوسرے کے سیئات مٹ گئے اور حسنات لکھے گئے۔ یہ دونوں کا ماضی مصفّیٰ، مزکّیٰ، مجلّیٰ اور اعمال حسنہ سے مزین ہے اور جگمگا رہا ہے۔ توبۃ النصوح کے بعد تاسف ماضی سے کوئی تعلق نہ رہا۔ نقص عبادات کا نہ ظلمت معاصی کا۔ وہاں تو جو کچھ ہے رحمت ہی رحمت ہے۔ ماضی میں اب نہ کسی کا تقدس کار فرما ہے کہ ناز کی گنجائش ہو نہ کسی کی گندگی باقی ہے کہ مایوس ہو۔ اب شیطان ماضی کے اچھے مناظر دکھائے یا برے کبھی فریب میں نہ آنا۔

ہمارے حضرتؒ کا ارشاد ہے کہ جہاں صالحین و کاملین کی نجات ہو گی وہاں انشاء اللہ تعالےٰ تائبین کی بھی ہو گی۔ سبحان اللہ وبحمدہٖ

ماضی کا دامن معصیت سے کتنا ہی وسیع تھا اس ندامت کی برکت سے ابر رحمت اس کے گوشہ گوشہ

میں پہنچ گیا۔ عمر بھر کے میل کچیل اور روسیاہی کو پاک صاف کر دیا۔ نشیب و فراز ہموار گئے۔ ظلمتیں چھٹ گئیں۔ اللہ تعالےٰ نے ایک نئی بصیرت، بینائی اور نیا مذاق عطا فرمایا۔ اب یہ نئی زندگی ہے۔ آگے چلو مستقبل کا انتظام کرو۔ پاک وصاف اور نورانی چیزوں کو دیکھو۔ انوار کے مقامات کا اور اچھے محرکات کا تذکرہ اور موجودہ انعامات الٰہیہ کا مشاہدہ کرو اور تجلی گاہ رحمت و مغفرت کی طرف بڑھو۔

سَابِقُوْا اِلٰی مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ ...... الخ

ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ .... الخ

اب توبہ کے بعد عبادات کی طرف متوجہ ہوئے تو یہاں بھی یہی حال ہے کہ تمام اعمال ناقص ہیں، خشوع وخضوع نہیں۔ صدق نہیں، اخلاص نہیں، رکوع رکوع نہیں، سجدہ سجدہ نہیں، مگر تم گھبرانا مت۔ اسی طرح کرتے رہنا۔ تم ان کوتاہیوں کا اقرار تو کر لو۔ تمہارے ظرف کے لئے اتنی ندامت بھی نعمت ہے۔ مگر ہرگز ان اعمال کی تحقیر دل میں نہ لانا البتہ ان کی درستی کا ہمیشہ اہتمام کرتے رہنا۔

دیکھو اللہ تعالےٰ کے حکم کی عظمت وابستہ ہے۔ اس نماز سے یہ کوئی معمولی بات نہیں، تم عظمتِ الٰہیہ کا حق ادا کر رہے ہو، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہیئت پر نماز پڑھ رہے ہو۔ ان کی ہیئت کی نسبت وابستہ ہے اس نماز سے یہ ان کے اتباع کا حق ہے۔ اس عمل سے محبوبیت حاصل ہو رہی ہے۔ مقام عبدیت اور مقام محبوبیت پر فائز ہو رہے ہو اور خیر القرون سے آج تک بڑے بڑے اولیاء صلحاء یہی کرتے آئے ہیں۔ تم بھی یہی کر رہے ہو۔ بس کمال کا خیال چھوڑو لیکن اپنی استطاعت کے مطابق حصول کمال کے لئے سعی کرتے رہو ان ہی کوششوں کی برکت سے انشاء اللہ تعالیٰ سب کچھ مل جائے گا۔

تمام صدیقین، صالحین اور عابدین ساری ساری رات عبادت کر رہے ہیں اور صبح کو رو رہے ہیں استغفار کر رہے ہیں کہ کچھ بھی نہ کر پائے اور بنتی کس سے ہے جی ... سید الکاملین سردار انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے ہیں کہ ما عبدناك حق عبادتك ۔

تو ان کی عظمت وجلال کے مطابق کسی سے بھی نہ بنی۔ نہ ان سے بنی، نہ ہم سے بنے گی

بندہ ہماں بہ کہ ز تقصیر خویش ــ عذر بدرگاہِ خدا آورد
ورنہ سزاوار خداوندیش ــ کس نتواند کہ بجا آورد

جب یہ بات ہے تو کمال کا تو خیال ہی چھوڑ دینا واجب ہے۔ ہمارے حضرت فرماتے ہیں، کہ اس کی مثال ایسا مریض ہے جس کی تندرستی سے تو مایوسی ہے مگر فکرِ صحت اور اس کی تدبیر کا ترک جائز نہیں سمجھا جاتا۔ اسی طرح تم بھی طلب اور سعی میں مصروف رہو اور اسی کو مقصود سمجھو کیونکہ طلب مقصود ہے وصول مقصود نہیں کیونکہ وہ اختیاری ہے، اور یہ غیر اختیاری ــ

کب کسی نے آج تک پایا مقامِ نازِ دوست
عمر بھر ذوقِ طلب آوارۂ منزل سہی

جو کچھ بھی بن پڑ رہا ہے اس پر شکر ادا کرو۔ اب اپنی طبیعت کو شکر کی طرف لاؤ،

"شکر ادا کرتے جاؤ اور ترقی کرتے جاؤ"

اللہ پاک کی نعمتوں کا، احسانات کا مشاہدہ کرو استعداد و قابلیت کی زیادتی کی دعا کرو۔ دیکھو تم کتنے غفلت زدہ آدمی تھے۔ اللہ تعالےٰ نے تمہیں رکوع و سجود کی توفیق دی اپنا قرب عطا فرمایا۔ توفیقِ اعمال پر شکر ادا کرو۔ اس سے استعداد و قابلیت ترقی کرے گی اور پھر ان کی عطا تو ناپیدا کنار ہے تم شکر ادا کرتے جاؤ اور بڑھتے جاؤ۔

لئن شکرتم لازیدنکم

دل کی رگ رگ میں محبت نے سما کر کیا کیا
اک لہو کی بوند بحرِ بیکراں ہے آج کل

عمر بھر کہتے رہو "الحمد للہ" اور عمر بھر ترقی کرتے رہو۔ اے اللہ آپ نے اپنی یاد کی اور طاعات کی توفیق عطا فرما دی الحمد للہ۔ یہ بڑی دولت ہے میں تو اس قابل نہ تھا۔

ترے حسن کی عطا ہے ترے عشق کا صلہ ہے ــ مری آہِ صبح گاہی مرا نالۂ شبانہ

صبح کو آہ و نالے اور ندامت قلب صلہ ہے ساری رات کی عبادت کا، یہ شکستگی اور ندامت

کے دو آنسو دُرِ نایاب ہیں۔ عبادت کر کے شکستہ حال ہوئے ہو، رو رہے ہو، اب عبدیت کے آثار شروع ہوئے ہیں۔ ہمارے حضرتؒ فرماتے ہیں کہ عشق الٰہی جس طرح ظاہر ہو، ہونے دو، رونا آئے رو لو، چیخیں نکلیں نکلنے دو، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ رونا نہ آئے تو رونے کی صورت بنالو سبحان اللہ! یہ روح کے آنسو ہیں ساری ساری رات ان کو طرح طرح سے یاد کیا اب روح رو رہی ہے کہ کچھ حق نہ ادا کر پائے کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ روح کی ندامت آنسوؤں سے بے نیاز ہوتی ہے۔ ؎

ناشناس چشم و لب بیگانۂ شرح و بیاں
مضطرب سا ایک تقاضائے محبّت دل میں

یہ شکستگی، عجز و انکسار، گریہ و بکا سب قبولیت کے آثار ہیں۔ یہ ان کی رحمت کا اثر ہے تسلی فرمارہے ہیں۔ تم ہمارے بندے ہو۔ ہم سے معافی مانگ رہے ہو سب معاف ہے۔ گھبرا کیوں رہے ہو، تم نے ہماری رضا کے لئے عبادتیں کیں، مجاہدے کئے، شکستہ ہو گئے یہ سب قبول ہے وہ تسلی فرمارہے ہیں اور ادھر رونا آرہا ہے، سوز ہے گداز ہے، عبادت پیہم ہو رہی ہے، یہی علامت قبولیت ہے اب تسکین کا کون سا درجہ چاہتے ہو۔

اللہ اللہ! مومن کے لئے جو انعامات پردۂ غیب میں پوشیدہ ہیں کیا کوئی تاب لاسکتا ہے انھیں دیکھنے کی۔ ارے ہوش و حواس درست نہ رہیں دماغ پھٹ جائیں وہ ستار ہیں، صلہ دے رہے ہیں اور چھپا رہے ہیں۔ جس طرح لوگ گناہ کرتے ہیں اور وہ پردہ پوشی فرماتے ہیں۔ یہ راز کہیں اور جا کر کھلے گا۔ تمہارے اعمال پر اللہ تعالےٰ ستاری کا پردہ ڈالے ہوئے ہیں، تم صبر و شکر کے ساتھ اپنے اپنے کام میں لگے رہو۔ اللہ تعالےٰ کی تم پر رحمتیں نوازشیں ہیں اور تمہارا رخ ان کی رحمت کی طرف ہے۔

اور اگر کبھی اپنی عبادات و طاعات و اعمال صالحہ کی طرف خیال جانے لگے تب بھی نادم ہو اور قصوروار سمجھو کہ ہم کیا اس کی عظمت کا حق ادا کر سکتے ہیں جو بھی توفیق ہے سب اُن کی

عطا ہے۔ ہمارے حضرتؒ فرمایا کرتے تھے کہ لوگ خاص خاص چیزوں کو کمال سمجھتے ہیں، کوئی عبادت کو، کوئی تقویٰ کو، مگر محققین سب سے بڑا کمال اس کو سمجھتے ہیں کہ بندہ اپنے نقائص کو پیش منظر رکھے۔ ہماری طاعات یقیناً ناقص ہیں اور ان نقائص کے ساتھ کیا ناز کیا جاسکتا ہے بلکہ طاعات کا حق ادا نہ کر سکنے پر شرمانے کی بات ہے اور نادم ہونا چاہیئے شرفِ انسانیت بھی تو یہی ہے کہ بندہ اپنی کوتاہیوں پر نادم ہو۔ حضرت آدم علیہ السلام کو سب سے پہلے یہی چیز تو عطا کی گئی۔

"میرے رب نے صرف ایک چیز سے مجھ کو منع کیا تھا، وہی میں کر بیٹھا کیسی چوک
ہو گئی نسیان و غفلت سے کیا حرکت ہو گئی۔ !"

دو چیزیں سامنے آگئیں، عظمتِ الٰہی اور اپنی بے کسی اور غفلت۔ بس نادم ہو گئے اور چلا اُٹھے رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا۔ الخ۔ رازِ زندگی جو ہے وہ یہی معرفت تو ہے اور اعترافِ قصور بڑی چیز ہے اور انسان کی عبدیت کا بڑا مرتبۂ کمال ہے۔

فرشتوں نے انسان کے انہی فطری رذائل کو دیکھ کر کہا تھا کہ یہ تو خونریزی کرے گا، مگر یہی رذائل انسان کو اللہ جل شانہٗ کے مورد مغفرت و رحمت بننے کی وجہ سے فرشتوں سے اونچا لے جانے والے بن گئے۔ جتنی معرفت انسان کو اللہ تعالیٰ کے فضل اور غفور الرحیم ہونے کی ہے، فرشتوں کو نہیں۔ حضرت آدم علیہ السلام سے ایک غلطی ہو گئی تھی، ان کو اس سے اس قدر فائدہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے دل میں جذبۂ ندامت اور تقاضائے طلب عفو و کرم عطا فرمایا اور اس میں اتنی قوت بھر دی کہ اس کے مقابلے میں شیطان کے تمام مکائد قیامت تک کیلئے ضعیف ہو گئے۔

بس جب عالم تعلقات میں ممنوعات اور مکروہات کے اندر آلودہ ہو جاؤ، یا کسی واقعہ سے ناگواری پیدا ہو تو استغفار کرو، نادم ہو اور اپنے مالک حقیقی کے سامنے اپنے جرم و غفلت کا اقرار کر لو۔ ندامت قلبی انسان کی فطرت کا بڑا جوہر ہے ارے کون ہوتا ہے نادم؟ کیا حیوان ہوتا ہے یا فرشتہ ہوتا ہے؟ یہ تو انسان ہی کو شرف بخشا گیا۔ ہم وہاں سے زعم محبت لے کر چلے تھے، دعوائے محبت لے کر آئے تھے۔ اب اس زندگی میں ہر عنوان سے عمر بھر اسی کا حق ادا کرنا ہے، اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرما دیں۔

عمر گرانمایہ

فرمایا کہ ایک صاحب کا خط آیا ہے لکھا ہے کہ "ضعیف ہو گیا ہوں دنیا کے کام کا رہا نہ آخرت کے کام کا۔ بہت بے چارگی کے عالم میں دن کٹ رہے ہیں بس وقت آخر کا انتظار ہے اللہ تعالیٰ خاتمہ بالخیر فرماویں"۔ واقعی یہ ایسا ہی وقت مجبوریوں اور معذوریوں کا ہوتا ہے لیکن ایسے وقت میں انسان اپنی گذشتہ زندگی کا جائزہ لے، تو پھر یہ باقی ماندہ زندگی تلافی مافات کے لئے بہت غنیمت معلوم ہو گی اور جس قدر بھی اس کو اپنے ماضی کے نقصانات کا احساس ہو گا اسی قدر زیادہ مستقبل یعنی حیات بعد ممات کے لئے فکر و اہتمام ہو گا ؎

ایکہ پنجاہ رفت در خوابی شاید ایں پنج روز دریابی

اس لئے وہ امور جن پر مؤاخذہ آخرت کا اندیشہ ہے اس آخر عمر میں ان پر خاص توجہ رکھنا چاہئے اور جس طرح بھی اور جس قدر بھی ممکن ہو ان کے تدارک کا اہتمام رکھا جائے انشاء اللہ تعالیٰ اس نیت اور اہتمام ہی سے اللہ تعالیٰ اس پر اپنا فضل و کرم فرماویں گے اور انشاء اللہ تعالیٰ اس آخر عمر کا یہ سرمایہ عمل ذخیرۂ آخرت بن جائے گا۔

اس میں شک نہیں کہ جب عمر زیادہ ہو جاتی ہے تو بڑھاپے کی معذوریاں لاحق ہو جاتی ہیں تاب و طاقت جواب دے جاتی ہے، دوسروں کا محتاج ہونا پڑتا ہے۔ زندگی بے کیف ہو جاتی ہے اور بعض وقت انسان موت کو زندگی پر ترجیح دینے لگتا ہے۔ مگر ؎

حیاتِ جاوداں میری نہ مرگِ ناگہاں میری

انسان کے بس میں یہ بھی تو نہیں کہ مر جائے ؎

مرگ بے ہنگام فانی وجہ تسکین ہو چکی زندگی سے آپ گھبراتے ہیں گھبرایا کریں

آزار و آلام زندگی سے گھبرا کر موت کی تمنا کرنا شرعاً مکروہ و ممنوع ہے مسلمان کے لئے تو ہر حال میں اپنی توجہ اللہ تعالیٰ ہی کی طرف رکھنا واجب ہے لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ یہی کلمہ سرمایۂ تسکین ہے کوئی بھی عمر ہو، کیسا ہی حال ہو، اس کے مطابق عمل کرنے کے لئے ہمارے پاس اللہ تعالےٰ اور اس کے مقبول نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا بتایا ہُوا دستور العمل موجود ہے۔ اللہ تعالےٰ ہمارے خالق ہیں ہمارے مربی ہیں، ہمارے منعم ہیں، حاکم ہیں اور حکیم ہیں۔ جیسے چاہیں، حالات وارد کریں، ہر حال میں ان کی رحمت ہی رحمت ہے یہ درماندگی بھی ان کی عطا ہے ؎

چارہ سازی کر رہا ہے ان کا لطفِ دل نواز
باعث صد عیش ہے یہ بے کسی میرے لئے

ان کے حضور میں بندہ کا یہ احساس بے کسی بڑی عجیب چیز ہے ؎

مجھ کو تو اس مآل محبت پہ ناز ہے
آخر نگاہِ رحم کے قابل بنا دیا

لیکن دیکھنا یہ ہے کہ زندگی سے گھبرا کر موت کی تمنا کیوں کی جائے۔ یہ تمنا تو ایک غفلت زدہ دنیا دار آدمی ہی کر سکتا ہے۔ ایک صاحب ایمان کے دل میں ایسی تمنا پیدا ہی نہیں ہوتی۔ اس کے سامنے تو حیات بعد ممات کے لا متناہی فضائیں ہوتی ہیں۔ اور اس کا اس پر ایمان ہوتا ہے کہ جنت کی یہ ابدی و سرمدی زندگی اس کو اسی وقت نصیب ہو سکتی ہے، جب وہ اپنے حتی الامکان وہاں کے لئے اعمال صالحہ کا سرمایہ زیادہ سے زیادہ جمع کر لے۔ اس لئے اس کے اپنے ماضی کی تمام غفلتوں اور کوتاہیوں کی تلافیٔ مافات کی فکر لاحق ہوتی ہے اور اس باقی ماندہ زندگی کو بہت مغتنم اور قابل قدر سمجھتا ہے اور اپنے معبود حقیقی کو راضی کرنے کے لئے طاعات و عبادات میں مشغول ہو جاتا ہے وہ اس بات کا بھی اللہ تعالیٰ کا احسانمند ہوتا ہے کہ اس کے ذمہ سے بہت سے فرائض و واجبات مرتفع ہو گئے ہیں اس کی ضعیفی، ناطاقتی، دل و دماغ اور اعضائے رئیسہ کا ضعف اس کے لئے عذر شرعی بن گیا۔ اب وہ مسجد تک جانے کی طاقت نہیں رکھتا اب وہ کھڑے ہو کر نماز نہیں پڑھ سکتا اب وہ مرض میں اضافہ

کے ڈر سے وضو نہیں کر سکتا۔ اب وہ روزہ رکھنے کا متحمل نہیں ہو سکتا۔ اب وہ اعزہ واحباب اور پڑوسیوں کی عیادت و تعزیت کو نہیں جا سکتا اب وہ غیر مستطیع ہونے کی حیثیت سے حج نہیں کر سکتا۔ زکوٰۃ نہیں دے سکتا، کسی کی اعانت و نصرت نہیں کر سکتا تو وہ اب اللہ تعالےٰ کے نزدیک ان باتوں کا مکلف بھی نہیں۔ پھر اس کے علاوہ اس ضعیفی کی عمر تک پہنچتے پہنچتے وہ بہت سے فرائض و ذمہ داریوں سے سبکدوش بھی ہو چکتا ہے۔ لڑکوں اور لڑکیوں کی پرورش، نگہداشت اور ان کی تعلیم و تربیت اور نکاح وغیرہ کی ذمہ داریوں سے فارغ ہو چکتا ہے بلکہ اس کے برعکس اس کی سعادت مند اولاد اپنے ضعیف والدین کی تمام ضروریات زندگی کے لئے کفیل ہو جاتے ہیں، ان کی راحت رسانی اور دلجوئی میں مشغول ہو جاتے ہیں اس لئے اسباب دنیوی کی طرف سے بھی زیادہ تر اس ضعیفی میں بیفکری ہو جاتی ہے۔

ان سب باتوں سے فراغت اور یکسوئی ہوتے ہوئے پھر بھی اس باقی ماندہ عمر عزیز میں کچھ نہ کچھ تو کرنا ہی ہے اور وہی کرنا ہے جو میں نے ابتدا میں بیان کر دیا ہے یعنی ماضی کے لئے تلافیٔ مافات اور مستقبل کے لئے وہ اعمال صالحہ جن پر اس کو قدرت ہو۔

اب جبکہ اعمال ظاہری یعنی فرائض و واجبات ادا کرنے کی قوت و توفیق نہیں ہے تو پھر اعمال باطنی کے لئے اسی قدر زیادہ اشد ضرورت ہے، وہ اعمال باطنی بھی اس کے فرض و واجب ہیں کیونکہ مامور بہ ہیں یعنی ناگواریوں پر، بیماری پر، تکالیف جسمانی پر، تنگی و بے بسی پر صبر کرنا اور اللہ تعالےٰ سے طاقت تحمل طلب کرنا اور اذیت سے پناہ مانگنا۔ پھر ان تمام انعامات الٰہیہ پر نظر رکھنا جو اس کے گرد و پیش میں اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے جمع فرما دیئے ہیں۔ ان کا احساس و استحضار کرنا اور دل کی گہرائیوں سے اس پر شکر ادا کرنا۔ اور جو واسطۂ راحت ہیں ان کے لئے دعائے خیر کرنا۔ اپنی اولاد کے لئے ہمہ وقت دعائے عافیت دارین کرنا، ان کی سلامتی دین و ایمان اور توفیق اعمال صالحہ کے لئے دعا کرنا کیونکہ سوائے والدین کے کوئی اور ان کی اولاد کے لئے ایسی دعائیں نہیں کر سکتا۔ جن میں سراسر خلوص و محبت کے جذبات کار فرما ہوں اور یہ کام بھی اس ضعیفی میں بڑا اہم فرض ہے چونکہ دعا بذاتِ خود ایک اہم عبادت ہے۔

اس لئے ان خاص دعاؤں کے ساتھ اگر اپنے عزیز و اقارب، دوست احباب اور جمیع مومنین و مومنات کے لئے بھی دعائے خیر کو اپنا وظیفہ بنالے تو یہ بھی بڑی سعادت ہے۔

آخری بات یہ ہے کہ ایک مسلمان جب اپنے عالم ضعیفی و معذوری میں اس طرح عبادات ظاہری و باطنی میں بقدر تاب و توانائی مشغول رہتا ہے تو وہ سراپا مورد رحمت الٰہی بن جاتا ہے اور یہی ایک مسلمان بندہ کے لئے معراج حیات طیبہ ہے۔ اس کی یہ شکستگی۔ درماندگی، بے بسی اور بے چارگی اور عجز و نیاز کا عالم اس کی عبدیت کا اعلیٰ مقام ہے۔

روایات میں ہے کہ ارمیا پیغمبر علیہ السلام کا گذر ایک بار چند قبروں پر ہوا جن کے مُردوں پر عذاب ہو رہا تھا، پھر جب کچھ عرصہ کے بعد ادھر سے گذر ہوا تو عذاب کو سکون ہو گیا تھا، عرض کیا اے پروردگار! میں اول سال جو ان قبروں پر گزرا تھا تو ان کے مردے معذّب ہو رہے تھے۔ اور اس سال جو گزرا تو عذاب کو سکون ہو گیا۔ آسمان سے ندا آئی۔ اے ارمیا! ان کے کفن پھٹ گئے اور بال جھڑ گئے۔ اور قبریں ٹوٹ پھوٹ کر بے نشان ہو گئیں۔ میں نے اس حالت میں ان کو دیکھا تو مجھ کو رحم آ گیا اور میں یہی معاملہ کرتا ہوں ان لوگوں کے ساتھ جن کی قبریں بے نشان ہو جائیں۔ جن کے کفن پھٹ جائیں اور جن کے بال جھڑ جائیں۔ دیکھئے شکستگی، بے کسی اور گمنامی پر رحم کیا جا رہا ہے، ہمارے دادا صاحبؒ نے خوب کہا ہے ؎

سراپا چشمِ حسرت ہے مزارِ رخنہ دار اپنا
کرم فرمائیے بس حد سے گزرا انتظار اپنا

ماضی و مستقبل اور خوف و رجا

ایک دن ڈاکٹر صاحب مدظلہ نہ جانے کس خیال میں تھے فرمانے لگے وقت جو گزرنا تھا، وہ گزر گیا ؎

یوں بیٹھے بیٹھے زلیست کے دن ہو گئے تمام
کشتی میں جیسے ساکن کشتی رواں رہے

وہ پچاس سال کی عمر ہو یا ساٹھ یا ستر کی، ایسا ہی معلوم ہوتا ہے ع

خواب تھا جو کچھ کہ دیکھا جو سنا افسانہ تھا

لیکن یہ خواب کس قدر وحشت انگیز ہے اور کس قدر عبرت خیز ہے جس میں غفلت، ظلمت، شہوانیت ونفسانیت ہی کے مناظر دکھائی دیتے ہیں۔ جب یہ بات سامنے آتی ہے تو بڑا ڈر معلوم ہوتا ہے۔ یا اللہ! یہ وقت کیسا گزر گیا کہ پتہ بھی نہ چلا، تمام تر گناہ ہی گناہ ہوتے رہے، صبح سے شام تک تمام تر غفلتوں اور لغویتوں ہی میں عمر بسر ہوئی اور جو کچھ بھی تھوڑی بہت عبادت بن پڑی وہ بھی ہر طرح کی خامیوں اور بے پرواہی اور بے خیالی سے بھری ہوئی۔ خیال ہوتا ہے کہ جب اللہ تعالےٰ کی عبادات وطاعات اس طرح ادا کی جائیں جن میں نہ عظمت الٰہی کا حق ادا ہُوا ہو اور نہ محبت الٰہی کا حق ادا ہُوا ہو، نہ اپنے عجز ونیاز بندگی کا احساس ہُوا ہو۔ تو یہ اللہ تعالےٰ کی دی ہوئی توفیق کی کس قدر ناقدری اور ناشکری ہے اور اس طرح عبادت ادا کرنا کس قدر گستاخی و بے ادبی والی بات ہے۔ اب جب ان سب باتوں کے خیالات دل و دماغ پر چھانے لگے تو طبیعت بڑی گھبرائی اور بڑی بے چینی محسوس ہونے لگی۔ یا اللہ اب کیا کریں جو کچھ ماضی میں گذر گیا وہی تو سرمایۂ آخرت بنے گا اور یہ سرمایہ کتنا کھوٹا، کتنا نکمّا اور کتنا گندہ ہے۔ یہ سب زندگی اللہ تعالیٰ کے احکامات کی خلاف ورزی اور نافرمانیوں ہی میں تو بسر ہوئی اور اللہ تعالیٰ کا قانون بدلا نہیں کرتا۔

اس غفلت زدہ زندگی پر ضرور مؤاخذہ ہو گا۔ ضرور سزا ملے گی۔ اب ان باتوں سے دل میں شدید خوف و یاس کا عالم پیدا ہوا اور دل و دماغ بیکار ہو گئے لیکن اللہ تعالیٰ کا یہ بڑا فضل ہے کہ اس نے ہم کو اپنے نیک اور مقبول بندوں سے وابستہ کر دیا ہے۔ ان کی تعلیم و تربیت کے اثرات بروئے کار آئے اور دل و دماغ مغفرت اور رحمتِ الٰہی کی طرف متوجہ ہوئے اللہ تعالیٰ کا یہ وعدہ یاد آ گیا۔

"اے میرے بندو جنھوں نے اپنے نفس پر ظلم کیا ہے"

(یعنی چھوٹے اور بڑے گناہوں کا ارتکاب کیا اور اپنی زندگی کو برباد کر لیا ہے) اللہ تعالیٰ کی رحمت سے نا امید نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ تمام گناہ معاف فرماویں گے۔ کیونکہ وہ (ضرور) غفور اور رحیم ہیں۔ فقط

اللہ تعالیٰ تمہارے گناہ خواہ کسی قسم کے ہوں معاف فرما دیں گے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کو اپنے نادم اور شرمندہ ہونے والے بندوں کے ساتھ بڑی محبّت و شفقت ہے، دل ندامت کے جذبات میں ڈوب گیا فوراً دل کی گہرائی سے توبہ اور استغفار کی توفیق نصیب ہوئی۔ ایسا معلوم ہوا کہ ماضی کے حالات پر غور کرنے سے خوف کا پیدا ہونا ایک طبعی امر ہے اور اس سے اپنے قصوروں پر نادم ہونا بھی انسان کی صحیح فطرت ہے تو ہماری غفلتوں اور معصیتوں کا زمانہ ہمارے اندازہ میں چاہے جس قدر بھی طویل ہو حقیقتاً بہت ہی مختصر ہے اور ماضی کے خسارے کا تمام کارنامہ ایک جذبۂ ندامت اور توبۃ النصوح سے دفعتہً بالکل کالعدم اور ختم ہو جاتا ہے۔

مومن کی ساری زندگی خوف و رجا کے درمیان گزرتی ہے ہمارے حضرتؒ رجاء کو غالب کرتے تھے اور خوف کو مغلوب فرماتے تھے کیونکہ خوف کا تعلق صرف ماضی سے ہے اور وہ محدود ہے اور رجاء کا تعلق مستقبل سے ہے، اور مستقبل اللہ تعالیٰ کی رحمت کا اور یہ لامتناہی ہے۔ خوف محدود ہے۔ وقتی اور عارضی ہے اور وہ اپنے ماضی سے متعلق ہے جس میں زیادہ تر اپنا ہی مشاہدہ اور مراقبہ ہے۔ اپنی پچھلی زندگی چاہے جس طرح بھی بسر ہوئی ہو۔ اس کی کوتاہیوں

کے متعلق مواخذہ آخرت کے لئے خوف کا ہونا ضروری ہے۔

خیر۔ گناہوں پر تو خوف ہونا ہی چاہیئے لیکن جب اپنی عبادات پر نظر جاتی ہے تو اس کا اندازہ کر کے دل لرز جاتا ہے کہ ان میں بھی دانستہ و نادانستہ کس قدر شرمناک اور کس قدر افسوسناک خامیاں ہیں۔ لیکن اللہ تعالےٰ کے فضل و کرم سے امید وار رہنا چاہیئے کہ انشاء اللہ تعالےٰ ان سب کا تدارک بھی ندامت قلبی سے اور توبہ و استغفار سے ہو جائے گا۔ ماضی ایک محدود وقت تھا جو ختم ہو گیا۔

ندامت کے ساتھ توبہ کر کے سیدھے راستے پر آ گئے۔ ماضی کے خوف و خشیت نے دل کی استعداد و صلاحیت کو درست کر دیا۔ اب آئندہ زندگی میں نیک اعمال اور معاصی سے اجتناب کا اہتمام ہونے لگا۔

لیکن گناہوں یا عبادات کی خامیاں تو ندامت قلب اور توبۃ النصوح سے انشاء اللہ معاف ہو جائیں گی۔ اب اصل فکر و توجہ تو مستقبل کے لئے ہونا چاہیئے۔ مستقبل کا تعلق خاص طور پر حیات بعد ممات کے ساتھ ہے جو لامتناہی اور ابدی ہے اس لئے بڑی اہمیت کے ساتھ مستقبل کو پاک و صاف بنانے کا اہتمام کرنا چاہیئے۔

ہمارے حضرتؒ فرمایا کرتے تھے کہ جب ماضی کی یاد آ جائے تو اس کے نقائص کی طرف ایک سرسری نظر ڈال کر "اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِیْ" کہہ لو اور رحمت لامتناہی کی طرف متوجہ ہو جاؤ۔ اپنا مراقبہ چھوڑ دو کہ ہم ایسے خطاکار ایسے زیاں کار ہیں۔ ہم سے کچھ بن نہ پڑا، ساری زندگی برباد گئی۔ اب یہ کچھ نہ سوچو۔ تم توبۃ النصوح کر چکے ہو جو انشاء اللہ ضرور قبول ہو گی۔ اب مستقبل میں اللہ تعالیٰ کی رحمت کا مشاہدہ کرو کہ لذیذ بھی ہے اور مدید ہے۔ اگر غور کرو گے تو اپنی زندگی کے تمام ماحول میں تمام تعلقات و معاملات میں اللہ تعالےٰ کے انعامات و احسانات ہی نظر آئیں گے اور ان پر ادائے شکر کے تقاضے پیدا ہوں گے اور اللہ تعالےٰ سے محبت کے جذبات ابھریں گے مگر مستقبل کا سارا دارومدار زمانۂ حال پر ہے۔ اس لئے ہمارے حال کا ہر لمحہ

بڑا اگرانقدر ہے۔ اس کو تو بہت ہی احتیاط اور اہتمام کے ساتھ استعمال کرنا چاہیئے۔ لیکن اس بات کا بغیر کسی مصلح کی نظر کیمیا اثر کے حاصل ہونا دشوار ہوتا ہے۔ کیونکہ ہماری روزمرہ کی زندگی میں نفس و شیطان ہمارے دل و دماغ پر غفلت کے پردے ڈال کر طرح طرح کی فریب دہ لذتوں میں مبتلا کر دیتے ہیں اور ہم کو نہ تو اس کا احساس ہوتا ہے اور نہ اس پر کوئی افسوس ہوتا ہے کہ ہم نے اپنے فسق و فجور سے اور عارضی شہوانی لذتوں سے روح کی پاکیزگی کو کس قدر نقصان پہنچالیا ہے۔

اگر کسی مصلح یا مرشد سے تعلق ہو تو اس کے فیضان صحبت سے اور تعلیم و تربیّت سے نفس و شیطان کے مکائد پر ہر وقت نظر رہنے لگتی ہے۔ پھر اگر شیطان بہکاتا ہے تو فوراً متنبّہ ہو جاتا ہے۔ نفس اگر شرارت کرتا ہے تو فوراً اس پر مجاہدہ کا تازیانہ لگایا جاتا ہے، نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ رفتہ رفتہ نفس کے تقاضے کمزور پڑ جاتے ہیں اور ملکات حسنہ کو ابھرنے کا موقع ملتا ہے۔ نفس کے ساتھ مجاہدہ کرنے سے دل میں تقویٰ کی کیفیّت پیدا ہونے لگتی ہے۔ روح میں تازگی اور پاکیزگی عود کرتی ہے۔ جذبات و خیالات میں لطافت و نفاست پیدا ہوتی ہے۔ ذکر اللہ اور عبادات کے اثرات راسخ ہونے لگتے ہیں۔ پھر قلب مصفّٰی و مجلّٰی ہیں مشاہدات حق کی صلاحیت پیدا ہوتی ہے۔ حقائق معارف کا ورود ہوتا ہے جس کی بدولت تعلق مع اللہ کا احساس قوی ہونے لگتا ہے اور یہ سب کچھ ہمارے مستقبل کے لئے یعنی حیات بعد ممات کے لئے دولت لازوال کا سرمایہ بن جاتا ہے۔ اللہ تعالےٰ ہم سب کو اس کی توفیق عطا فرماویں آمین۔

اپنے ماضی و مستقبل کی ایسی مثال سمجھئے کہ جیسے ایک شخص ہے کہ بھٹکتا پھر رہا ہے بھیانک جنگل ہے، اندھیری رات ہے، موذی جانوروں کا خوف ہے کہ دفعتاً بجلی چمکتی ہے اور وہ شاہراہ پر آپہنچتا ہے۔ تو اب اس کو اس وحشت ناک منظر کا سبق لے کر بیٹھنا نہ چاہیئے۔ سرسری طور پر خیال کرے کہ کہاں سے نکل آئے ہیں، کیسے دردناک عذاب سے نجات ملی ہے، اللہ تعالیٰ

کا شکر ادا کرے۔

الحمدللہ۔ اب شاہراہ پر آئے ہیں اور شاہراہ سیدھی جنت الفردوس تک پہنچتی ہے۔ بس اپنے کام میں لگے شکر ادا کرے اور سفر زندگی طے کرے اب انشاء اللہ تعالےٰ حیات طیبہ کی لذّت اور حلاوت اور طمانیت محسوس ہو گی۔

ع کرو گے یاد جب باتیں کرو گے

یہ سب حضرت والا کی بتائی ہوئی باتیں ہیں۔

حقیقتِ شکر

احساس شکر بڑی نعمت اور بڑی دولت ہے یہی روحِ معرفت اور جانِ محبت ہے اسی میں لذت زندگی اور حاصل بندگی ہے۔ اللہ تعالےٰ کی نعمتوں کا صحیح استعمال ہی عبادت ہے اور غلط استعمال معصیّت ہے۔ صحیح استعمال کے معنی قدر دانئ نعمت ہے اور اسی قدر دانی کا نام شکر ہے، منعمِ حقیقی کا حق ہے کہ اس کی نعمتوں کی قدر کی جائے نعمتوں کی قدر کرنے اور اس کا شکر ادا کرنے ہی سے منعم کی معرفت و محبت دل میں پیدا ہوتی ہے۔

۱۔ شکر ادا ہوتا ہے زبان سے نعمتوں کے استحضار کے ساتھ۔

۲۔ دل سے یوں سمجھے کہ یہ نعمت عطائے الٰہی ہے ورنہ میں ہرگز اس کا مستحق نہ تھا اور دل سے شکر اسی وقت ادا ہو سکتا ہے جب اپنی موجودہ حالت پر قناعت کامل حاصل ہو اور دل میں زیادہ کی ہوس نہ ہو۔

۳۔ نعمت موہوبہ کے صحیح استعمال سے یعنی جو نعمت جس مصرف کے لئے ہے اور اس کے استعمال کے لئے جو حدود شریعت وسنت نے قائم کئے ہیں اسی طرح اس کو استعمال میں لائے

۴ ۔ جو نعمت جس واسطہ سے ملی ہے اس واسطہ کی قدر کرنا اور اس کا شکریہ ادا کرنا اور اس کا احسان ماننا اور ہمیشہ اس کے معاملات وسلوک میں اس کا لحاظ رکھنا۔

۵ ۔ جن باطنی ملکات وادراکات واحساسات سے نعمتوں کی لذت اور منفعت حاصل ہوتی ہیں اصل میں وہی قابل شکر ہیں مثلاً سماعت وبصارت وگویائی۔ اعضاء وجوارح کا صحیح و سالم اور فاعل ہونا۔ حقیقتاً یہ ہر چیز اللہ تعالٰے کی دی ہوئی بہت بڑی نعمت ہے۔ قابل قدر ولائق شکر ہے۔ اسی طرح دماغ کا صحیح ہونا۔ قوی ہونا۔ ذہین وذکی ہونا۔ علم صحیح سے مصفّٰی و مجلّٰی ہونا۔ اسی طرح دل کا سلیم ہونا۔ قابلیت واستعداد وصلاحیت کا صحیح معیار پر ہونا ہزاروں نعمتوں کا سرچشمہ ہے۔ اسی طرح جسمانی وفطری تقاضوں کا حدود کے اندر صحیح استعمال ہونا اللہ تعالٰی کی دی ہوئی صلاحیتوں کی قدردانی ہے لیکن اگر ان کا غیر صحیح مصرف ہو جائے اور غیر مناسب محل وموقع پر ان کا استعمال ہو جائے تو ندامت قلب کے ساتھ اس لغزش وکوتاہی پر توبہ کر لینے سے اس کی تلافی ہو جاتی ہے اور یہ توفیق توبہ بھی اور توبہ کے بعد اللہ تعالٰے کا وعدۂ مغفرت ورحمت بھی ان کی عطا ہے تو پھر اس عطائے نعمت پر بھی شکر واجب ہے۔

موجودہ ماحول اور ہمارے فرائض اور دستور العمل

ارشاد فرمایا کہ آج کل یہ عنوان میرے ذہن پر چھایا ہوا ہے کہ موجودہ معاشرہ کس قدر تباہ کن ہو رہا ہے۔ کیسی گندی فضاؤں میں ہم سانس لے رہے ہیں۔ آزادی، بے حیائی بڑھتی چلی جا رہی ہے۔ دیکھئے تو سوچنے کی بات ہے کہ ان تمام مکروہات کو دیکھ کر ہماری غیرت اور حمیت کو جوش آتا ہے یا نہیں۔ اس کی طرف سے کیسی بے فکری ہے۔ نتیجہ کیا ہونے کو ہے؟ اس کا بالکل خیال نہیں۔ اگر آخرت کا خیال مستحضر ہو جائے تو کیا کوئی اطمینان سے بیٹھ سکتا ہے۔

پہلی آواز جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اٹھائی وہ یہی ہے کہ بے فکری کو دور کرو۔ آخرت کا معاملہ بڑا سنگین ہے اور یہ معاملہ یقیناً ہونے والا ہے۔ ہوشیار ہو جاؤ، بیدار ہو جاؤ، مگر کیا بتائیں یہ ہماری شامت اعمال ہے کہ ہمارا تعلق دین سے ضعیف ہوتا چلا جا رہا ہے۔ کہیں دین کے چرچے نہیں۔ اچھی صحبتیں نہیں۔ آخرت کے امور جو ہمارے سامنے درپیش ہیں ان سے بالکل غفلت ہے آج جو مکروہات اور منکرات اس سرزمین میں ہو رہے ہیں ان سے ہماری بے حسی کا جائزہ لیا جا رہا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ ہم پر مجبوری کا اس قدر غلبہ ہو گیا ہے جیسے ہم ایک زبردست بوجھ میں دبے ہوئے ہوں۔ اس سے مفر کی کوئی صورت نہ ہو۔ زندگی برباد ہو رہی ہے۔ مگر اس کا کوئی تدارک نہیں تمام ماحول گھرا ہوا ہے عذاب سے اور ہم بے حس وحرکت ہیں۔ یہ بے حسی ہماری اور آپ کی خدانخواستہ کہیں رنگ نہ لے آئے۔ اور ہم دین ودنیا کو غارت کر کے آخرت میں خسران عظیم کا مصداق نہ ہوں، اس لئے ابھی وقت ہے پھر دین متین کا سہارا حاصل کرو۔ خود کو اور اپنی نسلوں کو تباہی سے بچاؤ اپنی زندگی سے چند لمحات فکر یہ نکال لو۔ اور غور کرو کہ اب ہم کو کیا کرنا ہے۔

؎ جسمِ آزادی میں پھونکی تونے مجبوری کی روح — خیر جو چاہا کیا ۔ اب یہ بتا ہم کیا کریں

ہمارا کیا اختیار ہے۔ ہم کو کیا کرنا چاہیئے۔ کم از کم اپنی کمزوریوں اور مجبوریوں کو خدا کے سامنے پیش تو کرتے رہو کہ اے اللہ ہم مجبور ہیں ہم کمزور ہیں اپنے فضل و کرم سے ہماری نصرت فرمایئے یہ پناہ مانگنے کا وقت ہے خدا سے پناہ مانگو قبل اس کے کہ عذاب الہٰی ہم پر مسلط کر دیا جائے اس سے لرزاں ترساں ہو کر دعائیں تو مانگنا شروع کر دیں کہ اے اللہ ہمیں عصیان و طغیان کے ماحول سے اپنی پناہ عطا فرمایئے اے اللہ یہ ہماری بداعمالیوں کا وبال ہے ہم کو نجات عطا فرمایئے۔

کبھی کبھی اپنی تنگ نظری کی وجہ سے یہ خیال ہوتا ہے۔ کہ عالم میں کیا کیا ہلاکت کا سامان ہو رہا ہے اور میں کیا دعا مانگ رہا ہوں۔ میری کیا حقیقت اور کیا ہستی۔ لیکن بتانے والے نے بتایا ہے کہ خبردار کبھی مایوس نہ ہونا۔ دیکھو اللہ تعالیٰ کے اعلانات موجود ہیں مایوسی کی کوئی وجہ نہیں۔ کلام الٰہی آیات رحمت سے بھرا ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم غفور الرحیم ہیں آجاؤ توبہ استغفار کر لو۔ ہماری طرف رجوع ہو جاؤ۔ ہماری رحمت و قدرت متوجہ ہے بندوں کی طرف۔ پناہ مانگو پناہ ملے گی۔ رجوع الی اللہ ہونے سے ماحول کی تاثیریں اور خاصیتیں بدل جاتی ہیں۔ توبہ استغفار اور ترک معاصی سے یہ گندہ ماحول پناہ مانگنے والوں کی ذات کے لئے پُر عافیت ہو جائے گا پھر انشاء اللہ پریشان و بے چین ہو کر ہر رجوع ہونے والے شخص کو اس زمانے میں بھی حیات طیبہ نصیب ہو سکتی ہے۔

امور آخرت کے مناظر بڑے کٹھن اور سنگین ہیں آپ وہاں اتنے مجبور ہوں گے کہ کوئی تغیر پیدا نہیں کیا جا سکتا۔ قیامت کے ہولناک مناظر جو قرآن و حدیث میں آئے ہیں سب ہونے والے ہیں۔ ان مناظر کو بدلنے کی آج قدرت دی گئی ہے آج موقع ہے پھر وہاں موقع نہ ملے گا۔ اگر چاہتے ہو آخرت کے امور سے پناہ حاصل ہو جائے تو آج پناہ مانگ لو۔ جب پناہ مانگنے سے آخرت کے عذاب سے پناہ مل سکتی ہے تو یہاں دنیا میں پناہ کیوں نہیں ملے گی۔ سو توبہ استغفار کو اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع ہونے کو۔ پناہ مانگنے کو اور درود شریف کو

اپنا شعارِ زندگی بنا لو اور اس کے بعد حسبِ استطاعت، صاحبِ قوت، اپنی قوت سے، صاحبِ زبان اپنی تقریر سے، اور صاحبِ قلم اپنی تحریر سے اس باغیانہ ماحول کے مقابلہ میں اپنے اپنے دائرے میں حدود کے اندر رہ کر مسلمانوں کو غیرت دلائے اور حمیت دلائے اور اس غفلت کے خطرناک انجام سے متنبہ کرے پھر انشاء اللہ اس پراگندہ ماحول میں بھی آپ کو حیاتِ طیبہ ملے گی۔ بہرحال توفیق کی عطا تو اللہ تعالیٰ ہی کے دستِ کرم و کرم بندہ نواز میں ہے۔

احساسِ فراغت

ارشاد فرمایا کہ فراغت قلب بڑی دولت ہے۔ میرا جی چاہتا ہے کہ آپ کے سامنے آج اسی کی کچھ اہمیت بیان کروں کیونکہ ہمارے حضرت رح کو فراغتِ قلبی بڑی عزیز تھی اس کا بڑا اہتمام فرماتے تھے اور اسی کی تعلیم فرماتے تھے۔ کبھی فرماتے تھے کہ مجھے وقت کی ناقدری سے بڑی تکلیف ہوتی ہے، نہ میں کسی کو کسی معاملہ میں منتظر رکھتا ہوں نہ کسی کا انتظار کرنا ہوں چاہتا ہوں کہ جو بات ہو سلیقہ کی ہو اور وقت پر ہو جائے، دوسرے کو اذیت سے بچانا میرے ذوق میں کل سلوک ہے کبھی فرماتے کہ میں جو تقاضے کے ساتھ حتی الامکان وقت پر ہر کام سے فارغ ہو جاتا ہوں وجہ اس کی یہ ہے کہ میں چاہتا ہوں کہ کچھ لمحات ایسے بھی ہوں کہ قلب غیر اللہ کے ساتھ مشغول نہ ہو۔ تاکہ اگر کبھی خدا تعالیٰ کی یاد کی توفیق ہو جائے تو کوئی مانع نہ ہو۔ ایک مجدد وقت نے اس مشغول اور مختصر زندگی میں کیسی اہم بات کی طرف ہماری توجہ دلائی اور ساری زندگی اس کی اہمیت بیان فرماتے رہے اور خود اس پر عمل پیرا رہے۔ ذرا اپنا نظام الاوقات مقرر کر کے اور اس کے مطابق عمل کر کے دیکھو تو یہ کیسی بڑی نعمت ہے۔ نعمتوں کا مشاہدہ معیت الٰہیہ کا شرف، خدا تعالیٰ سے مناجاتیں، تدبر تفکر اپنی زندگی کا جائزہ وغیرہ یہ فراغت قلبی ہی کی تو برکتیں ہیں اگر قلب کو اللہ تعالیٰ کے لئے فارغ کیا جائے گا تو پھر توجہ الی اللہ

کی توفیق ہو گی اور قلب تجلی گاہ حق بن جائے گا۔ یہ بات صرف سمجھ لینے سے کافی نہیں ہوتی بلکہ اہتمام کے ساتھ عمل کرنے سے مقصود حاصل ہوتا ہے اپنے قلب کو کم از کم تین منٹ روزانہ کوئی وقت مقرر کر کے مطلقاً فارغ رکھنے کی عادت ڈالو، پھر اس کے ثمرات مشاہد ہوں گے۔

بفراغِ دل زمانے نظرے بماہ روئے
بہ ازاں کہ چترِ شاہی ہمہ روز ہاؤ ہوئے

جس کسی کو بھی دین و دنیا کی نعمتوں کا احساس ہوا اور اس پر ادائے شکر کی توفیق اور ازدیادِ نعمت کا اندازہ ہوا۔ اسی فراغتِ قلب کے بدولت ہوا۔ فراغت قلب کا ایک عنوان صحبت اہل اللہ بھی ہے اگر آپ تھوڑی دیر کے لئے علائقِ دنیا کو قطع کر کے فراغتِ قلب حاصل نہ کر لیتے تو آپ اہل اللہ کی مجلسوں میں جاتے ہی کیوں۔ ان کی مجلس میں آپ کو محبت الٰہیہ کی نعمت ملتی ہے آپ کو شرف مجالست حاصل ہوتا ہے۔ بس فراغت قلبی کی قدر کرنا چاہیئے اور اس کے حصول کی کوشش کرنی چاہیئے پھر تم اپنی زندگی میں تعلق مع اللہ کا مشاہدہ کرو گے اور فراغت قلبی کے میسر ہو جانے کے بعد عالم کائنات کے سب مظاہر اور مناظر قلبی کے لئے معاون ہو جاتے ہیں، پھر آسمانوں کی چیزیں اور زمین کی چیزیں، عالم تعلقات، دوست احباب، ناگواریاں، خوش گواریاں ان سب میں تجلیات الٰہیہ مشاہد ہوتے ہیں، ہماری تمام ظاہری اور باطنی قوتیں، ہمارے تمام احساسات جذبات، ہمارے تمام حواس وادراکات تعلق مع اللہ کا ذریعہ بن جاتے ہیں اور حجابات اٹھ جاتے ہیں ذرا اس کو حاصل کر کے تو دیکھو۔ وما توفیقی الا باللہ۔

پس از سی سال ایں نکتہ محقق شد بہ خاقانی
کہ یک دم با خدا بودن بہ از ملک سلیمانی

سعی اور اتمام

اَلسَّعْیُ مِنِّیْ وَالْاِتْمَامُ مِنَ اللّٰہ کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا کہ ساری عمر اپنی استطاعت کے مطابق طاعات میں کوشش اور معاصی سے بچنے کا اہتمام رہے یہی بندگی کی شان ہے، ورنہ ان کا حق کس سے ادا ہو۔ اور کون ادا کر سکتا ہے؟ کیونکہ تمہاری طرف جتنی نسبت ہے عمل کی وہ تو تمام عمر ناقص ہی رہے گی، اتمام کرنے والے اللہ تعالیٰ ہیں اور ان کا اتمام کامل ہے۔ اب اپنا اپنا ظرف ہے، اس میں بڑے بڑے ظرف والے، اہلِ معرفت، اہل مقامات اور صاحب نسبت بھی ہیں، اور چھوٹے ظرف والے بھی ہیں۔ تم اپنا ظرف دیکھو اور انعامات کا مشاہدہ کرو تاکہ شکر کی توفیق ہو ؎

کیا غرض مجھ کو کہ کس کے جام میں ہے کیسی مے

میرے پیمانے میں لیکن حاصلِ مے خانہ ہے (عارفیؔ)

اس طرف دیکھو کہ ناقص سعی عمل پر اللہ تعالیٰ نے انتہائی کامل اتمام فرمایا۔ پھر جب درجہ میں جاؤ گے اپنا ظرف کم اور عطا کامل نظر آئے گی۔ اس سے مزید شکر کی توفیق ہوگی۔ استعداد ترقی کرے گی ظرف بھی بڑھے گا اور بڑے بڑے صاحب کمالات، جن پر افضال اور انعاماتِ الٰہیہ ہوئے ہیں۔ ان میں شامل ہو جاؤ گے، کچھ نہ کر پائے اور نعمتیں اندازہ سے باہر مل رہی ہیں۔ اس پر گردن جھکا کر ندامت کے ساتھ شکر ادا کرو یہی وفا کی شان ہے، ارشاد فرمایا گیا مَا عَرَفْنَاکَ حَقَّ مَعْرِفَتِکَ اور اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ ترجمہ۔ آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین کامل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت کو پورا کر دیا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دولت اپنے صحابہ میں تقسیم فرمائی۔ اور انھوں نے اس امانت کو قیامت تک کے

لئے اُمتیان محمد صلے اللہ علیہ وسلم تک پہنچانے کا معتبر و مستند انتظام فرما دیا۔ پھر حضور کی مجلس والوں میں جس طرح صدیق اکبرؓ کامل ہیں، فضیلت کا معیار جدا ہے اسی طرح ایک بدوئیؓ بھی دولت ایمانیہ میں کامل ہے۔ ارشاد ہے اَصْحَابِی کَالنُّجُوْمِ (توجمہ) میرے صحابہ (ہدایت حاصل کرنے کے لئے) ستاروں کی طرح ہیں) سب جگمگا رہے ہیں۔ چھوٹے بڑے، اپنی اپنی جگہ پر ان کے مراتب الگ الگ، حیثیتیں جداگانہ، مگر سب کامل ہیں۔ جنت میں بھی سب کامل ہی ہوں گے۔ ناقص کوئی نہ ہوگا مگر مراتب اور مدارج میں زمین آسمان کا فرق ہوگا۔ ارے ان کے فضل سے ہر اہتمام کرنے والا ہر امتی اپنی جگہ پر کامل ہے۔

اسی طرح شیخ کی مجلس میں مختلف استعداد کے لوگ ہیں۔ شیخ نے ایک کو درس و تدریس میں میں لگا دیا، ایک کو خانقاہ میں بٹھا دیا، کسی کو مسجد میں امامت سپرد کر دی، کسی کو اذان دینے پر اور جھاڑو لگانے پر مامور کر دیا۔ مگر یہ سب کامل ہیں۔ شیخ کے تعلق کے ساتھ۔ پھر اہتمام عمل میں کوئی کسی حال میں ہے کوئی کسی حال میں۔

آپ کے جتنے ملازمین ہیں سب کو آپ سے تعلق ہے۔ سب اپنے اپنے درجہ میں مقرب ہیں اور اپنے اپنے منصب پر کامل ہیں۔ ہمارے حصہ میں فہم سلیم و اعمال صالحہ کی بدولت جو عرفان آیا ہے ہمارے لئے کامل ہے۔ آپ کے حصہ میں جو آیا ہے آپ کے لئے کامل ہے۔ اپنا اپنا رنگ ہے مگر عطا ان کی ہر حال میں کامل ہے

ع

ہر گُلے را رنگ و بوئے دیگر است

بس سعی کی نسبت بندے کی طرف ہے اور یہ ہمیشہ ناقص ہی رہے گی اور عطا ان کی طرف سے ہے، یہ ہمیشہ کامل ہوگی۔

حسن کمالِ حسن ہے یعنی حُسن جہاں ہے کامل ہے
عشقِ مآل عشق ہے یعنی عشق میں کامل کوئی نہیں

صبر و شکر

ڈاکٹر صاحب مدظلہ نے فرمایا کہ صبر و شکر اعمالِ باطنی کے بنیادی ستون ہیں ان کو حاصل کرنے کے لئے نفس کے ساتھ بڑا مجاہدہ کرنا پڑتا ہے اور کسی مرشد و مصلح کی تعلیم و تربیت ہی سے اس کا حاصل کرنا ممکن ہے۔

انسان کی ساری زندگی انہیں دو باتوں سے مرکب ہے صبح سے شام تک یا تو اپنے حسبِ دلخواہ امور پیش آتے ہیں یا اپنے منشاء کے خلاف خوشگوار یا ناخوشگوار، خوشگوار پر شکر واجب ہے اور ناخوشگوار پر صبر واجب ہے دونوں مامور بہ ہیں اور عبادت ہیں لیکن ہم لوگ اپنی روزمرّہ کی زندگی کے مختلف مشاغل میں اس قدر مشغول اور حواس باختہ رہتے ہیں کہ نہ تو خوشگوار باتوں پر اللہ تعالےٰ کا شکر ادا کرنے کی یاد اور توفیق ہوتی ہے اور نہ ناخوشگوار باتوں کو منجانب اللہ سمجھ کر صبر کی توفیق ہوتی ہے۔ ہمارے آقائے نامدار صلے اللہ علیہ وسلم نے کمال شفقت و محبت سے ہماری فراموش کاری کا اندازہ فرما کر ان دونوں امور یعنی صبر و شکر کا حق ادا نہ کر سکنے پر اس کی تلافی کے لئے کیسی جامع دُعا تجویز فرمائی ہے۔ چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک کے الفاظ ہیں اس لئے یقیناً مقبول ہیں انشاء اللہ تعالےٰ اس کا ورد ہی ہمارے لئے باعث شرفِ قبولیت ہوگا۔ وہ دعا یہ ہے۔

فَكَمْ مِّنْ نِعْمَةٍ اَنْعَمْتَ بِهَا عَلَيَّ قَلَّ لَكَ بِهَا شُكْرِيْ وَكَمْ مِّنْ بَلِيَّةٍ اِبْتَلَيْتَنِيْ بِهَا قَلَّ لَكَ بِهَا صَبْرِيْ فَيَا مَنْ قَلَّ عِنْدَ نِعْمَتِهٖ شُكْرِيْ فَلَمْ يَحْرِمْنِيْ وَيَا مَنْ قَلَّ عِنْدَ بَلِيَّتِهٖ صَبْرِيْ فَلَمْ يَخْذُلْنِيْ وَيَا مَنْ رَاٰنِيْ عَلَى الْخَطَايَا فَلَمْ يَفْضَحْنِيْ۔

ترجمہ:۔ بہت سی ایسی نعمتیں ہیں کہ تو نے مجھے عطا فرمائیں مگر میرا شکر ان کے مقابلہ

میں کم رہا اور بہت سی ایسی مصیبتیں ہیں کہ تو نے مجھے ان میں مبتلا کیا اور ان پر میرا صبر کم رہا، پس اے وہ کہ اس کی نعمت کے وقت میرا شکر کم رہا پھر بھی مجھے محروم نہیں کیا اور اے وہ کہ اس کی (دی ہوئی) مصیبت کے وقت میرا صبر کم رہا پھر میرا ساتھ نہ چھوڑا، اور اے وہ کہ دیکھا مجھے گناہوں پر پھر بھی فضیحت نہ کیا مجھے۔

سوتم بھی مذکورہ بالا دعا کا مفہوم سمجھ کر التزاماً تلاوت کرتے رہو اور اللہ تعالیٰ سے قبولیت کے امید وار رہو۔

دوسرے یہ کہ ایمان حاصل بڑی دولت ہے گو مدارج کمال چند در چند ہوں مگر ایمان جہاں ہے جس کے پاس ہے صحیح ہے۔ اس کی استعداد کے موافق اس میں کوئی کمی نہیں، لیکن ضعیف ہے یا قوی، یہ ایک الگ چیز ہے ہم لوگوں کو چاہیئے یہ کہہ لیجئے کہ ایمان کا کمال یا اعلیٰ درجہ حاصل نہیں یا یہ کہیئے کہ ہمارا ایمان ضعیف ہے۔ بہر حال اس ضعف کو دور کرنے کے لئے یا اس کا اعلیٰ درجہ یعنی کمال حاصل کرنے کے لئے صحبت اہل اللہ کی ضرورت ہے۔ اہل اللہ کے فیضانِ صحبت سے قلب کی صلاحیتیں اور استعداد درست ہوتی ہیں، اور ایمان کو تقویت پہنچتی ہے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کی باتیں سن کر اور ان کے مطابق عمل کرنے سے کمال ایمان کا اعلیٰ درجہ خود بخود رفتہ رفتہ ہوتا رہتا ہے اور جب ایمان میں تقویت پیدا ہونے لگتی ہے پھر نا ممکن ہے کہ مواقع صبر پر صبر نہ ہو اور حالات شکر پر شکر نہ ہو۔ لہٰذا صحبت اہل اللہ اختیار کرو۔ خود اللہ تعالےٰ نے نیک لوگوں کی صحبت اختیار کرنے کے لئے تاکید فرمائی ہے۔

يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ ۝

معاملات اور معاشرت کی اصلاح پر توجہ

ایک سلسلۂ گفتگو میں ارشاد فرمایا کہ پہلے مقصود کو سمجھ لو اچھی طرح سے کہ کیا ہے اور مقصود یہ ہے کہ حقوق اللہ اور حقوق العباد ادا ہو جائیں، کیف سے، بے کیفی سے، خوف سے، محبت سے، وساوس و خطرات کے ساتھ یا بے دلی سے، شرما حضوری سے کسی طرح ادا ہوں ادا ہو جائیں۔ جس طرح بعض مرتبہ حقوق اللہ کی ادائیگی میں دل نہیں لگتا مگر ادا کرتے ہیں اسی طرح حقوق العباد کے ادا کرنے کو بھی دل چاہے نہ چاہے ادا کرتے رہو، نماز میں وساوس و خطرات آتے ہیں تو پوچھا جاتا ہے۔ کہ کس طرح ان کو دور کیا جائے، کیسے حضور قلب حاصل ہو؟ مگر حقوق العباد کی ادائیگی میں کبھی نہیں پوچھتے کیا اس میں وساوس نہیں آتے؟ کیا نفس و شیطان اس وقت چھوڑ دیتے ہیں؟ جب نماز پڑھتے ہو تو درجۂ احسان حاصل کرنا چاہتے ہو۔ مگر جب معاملہ کرتے ہو، تب بھی اللہ میاں نظر آتے ہیں یا نہیں؟

عجیب بات ہے جو انوار کی جگہ ہے یعنی نماز وہاں تو وساوس کی شکایت اور معاملات کے ظلمت کدے میں سراپا انہماک۔ ارے جہاں گندگی ہے وہاں کیوں وساوس کا تذکرہ نہیں کرتے۔ فنیل تو یہاں چھڑکنے کی ضرورت ہے۔ معاملات اور معاشرت میں جو گندگیاں ہیں، فاسد خیالات ہیں، بری نیتیں اور ناپاک ارادے ہیں۔ ان پر کیوں نظر نہیں جاتی اور نماز میں تو آپ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہیئت سے عظمت الٰہی کا حق ادا کرنے کے لئے کھڑے ہوتے ہیں، یہاں کیا شکایت! یہ ہیئت تو خود مانع ہو رہی ہے منکرات سے۔

جب یقین کے ساتھ سمجھ لیا کہ مقصود صرف فرائض و واجبات کی ادائیگی ہے، اور فرائض و واجبات جس طرح عبادات میں ہیں اسی طرح معاملات اور معاشرت میں بھی ہیں۔ تو پھر کیسی ہی حالت ہو۔ طبیعت میں غصہ ہو، کڑھن ہو، گرانی ہو حق واجب ادا کر دیا جائے مقصود حاصل ہے۔ اصل مقام تو یہ ہے مجاہدۂ نفس کا۔ یعنی معاملات و تعلقات مع الخلق۔ دعا کیجیے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق وافر عطا فرما دیں اور ہم ان کی مخلوق کا حق ادا کر کے ان کو راضی کر لیں۔

وقت کی اہمیّت

فرمایا کہ ہمارے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو وقت کی بڑی قدر تھی معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے حضرتؒ کی فطرت ہی میں وقت کی اہمیت کو مضمر کر دیا تھا۔ حضرتؒ کو ابتداء ہی سے وقت کے ایک ایک لمحہ کو صحیح اور برمحل استعمال کرنے کا اہتمام تھا چنانچہ اسی کی برکت ہے کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے رشد و ہدایت اور علوم دین کی تبلیغ و اشاعت کا ایک بہت گرانقدر اور بہت بڑا ذخیرہ ہمارے لئے اور آئندہ نسلوں کے لئے مہیا فرما دیا ہے۔ ہر وقت حضرتؒ کی نظر گھڑی پر رہتی تھی اور نہایت سہولت اور بے تکلفی سے ہر کام کو جو نظام الاوقات کے تحت ہوتا تھا انجام دیتے تھے اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ حضرت ہمہ وقت بالکل فارغ ہیں اور جو کام کر رہے ہیں نہ اس میں عجلت کا شائبہ ہے اور نہ اس میں کسی فکر و کاوش کا اثر ہے۔ ساری عمر اپنے تمام معمولات اور ضروریات زندگی کو مقررہ اوقات میں ایک ہی انداز میں ڈھال لیا تھا۔

کسی کام کو جو دین اور دنیا کے لحاظ سے ضروری اور اہم ہو اس کو اس امید پر ملتوی کرنا کہ پھر کسی فرصت کے وقت اطمینان سے پورا کر لیں گے ایک بڑی سخت غلطی ہے کیونکہ جس کام کا تقاضا اور داعیہ اس وقت پیدا ہوا ہے اس کو اسی وقت انجام دینا چاہیئے۔ پھر خدا معلوم موقع ملے یا نہ ملے اور اس کام کو وقت پر پورا نہ کرنے سے جو نقصان ہوتا ہے وہ اکثر ناقابل تلافی ہوتا ہے، جس کے لئے انسان افسوس ہی کرتا رہتا ہے جس کا حاصل کچھ نہیں مگر ہم لوگ اکثر و بیشتر اپنے ضروری کاموں کو وقت کی قدر نہ ہونے کی وجہ سے ضائع کرتے رہتے ہیں۔ اسی طرح ہماری ساری عمر غفلت اور اس کا خمیازہ بھگتنے میں بسر ہو جاتی ہے۔ سچی بات یہ ہے وقت بڑے قدر کی چیز ہے۔ بلکہ یوں سمجھو کہ دین اور دنیا کی دولت یہی ہے جس نے اس سے فائدہ اٹھایا اس کے دین کا بھی نفع ہوا اور دنیا کا بھی۔

جوانی کا زمانہ اکثر غفلت کا زمانہ ہوتا ہے اور عاقبت اندیشی کی قابلیت بہت کم لوگوں میں

ہوتی ہے۔ جب جوانی کے بعد اعصاب کمزور ہونے لگتے ہیں دل و دماغ میں ضعف پیدا ہو جاتا ہے طاقت اور ہمت جواب دے جاتی ہے، اس وقت اگر جب ہوش آتا ہے کہ ہماری پچھلی عمر بڑی کوتاہیوں اور خامیوں میں بسر ہوئی، اور آخرت کے لیئے ہمارے پاس کوئی سرمایہ نہیں ہے اب کیا کریں اور اگر کرنا بھی چاہیں تو اس کے لئے کوئی سامان نہیں ہے نہ دل و دماغ ہے اور نہ ہمت ہے نہ طاقت، یہ بڑی مایوسی اور بے چارگی کا عالم ہوتا ہے۔

لیکن مسلمان کے لئے یہ اللہ تعالیٰ کا بڑا انعام اور احسان ہے کہ اس نے اپنے فضل و کرم سے مسلمانوں کی زندگی کے ہر لمحے کو قابل قدر بنا دیا ہے۔ مسلمان جب چاہے ندامتِ قلب کے ساتھ اپنے آمرزگار اللہ تعالےٰ کی طرف متوجہ ہو جائے اور اپنی غفلتوں کی کوتاہیوں کی اور خامیوں کی معافی چاہ لے، اور تلافی کر لے ؎

بازآ بازآ ہر آنچہ ہستی بازآ　　صد بار اگر توبہ شکستی بازآ

ایں درگہ ما درگہ نومیدی نیست　　گر کافر و گبر و بت پرستی بازآ

اللہ تعالےٰ نے وعدہ فرمایا ہے کہ ہم توبہ کرنے والوں کے تمام گناہ معاف کر دیتے ہیں، ساری عمر غفلت میں گذارنے کے بعد اب آخر عمر میں اللہ تعالےٰ کی طرف متوجہ ہو جانا بھی بڑی نعمت ہے۔ یوں تو اللہ تعالیٰ جس کو چاہیں یہ سعادت عطا فرما دیں۔ لیکن اللہ تعالےٰ کی سنت یہ ہے کہ وہ چاہتے ہیں کہ ان کے بندے اللہ تعالےٰ کے ساتھ صحیح تعلق پیدا کریں اور تعلق پیدا کرنے کا طریقہ بھی بتا دیا ہے کہ ان کے مقبول بندوں سے تعلق پیدا کرو۔ وہ تمہیں اللہ تعالےٰ کو راضی کرنے کی تدبیریں بتائیں گے۔ اور جو کچھ نقصانات تم اللہ تعالےٰ کی نافرمانیوں اور غفلتوں کی وجہ سے اپنی روح کو پہنچا چکے ہو اس کی تلافی کے لئے تدبیریں بتائیں گے اور تمہاری مایوسیوں کو دور کر کے اللہ تعالےٰ کی رحمت اور مغفرت کا امیدوار بنائیں گے۔ اور تم ان کی رہنمائی اور رہبری سے صراط مستقیم پر لگ جاؤ گے اور یہی علامت خاتمہ بخیر ہونے کی ہے۔

اس لئے تم خواہ کسی حالت میں ہو اور زندگی کے کسی دور میں ہو آخرت کے معاملہ کے لئے کبھی مایوس

نہ ہو۔ کسی "اللہ والے" سے تعلق رکھنا نہایت ضروری ہے، تاکہ شیطان کے فریب اور نفس کی شرارت سے حفاظت رہے ورنہ شیطان اللہ تعالٰے کی رحمت و مغفرت سے ناامید کر کے مسلمان کو کفر تک میں مبتلا کر دیتا ہے۔ اللہ تعالٰی ہم سب کو اپنی حفاظت عطا فرماویں۔

خلاصہ یہ ہے کہ کسی "اللہ والے" سے تعلق پیدا کرو، اور فرائض و واجبات ادا کرنے کا اہتمام اور کچھ دیر ذکرِ اللہ یعنی ذکرِ لسانی اور ذکرِ قلبی کر لیا کرو، انشاءاللہ تعالٰے روح میں قوت پیدا ہو گی ایک ایسا وقت ہوتا ہے جب انسان ضعیف اور ناتواں ہو جاتا ہے۔ لیکن ذکراللہ و طاعات و عبادات سے اس کی روح قوی اور جوان ہو جاتی ہے اور اس کو تعلق مع اللہ کی دولت نصیب ہوتی ہے۔ اور یہ دولت مسلمان کی دنیا و آخرت کے لئے بڑا سرمایہ ہے۔ اللہ تعالٰے اپنی رحمت سے ہم سب کو نصیب فرمائیں۔ ے

ہر چند پیر و خستہ و بس ناتواں شدم
ہر گاہ نظر بروئے تو کردم جواں شدم

پاس انفاس

فرمایا ہمارے حضرتؒ نے پاس انفاس کے معنی سمجھائے ہیں کہ فکر و تامّل کا نام ہمارے یہاں پاس انفاس ہے۔ اللہ تعالیٰ کن باتوں سے راضی ہوتے ہیں، اور کن باتوں سے ناراض۔ اپنے تمام حرکات و سکنات میں۔ تمام معاملات و تعلقات میں اپنے نفس کو قابو میں رکھنا۔ حسنات و رذائل پر نظر رکھنا یہ پاس انفاس ہے۔ مثلاً زبان سے کوئی بیجا لفظ نکل گیا تو اس کے تدارک کی فکر ہو جائے۔ توبہ کی طرف توجّہ ہو یا کسی سے کوئی ناگواری پیش آئی۔ دل پر اس کا اثر ہوا۔ تو سوچے کہ کہیں ہم ہی سے تو کوئی زیادتی نہیں ہوگئی۔ دعا کرنے لگے یا اللہ دل میں کدورت نہ آنے پائے یا اللہ جس سے مجھے ناگواری پیش آئی اسے معاف کر دیجئے۔ پاس انفاس کا یہ عمل بھی کر کے دیکھئے باطن کی ترقی ہوتی ہے یا نہیں؟

عزیزمن! یہ نفس کہاں کہاں بھٹکتا ہے کبھی کچھ دیر اپنے لمحات زندگی میں تامل کر کے تو دیکھئے۔ اگر کسی سے کچھ ناگواری پیش آگئی تھی تو اب کیوں غصّہ کے تاثرات لئے بیٹھے ہو، توبہ تو کر لو اس گندگی سے جس پر غصہ کیا ہے، اس سے معافی مانگ لو اور تھوڑی دیر مراقبہ کر لو، یا اللہ بڑی نادانی ہوئی۔ معاف فرما دیجئے اور میرا دل صاف فرما دیجئے۔ اوراد و وظائف کے ثمرات اسی طرح حاصل ہوتے ہیں۔ تقویٰ کی جھلکیاں یوں ہی پیدا ہوتی ہیں۔ میں نے یہ بات تو صرف مثال کے لئے بیان کی۔ اسی طرح دوسری تمام باتوں میں اہتمام و احتیاط سے کام لینا ہے یہی پاس انفاس ہے۔ یہی مجاہدہ ہے۔

تزکیۂ نفس اسی طرح ہوتا ہے۔ جب دل پر کسی معصیت کا دھبہ آجائے فوراً دھو لو، ندامت قلب سے توبہ کر لو اور عمر بھر یہی کرنا ہے یہی کرتے رہو انشاء اللہ اس سے کیفیت تقویٰ پیدا ہوگی اور تعلق مع اللہ نصیب ہوگا۔

غرضیکہ اپنی آنکھ، کان، زبان اور دل سے جو اعمال صادر ہوتے ہیں ان کی نگرانی رکھنا اور ان کا اپنے اپنے موقع پر صحیح استعمال کرنا حقیقت میں پاس انفاس یہی ہے۔ حضرت سارے مقامات باطن کے اسی طرح طے ہو جائیں گے وما توفیقی الا باللہ۔

ذکر و فکر اور مقام شکر

فرمایا۔ ہم کو ذکر اللہ کی عادت ڈالنی چاہیئے پھر اصل ذکر تو قلب ہی سے ہونا چاہیئے لیکن پہلے زبان ہی سے کرتے رہیں۔ پھر ذکر لسانی کرتے کرتے کبھی دل تک بھی اس کے اثرات کی ایک آدھ دفعہ لہر پہنچ جاتی ہے اور ذکر قلبی کی دولت بھی رفتہ رفتہ میسر ہونے لگتی ہے۔ جب ذکر لسانی کے ساتھ ذکر قلبی بھی جاری ہو جاتا ہے تو پھر تمام عالم امکان ہمارے لئے ذکر قلبی کا باعث اور محرک بن جاتا ہے جس طرح تسبیح مذکر ہے ذکر لسانی کے لئے، اسی طرح اس کائنات کی ایک ایک شئے ذکر قلبی کے لئے مذکر ہو جاتی ہے۔ اور ہمارے تمام امور زندگی، معاملات، معاشرت اور سانحات و حوادث اور سامانِ عیش و راحت غرضیکہ گرد و پیش کی تمام چیزیں ذکر قلبی کی فضا میں مظاہر تجلیات الٰہیہ بن جاتی ہیں، کیوں کہ :۔

یُسَبِّحُ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

یہ ذکر قلبی دعوت فکر دیتا ہے، احساس فکر اور تقاضائے فکر پیدا کرتا ہے بلکہ یہ کہنا چاہیئے کہ فکر و تدبر کا مادّہ جو خوابیدہ اور چھپا ہُوا تھا۔ اس کو ابھار دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے صفات کے تمام مظاہر ہمارے لئے اپنی طرف متوجہ کرنے کے واسطے پیدا فرمائے ہیں۔ جو لوگ دائماً ذکر و فکر میں محو رہتے ہیں بے ساختہ اقرار کرتے ہیں رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا ط کہ اے رب آپ نے کوئی شے بیکار پیدا نہیں فرمائی۔ اسی طرح ہمارے حالات زندگی وہ کسی نوعیت کے ہوں خوشگوار یا ناخوشگوار سب خدا تعالےٰ کی طرف سے ہیں اور ان کے اندر جو حکمت و مشیت ہے وہ سراسر ہمارے لئے رحمت ہی رحمت ہے تجلّی جمال بھی ہمارے لئے اور تجلّی جلال بھی ہمارے لئے۔ ان دونوں کے بغیر معرفت کی تکمیل نہیں ہوتی۔ شکر سے بھی معرفت پیدا ہو گی اور صبر سے بھی، اور معرفت سے محبت الٰہیہ حاصل ہو گی یہ محبت کی گرویدگی کس نے پیدا کر دی۔ انہیں گرم و سرد اور تلخ و شیریں حالات زندگی نے جبکہ ہم نے ان کو منجانب اللہ سمجھ کر ان پر صبر کیا یا شکر ادا کیا اور یہ صبر و

شکر بھی اپنے اپنے مقام پر ذکر اللہ ہی کا درجہ رکھتے ہیں۔ یہ عیش و نشاط، یہ رنج و غم اور زندگی کے نشیب و فراز سب انہی کے رحمت کے عنوانات ہیں اور سب انہی کے ذکر مع الفکر سے معمور ہیں

۵ کوئی جو ناشناس ادا ہو تو کیا علاج
ان کی نوازشوں میں تو کوئی کمی نہیں

بس کچھ دن دیوانوں کی طرح یہی رٹ لگانی چاہیئے کہ یہ سب کچھ میرے لئے ہے، عالم کائنات ہے اور میں ہوں۔ جو کچھ ہو رہا ہے سب میرے لئے ہو رہا ہے۔ ہر چیز اللہ تعالےٰ نے میرے لئے پیدا کی ہے۔ زندگی کے لمحات کہہ رہے ہیں کہ ہم بھی موجود، تم بھی موجود، اپنا لو ہم کو، یہی ہمارا مصرف ہے۔ یہ لمحات اللہ تعالےٰ نے میرے لئے پیدا کئے ہیں اور اپنے تعلق اور معرفت کے لئے عطا کئے ہیں۔ اَللّٰھُمَّ لَکَ الْحَمْدُ لَکَ الشُّکْرُ

سورج طلوع ہو رہا ہے میرے لئے، آج کائنات کو حیاتِ نو عطا کی جارہی ہے میرے وجود کے لئے۔ میرے ہزاروں تقاضے پورے کرنے والی، اور اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ کرنے والی چیزیں موجود ہیں یہ اللہ تعالےٰ نے میرے لئے پیدا کی ہیں اس کی ذرا جھلک آئی اور شکر ادا کر لیا۔ آتے آتے یہ جھلکیاں تند و تیز ہو جائیں گی۔ اور آپ اپنے آپ کو انعاماتِ الٰہیہ میں ڈوبا ہوا پائیں گے۔ ان جھلکیوں کو پیدا کرنے کے لئے اپنی زندگی میں چند لمحات ضرور نکال لیجئے۔

اہل اللہ کی صحبتوں سے اور استحضارِ انعاماتِ الٰہیہ سے قلب کی صلاحیتیں درست ہوتی ہیں اور ادراکات و احساسات بیدار ہوتے ہیں۔ عالمِ موجودات میں یوں تو لاکھوں چیزیں یاد دہانی کیلئے موجود ہیں۔ اگر ان میں سے چند کا شکر بھی ادا کرو گے کامیاب ہو جاؤ گے اور جس روز اس مراقبہ میں ہار جاؤ گے اسی روز دروازۂ معرفت کا کھل جائے گا۔ پکار اٹھو گے۔ اے اللہ! میں تو ان انعامات و احسانات کا حق ادا نہیں کر سکتا۔

اے اللہ! تو توفیق عطا فرما کہ میں آپکی رضا کے لئے صحیح طور پر آپ کے انعامات و احسانات کی قدر دانی کے ساتھ یہ چیزیں استعمال کروں۔ اے اللہ مجھے اپنا شکر گزار اور فرمانبردار بندہ بنا لیجئے یہی حاصل ہے طریق کا اور یہی ثمرہ ہے ذکر و فکر کا۔ اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّکُلِّ صَبَّارٍ شَکُوْرٍ ؀

سُبُلُ السَّلام

۱۔ **وقت** ۔ زندگی کا بڑا قیمتی سرمایہ ہے اس لئے اس کی بڑی قدر کرنا چاہیئے اس کے لئے ضروری ہے کہ صبح وشام تک کی زندگی میں جس قدر مشاغل ہیں ان کے لئے نظام الاوقات مرتب کیا جائے تاکہ ہر کام مناسب وقت پر آسانی سے ہوجائے۔

۲۔ کچھ وقت بلکہ سب سے بہتر وقت نماز فجر کے بعد ذکر اللہ کے لئے اور اوراد و وظائف، تلاوت کلام پاک، ماثورہ دعاؤں کے لئے مقرر کرنا چاہیئے۔ یہ معمولات اس قدر مختصر ہونا چاہیئں کہ ان پہ بلا تکلف دوام ہوسکے۔

۳۔ اتباع سنت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی نیت سے کچھ وقت اپنے گھر کے اندر اپنے اہل وعیال کے ساتھ صرف کرنا چاہیئے اس سے ان کو تقویت اور انشراح رہتا ہے اور خود اپنی زندگی میں بھی ان کے ساتھ انس ومحبت پیدا ہونے سے نشاط خاطر رہتا ہے اور بہت سے امور خانہ داری اور حسن انتظام میں مدد ملتی ہے۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے اہل وعیال کے ساتھ شفقت ومحبت اور حسنِ سلوک کے لئے خاص طور پر بہت تاکید فرمائی ہے۔

۴۔ اللہ تعالےٰ نے اپنے حقوق کے بعد والدین کے حقوق واجب کئے ہیں۔ ان کی زندگی میں ان کی خدمت کرنا۔ ان کو دماغی وجسمانی راحت پہنچانا۔ ان کو ہر طرح سے خوش رکھنا اور ان کی دعائیں حاصل کرنا شرعاً واجب ہے۔ ان کی وفات کے بعد التزاماً ان کے لئے ایصال ثواب کرتے رہنا، تلاوت کلام مجید۔ نوافل اور دیگر اوراد مسنونہ سے بھی اور مالی صدقہ وخیرات سے بھی خصوصاً خیرات جاریہ سے۔ اولاد کا صالح ہونا اور نیک اعمال کا عادی ہونا خود مرحوم والدین کے لئے خیرات جاریہ ہی کا درجہ رکھتا ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ ہر ہفتہ اولاد کے اعمال ان کے والدین کے سامنے

عالمِ برزخ میں پیش کئے جاتے ہیں، اچھے اعمال سے ان کو خوشی اور بُرے اعمال سے رنج ہوتا ہے۔ اس لئے بڑے اہتمام کی ضرورت ہے کہ والدین کی روح کو اذیت نہ پہنچے بلکہ اس کا خیال رکھنا چاہیئے کہ نیک اعمال سے اور ایصالِ ثواب سے ان کو نفع پہنچے۔

۵۔ بھائیوں میں آپس میں محبت قائم رکھنا بہت ہی ضروری ہے ورنہ تمام زندگی لطفِ زندگی حاصل نہیں ہوتا اور زندگی میں قوت نہیں محسوس ہوتی۔ بڑی تباہی کی علامت ہے کہ بھائی بھائی آپس میں اتفاق نہ رکھ سکیں سارا فساد بچوں سے، بیویوں سے شروع ہوتا ہے اور آپس میں غلط فہمی اور بدمزگی پیدا ہونے لگتی ہے۔ خوب سمجھ لیا جائے عقل اسی واسطے ہے کہ پہلے سے اندازہ کرلے کہ یہ فتنہ شروع ہی نہ ہونے پائے ورنہ آخر میں جب دل بُرے ہونے لگتے ہیں اس وقت جذبات سے متاثر ہو کر عقل بھی ماؤف ہوجاتی ہے اور یہی خانہ بربادی کا باعث ہوتی ہے۔ ہر شخص کو فرداً فرداً رواداری۔ ایثار۔ چشم پوشی اور معمولی معمولی باتوں کو درگزر کرنے کی عادت ڈالنا چاہیئے۔ اسی طرح آپس میں محبت قائم رہتی ہے اور جو معاملہ غلط فہمی پر مبنی ہو اس کو فوراً صاف کرلینا چاہیئے۔ اور قصور ہو تو اعتراف کرلے اور معافی مانگ لے۔

۶۔ اولاد کی پرورش و نگہداشت بہت اہم ذمہ داری ہے ان کو ابتدا ہی سے جب ان میں سمجھ پیدا ہونے لگے۔ اللہ اور رسول کا نام سکھانا شروع کردینا چاہیئے پھر ابتدائی عمر میں قرآن شریف کا ختم کرانا اور ضروری مسائل پاکی و ناپاکی کے، جائز و ناجائز، حلال و حرام چیزوں سے ضرور مطلع کر دینا چاہیئے پھر ابتدا ہی سے نماز کی عادت ڈالنا چاہیئے۔ ان کا لباس پوشاک صرف اسلامی طرز کا رکھنا چاہیئے۔ ان کے اخلاق کی نگرانی رکھنا چاہیئے ان کو نشست و برخاست اور کھانے پینے کے آداب سکھانا چاہئیں۔ دین و دنیا کی ضروری تعلیم و تربیت کا خاص طور پر اہتمام رکھنا چاہیئے۔ بُری صحبتوں سے ان کو خاص طور پر بچانے کی فکر رکھنا چاہیئے۔ اس کے علاوہ اور رشتہ داروں کے ساتھ بھی حسن و سلوک کا معاملہ کرنا چاہیئے۔

۷۔ گھر کا معاشرہ بالکل اسلامی طرز کا رکھنا اس زمانے میں واجب ہے۔

۸- تصاویر اور ریڈیو، ٹیلیوژن ہرگز گھروں میں نہ ہونا چاہیئے۔ اس سے نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں کے اخلاق ضرور خراب ہوتے ہیں۔

۹- شریف گھر کی عورتوں میں آج کل کے معاشرے میں آزادی بہت بڑھتی جارہی ہے۔ روایات شرم وحیا اور پردہ داری ختم ہوتے جارہے ہیں، محرم و نامحرم کا امتیاز ختم ہوتا جارہا ہے جس کا نتیجہ یہ ہے کہ ناگفتنی واقعات کثرت سے رونما ہورہے ہیں۔ جنسی قانون فطرت کبھی نہیں بدل سکتا، اس لئے سخت احتیاط کی ضرورت ہے۔

۱۰- جن عزیز واقارب سے صلہ رحمی کا تعلق ہے ان کا حق ادا کرنا بھی واجب ہے اور شریعت میں اس کی بڑی اہمیت ہے۔ ایک حدیث شریف کا مفہوم یہ ہے کہ صلہ رحمی صرف یہی نہیں ہے کہ آپس میں حسن سلوک کا معاملہ رکھا جائے۔ یہ تو غیر شخص سے بھی کرنا چاہیئے۔ صلہ رحمی یہ ہے کہ اگر ایک فریق رشتہ توڑے تو تم رشتہ جوڑو۔ ایک شخص نے اگر حق ادا نہیں کیا تو دوسرا اپنے حق ادا کرنے سے بری نہیں ہوسکتا۔ اگر کسی رشتہ دار نے معاملات خراب کئے یا کوئی اذیت پہنچائی تو یہ اس کا فعل ہے تم کو چاہیئے کہ تم اس کو درگزر کرو اور اس سے انتقام نہ لو۔ اس کی بدگوئی نہ کرو۔ اور اگر اس پر کوئی وقت پڑے تو سخنے قدمے۔ درمے اس کی مدد کرو۔ یہی طریقہ حق ادا کرنے اور رشتہ جوڑنے کا ہے اگر ہو سکے تو جلد اس سے مفاہمت کرلو۔ اس میں بڑی عافیت ہے اور بڑا ثواب ہے۔ شریعت میں حقوق العباد کی بہت زیادہ اہمیت ہے۔ احادیث میں اس کے لئے بہت تاکید آئی ہے اگر کوئی عزیز (یا صاحب معاملہ) اپنے قصور کا اعتراف کر کے معافی چاہے تو شریعت کا حکم ہے کہ ضرور معاف کردینا چاہیئے ورنہ سخت گناہ ہے اسی طرح اگر اپنا قصور ہو تو ضرور معافی مانگ لینا چاہیئے۔ خواہ کتنا ہی نفس تاویل کرے اور خفت محسوس کرے۔ اگر معافی مانگنے پر دوسرا فریق معاف نہ کرے تو وہ گناہ گار ہوگا اور معافی مانگنے والے سے عنداللہ اب کوئی مواخذہ نہ ہوگا۔ فقط

۱۱- پڑوسیوں سے بھی بہت خوشگوار تعلقات رکھنا چاہیئے اور ہمیشہ اس کا اہتمام رکھنا چاہیئے کہ تمہاری وجہ سے ان کو کسی طرح کی اذیت نہ پہنچے اور اگر ان سے تم کو کوئی اذیت پہنچے تو ضبط وتحمل

سے اور درگذر کرنے سے کام لیا جائے اور جلد ان سے خوش اسلوبی سے مفاہمت کر لی جائے۔

۱۲۔ شادی اور غم کی تقریبات میں جہاں ہر طرح کی بدعات اور خلاف شرع باتیں ہوتی ہیں جہاں تک ممکن ہو سکے ان میں شرکت سے اجتناب کیا جائے اور خود اپنے یہاں سختی سے شرع پر عمل کیا جائے۔ کیونکہ خلاف شرع امور میں کبھی برکت نہیں ہوتی۔ بلکہ بشیتر دنیاوی نقصان کے علاوہ مواخذہ آخرت کا باعث ہوتے ہیں۔

۱۳۔ اپنے گھر کے ماحول کو تمام تر اسلامی بنانا چاہیئے ورنہ آئندہ نسلیں اس سے بالکل بیگانہ ہو جائیں گی اور اس سے دین و دنیا کے بے شمار مفاسد پیدا ہوں گے۔ اپنا رہنا سہنا، لباس پوشاک، وضع قطع، کھانا پینا سب شریعت و سنت کے مطابق ہونا چاہیئے، گھر کے استعمال کا سامان بھی سادہ اور پاک و صاف ہونا چاہیئے۔ حیثیت سے زیادہ قیمتی سامان جو محض نمائش کے لئے ہو اس کا مہیا کرنا اسراف بیجا ہے اور پریشانی کا باعث ہوتا ہے۔ کیوں کہ ہمیشہ اس کی حفاظت کا خیال رکھنا پڑتا ہے کبھی ان میں اضافے کی ہوس اور کبھی ان کے خراب ہو جانے کا خدشہ قلب کو مشوش رکھتا ہے۔ قناعت تو ضروری سامان ہی میں نصیب ہوتی ہے مغربی تہذیب کی لعنت ہمارے معاشرے کو اس قدر مسموم کرتی جا رہی ہے کہ ہم غیر شعوری طور پر اس میں مبتلا ہو کر اپنے شعائر اور شعور اسلامی سے محروم ہوتے جا رہے ہیں وقار اسلامی اور روایات خاندانی اور لوازمات شرافت کو ضرور برقرار رکھنا چاہیئے۔ ورنہ دنیا میں بھی خواری ہے اور آخرت میں بھی خسران ہے اگر انجام کار پر غور کیا جائے تو یہ بات خود عقل تسلیم کر لے گی۔

۱۴۔ جسمانی صحت و تندرستی بڑی قابل حفاظت نعمت ہے اس کے زائل ہونے سے طبیعت میں سکون باقی نہیں رہتا۔ اس کے تحفظ کے لئے خاص اہتمام رکھنا چاہیئے اور اس کے اہتمام کے لئے تنظیم الاوقات کا قائم رکھنا نہایت ضروری ہے یعنی وقت کے تعین کے ساتھ کھانا، پینا سونا، آرام کرنا۔ تفریح کرنا۔ کچھ ہلکی سی ورزش کرنا۔ ان سب کے لئے روزمرہ کی زندگی میں وقت کا تعین ضروری ہے۔ تاکہ ہر بات اپنے وقت پر ادا کرنے کی عادت ہو جائے۔ اگر خدانخواستہ

کوئی بیماری لاحق ہوجائے تو اس سے بے فکری نہ کی جائے اور جلد اس کا تدارک کرلیا جائے۔ ورنہ بعض وقت مرض پیچیدہ اور دشوار العلاج ہوجاتا ہے۔

۱۵۔ تعلقات زندگی کے ساتھ وابستہ ہیں لیکن ان کو بھی بہت ہی ضروری تعلقات پر بقدر ضرورت محدود رکھا جائے۔ غیر ضروری تعلقات خواہ اعزہ اور اقرباء سے ہوں یا دوست و احباب سے ہوں یا کاروباری زندگی میں ہوں کسی نہ کسی درجے میں ضرور پریشان کن ثابت ہوتے ہیں کیونکہ سب کا حق ادا کرنا عادتاً دشوار ہوتا ہے۔ اس وجہ سے قلب مشوش رہتا ہے کیونکہ ایسے غیر ضروری تعلقات میں اکثر اپنے کسی عذر کی وجہ سے دوسرے کی توقعات کو پورا نہ کرسکنے کی وجہ سے تو اس کو رنج و شکایت ہوتی ہے اور پھر خود اپنے کو بھی ندامت و خفت ہوتی ہے محض رسمی تعلق اور دوستی رکھنے والے اکثر بیجا مروّت سے فائدہ اٹھاتے ہیں جن سے بعض وقت مالی نقصان اٹھانا پڑتا ہے یا عافیت سوز معاملہ درپیش ہوجاتا ہے ہر شخص پر اعتماد نہ کرنا چاہیئے۔

۱۶۔ جہاں تک ممکن ہو احکاماتِ شریعت اور اتباع سنت کا ہر معاملہ زندگی میں اہتمام رکھنا چاہیئے۔

۱۷۔ ہمیشہ نیک لوگوں کی صحبت اختیار کرنا چاہیئے۔ دوستوں کے انتخاب میں بڑی احتیاط کی ضرورت ہے۔ ظاہری اخلاق سے متاثر نہ ہونا چاہیئے بلکہ اصل معیار صداقت و خلوص و دینداری اور صفائی معاملات ہے۔

۱۸۔ جن لوگوں سے زندگی میں برابر سابقہ پڑتا ہے ان کو بھی خوب سمجھ کر منتخب کرلینا چاہیئے۔ مثلاً ڈاکٹر، حکیم، وکیل، تاجر وغیرہ۔

۱۹۔ اپنے خانگی حالات اور راز کی بات ہرگز کبھی کسی سے نہ کہنا چاہیئے خصوصًا عورتوں سے۔

۲۰۔ غیر ضروری مشاغل بھی جمعیت خاطر کو برباد کرنے والے ہوا کرتے ہیں مثلاً خواہ مخواہ دوسروں کے معاملات میں دخل دینا یا کسی کی خاطر مروت سے کسی کام کی ذمہ داری لے لینا یا مروتاً امانت رکھنا یا کسی کی ضمانت کرنا کیونکہ فی زمانہ یہ چیزیں بھی اکثر مفسدہ سے خالی نہیں ہوتیں۔ توقعات کے خلاف ہونے سے باہمی شکایات کے دفتر کھل جاتے ہیں لہٰذا اپنی جمعیت خاطر برباد

ہو جاتی ہے۔

۲۱ - مشغلۂ اخبار بینی یا غیر ضروری کتابوں کا مطالعہ کرنا یا رسمی تقریبات میں شرکت کرنا یا فضول و لایعنی تفریحات میں وقت صرف کرنا، ان امور میں جو وقت ضائع ہوتا ہے اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ضروری باتیں سرانجام دینے سے رہ جاتی ہیں اور طبیعت میں فکر و تشویش پیدا ہو جاتی ہے

۲۲ - اپنے کسی اہم کام کے پورا کرنے کے لئے کسی ناتجربہ کار آدمی کے مشورے پر بلا سمجھے عمل کرنا یا کسی اجنبی آدمی پر محض حسنِ ظن کی وجہ سے اعتبار کر لینا اکثر دل کی پراگندگی کا باعث ہوتا ہے اور نقصان بھی اٹھانا پڑتا ہے۔

۲۳ - بغیر شدید ضرورت کے قرض لینا اور خصوصاً جب کہ وقت پر ادائیگی کا کوئی یقینی ذریعہ نہ ہو تو بجائے قرض لینے کے کچھ دنوں تنگی و کلفت برداشت کر لینا زیادہ بہتر ہے یا مروتاً قرض دینا جبکہ خود اس کی استطاعت نہ ہو اکثر شدید خفت اور کلفت کا باعث ہوتا ہے اس لئے شروع ہی میں کچھ بے مروتی سے کام لیا جائے، اسی میں مصلحت ہے۔

۲۴ - دین و دنیا کا اگر کوئی اہم معاملہ پیش ہو تو کسی ہمدرد و مخلص اہلِ علم و اہلِ تجربہ سے ضرور مشورہ کر لینا چاہیے اور سب سے زیادہ ضروری بات تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے مسنونہ استخارہ کر لینا چاہیے یعنی بعد نمازِ عشاء دو رکعت نماز پڑھ کر دعائے استخارہ پڑھی جائے۔

۲۵ - اس زمانے میں جب کہ دلوں میں خلوص نہیں ہے اور معاملات میں صفائی نہیں ہے کسی کی مالی امانت رکھنا بھی بعض وقت پریشانیٔ خاطر کا باعث ہو جاتا ہے، اس لئے رسمی تعلق والوں کی امانت کبھی نہ رکھنا چاہیے اور جو امانت رکھی بھی جائے تو امانت رکھانے والے کی تحریری یادداشت مع تاریخ کے ضرور لے لینا چاہیے۔

۲۶ - اسی طرح اس زمانے میں ہر شخص کی ضمانت بھی نہ کرنا چاہیے۔ کسی کی بیجا مروت سے بعض وقت ضمانت کر لینے سے بہت سے خطرات و پریشانی سے سامنا کرنا پڑتا ہے۔

۲۷ - روزمرہ کی زندگی میں کچھ ایسے حالات و واقعات بھی وابستہ رہتے ہیں جو بالکل غیر اختیاری

ہوتے ہیں اس لئے ان میں ابتلا کے وقت ضرور قلب مشوش اور متفکر ہو جاتا ہے مثلاً بیماری کا لاحق ہونا۔ اپنی یا اپنے متعلقین کی بیماریاں یا غیر اختیاری طور پر تنگی معاش یا کسی عزیز و اقارب یا کسی اور شخص کا بر بنا حسد یا خُبثِ باطن کے باعث آزار ہو جانا، یا غیر متوقع طور پر کاروبار میں یا اپنے مال میں نقصان واقع ہو جانا یہ سب باتیں بھی انسان کے خیالات اور جذبات کو پراگندہ کرنے والی ہوتی ہیں۔ لہذا ایسے حالات کے صدور کے وقت رفع تردّدات اور حصول سکونِ قلب کے لئے جو تدابیر بتائی گئی ہیں اُن پر عمل کرنا چاہیئے اور وہ تدابیر اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بتلائی ہوئی ہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ پریشانی اور رنج و فکر خواہ اختیاری ہو یا غیر اختیاری ہماری زندگی کا سکون و اطمینان ضرور زائل کر دیتی ہے لیکن قلبِ مومن میں اللہ تعالیٰ نے ایسی صلاحیت و استعداد رکھی ہے کہ ایسی پریشانیوں کے وقت میں جب وہ اپنے کارساز حقیقی کی طرف کسی نہ کسی صورت سے متوجہ ہو جاتا ہے، خواہ یہ رجوع الی اللہ کسی درجے کا بھی ہو عقلاً اس کو ضرور سکون حاصل ہو جاتا ہے گو طبعاً تکلیف کا اثر باقی رہے۔ لیکن یہ طبعی تکلیف بھی قابلِ تحمل و برداشت ہو جاتی ہے، ایسے مواقع پر جو لوگ اللہ والوں کی طرف رجوع کرتے ہیں ان کو ضرور نفع ہوتا ہے۔ ان کی دعاؤں اور ہمدردی سے قلب کو تقویت ہوتی ہے۔ ویسے بھی جو لوگ پاک و صاف زندگی بسر کرتے ہیں جن کے دل میں دین کی عظمت و محبت ہوتی ہے اور جن کے معمولات میں نماز کی پابندی اور دیگر اوراد و وظائف شامل رہتے ہیں اور اگر ان کا تعلق کسی بزرگ سے بھی ہوتا ہے تو ایسے لوگوں کے دل دنیوی پریشانیوں سے بہت کم متاثر ہوتے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ بندے کو اپنی دنیاوی الجھنوں اور پریشانیوں کے تدارک کے لئے اپنے مالک اور کارساز حقیقی کی طرف رجوع ہوتے ہی سے سہارا ملتا ہے اور اللہ جل شانہٗ نے خود اپنے کلام پاک میں اور رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ارشادات میں ہمارے افکار اور مصائب کے دور کرنے کے لئے بہت موثر تدابیر اور دعائیں تعلیم فرمائی ہیں، اس پر عمل کرنا چاہیئے

اور اپنی تقصیرات و معاصی اور شامتِ اعمال سے پناہ مانگنا چاہیئے اور صدقہ و خیرات کرنا چاہیئے ایسا کرنے سے مصائب و آلام گو صورتاً قائم رہیں لیکن رضائے الٰہی پر دل ضرور مطمئن ہو جاتا ہے اور یہ بڑی نعمت ہے ۔

۲۸ - دینی معلومات کا حاصل کرنا بھی نہایت اشد و ضروری ہے کیونکہ بغیر اِس علم کے زندگی کا مقصد متعین نہیں ہوتا ۔ چند کتابوں کا مطالعہ بہت اہم اور ضروری ہے مثلاً سیرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حالات صحابہ کرام رض و حالات بزرگانِ دین ، تاریخ اسلام ، حضرت حکیم الامت شاہ محمد اشرف علی صاحب تھانوی قدس سرہ العزیز کی تصانیف خصوصاً مواعظ و ملفوظات بہشتی زیور وغیرہ ان کے مطالعہ سے دین و دنیا کی بہت گرانقدر کافی و شافی معلومات حاصل ہوتی ہیں فضول اور بے مصرف کتابیں مثلاً اخبار ، ناول ، رسالے وغیرہ پڑھنے میں وقت ضائع نہ کرنا چاہیئے ۔ ان سے قلب میں ظلمت اور عقل و فہم میں پستی پیدا ہوتی ہے ۔ اور دوسرے مذاہب کی کتابیں تو ہرگز نہ پڑھنا چاہئیں کیونکہ بغیر اپنے مذہب کے علم کے راسخ ہونے کے دوسرے مذاہب کے عقائد اور فلسفہ سے ذہن ضرور منتشر ہوتا ہے اور گمراہی کا اندیشہ ہے ۔ اپنے مذہب میں اگر کوئی اشکال و شک پیدا ہو تو ضرور کسی اہلِ علم سے حل کر لینا چاہیئے ۔

۲۹ - چند اہم اعمال باطنی

۱ - اپنے موجودہ حالات پر قناعت کر کے ہر وقت شکر ادا کرتے رہنا ۔ اپنے رہنے سہنے اپنی ضروریاتِ زندگی ۔ اپنے ماحول ۔ اپنے اہل و عیال پر ہر وقت نظر رکھے اور سمجھے کہ جو بھی موجودہ حالت ہے اس میں سب سے بڑی نعمت تو سلامتی ایمان و دین اسلام پر ہونا ہے جو بغیر کسی استحقاق کے اللہ تعالیٰ نے ہم کو عطا فرمایا ہے ۔ پھر اپنے وجود کی نعمتوں پر نظر کرے اپنے ماحول کی راحتوں پر نظر ڈالے اپنے اہل و عیال کی عافیت کو دیکھے ۔ دوسروں سے اپنے تعلقات کی خوشگواری کا اندازہ کرے اور پھر دل کی گہرائیوں کے ساتھ ان انعامات الٰہیہ پر شکر ادا کرے ۔ اس کے علاوہ جو بھی موجودہ حالت ہے اگر غور کرے تو لاکھوں مخلوقِ خدا

اس سے محروم ہیں اس حالت کو محض اللہ تعالیٰ کا فضل سمجھ کر شکر ادا کرے، اسی طرح ایک ایک چیز پر قدر کے ساتھ نظر ڈالنے کی عادت ڈالے یہ کیمیا کا نسخہ ہے اس پر عمل کر کے دیکھا جائے، اللہ تعالےٰ کا وعدہ ہے کہ جب تم ہماری نعمتوں پر شکر ادا کرو گے تو ہم ان نعمتوں میں ضرور اضافہ، برکت اور ترقی عطا فرمادیں گے۔

۲۔ اپنی کوتاہیوں، لغزشوں غفلت اور معاصی کا احساس کر کے ہمیشہ استغفار کرتا رہے۔ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ جو بندے اپنے اعمال پر نادم ہوتے رہتے ہیں اور توبہ کرتے ہیں ان کے ساتھ رحمت و مغفرت کا معاملہ کیا جاتا ہے۔ استغفار بہت بڑی نعمت اور بہت بڑی پناہ ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے شرمسار گنہگار بندوں کو بہت پسند فرماتے ہیں اور ان کے ساتھ بڑا رحمت اور مغفرت کا معاملہ ہوتا ہے۔ ان کے سامنے اپنے گناہوں اور کوتاہیوں کا اقرار کرتے رہنا چاہیئے۔ توبہ و استغفار خاتمہ بالخیر ہونے کے لئے بڑی قوی علامت ہے۔

۳۔ اس زمانے میں فتنہ و فساد اس قدر کثرت سے ہو گئے ہیں اور ہر شعبۂ زندگی میں غیر محسوس طریقے سے بد دینی اور دنیا کے ہلاکت کے سامان پیدا ہوتے جا رہے ہیں جس کا اندازہ مشکل ہے مزید برآں اور بھی ہزاروں قسم کے فتنے ہیں جو صریحاً دین اسلام کے خلاف ہونے کی وجہ سے دنیا کی عافیت بھی خراب کر رہے ہیں۔ معاملات گندے اور خود غرضی کے اور دوسروں کی نقصان رسانی کے ہو رہے ہیں معاشرے میں مغربی تہذیب کی لعنت دن بدن مسلط ہوتی جا رہی ہے۔ رہنا سہنا کھانا، پینا۔ لباس پوشاک سب نمائشی اور پر تکلف اور اقتصادی و معاشی اعتبار سے نہایت تباہ کن ہیں۔ ہزاروں بیماریاں نئی نئی پیدا ہو رہی ہیں۔ غذائیں، ہوائیں، فضائیں سب گندی ہو رہی ہیں۔ نئی نئی دواؤں اور انجکشنوں سے بیماریاں پیچیدہ تر ہوتی جا رہی ہیں۔ ہر طرف دھوکا فریب وعدہ خلافی، اخلاق سوز اعمال رونما ہو رہے ہیں، سب سے زیادہ خطرناک فتنے دین کے فتنے ہیں روز بروز نوجوان طبقہ خصوصاً دین اسلام سے بیگانہ ہی نہیں بلکہ اپنی جہالت وحماقت اور اپنی نفسانی و شہوانی لذت میں مدہوشی کے سبب سے دین کا مخالف اور دشمن ہوتا جا رہا ہے۔ پاکی وطہارت

کا فقدان ہی نہیں بلکہ اس کی اہمیت ہی سے ذہن خالی ہوتے جا رہے ہیں۔ اللہ و رسول کے ارشادات سے کماحقہٗ، ناواقفیت ہونے کی وجہ سے اسلام کو ناقابلِ عمل مذہب تصور کیا جاتا ہے تہذیب حاضرہ کی ہر مخرب اخلاق بات کو ترجیح دی جاتی ہے۔ عُریانی، بے شرمی، بے پردگی، رقص و سرود، فحش و عریاں تصاویر کا استعمال عام ہوتا جا رہا ہے۔ ہر نوجوان جس نے کچھ بھی انگریزی اور مغربی تہذیب کا اثر لیا ہے مذہب میں ترمیم کرنے پر آمادہ ہے، یا اس کے اصول پر بے تکلف اعتراضات و شبہات پیدا کرنے لگتا ہے۔ نتیجہ یہ ہو رہا ہے کہ اسلام کے بنیادی اصول سے بالکل ہٹ کر ایک ملحدانہ زندگی کی لہر معاشرے میں روز بروز ترقی کے ساتھ رگ و پے میں سرایت کرتی جا رہی ہے اس کا علاج یہ ہے کہ زیادہ سے زیادہ مطالعہ خوب غور سے دینی کتب کا کیا جائے۔ خصوصاً صحت عقائد جن امور پر منحصر ہے پھر معاملات و عبادات و اسلامی معاشرہ، اسلامی اخلاقیات کو اچھی طرح ذہن نشین کیا جائے اس کے لئے سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ کی (مکمل) سیرۃ النبی اور خطبات مدراس ضرور قابل مطالعہ ہیں ان کے مطالعہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا صحیح مقامِ نبوت و منصب تبلیغ واضح ہوتا ہے حضرت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے مطبوعہ مواعظ پڑھنا دین اسلام کا صحیح علم حاصل کرنے کے لئے اس زمانے میں بہت ضروری ہے۔ اس کے علاوہ روزانہ صبح و شام نماز کے اللہ تعالیٰ سے ہر ظاہری و باطنی اور ارضی و سماوی فتنوں سے اپنے لئے اور اپنے متعلقین کے لئے اور عام مسلمانوں کے لئے پناہ مانگتا رہے انشاء اللہ ہر طرح محفوظ رہے گا۔

۳۰۔ امور متذکرہ بالا پر عمل کرنے کے لئے ضروری بات یہ ہے کہ بار بار ان کو پڑھا جائے خصوصاً جن باتوں پر اب تک عمل نہیں ہے ان پر نشان لگا لیا جائے اور ان پر عمل کرنے کا اہتمام شروع کر دیا جائے کسی بات کو بار بار پڑھنا یا اس کی تکرار کرتے رہنے سے عادتاً ایسا ہوتا ہے کہ وقت پر وہ بات یاد آجاتی ہے اس وقت ضرورت ہے کہ ہمت کر کے اس پر عمل کر لیا جائے کچھ دنوں تک ایسا کرنے سے پھر خود بخود طبیعت میں اس پر عمل کرنے کا داعیہ پیدا ہونے لگتا ہے۔

۳۱ - تجربہ شاہد ہے اور عقل کا تقاضا بھی یہی ہے کہ اگر کوئی علم یا فن حاصل کرنا ہے تو کسی تجربہ کار مربی کی سخت ضرورت ہے تاکہ اس کی تعلیم و تربیت سے مقصود حاصل ہو سکے۔ ایسا علم و فن ہمیشہ معتبر اور مستند اور بلا ضرر ہوتا ہے اس لئے دنیا و آخرت کا صحیح علم حاصل کرنے کے لئے کسی اللہ والے سے ضرور تعلق رکھنا چاہیئے۔ اللہ والے کی شناخت یہ ہے کہ وہ بزرگ بظاہر متبع شریعت و سنت ہوں اور صاحب علم ظاہر و باطن ہوں۔ شفیق و خیر خواہ ہوں۔ بزرگوں سے تعلق رکھنے کے یہ معنی ہیں کہ ان کی صحبت میں گاہ گاہ حاضر ہوتا رہے اگر دور رہوں تو ان سے خط و کتابت رکھنا۔ ان سے دین کی بات دریافت کرتے رہنا اور ان کے مشورے پر عمل کرنا، اپنے باطن کے نقائص ان کو لکھنا اور ان کے دور کرنے کی تدابیر پر عمل کرنا ہر حال میں ان سے دعا کراتے رہنا اپنی روزمرہ کی زندگی میں جو شرعی خلاف ورزی ہو اس کے متعلق دریافت کرنا اور وہ جو کچھ تجویز کریں اس پر اہتماماً عمل کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو فہم سلیم عطا فرماویں اور اپنی زندگی کو خوشگوار پرسکون اور پر عافیت بنانے کی توفیق عطا فرماویں۔ آمین۔

حلّ مہمّات

۱۔ جب کبھی کوئی ظاہری یا باطنی پریشانی لاحق ہو اور ہر طرف سے ناامیدی اور مجبوری غالب ہو تو اللہ جل شانہٗ جو کارساز حقیقی ہیں تمام عالمِ امکان کے اور جو بڑی قدرت والے رحیم اور رحمٰن ہیں اور جو اپنے بندوں پر تمام عالم سے زیادہ مہربان اور نصرت و حمایت کرنے والے ہیں ان کی بارگاہ میں تخلیۂ شب میں دو رکعت نماز نفل طلب اعانت کے لئے پڑھے، خود اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو اس طرف متوجہ فرمایا ہے:۔

یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِیْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوۃِ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ ہ

اور اول و آخر درود شریف گیارہ بار پڑھ کر اپنی حاجت اور تکلیف کو آہ و زاری کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش کرے۔ اس طرح چند روز کرتا رہے اس کے علاوہ کسی اللہ والے کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنے مقصد کے لئے دعا کرائے اور استغفار کی اور درود شریف کی کثرت رکھے اور چلتے پھرتے حَسْبِیَ اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَکِیْل پڑھتا رہے اور بعد نماز عشاء یا جس نماز کے بعد دوام ممکن ہو معمول بنالے کہ ۱۴۳ مرتبہ روزانہ پڑھتا رہے بڑی خیر و برکت کی دُعا ہے اللہ تعالیٰ قبول فرمائیں۔ آمین ؛

۲۔ (اہمیت استخارہ) جب کسی کام میں تردد ہو یا کوئی اہم مسئلہ درپیش ہو جس کا حل سمجھ میں نہ آتا ہو یا کوئی اہم کام پیش نظر ہو جس میں کسی کے مشورے کی ضرورت ہو تو سب سے پہلے کم از کم تین رات بعد نماز عشاء سونے سے قبل یا سات روز تک دو رکعت نماز نفل پڑھے پھر اوّل و آخر گیارہ بار درود شریف پڑھ کر دعائے استخارہ مسنونہ پڑھے اس دعا کو اپنی ضروریات زندگی میں پڑھنے کے لئے حدیث شریف میں بہت تاکید آئی ہے اس میں کوئی شرط نہیں کہ کوئی خواب نظر آئے یا کوئی غیبی اشارہ محسوس ہو بلکہ استخارہ کر لینے کے بعد کام کی جو شق بھی اختیار کریگا انشاء اللہ تعالیٰ اسی میں خیر و برکت ہوگی۔ یہ خیر اللہ تعالیٰ سے طلب کی گئی ہے اس لئے

ان کی طرف سے جو بھی انجام کار ہو وہ سراسر رحمت و برکت کا سبب ہوگا اس کے علاوہ کسی مخلص دیندار اور تجربہ کار سے بھی اس امر میں مشورہ کرلے اور دعا کرالے کیونکہ شریعت اس کا بھی حکم کرتی ہے اور اس کام کی انجام دہی میں جس قدر حدود شرعیہ کے اندر کوشش ہو وہ ضرور کرے اور اللہ تعالیٰ پر ہر حال میں نظر رکھے اور ان کی رضا پر راضی رہے اور اپنا سب کام اللہ تعالیٰ کے سپرد کردے۔ وَاُفَوِّضُ اَمْرِیْ اِلَی اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ بَصِیْرٌ بِالْعِبَادِ

دعائے استخارہ

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْتَخِیْرُكَ بِعِلْمِكَ وَاَسْتَقْدِرُكَ بِقُدْرَتِكَ وَاَسْئَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ الْعَظِیْمِ ط فَاِنَّكَ تَقْدِرُ وَلَآ اَقْدِرُ وَتَعْلَمُ وَلَآ اَعْلَمُ وَاَنْتَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ ط اَللّٰهُمَّ اِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ هٰذَا الْاَمْرَ خَیْرٌ لِّیْ فِیْ دِیْنِیْ وَمَعَاشِیْ وَعَاقِبَةِ اَمْرِیْ فَاقْدُرْهُ لِیْ وَیَسِّرْهُ لِیْ ثُمَّ بَارِكْ لِیْ فِیْهِ وَاِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ هٰذَا الْاَمْرَ شَرٌّ لِّیْ فِیْ دِیْنِیْ وَمَعَاشِیْ وَعَاقِبَةِ اَمْرِیْ فَاصْرِفْهُ عَنِّیْ وَاصْرِفْنِیْ عَنْهُ وَاقْدُرْ لِیَ الْخَیْرَ حَیْثُ كَانَ ثُمَّ اَرْضِنِیْ بِهٖ ط

۳۔ آیاتِ شفاء

وَیَشْفِ صُدُوْرَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِیْنَ ۔ فِیْهِ شِفَآءٌ لِّلنَّاسِ ۔ وَاِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ یَشْفِیْنِ ۔ وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ ۔ شِفَآءٌ لِّمَا فِی الصُّدُوْرِ ۔ قُلْ هُوَ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا هُدًی وَّشِفَآءٌ ط پہلے سات مرتبہ درود شریف پڑھیں پھر اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم پڑھ کر مذکورہ بالا آیات کی تلاوت کریں پھر سات مرتبہ درود شریف پڑھ کر مریض پر دم کریں دن میں چند بار ایسا کریں انشاء اللہ تعالیٰ مریض جلد صحت یاب ہوجائے گا۔

۴۔ علاج جمیع امراض روحانی و جسمانی

تمام بزرگانِ دین کے معمولات میں یہ عمل شامل رہا ہے کہ فجر کی سنت و فرض کے درمیان مع بسم اللہ سورۂ فاتحہ اکتالیس مرتبہ پڑھیں۔ اول و آخر گیارہ بار درود شریف پڑھیں پھر

دونوں ہاتھوں پر دم کر کے سر سے سینہ تک پھیر لیں ہمیشہ اس کو اپنے معمولات میں شامل رکھیں بڑے خیر و برکت کا عمل ہے۔

اگر کوئی مریض ہو تو یہ پڑھ کر پانی پر دم کر کے اس کو پلائیں اور چہرہ و سینہ پر چھڑک دیں۔ اس کے علاوہ تمام بلیات۔ سحر۔ سفلی عمل اور آسیب وغیرہ کے اثرات کے دفعیہ کے لئے مجرب المجرب ہے۔

۵۔ اسی طرح مریض کی صحت کے لئے مجرب علاج یہ ہے کہ مع بسم اللہ سورۂ فاتحہ اس کے اس کے بعد یَا حَیُّ حِیْنَ لَاحَیَّ فِیْ دَیْمُوْمَتِہٖ مُلْکِہٖ وَبَقَائِہٖ یَا حَیُّ زعفران سے کسی صاف چینی کی پلیٹ پر لکھ کر پھر پانی سے اس کو دھو کر مریض کو پلائیں۔ انشاء اللہ صحت کاملہ نصیب ہو گی۔ چالیس روز تک اس کو پلائیں (حضرت رح اکثر مریضوں کے لئے یہ تجویز فرماتے تھے)۔

۶۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول مبارک تھا کہ رات میں سوتے وقت مع بسم اللہ سورۂ قل ہو اللہ اور معوذتین پڑھ کر ہاتھوں پر دم کر کے سر سے لے کر پاؤں تک تمام جسم پر پھیر لیتے تھے اس طرح تین بار عمل فرماتے تھے اس عمل سے تمام بد اثرات ظاہری و باطنی سے بعون اللہ تعالےٰ حفاظت رہتی ہے۔

۷۔ نیز رات کو سوتے وقت مع بسم اللہ آیۃ الکرسی پڑھ کر شہادت کی انگلی پر دم کر کے مکان کے چاروں طرف اشارہ سے حصار کر لیا جاتا ہے انشاء اللہ تعالیٰ اس سے ہر طرح کی بلیات و جان و مال وغیرہ کی حفاظت رہتی ہے۔

۸۔ بزرگانِ دین کا یہ بھی معمول ہے کہ حوادثات و آلام روزگار اور شدید بیماریوں اور پریشانیوں کے وقت آیۃ کریمہ لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحَانَکَ اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ ہ کا ورد کرتے ہیں بعد نماز عشاء اس آیۃ کریمہ کو ایک سو ایک مرتبہ اول و آخر گیارہ بار درود شریف پڑھ کر اپنی حاجات کی دعا کی جائے۔ انشاء اللہ تعالیٰ غم سے نجات حاصل ہوتی ہے۔

۹۔ ظاہری و باطنی کوئی بھی پریشانی ہو اس کے لئے اکثر و بیشتر اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ

رَاجِعُوْنَ ٥ کا کثرت سے ورد و استغفار و تسبیحات اور درود شریف کا مستقلاً ورد رکھنا سکون قلب کے لئے اکسیر کا حکم رکھتا ہے۔

۱۰ - جب کسی پریشانی یا کسی کی ایذا رسانی سے تکلیف ہو یا کوئی لاینحل مشکل درپیش ہو تو کثرت سے یَا اَللّٰهُ یَا رَحْمٰنُ وَیَا رَحِیْمُ یَا حَیُّ وَیَا قَیُّوْمُ بِرَحْمَتِكَ اَسْتَغِیْثُ پڑھنا چاہیئے انشاء اللہ تعالیٰ غم سے نجات اور سکون وطمانیتِ قلب حاصل ہوگی

۱۱ - جب کسی سے نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو تو حسبِ ذیل دعاؤں کا ورد رکھنے سے بھی قلب کو سکون اور توجہ الی اللہ ہونے کی توفیق نصیب ہوتی ہے۔

۱ - فَاللّٰهُ خَیْرٌ حَافِظًا وَّهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ ٥

۲ - مَا شَآءَ اللّٰهُ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ

۳ - اَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّآمَّاتِ كُلِّهَا مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ بِسْمِ اللّٰهِ الَّذِیْ لَا یَضُرُّ مَعَ اسْمِهٖ شَیْءٌ فِی الْاَرْضِ وَلَا فِی السَّمَآءِ وَهُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ط

ان دعاؤں میں سے کوئی بھی بچوں اور مریضوں اور پریشان حال لوگوں کے لئے لکھ کر تعویذ بنا کر پاس رکھنے یا بازو پر باندھنے کے لئے بھی دیا جاتا ہے اس کے ساتھ دعا بھی کرنا چاہیئے۔

۱۲ - کتاب حدیث حصن حصین کا کبھی کبھی ضرور مطالعہ کرنا چاہیئے اس میں دین و دنیا کی تمام ضروریات و مہمات کے متعلق حضور رسول مقبول رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام مانگی ہوئی دعائیں جمع کی گئی ہیں۔ اس کا مطالعہ بڑا اسرمایۂ عافیت ہے تمام بزرگانِ دین کا معمول رہا ہے اور مجربات میں ہے کہ جب کبھی فتنہ وفساد، سانحات وحادثات یا آلام و پریشانیوں کا ہجوم ہوا ہے تو اس کا ختم کر کے اس کے وسیلہ اور برکت سے بارگاہ الٰہی میں دعائیں ومناجات کی گئی ہیں اور وہ ضرور قبول ہوئی ہیں اور ہر طرح کی عافیت کاملہ، طمانیت قلب اور صلاح وفلاح نصیب ہوئی ہے واللہ المستعان

❖

اِصلاح کا آسان طریق

زندگی میں بہتر تغیر پیدا کرنے کے سلسلہ میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ بندے کا معاملہ عجیب ہے ۔ آج اپنی خامیوں پر نظر ڈال لو اور ارادہ کر لو اصلاح کا ، بنا لو فہرست کن کن کوتاہیوں میں مبتلا ہو ۔ عبادت ، معاملت ، معاشرت و اخلاق سب میں کوتاہیوں کا جائزہ لے لو ۔ اب دیکھو کن چیزوں کو چھوڑ سکتے ہو اور کن چیزوں کو نہیں چھوڑ سکتے جس کے سامنے جواب وہ ہو بس انھیں کے سامنے تنہائی میں کہہ لو کہ اے اللہ ! وضع قطع میں تغیر پیدا کرنا محال نظر آتا ہے ۔ اگرچہ میں یہ وضع پسند نہیں کرتا مگر خراب ماحول میں پرورش پائی ہے ایک عمر بسر کر چکا ، بگڑ گیا ، آپ اس بگڑی ہوئی استعداد کو بدل دیں ، آپ کے لئے یہ آسان ہے میرے لئے یہ محال نظر آتا ہے ۔ تنہائی میں تہجد کے وقت اللہ میاں سے باتیں کر لیں اور کسی مخصوص وقت اور تنہائی کی بھی ضرورت نہیں ، کوئی وقت ہو ، تخلیہ تو اسی وقت ہو جاتا ہے جب تم ان سے باتیں شروع کر دو ۔

اللہ تعالیٰ خود پسند فرماتے ہیں کہ یہ بدحواس پراگندہ بندے کچھ دیر تو ہماری طرف متوجہ ہو جائیں ۔ دن میں رات میں جس وقت چاہیں بات کر لیں ، ہمارے سامنے اقرار تو کر لیں اپنے عجز کا ۔ کس چیز کو ناممکن سمجھتے ہو ۔ وضع قطع میں تغیر تمہارے لئے ناممکن سہی مگر یہ تو ممکن ہے دو باتیں دو منٹ کیلئے اللہ تعالیٰ سے کر لیا کرو ، کسی وقت ان سے یہ کہہ لیا کرو کہ اے اللہ ! میں عاجز ہوں ، ناتواں ہوں ، نالائق ہوں ، کچھ کرتے بن نہیں پڑتا ، آپ ہی اپنا فضل فرما دیں ۔ یہ تو کہہ لیا کرو ، کیا اتنا بھی نہ کر سکو گے ؟ اتنا تو اختیار رکھتے ہو کہ زبان سے کہہ لو ۔ دیکھو پھر تغیر ہوتا ہے یا نہیں یہ نسخۂ اکسیر ہمارے حضرتؒ کا بتایا ہوا ہے ۔

اس دربار میں معروض پیش کرنے والا کبھی نامراد نہیں ہو سکتا ۔ ذرا طلب ظاہر کر کے مانگنے پر اتر تو آؤ ، پیش تو کر دیکھو ، کیا کہنا ہے ، کام تو یونہی بنے گا ۔ عاجز و درماندہ ہو کر سامنے آجاؤ ، اے اللہ ! کوئی میری مدد نہیں کر سکتا سوائے آپ کے ۔ آپ کی قدرت و جلال کے سامنے میں کیا سارا عالم

عاجز ہے۔ اے اللہ! میرا یہ حال ہے کہ اہل وعیال میرے، دوست احباب میرے، دل میرا نفس میرا اور اپنا ہوتے ہوئے پھر بھی یہ سب مجھ سے بیگانے۔ کوئی بھی اپنے کہنے میں نہیں، کوئی اپنا ہمنوا نہیں۔ تمام عالم تعلقات رکھتے ہوئے بھی تنہا ہوں۔ حیران و پریشان عاجز و درماندہ میرا کسی چیز پر قابو نہیں، آپ ہی اس ضعیف کی دستگیری فرمائیں۔ بس طلب ظاہر کرو۔ راستہ تو عرض معروض ہی سے کھلے گا۔ الحاح وزاری کرو اور اپنا حال کہتے رہو۔ پھر زندگی میں انقلاب آتا ہے یا نہیں، مگر ہم میں یہ فہم ہی نہیں یہ طلب ہی نہیں۔ طلب نہ ہونے پر فرماتے ہیں أَنُلْزِمُكُمُوهَا وَأَنتُمْ لَهَا كَارِهُونَ (ترجمہ) کیا ہم ہدایت کو تم پر چپکا دیں اور تم اس کو ناپسند کرتے رہو اس لئے خود بھی تو کچھ اپنی طلب ظاہر کرو یوں تو بغیر تمہاری طلب کے اور بغیر کسی استحقاق کے انھوں نے ہزاروں نعمتیں تم کو دے رکھی ہیں۔ بغیر طلب کے کہیں کچھ ملا ہے کسی کو؟

جب مانگو گے نہیں تو کوئی دے گا کیسے؟ تم کو اپنے عجز اور اپنے عاجز نواز پر نظر ہونا چاہیئے بس اسی طرح اپنی ایک ایک کوتاہی اور قصور کو بارگاہِ الٰہی میں پیش کرتے رہو اور مناجات کرتے رہو اور اپنی کوتاہیوں کے تدارک کی طرف متوجہ رہو اور ان کو ترک کرنے کا اہتمام کرتے رہو۔

السعی منی والاتمام من اللہ تعالیٰ

انشاء اللہ تعالیٰ ایک دن کامیاب ہو جاؤ گے۔

مطبوعہ ایجوکیشنل پریس کراچی ۱۴۰۰ھ